ساڈا چڑیا دا چنبا

نفیسہ سعید

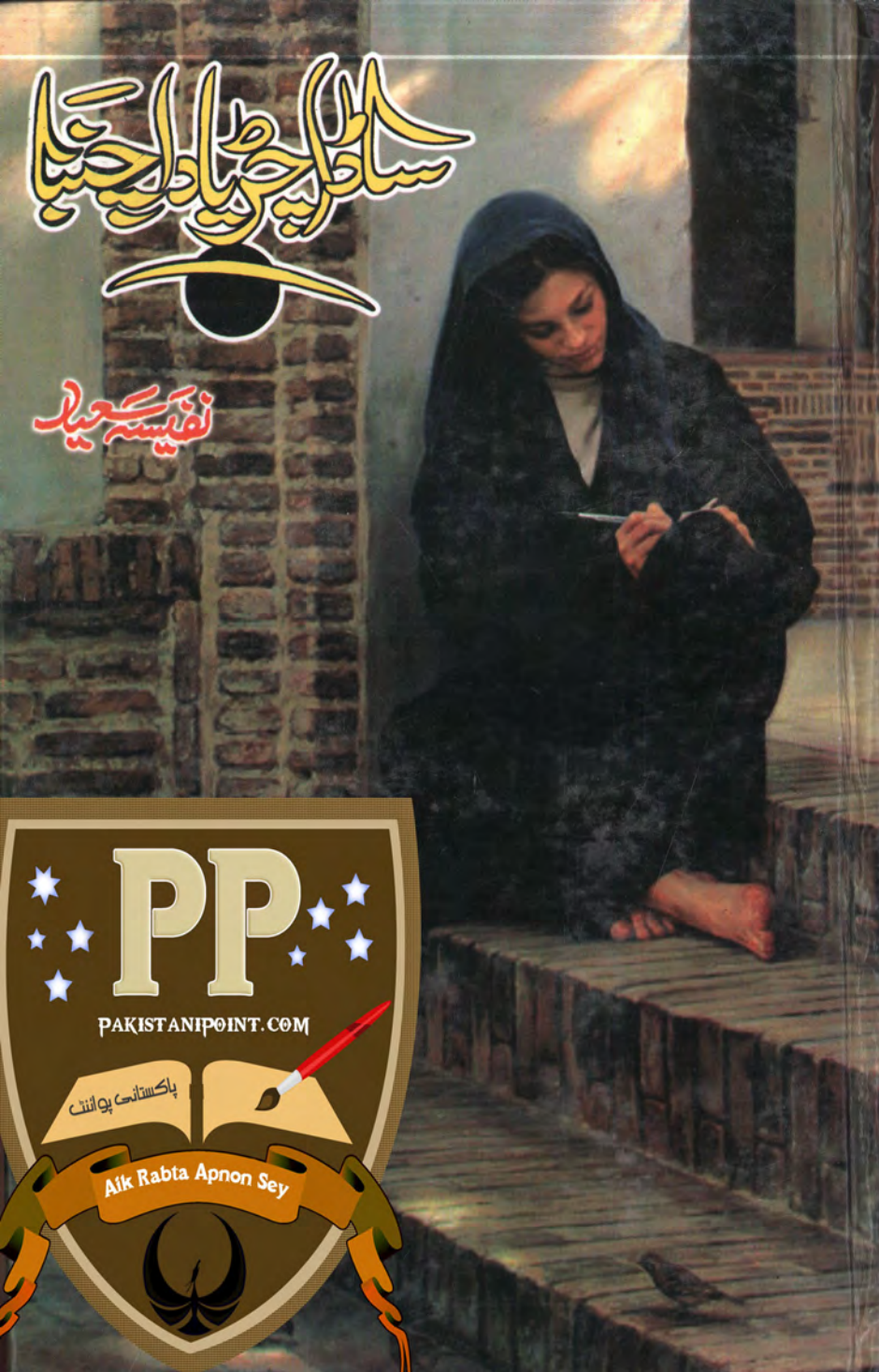

PP
PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی پوائنٹ
Aik Rabta Apnon Sey

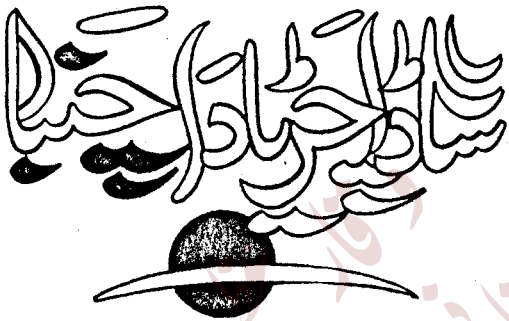

نفیسہ سعید

پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

خواتین ڈائجسٹ
37۔ اُردو بازار، کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

باراوّل 2013

ناشرین ..... خواتین ڈائجسٹ

پریس ..... پرنٹ لائن

قیمت ..... 300 روپے

سول ایجنٹ:

مکتبۂ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار کراچی

پیش لفظ

مرد و زن کائنات کے دو ایسے رنگ ہیں جن میں سے کسی ایک کی بھی کمی اس کائنات کو پھیکا کر دیتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان موجود ہر رشتہ اس کائنات کو خوب صورتی عطا کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ایک رشتہ کے درمیان محبت موجود ہو، بغیر محبت کے دنیا کا ہر رشتہ اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔ خاص طور پر میاں بیوی کا رشتہ جو بظاہر سب سے زیادہ مضبوط، مگر درحقیقت سب سے زیادہ کمزور رشتہ ہوتا ہے جسے کسی بھی مرد کی زبان سے نکلے صرف تین لفظ پل بھر میں توڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ سورہ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کے ٹوٹنے) سے، بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔'' (آیت نمبر ۱۷۶)

حلال کاموں میں ''طلاق'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ناپسندیدہ امر ہے جس سے بچنے کا حکم بارہا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت کا وارث مقرر کرتے ہوئے ہمیشہ اس سے نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔ مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں ایسے مرد کثرت سے موجود ہیں جن کے نزدیک عورت کی حقیقت ان کے پاؤں کی جوتی سے بڑھ کر نہیں۔ ایسے مرد عورت کا استحصال کرتے وقت اپنے رب کے ہر حکم کو بھلا دیتے ہیں۔

میں نے اپنے اس ناول کے ذریعے ایسے ہی مردوں کو ایک پیغام دیا ہے جو عورت کو کمزور ترین ہستی سمجھ کر اسے ذلیل و خوار کرنا چاہتے ہیں، وہ مرد نہیں جانتے کہ عورت صرف اس وقت تک کمزور ہے جب تک وہ مرد کی محبت کے حصار میں ہو اور اس کے قدموں تلے رشتوں کی سرزمین موجود ہو۔ مگر جب اس سے یہ چھت چھین کر اسے اِس بھری دنیا کی تپتی دھوپ میں جھلسنے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو پھر عورت سے زیادہ مضبوط ترین ہستی کوئی اور نہیں ہو سکتی اور ایسی عورت بڑے بڑے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہے جس کا ثبوت یقیناً ''نبیرہ'' نے ضرور دیا ہے اور مجھے امید ہے عورت کی مضبوط قوتِ ارادی پر مبنی یہ ناول آپ سب کو ضرور پسند آئے گا۔

نفیسہ سعید

انتساب

''عورت کے نام''

جس کی نفرت و محبت کی کوئی انتہا نہیں

اور

جس کے وجود کے بغیر یہ دنیا ناممکن ہے۔

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ساڈا چڑیا دا چنبا

"عورت کبھی بھی میری کمزوری نہیں رہی اور یہ مجھے صرف ایک ہی رشتے میں اچھی لگتی ہے اور وہ ہے "ماں" کا رشتہ باقی اس سے وابستہ سارے رشتے فضول اور بے کار ہیں خاص طور پر بیوی کا رشتہ اور ازدواجی تعلقات یہ ہی وجہ تھی کہ میں نے اماں کو ہمیشہ شادی سے منع کیا پھر بھی جانے کیوں انہوں نے میری شادی کردی۔" کسی خوب صورت جملے کی مختصر بیوٹی ایک دم ہی سر اٹھا کر اپنے سامنے موجود شخص پر نظر ڈالی جو اس کے وجود سے یکسر بے نیاز بڑے ہی ظالمانہ انداز میں اپنا تجزیہ پیش کر رہا تھا۔

"تم یہ مت سمجھنا کہ اپنی خوب صورتی کو مجھ پر بطور ہتھیار استعمال کر سکتی ہو کیونکہ میرے نزدیک خوب صورتی کا معیار کافی مختلف ہے اور میرے معیار کے اعتبار سے تم میں کچھ بھی ایسا نہیں ہے جو مجھے متاثر کر سکے۔"

دھڑام دھڑام اس کے آس پاس بنے اونچے اونچے تاج محل زمین بوس ہونے لگے۔ یک دم ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو توہین کا شدید احساس اس کے تن بدن کو جلا گیا اور اسی جلن نے اسے دنیا و مافیہا سے پل بھر میں ہی بے خبر کر دیا وہ بھول گئی کہ وہ کہاں موجود ہے؟ اور سامنے بیٹھے شخص سے اس کا کیا رشتہ ہے اسے یاد کرنے پر بھی یاد نہ آیا کہ اس طرح کا انداز گفتگو اس سے پہلے بھی کبھی کسی اور کا دیکھا ہے یا نہیں۔ وہ تو ہمیشہ خوب صورت الفاظ اور شیریں لہجہ سننے کی عادی تھی تو پھر یہ سب کیا تھا؟ اور یہ سب کہنے والا کون تھا؟

اس کا شوہر! اس کا مجازی خدا۔۔۔ جس نے پہلے ہی دن اسے کوئلوں کی بھٹی پر بٹھا دیا تھا۔

"میرے اللہ! میری ساری زندگی اس شخص کے ساتھ کس طرح گزرے گی۔" اپنی آئندہ زندگی کے تصور نے اس کے حواس چھین لیے وہ یک دم ہی برف کی مانند ٹھنڈی ہو کر وہیں گر گئی۔

☼ ☼ ☼

"تم بہت خوبصورت ہو۔" سنان اس کے کان کے قریب گنگنایا۔

"مجھے پتا ہے۔" وہ اٹھلائی۔

"اب کوئی نئی بات بتاؤ۔"

"ایک تو یار تم بھی نا بڑی خوش فہمی کا شکار ہو میں تو صرف مذاق کر رہا تھا۔"

"اوہ اچھا! تو یہ مذاق تھا؟" اس نے بھنویں اچکا کر سوال کیا اور ساتھ ہی برا سا منہ بھی بنایا جسے دیکھ کر سنان زور سے ہنس دیا۔

"ایک بات بتاؤ تم کیوں چاہتی ہو کہ میں ہر وقت تمہارے حسن کے قصیدے پڑھتا رہوں میری جان کبھی کبھی سچ سننے کی عادت بھی ڈالو صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے۔" نبیو کے چہرے پر آئے بالوں کو سنان نے اپنے ہاتھوں سے پرے ہٹایا۔

"اور سچ صرف اتنا ہے کہ تم اپنی تمام تر بدصورتی کے ساتھ میرے لیے دنیا کی خوب صورت ترین لڑکی ہو اور میں تم سے بے حد شدید محبت کرتا ہوں اتنی کہ شاید تمہارے بغیر گزرنے والا میرا دن زندگی کا آخری دن ہوگا۔" سنان کا شرارتی لہجہ ایک دم ہی گمبھیر سا ہو گیا۔

"چلو بہت ہو گیا ہٹو آگے سے مجھے اندر جانا ہے رحاب باجی میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ سنان کو ہٹاتی اندر داخل ہو گئی کیونکہ اسے علم تھا کہ رحاب جو کہ عنقریب اس کی بھابھی بننے والی تھی اس کی اور سنان کی دلی وابستگی سے آگاہ تھی اور یہ ہی وجہ تھی کہ جب بھی وہ رحاب سے ملنے آتی کسی نہ کسی بہانے گھڑی دو گھڑی باہر کھڑی ہو کر سنان سے بھی بات کر لیتی ورنہ تو جانے کیوں سنان سے اس کا بات کرنا اس کے پاپا اور بڑے بھائی جنید کو بالکل بھی پسند نہ تھا کیونکہ شاید انہیں سنان ہی پسند نہ تھا اور اس کی وجہ غالباً سنان کی لاپروا فطرت تھی۔

وہ پچھلے دو سالوں سے انٹر کے امتحان میں فیل ہو کر سب ہی کے لیے مذاق بنا ہوا تھا جس کا احساس اسے بالکل بھی نہ تھا حالانکہ رحاب کا اکلوتا بھائی اور مگبنم آنٹی کا اکلوتا بیٹا ہونے کے ناتے اس پر بے حد ذمہ داریاں عائد تھیں جن سے وہ خود کو شاید اس لیے بھی بری الذمہ سمجھا تھا کہ اس کے والد کی چھوڑی ہوئی بے تحاشا جائیداد کے سبب بچپن سے لے کر آج تک انہیں کسی مالی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑا اس کی والدہ ایک معاملہ فہم اور کافی دانش مند خاتون تھیں یہ ہی وجہ تھی کہ سب حساب کتاب انہوں نے بڑے احسن طریقے سے سنبھالا ہوا تھا جس کے سبب سنان اور رحاب کی زندگی بڑے مزے سے گزر رہی تھی اور کسی قسم کی ٹینشن ان کی زندگی کا کبھی بھی حصہ نہ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"شفا یہ برتن اٹھاؤ یہاں سے۔" ٹی وی والے کمرے میں داخل ہوتے ہی جنید کی پہلی نگاہ کونے والے صوفہ پر پڑی جو نبیو کے نام سے منسوب سمجھا جاتا تھا وہاں رکھی پلیٹ اس میں بچا ہوا تھوڑا سا سالن اور چائے کا کپ اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ کالج سے واپس آچکی ہے اور یقیناً "کھانا کھا کر اپنے کمرے میں سونے بھی جا چکی ہے اس کی اس روٹین کا تقریباً سارا گھر ہی عادی تھا اس کی یہ عادت بچپن سے ہی تھی ٹی وی دیکھنے کے ساتھ کھانا کھانا 'چائے پینا اور برتن اپنی جگہ پر ہی چھوڑ کر سونے چلی جانا جو کہ اس کے بعد ہمیشہ شفا ہی اٹھاتی تھی ابھی بھی جنید کے پکارتے ہی وہ ڈائننگ ٹیبل پر پلیٹیں رکھتی ہوئی اندر آگئی اور فوراً ہی برتن اٹھا کر واپس پلٹی۔

"ٹی وی کا ریموٹ دینا ذرا میں اٹھانا بھول گیا۔" جنید نے صوفہ پر نیم دراز ہوتے ہوئے شفا کو پھر سے پکارا اسے شاید عادت تھی کہ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے بھی ہمیشہ شفا کو ہی پکارا کرتا تھا اور شفا تھی بھی ایسی ہی بے لوث اور خدمت گزار لڑکی سب ہی کے کام آنے والی اس کی اور نبیو کی عادتوں میں زمین آسمان کا فرق تھا پھر

بھی دونوں آپس میں بہن سے زیادہ دوست تھیں اور اس کی ایک وجہ شاید شفاہی کی صلح جو عادت تھی جس کے باعث آج تک دونوں بہنوں میں کبھی معمولی سی بھی کھٹ پٹ نہ ہوئی تھی ان کی دوستی اور پیار پورے خاندان میں مثالی سمجھا جاتا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ جیسے ہی یونیورسٹی سے گھر آئی گھر میں ہونے والی چہل پہل سے ہی اندازہ ہو گیا کہ کوئی خاص مہمان آنے والے ہیں اور ان مہمانوں کے بارے میں رحاب کو پہلے سے ہی پتا تھا کیونکہ نا صرف رات میں اسے امی نے بتادیا تھا بلکہ جنید نے بھی اسے اس سلسلے میں فون کردیا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ بجائے کچن میں جانے کے وہ سیدھی اوپر اپنے کمرے میں آگئی تاکہ جلدی سے فریش ہو کر نیچے جا کر امی کا ہاتھ بٹا سکے اسی لیے جلدی سے اپنا بیگ رکھ کر اس نے الماری سے کپڑے نکالے اور واپس پلٹی کہ اسی دم دروازہ کھول کر سنان اندر داخل ہوا۔

"آپ کا کمپیوٹر ٹھیک ہے؟"

"ہاں کیوں؟ خیریت کوئی کام تھا؟"

"ہاں یار! میرا لیپ ٹاپ کام نہیں کر رہا۔" کہنے کے ساتھ ساتھ اس نے کمپیوٹر آن کرلیا۔ رحاب بنا کوئی جواب دیئے باتھ روم میں چلی گئی اور جب وہ نہا دھو کر باہر نکلی تو سنان ابھی بھی کمپیوٹر پر ہی موجود تھا۔ اسے خاصی حیرت ہوئی کیونکہ عام طور پر اس وقت وہ گھر میں نہ ہوتا تھا بقول جنید کے باہر آوارہ گردی کر رہا ہوتا تھا اپنے دوستوں کے ساتھ' رحاب نے ایک نگاہ اس کی جانب ڈالی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گیلے بال سلجھانے لگی۔

"آپی۔۔۔" کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے چلاتے رک کر سنان نے اسے پکارا۔

"ہاں بولو۔۔۔" اندازہ تو اسے ہی تھا کہ سنان کچھ کہنا چاہتا ہے اور کچھ کچھ وہ جان بھی چکی تھی مگر پھر بھی سنان کے منہ سے سننا چاہتی تھی کہ وہ کس الجھن میں مبتلا ہے۔

"آج ڈنر پر انکل احتشام آرہے ہیں نا؟"

"ہاں۔۔۔" مختصر جواب دے کر اس نے شیشے سے ہی پیچھے بیٹھے سنان کی کمر پر ایک نظر ڈالی۔

"آپی۔۔۔" وہ شش و پنج میں مبتلا تھا۔

"جلدی بتاؤ سنان کیا بات ہے مجھے نیچے جا کر امی کے ساتھ کام کروانا ہے تم جانتے ہو نا کہ امی اکیلی کب سے مصروف ہیں۔"

"وہ ایسا ہے کہ۔۔۔" وہ کمپیوٹر بند کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور رحاب کے عین مقابل آگیا رحاب خاموش کھڑی اس کے آگے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔

"آپ امی سے کہیں کہ وہ آپ کی ڈیٹ فکس ہونے سے پہلے میرے اور نبیہ کے رشتہ کی بات بھی انکل سے کرلیں۔"

جانے کیوں سنان کے دل کو یقین تھا کہ اگر رحاب اور جنید کی شادی ہو گئی تو پھر اس کا رشتہ نبیہ سے ہونا تقریباً ناممکن ہے اسی خوف کے سبب اس نے اپنی دلی خواہش بہن کے ذریعے ماں تک پہنچانے کا فیصلہ کیا اس کی یہ بات سن کر پہلے تو رحاب حیران ہوئی اور پھر ہنس دی۔

"حد ہے یار میری جان پر بنی ہے اور آپ ہنس رہی ہیں۔" وہ قدرے ناراضی سے بولا۔

رحاب نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑے' خود سے چار سال چھوٹے بھائی پر ڈالی جو قد و قامت میں رحاب سے کہیں اونچا ہو چکا تھا نا صرف قد و قامت بلکہ دیکھنے میں بھی وہ رحاب سے بڑا ہی دکھتا تھا اسے اس وقت سنان پر

بہت پیار آیا۔

"دیکھو سنان فی الحال یہ وقت یہ بات کرنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی رحاب نے اسے سمجھانے کا فیصلہ کیا۔

"کیوں... اس وقت کیا ہے؟؟"

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انکل احتشام اپنی زندگی میں سب سے پہلا مقام تعلیم کو دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے اصول نہایت سخت ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ نا صرف وہ خود بلکہ ان کی ساری اولاد ہی بہت قابل ہے۔" وہ ذرا سا رکی اور بھائی پر ایک نظر ڈالی۔

"تم اور امان شروع سے ایک ہی ساتھ پڑھتے رہے ہو اور اب وہ ماشاءاللہ انجینئرنگ کا طالب علم ہے جبکہ تم نے سکینڈ ایر ہی پاس نہیں کیا پھر کس بنیاد پر امی تمہارے رشتہ کی بات کریں۔" رحاب کی بات کافی حد تک درست تھی۔

"افوہ آپی! یہ سب جائیداد میری ہی تو ہے پھر کیا ضرورت ہے مجھے اعلا تعلیم یافتہ ہو کر دوسروں کی نوکری کرنے کی بس ذرا امی مان جائیں تو ان شاءاللہ جلد ہی اپنا بزنس شروع کروں گا اور یہ بات آپ لوگ انکل کو بھی سمجھا دیں کہ وہ میری ڈگری نہیں قابلیت دیکھیں۔" وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے پر آمادہ ہی نہ تھا۔

"کون سی قابلیت؟" رحاب نے ذرا تیکھے لہجہ میں سوال کیا سنان گڑبڑا گیا اس سوال کا کوئی جواب فی الحال اس کے پاس نہ تھا۔

"پہلے تم بزنس شروع کرو' کسی قابل ہو جاؤ پھر ہم تمہارے رشتہ کی بات انکل سے کرتے اچھے بھی لگیں گے ورنہ خود کو جنید کی جگہ رکھ کر سوچو کیا تم اپنی بہن کا رشتہ ایک ایسے لڑکے سے طے کر سکتے ہو جو انٹر کا امتحان بھی پاس نہ کر سکا ہو۔" ہلکے پھلکے انداز میں اسے آئینہ دکھاتی رحاب باہر نکل گئی۔

"لعنت ہے یار ان لوگوں کی سوچ پر اب اگر بندہ تعلیم حاصل کرنے کا شوق نہ رکھتا ہو تو کیا وہ لڑکی بھی پسند نہیں کر سکتا۔" رحاب کے جاتے ہی اس نے نبیہو کو فون ملا لیا جو غالباً جاننا چاہتی تھی کہ سنان کی اپنی امی سے کیا بات ہوئی۔

"ہاں تو اب کیا بندہ اپنی محبت کی خاطر ایک گریجویشن بھی نہیں کر سکتا' پلیز سنان زندگی کے ساتھ سنجیدہ ہو جاؤ ایسے یہ سب نہیں چلتا۔" نبیہو نے جواباً اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مصیبت ہے یار اس تعلیم کو تو تم لوگوں نے میری ضد بنا دیا ہے مجھے پتا ہے آج رات کو تمہارا باپ اور بھائی نے جب تک یہاں رہنا ہے اپنی قابلیت ہی کے گیت گاتے رہنا ہے۔" وہ ایک دم ہی غصہ میں آیا ورنہ عام طور پر اسے غصہ بہت کم اور معمولی نوعیت کا آتا تھا اس میں برداشت کی صلاحیت کافی تھی۔

"ہاں تو تم بھی کوشش کرو نا قابلیت میں ان کا مقابلہ کرنے کی۔"

"تمہیں اچھی طرح پتا ہے نبیہو میں ہمیشہ کتنی تیاری کر کے امتحان دیتا ہوں پھر بھی جانے ممتحن کو مجھ سے کیا دشمنی ہے ہمیشہ فیل کر دیتا ہے۔" اس کی تیاری کا نبیہو کو علم تھا لیکن اس وقت کوئی اور بحث کر کے وہ اس کا دل مزید توڑنا نہیں چاہتی تھی اسی لیے خاموش رہی اور وہ خود ہی جانے کیا کیا بولتا رہا۔

"تم سن رہی ہو نا میں کیا کہہ رہا ہوں؟؟"

"ہاں سنان سن رہی ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ رحاب آپی ٹھیک کہہ رہی ہیں چلو اب میں فون رکھتی ہوں کیونکہ مجھے تیار ہونا ہے۔"

"ایک منٹ بات سنو میری۔" اور وہ فون رکھتے رکھتے رک گئی۔

"آج وہ ہی وائٹ اور براؤن فراک پہن کر آنا جو میں نے تمہیں عید پر گفٹ کی تھی۔" ایک سیکنڈ میں ہی وہ سب کچھ بھول گیا۔

"اور ہاں مہندی لگائی تھی تم نے۔"

"ہاں بابا لگائی تھی۔"

اسے پتا تھا کہ سنان کو اس کے مہندی والے ہاتھ بہت اچھے لگتے ہیں۔

"اچھا سا تیار رہونا تمہیں پتا ہے نا کہ اس ڈنر کی واحد خوبی یہ ہے کہ اس میں تم آرہی ہو اور تمہارے دیدار کی چاہ میں ہم ابھی سے آنکھیں فرش راہ کیے بیٹھے ہیں۔" کچھ لمحے قبل والی ساری ٹینشن اس کے دماغ سے نکل گئی تھی اب اگر اسے کچھ یاد تھا تو صرف "نبیو" جسے دیکھنے کے لیے دو تین گھنٹے گزارنا بھی اسی مشکل ترین لگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یار تمہاری مسز تو بہت ہی خوب صورت ہیں۔" اپنے دوست کی بات پر ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر سکندر نے نبیو کی جانب دیکھا جو ریڈ شیفون کی فراک میں نفاست سے میک اپ اور جیولری کے ساتھ نک سک سے تیار خاصی خوب صورت لگ رہی تھی لیکن جانے کیوں اس کا اس قدر تیار رہونا سکندر کو عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ آج سنان کے دوست کے گھر دعوت میں انوائٹڈ تھے جو کہ انڈین مسلمان تھا اور جب سے سکندر یہاں آیا تھا اس کا دوست عباس مسلسل نبیو کی تعریفیں کر رہا تھا اور اسے بالکل بھی اچھا نہ لگ رہا تھا جانے کیوں وہ عباس کی یہ سب فضول بکواس برداشت کر رہا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی اس نے ایک بھرپور ناقدانہ نظر نبیو پر ڈالی جو کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں اس قدر تیار ہو کر آنے کی ایک دعوت میں شرکت کے لیے تم لوگ اتنا تیار ہوتے ہو جتنا تیار ہمارے یہاں کی عورت شادی کے وقت بھی نہیں ہوتی۔"

"تم لوگ" سے سکندر کی مراد یقیناً "پاکستانی تھے کیونکہ وہ اپنی ہر بات میں یہ صیغہ "تم لوگ" ضرور استعمال کرتا تھا نبیو نے اس کی کسی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا جبکہ وہ ابھی بھی بولے جا رہا تھا۔

"تم لوگوں کو اور تو کچھ نہیں سکھایا جاتا لیکن منہ پر پینٹ کرنا ضرور سکھا دیا جاتا ہے گھر کے کسی بھی کام کاج میں زیرو لوگوں کا دل کیسے جیتا جاتا ہے اس سے لاعلم بس چوبیس گھنٹے بازاری عورتوں کی طرح سجنا سنورنا ہی دیسی کی عورتوں کا کام ہے۔"

ایک لمحہ کو تو نبیو کا دل چاہا کہ پلٹ کر پوچھے تمہارے ہاں کی عورت اگر لوگوں کے دل جیتنے کا فن جانتی ہے تو پھر کیوں تمہاری بڑی بہن شادی کے دو ماہ بعد ہی طلاق لے کر آگئی؟ لیکن اس کے بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ وہ اس اجنبی دیس میں نا صرف اپنی زبان بلکہ تمام روایات اور ثقافت کے ساتھ بالکل تن تنہا تھی جبکہ اس کا مدمقابل اپنے پورے خاندان کے ساتھ تھا جس کا تجربہ گزرتے ہر دن میں نبیو کو ہو چکا تھا۔

جب شروع شروع میں اس نے سکندر کی کسی بات پر جواب دینے کی کوشش کی تو ایک عجیب سا ردعمل دیکھنے میں آیا وہ بات صرف سکندر سے کرتی تھی اور جواب اس کا سارا خاندان دیتا جس میں اس کی ماں دونوں بہنیں یہاں تک کہ بڑی بہن کے دونوں بیٹے اور بڑے بھائی بھابھی بھی شامل ہوتے ایک بہنوئی ہی ذرا ایک چارا سا آدمی تھا جو کسی بھی معاملے میں اپنا حصہ ڈالنے سے زیادہ بہتر سمجھتا کہ خاموش رہے ویسے تو شاید نبیو کسی بھی ایسی صورت حال کا مقابلہ کر ہی لیتی لیکن اصل مسئلہ زبان کا تھا اس کے سسرال والوں کی ایک عادت بہت ہی بری تھی وہ لوگ اس کے سامنے بیٹھ کر ساری گفتگو ہی ملائی زبان میں کرتے جو اس کی سمجھ میں بالکل بھی نہ آتی سونے پر سہاگہ یہ کہ دوران گفتگو خود پر پڑنے والی تمسخر آمیز نگاہیں اسے احساس دلاتی کہ موضوع گفتگو اسی کی ذات ہے اور

ایسے وقت میں وہ خود کو نہایت ہی بے بس محسوس کرتی اور یہ ہی وہ لمحہ ہوتا جو اسے اپنے وطن سے دوری کا احساس دلاتا یہ ہی وجہ تھی کہ آج جب وہ سکندر کے ساتھ عباس اور اس کی بیوی ملیحہ سے ملی تو خاصی خوش ہوئی کیونکہ اس نے کتنے ہی دنوں بعد کسی کو اپنی زبان بولتے سنا تھا اور یہ احساس اتنا خوش کن تھا کہ اس کا دل ہی نہ چاہ رہا تھا کہ وہاں سے گھر واپس آئے لیکن ظاہر ہے کہ گھر تو اسے واپس جانا ہی تھا اپنی ان ہی سوچوں میں گھرے ہوئے اسے سکندر کا مسلسل تنقید کرنا ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن وہ بھی جانے کس مٹی کا بنا تھا نیبو کے کسی بھی بات کا جواب نہ دینے کے باوجود وہ بولنے سے باز ہی نہیں آرہا تھا۔ نیبو کا سر دکھنے لگا۔

"اور یہ تم اتنی ہیل والی جوتی کیوں پہن کر گئی تھیں؟" ایک اور تنقید جس کا جواب نیبو کے پاس نہ تھا۔

"اب بتاؤ بھلا تم لوگ ہاتھوں پیروں پر نیل پالش کیوں لگاتی ہو دیکھنے والا فوراً" سمجھ جاتا ہے کہ نماز نہیں پڑھتیں اور بدبودار مہندی بھی لگانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔"

"الحمدللہ میں نماز باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔" اتنی دیر میں یہ پہلا جواب تھا جو نیبو نے اس متواتر بولتے ہوئے شخص کو دیا۔

"ویسے میں نے تو کبھی نہیں دیکھا جانے کب پڑھتی ہو بہرحال دوبارہ اپنے پاؤں پر لال نیل پالش مت لگانا ہمارے ہاں کپڑوں اور نیل پالش میں یہ کلر ہندو عورتیں استعمال کرتی ہیں اور ویسے بھی لال نیل پالش کے ساتھ عورت کا کچھ عجیب سا تصور ہی میرے دماغ میں ہوتا ہے عجیب بھٹکیوں والا کلر ہے۔ جانے تم کس طرح اتنا ڈارک کلر لگا لیتی ہو۔" سکندر نے شاید چپ ہونا سیکھا ہی نہ تھا۔

"تمہارے پاؤں بہت خوب صورت ہیں۔" ایک خوب صورت سی آواز اس کے کانوں میں گونجی جو یقیناً" سنان کی تھی اس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں کھول دیں لیکن اب وہ گاڑی میں نہ تھی اسے سکندر کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی وہ کیا کہہ رہا تھا نیبو کو کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا وہ ذہنی طور پر بہت پیچھے جا چکی تھی اس دور میں جب وہ اپنے دیس میں تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ اور رحاب شادی کی شاپنگ کے لیے بازار آئی تھیں امان نے آتے ہوئے سنان کو بھی اپنے ساتھ لیا تھا احتشام صاحب اور جنید کی طرح امان 'سنان کے لیے مخالفانہ جذبات نہ رکھتا تھا بلکہ ان دونوں کے درمیان کافی اچھی دوستی تھی بازار پہنچتے ہی امان کو اس کا کالج فرینڈ مل گیا وہ اس کے ساتھ بزی ہو گیا جس کی بنا پر سنان ان دونوں کو لے کر جوتوں کی ایک مشہور دکان پر آگیا وہ اپنے جوتوں کی زیادہ تر شاپنگ یہیں سے کرتی تھیں رحاب کے ساتھ ساتھ نیبو بھی اپنے لیے جوتے پسند کر رہی تھی جو اسے بارات اور ولیمہ کے سوٹ کے ساتھ پہننا تھے اس کے گورے گورے پاؤں پر لال نیل پالش عجب سی چھب دکھا رہی تھی ہر بار جب وہ کوئی جوتی ٹرائی کر کے اتارتی تو سنان کی نگاہیں اس کے پاؤں پر پڑ جاتیں اور بالآخر وہ بول ہی پڑا "تمہارے پاؤں کتنے خوب صورت ہیں۔" انہماک سے جوتے پسند کرتی ہوئی نیبو چونک اٹھی اور فوراً" اپنے پاؤں پر ایک نظر ڈالی جو کالی جوتی میں جکڑے بے حد نرم و نازک اور خوب صورت لگ رہے تھے سنان کی خود پر اس قدر توجہ اسے مغرور سا کر گئی اور پھر اس دن شادی کے سلسلے میں اس نے جو بھی شاپنگ کی سب سنان کی مرضی کے عین مطابق تھی۔ پہلے بھی جو ڈریس اس نے تیار کروائے تھے ان کے کلر اس نے سنان سے پوچھ کر ہی پسند کیے تھے کیونکہ رحاب کی شادی کے دنوں میں وہ بالکل ویسی نظر آنا چاہتی تھی جیسی توقع سنان اس سے کر رہا تھا حالانکہ اس کی پسند ناپسند میں پہلے ہی سنان کا عمل دخل کافی حد سے زیادہ تھا۔ لیکن اسے اچھا لگتا اپنا ہر وہ کام جو وہ سنان کی رضا کے مطابق سرانجام دیتی اور سنان اسے تو شاید دنیا میں سوائے نیبو کے کبھی کچھ نظر ہی نہ آتا تھا لیکن اس کے باوجود جانے کیا بات تھی کہ وہ اپنی شخصیت کو

کبھی بھی احتشام صاحب کی مرضی کے مطابق ڈھال نہ سکا شاید یہ اس کے اندر کی سرکشی تھی جو اسے ہمیشہ وہ ہی کام کرنے پر مجبور کرتی جو نبیو کے پاپا کو سخت ناپسند ہوتا۔

☆ ☆ ☆

وہ وین کی کھڑکی سے سر ٹکائے باہر بھاگتے دوڑتے نظارے دیکھنے کے ساتھ ساتھ گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک بھی گن رہی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جائے کیونکہ بھوک سے اس کا برا حال ہو رہا تھا اور بھوک تو وہ کسی بھی حال میں برداشت نہ کر پاتی تھی آج سارا دن ہونے والی لگاتار کلاسوں نے اسے تھکا دیا تھا اور پھر جب وہ کینٹین گئی تو وہاں بھی تقریباً "سب کچھ ہی ختم ہو گیا تھا لہٰذا اب جو بھی کھانا تھا گھر جا کر ہی کھانا تھا اس خیال میں گم وہ اچانک چونک اٹھی سامنے ہی روڈ پر کھڑا لڑکا یقیناً "سنان ہی تھا اس کے ساتھ اس کے دو دوست بھی تھے اس سارے منظر میں جو بات قابل اعتراض تھی وہ سنان کے ہاتھ میں نظر آنے والا سلگتا ہوا سگریٹ تھا جس کے کش لگاتے ہوئے وہ بالکل عادی سگریٹ نوش لگ رہا تھا اس کا مطلب ہے سنان سگریٹ بھی پی رہا ہے جب کہ اس کے خاندان میں کوئی بھی ایسا فرد نہ تھا جس کے پاس کبھی بھی نبیو نے سگریٹ جیسی خرافات دیکھی ہوں اس کا دل ایک دم ہی غصے سے بھر گیا سنان کی اس حرکت نے نبیو کی تیز بھوک کو بھی پل بھر میں ہی ختم کر دیا اور وہ تھکے تھکے قدموں سے گھر داخل ہوئی شفا نے اپنی اور اس کی چائے تیار کر دی تھی سامنے ہی ٹیبل پر دھری تھی جبکہ اس نے قریب رکھی ٹرے میں یہ بھی دیکھنے کی زحمت نہ کی کہ آج پکا ہوا کیا تھا خاموشی سے چائے پی اور وہیں کپ رکھ کر وہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی اپنا موبائل اس نے آف کر دیا تھا وہ آج سنان سے بالکل بھی بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی اسے سنان پر کچھ زیادہ ہی غصہ آ رہا تھا حالانکہ اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہ ہوا تھا آج تو اسے نیند بھی نہ آ رہی تھی۔ "کیا بات ہے نبیو تم نے آج کھانا کیوں نہیں کھایا؟"

شفا کھانا کھا کر اور نماز پڑھ کر کمرے میں سونے کے لیے آئی تھی نبیو کے بے چینی سے پلٹتے پاؤں دیکھ کر وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ کسی ٹینشن میں ہے اور اس کی ہر ٹینشن عام طور پر سنان کے متعلق ہی ہوتی تھی اس بات کا خاصا تجربہ شفا کو ہو چکا تھا پھر بھی وہ آج کی ٹینشن کا پس منظر جاننا چاہتی تھی۔

"کچھ نہیں یار ابھی میں آئی تو روڈ پر سنان کھڑا تھا۔"

"وہ تو روز اس وقت کھڑا ہوتا ہے غالباً" اسے علم ہے کہ یہ ٹائم تمہارے کالج سے واپسی کا ہوتا ہے۔" شفا کی یہ بات سو فیصد درست تھی۔

"ہاں لیکن تمہیں پتا ہے آج روڈ پر کھڑا وہ بالکل لفنگے لڑکوں والے اسٹائل میں سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔" ٹینشن کا پس منظر کھل کر سامنے آ گیا۔

"ہاں تو اس میں اتنی ٹینشن والی کیا بات ہے وہ سگریٹ پیتا ہے یہ بات سب ہی جانتے ہیں یہاں تک کہ پاپا کو بھی پتا ہے۔" شفا نے اطمینان سے جواب دے کر اس کی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ سنان کی اس حرکت کا علم شاید گھر میں کسی کو نہ ہو۔

"تم نے مجھے یہ بات کیوں نہ بتائی پتا نہیں ہر بات مجھے ہی کیوں لیٹ پتا چلتی ہے۔"

اس لیے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا تم کبھی بھی سنان کے حوالے سے کسی بات کا یقین نہیں کرتیں تاوقتیکہ خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو بالکل ایسے جیسے آج۔ اگر یہ ہی بات میں تم سے کہتی تو تم نے کہنا تھا کہ سب بکواس ہے۔ یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے جس پر تم اتنی ڈپریسڈ ہو رہی ہو وہ یہ کارنامہ پچھلے کئی ماہ سے سرانجام دے رہا ہے۔" تیز تیز بولتی شفا اس کی تمام غلط فہمیاں دور کرتی گئی اور جب شام کو اس نے یہ سب کچھ سنان سے پوچھا تو پہلے تو صاف مکر گیا۔

"تم نے کسی اور کو دیکھا ہو گا میں نے تو کبھی سگریٹ پی ہی نہیں۔"
"جھوٹ مت بولو سنان! تم اچھی طرح جانتے ہو میں بند آنکھوں سے بھی تمہیں دیکھ لیتی ہوں اس لیے مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔"
"سوری یار آج پہلی بار ہی پی تھی وہ بھی تم نے پکڑ لیا۔"
"ایک اور سفید جھوٹ، تمہیں سگریٹ پیتے ہوئے کئی دفعہ پاپا اور جنید بھائی نے دیکھا ہے۔" نہ چاہتے ہوئے اسے ان دونوں کا نام لینا پڑا۔ حالانکہ جانتی تھی کہ اس بات نے سنان کو جلتے توے پر بٹھا دینا ہے اور یقیناً "ایسا ہی ہوا وہ فوراً" سے پیشتر تپ گیا۔
"تمہارے پاپا اور بھائی کو کوئی اور کام نہیں ہے جو ہر وقت میری جاسوسی کرتے ہیں حد ہے یار۔" اور اب نبیو کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ خاموشی اختیار کر لے لیکن پھر بھی اس نے دل ہی دل میں تہیہ کر لیا کہ وہ سنان کو اس بارے میں دوبارہ سمجھانے کی کوشش ضرور کرے گی۔

☼ ☼ ☼

پیلے گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا اسٹیج بہت ہی دلکش لگ رہا تھا آج رحاب اور جنید کی رسم حنا جو ہال میں ایک جگہ انجام دی جا رہی تھی رحاب یلو اور گرین سوٹ میں ملبوس بہت خوب صورت لگ رہی تھی اس کے ساتھ ہی وائٹ کرتے شلوار میں جنید بیٹھا تھا تقریباً" تمام رسمیں ادا ہو چکی تھیں اب صرف فوٹو سیشن ہو رہا تھا سنان بھی اپنے پروفیشنل کیمرے کی آنکھ سے ایک ایک منظر کو عکس بند کر رہا تھا بلکہ سچ تو یہ تھا اس بہانے سارے وقت اس نے نبیو کو ہی فوکس کیا تھا وائٹ پاؤں تک آئی فراک اور چوڑی دار پاجامے میں بے حد خوب صورت لگ رہی تھی سنان دوران رسم بھی سارا وقت اسٹیج پر اس کے قریب ہی منڈلاتا رہا اتنا قریب کہ اسے نبیو کے سانس کی آواز بھی واضح طور پر سنائی دے رہی تھی اور ابھی بھی وہ اسٹیج کے بالکل سامنے رکھے صوفہ پر بیٹھا تھا جبکہ نبیو اور شفا دونوں اسٹیج پر موجود تھیں سنان کی نظروں کا محور صرف ایک ہی ہستی تھی وہ مسلسل اس کی تصویریں فوکس کر رہا تھا کہ یک دم ہی اس نے ناگواری سے کیمرا پرے ہٹا کر اسٹیج پر نظر ڈالی جہاں نبیو حمزہ سے کھڑی جانے کیا باتیں کر رہی تھی حمزہ اس کی خالہ کا بیٹا تھا اس کی کسی بات نبیو زور سے کھلکھلائی جس کے ساتھ ہی اس کے خوب صورت سفید نگینوں والے آویزوں کا عکس اس کے چہرے پر جھلملایا سنان یک دم ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور تیز تیز ڈگ بھرتا اسٹیج پر ان دونوں کے پاس پہنچ گیا۔
"ایکسکیوزمی۔" حمزہ کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے نبیو کو بازو سے تھام لیا۔
"نیچے آؤ تمہیں امی بلا رہی ہیں؟"
"ایک منٹ حمزہ میں ابھی آئی۔" وہ خفت زدہ ہو گئی کیونکہ حمزہ اسی کی جانب تک رہا تھا۔
"وائے ناٹ شیور۔" وہ دھیرے سے مسکرایا۔
"کیا بدتمیزی ہے سنان! بازو چھوڑو میرا کوئی دیکھ لے گا۔" ہال میں سب ہی مصروف تھے اور اللہ کا شکر تھا کہ کسی کی توجہ ان پر نہ تھی سنان کی اس حرکت کو صرف شفا نے ہی دیکھا تھا جو وہاں اسٹیج پر ان کے ساتھ موجود تھی اگر جنید بھائی دیکھ لیتے تو یہ سوچ کر وہ ایک دم ہی گھبرا اٹھی اور جلدی سے سنان سے اپنا بازو چھڑوایا۔
"یہ حمزہ تم کو کون سی الف لیلیٰ کی کہانیاں سنا رہا تھا۔" طنز کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر شدید غصہ بھی موجود تھا اپنے بلیک کرتے کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے۔ نبیو سے جرح کرتا سنان اسے بہت ہی اچھا لگا۔
"تم مجھ پر شک کر رہے ہو؟" نبیو نے حیرت سے سوال کیا۔
"نہیں جگر میں مر کر بھی اتنے گھٹیا انداز سے تمہارے بارے میں نہیں سوچ سکتا میں تو صرف حمزہ کی تم پر توجہ

دیکھ کر ڈر رہا ہوں تمہارے باپ اور بھائی سے۔ جو انسان کی پہچان اس کے نام کے ساتھ لگی ہوئی ڈگریوں سے کرتے ہیں اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ حمزہ کے نام کے ساتھ دو تین ڈگریاں تو ضرور موجود ہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں۔"
بات کے اختتام پر اس نے نیبو سے تصدیق چاہی۔
"پہلی بات تو مجھے جگر مت کہا کرو ایک دم لوفرانہ لفظ لگتا ہے۔"
"چلو جگر نہ سہی جان تو ٹھیک ہے نا۔" وہ شرارت سے ہنسا جواباً "صرف نیبو نے اسے گھور کر دیکھا۔
"دوسروں کی ڈگریوں کو اپنے لیے مسئلہ بنانے سے زیادہ اچھا یہ نہیں ہے کہ ایسی کم از کم ایک ڈگری تم بھی لے لو۔"
"ڈگری لینی کون سی مشکل ہے پیسے سے سب مل جاتا ہے اصل مسئلہ تو تمہارا باپ ہے، جو ڈگری بھی تصدیق شدہ چاہتا ہے۔"
"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے۔ کیوں نہیں تم اس بات کو سمجھتے۔" وہ ذرا خفگی سے بولی۔
"چلو چھوڑو میرے اتنے اچھے موڈ کو ایسی باتوں سے خراب نہ کرو ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے بی کام میں داخلہ لے لیا ہے اور ان شاءاللہ جلد از جلد ایک ڈگری ہولڈر ہو ہی جاؤں گا۔" نیبو کی خفگی نے اس تھوڑا سا پریشان کر دیا تھا۔ سو اپنی بات سے وہ اس کی ناراضی دور کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ جس میں کافی حد تک وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

✡ ✡ ✡

آج ربیعہ اس سے ملنے آئی تھی جانے کیسے اس کی ساس نے اسے کھانے پر روک لیا ورنہ تو وہ ہمیشہ ربیعہ کی ساس کی گزری ہوئی باتیں ان کی موت کے بعد یاد رکھے رہتیں اور کسی نہ کسی موقع پر ضرور ایسا قصہ سنا دیتیں جو ان دونوں خواتین کے اختلافات پر مبنی ہوتا یہ ہی وجہ تھی کہ جب ربیعہ نے شادی کے بعد اس کی دعوت کی تھی تو سکندر نے فوراً "منع کر دیا۔
"اس کا گھر کے۔ ایل سے بہت دور کم از کم ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر اور میں اتنی لمبی ڈرائیو نہیں کر سکتا۔" سراسر ٹالنے والا انداز تھا وجہ صرف اتنی تھی کہ اس کی ساس حاجرہ بیگم کو اپنی نند کا سسرال بالکل پسند نہ تھا جبکہ ربیعہ کی شادی اسی خاندان میں ہوئی تھی نیبو وجہ جاننے کے باوجود خاموش رہی حالانکہ اس کا بہت دل چاہ رہا تھا اپنی پیاری سی کزن سے ملنے کا جو اس کی بہترین دوست بھی تھی اور پھر اس نے بہت ہی سہولت سے ربیعہ کو منع کر دیا اس کے انکار کو ربیعہ نے انا کا مسئلہ نہ بنایا یہ یہی وجہ تھی کہ آج وہ اپنے میاں عبدالوہاب کے ساتھ اس سے ملنے آ گئی اس کی آمد نے نیبو کو خاصا خوش کر دیا تھا۔ وہ اپنے وطن سے دور اپنوں کے لیے ترسی ہوئی تھی اس کی ساس کچن میں مصروف تھیں وہ اپنی عادت کے عین مطابق کسی کو بھی کچن کے کاموں کو ہاتھ نہ لگانے دیتیں شاید انہیں کسی کا بھی کوئی کام پسند ہی نہ آتا تھا یہاں تک کہ پہلی بار ہی نیبو کی کاٹی ہوئی سبزیاں بھی ریجیکٹ کر دی تھیں جس کے باعث دوبارہ نیبو نے کبھی بھی ان کی مدد کرنے کا سوچا ہی نہ تھا۔ اسے اپنی ساس کے ہاتھ کا کھانا قطعی پسند نہ تھا شاید ملائی کھانے پاکستانی کھانوں سے قطعی مختلف ہونے کے سبب ہی نیبو کو پسند نہ تھے عجیب پھیکے سیٹھے کھانے اس کے سسرال میں کم نمک مرچ کا ہی رواج تھا شروع شروع میں تو اسے خاصی مشکل ہوئی لیکن اب اس نے نوڈلز کے کافی پیکٹ اپنے پاس رکھ لیے تھے جنہیں وقتاً "فوقتاً" وہ بنا کر کھا لیتی اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ بھی تو نہ تھا آخر پیٹ کا دوزخ تو بھرنا ہی تھا کھانا تیار ہو چکا تھا جو اس کی ساس نے اپنی بیٹی رفیدا کے ساتھ مل کر ٹیبل پر لگا دیا۔
رفیدا سکندر سے دو سال بڑی تھی اور اپنی طلاق کے بعد ماں ہی کے ساتھ رہتی تھی وہ ایک کوریر کمپنی میں جاب

کرتی روز صبح آٹھ بجے جینز ٹی شرٹ سر پر اسکارف لیے سائیکل پر سوار اپنے کام پر روانہ ہو جاتی اور پھر رات میں واپس آتی گھر پر سارا دن نبیو اپنی ساس کے ساتھ تنہا ہوتی اس کی ساس کچن کے کام ختم کر کے لاؤنج میں اونچی آواز سے ٹی وی لگا لیتیں۔ جہاں اس کا پسندیدہ ملائی سیریل اس وقت آتا تھا پھر کھانا کھا کر وہ ایک گھنٹہ اپنے کمرے میں سونے ضرور جاتیں لیکن جاتے جاتے ریموٹ کہیں چھپا جاتیں۔ ان کی اس حرکت نے شروع شروع میں تو نبیو کو خاصا ستایا لیکن اب وہ دیگر تمام باتوں کی طرح اس بات کی بھی عادی ہو چکی تھی۔

"تم اس دن میری دعوت پر کیوں نہیں آئی تھیں؟" عبدالوہاب باہر سکندر کے ساتھ تھا اور وہ دونوں کمرے میں تنہا تھیں اسی لیے کمرے سے باہر نکلتے نکلتے ربیعہ پوچھ بیٹھی۔

"سکندر کا کہنا تھا کہ تمہارا گھر یہاں سے ڈیڑھ گھنٹہ دور ہے اور وہ اتنی لمبی ڈرائیونگ نہیں کر سکتا۔"

"میگا پور یہاں سے صرف ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے جہاں میں رہتی ہوں۔" ربیعہ نے نبیو کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا۔

"اور تمہیں نہیں پتا کہ میرے گھر کے قریب ہی تمہارا جیٹھ عمر اور اس کی بیوی روزینہ رہتے ہیں جہاں ہر دوسرے دن سکندر بھائی چکر لگاتے ہیں پھر جانے تمہیں کیوں منع کر دیا۔"

وجہ تو وہ پہلے سے ہی جانتی تھی لیکن اب وہ مصالحت کی زندگی گزارنے کی عادی ہو چکی تھی یہ ہی سبب تھا کہ اس نے نہ تو پہلے سکندر سے اس سلسلے میں کوئی جرح کی تھی اور نہ ہی اس کا آئندہ کوئی ایسا ارادہ تھا اسی لیے خاموش رہی ڈائننگ ٹیبل پر ملائی روایتی کھانے موجود تھے وہ ہی ابلے ہوئے چاول لال مرچوں کی چٹنی چھوٹی چھوٹی فرائی مچھلیاں اور چکن کا سانبھر کچی پکی سبزیاں بھی ٹیبل پر موجود تھیں ایک دم ہی نبیو کو پاکستانی دعوتیں یاد آ گئیں اور اس کے ساتھ ہی بریانی اور کباب کی مخصوص خوشبو نے اس کے نتھنوں سے ٹکرا کر اسے بے قرار کر دیا آج تو کھانے کے ساتھ تندوری نان بھی تھے جو یہاں قریب ہی ایک پاکستانی ہوٹل پر ملتے تھے پھر بھی وہ سب نہ تھا جو پاکستان میں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈالے اور ذرا سا سانبھر ڈال کر کھانے لگی سانبھر میں موجود چکن بالکل سفید رنگ کا تھا اس کی ساس سالن کو زیادہ بھون کر پکانا جاہلیت کی نشانی قرار دیتی تھیں چکن ذرا سے گھی میں ڈال کر مسالا کے ساتھ ہی پانی ڈال دیا جاتا اور ایسا پکا ہوا سالن گھر کے تمام افراد بڑی رغبت سے کھاتے ماسوائے اس کے اور اب بھی ایسا ہی تھا جبکہ ربیعہ بھی خاصی رغبت سے یہ سب کچھ کھا رہی تھی اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ پچھلے دس سالوں سے یہاں رہائش پذیر تھی۔ جو بنتا تھوڑا بہت کھا کر گزارہ کر لیتی اسی لیے اس کی بھوک بالکل ختم ہو گئی تھی اور وہ صرف ضرورت کے تحت ہی تھوڑا بہت کھانا زہر مار کرتی۔

"تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟" اسے بے دلی سے کھانا دیکھ کر ربیعہ نے سوال کیا۔

"یہ اتنا ہی کھاتی ہے شاید وہاں دیس میں غربت زیادہ ہونے کے باعث لڑکیوں کو کھانا کم دیا جاتا ہے۔" اس کے بولنے سے قبل سکندر بول اٹھا اور سکندر کی اس بات پر رفید ہنس دی یہ غالباً کوئی گھٹیا سا غیر اخلاقی مذاق تھا نبیو صرف خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

"نہیں سکندر بھائی ایسا نہیں ہے آپ شاید کبھی پاکستان نہیں گئے یا پھر وہاں کی کوئی دعوت اٹینڈ نہیں کی ہمارے ہاں دعوتوں پر خاصا اہتمام کیا جاتا ہے اور میرا خیال کہ نبیو کو بھی اس وقت اپنے وطن کی کوئی زبردست سی دعوت یاد آ گئی ہے۔" ربیعہ خاصی بولڈ تھی اور کچھ اسے یہ جرات عبدالوہاب سے بھی ملی تھی۔ جو ہمیشہ اپنی بیوی کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا۔

"جب تمہیں یہاں کا کھانا پسند نہیں ہے تو کیوں اپنا کھانا نہیں بناتیں۔" جاتے جاتے اسے ربیعہ نے سمجھایا

جواباً" وہ صرف خاموش رہی لیکن جب رات فون پر یہ ہی بات اس کی ممانے کی تو وہ خاموش نہ رہ سکی۔

"مما آپ جانتی ہیں مجھے کوکنگ نہیں آتی؟" وہ بے بسی سے بولی۔

"تو بیٹا پکانا شروع کر دو خود ہی آجائے گی اب تو اتنے کوکنگ کے چینل آتے ہیں کہ کچھ مشکل ہی نہیں رہا۔"

اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ ٹی وی پر مکمل اجارہ داری اس کی ساس کی تھی کیونکہ یہ ٹی وہ ان ہی کا تھا جبکہ نبیو کو جہیز کے نام پر اس کے والد نے جو رقم دی تھی وہ سکندر کے اکاؤنٹ میں تھی نبیو کے بار بار کہنے پر بھی وہ الگ سے کمرے کے لیے ٹی وی لے کر نہ آیا تھا اس بات کی اجازت بہرحال اسے اپنی ماں سے نہ ملی تھی۔

"ان کے ٹی وی پر پاکستانی چینل سیٹ نہیں ہیں۔" اس نے بے دلی سے جواب دیا۔ اتنی دور بیٹھی اس کی ماں نبیو کے گھر کے ماحول سے قطعی بے خبر تھیں اس لیے بھی شاید مشوروں سے نواز رہی تھیں۔

"مما یہاں پاکستانی کھانے کوئی نہیں کھاتا پھر تائیں بھلا میں اکیلی یہ سب پکا کر کیا کروں گی۔"

"جب پاکستان آتے ہیں تب تو سب کچھ کھاتے ہیں بہرحال اور سناؤ کچھ چاہیے تو نہیں تمہارے پاپا کے کوئی دوست اپنی فیملی سمیت ملائیشیا جا رہے ہیں اگر کچھ چاہیے ہو تو بتا دو میں بھیج دوں گی۔"

"نہیں مما مجھے کچھ نہیں چاہیے ابھی تو جو کچھ میں وہاں سے لائی ہوں وہ ہی استعمال نہیں ہوا تو مزید کا کیا کروں گی۔" نہ چاہتے ہوئے وہ طنز کر گئی۔

"کیوں۔ کہیں جاتی نہیں ہو کیا؟"

"جاتی تو ہوں مگر بہت کم اور پھر ہمارے وہاں کا کپڑا یہاں پسند نہیں کیا جاتا۔"

"حیرت ہے نبیو جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ربیعہ تو آج تک اپنے کپڑے پاکستان ہی سے منگواتی ہے اس کے تو سسرال والے اپنے بچوں کی شادی کی شاپنگ بھی یہیں کرنے آتے ہیں۔"

"بہت فرق ہے مما ربیعہ اور میرے گھر کے ماحول میں مجھے تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر کیا سوچ کر میرا رشتہ یہاں طے کیا تھا؟" کئی دنوں سے دل میں دبی چنگاری کو ذرا سی ہوا ملی تو سلگ اٹھی اور شکوہ لبوں پر آ ہی گیا۔

"اصل میں نبیو یہ سب نصیب کے کھیل ہوتے ہیں اور شاید تمہارے نصیب میں سکندر ہی کا ساتھ تھا جو تمہیں مل گیا اب بیٹا کوشش کرو اسے اپنے رنگ میں ڈھالنے کی اور یہ ہی عورت کی جیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنا ہم نوا کر سکے ان شاء اللہ مجھے امید کہ تم بھی ایسا کرو گی لیکن ابھی کچھ ٹائم لگے گا اس وقت تک تھوڑا صبر اور برداشت سے کام لو۔"

"اپنی کوتاہی کو نصیب کا کھیل قرار دے دینا شاید ہم انسانوں کی فطرت ہے۔" اس وقت اپنی ماں کا جواب سن کر نبیو کے دماغ میں یہ ہی ایک جملہ آیا جو شاید کافی عرصہ پہلے اس نے کہیں پڑھا تھا لیکن وہ بولی کچھ نہیں اسے تو آج بھی اپنے باپ کے فخر و غرور میں ڈوبے ہوئے وہ آخری الفاظ یاد تھے جو انہوں نے نبیو کو سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

"بیٹا زندگی میں کامیابی کے لیے ہمیشہ اپنے سے اوپر دیکھو اور یاد رکھو تم سے نیچے والا تمہارے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"کاش پاپا آپ میری شادی سے قبل یہاں آکر دیکھ تو لیتے کہ ان لوگوں کا معیار زندگی کیا ہے۔" لیکن شاید اس کے باپ کے نزدیک زندگی گزارنے کے لیے جو ضروری چیزیں تھیں وہ بدرجہ اتم اس گھر میں موجود تھیں شاندار رہائش، بڑی سی گاڑی اور سب سے بڑھ کر سکندر کے نام کے ساتھ موجود ڈگریوں کی لسٹ جو اس کے باپ کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتی تھیں سنان سچ کہتا تھا اس کا باپ انسان کی پہچان اس کی ڈگری سے کرتا تھا سنان کا نام سوچتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے جنہیں صاف کرتی جیسے ہی وہ پلٹی یک دم نگاہ سامنے بیڈ پر موجود سکندر پر پڑی جو جانے کمرے میں کب آیا تھا۔

"آپ کب آئے؟"

"اس وقت جب تم اپنی ماں سے میری اور میری ماں کی چغلیاں کر رہی تھیں۔" اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اس نے بیڈ پر پھینک دی نبیو اس کے چہرے پر چھائی کرختگی دیکھ کر ڈر سی گئی اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا جواب دے اسے تو سوچنے سے بھی یاد نہ آیا کہ اس نے اپنی ماں سے کیا بات کی تھی جس میں سکندر یا اس کی ماں کی کوئی برائی موجود تھی وہ تو صرف یہاں کے ماحول ہی کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی لیکن اب صفائی دینا بے کار تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اپنے حق میں دی جانے والی کوئی بھی دلیل سکندر کے غصے کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی اسی لیے خاموشی سے آگے بڑھ کر بیڈ پر پڑی ہوئی اس کی شرٹ اٹھانا چاہی تاکہ دھونے والے کپڑوں میں ڈال سکے لیکن قبل اس کے کہ وہ شرٹ اٹھاتی سکندر نے ایک جھٹکے سے شرٹ اس کے ہاتھ سے چھین لی۔

"اماں۔۔۔ اماں۔۔۔" وہ حلق کے بل چلایا اور دوسرے ہی لمحہ اس کی ماں اور رفیدا دونوں بھاگ کر کمرے میں داخل ہو گئیں۔

"کیا ہوا؟" رفیدا نے ملائی زبان میں بھائی سے پوچھ کر ایک نگاہ خفت زدہ کھڑی نبیو پر ڈالی اور نبیو کا تو شرمندگی کے مارے برا حال تھا اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک ذرا سی بات پر سکندر نے اتنا ہنگامہ کیوں کھڑا کر دیا ہے۔

"یہ میری شرٹ لے جاؤ دھونے کے لیے گندے کپڑوں میں رکھ دو اگر یہ شرٹ اس مہارانی نے یہاں سے اٹھا کر باہر لے جا کر رکھ دی تو کل کو یہ اپنی ماں سے فون پر یہ بھی شکایت کرے گی کہ ہم اس سے گندے کپڑے اٹھواتے ہیں۔" صرف یہ الفاظ اردو زبان میں بولے گئے اس کے بعد کی تمام گفتگو تینوں کے درمیان ملائی میں ہوئی جس میں سے چند ایک باتوں کے سوائے وہ زیادہ کچھ نہ سمجھ سکی کیونکہ اسے ابھی ملائی پوری طرح سمجھ نہ آتی تھی لیکن ان چند باتوں سے بھی نبیو کو اندازہ ہو گیا کہ کمرے میں موجود تینوں افراد نہ صرف اس کے گھر والوں بلکہ اس کے وطن کے تمام لوگوں کے بخیے ادھیڑنے میں مصروف ہیں ایک ذرا سی بات کا اتنا بڑا ایشو بنایا گیا کہ اس کے بعد نبیو نے اپنی ماں سے کوئی گلہ کرنا بھی چھوڑ دیا اور اب تو ویسے بھی جب بھی پاکستان سے فون آتا اس کی ساس ہمیشہ اس کے سر پر سوار ہو جاتیں اور یہ بھی شاید ان کے بیٹے کی ہی کوئی خاص ہدایت تھی۔

☼ ☼ ☼

"تم آج کی دعوت میں کیا بنا رہی ہو میرے لیے؟" وہ ٹی وی دیکھنے کے ساتھ ساتھ کانوں میں ہیڈ فون ڈالے آہستہ آواز میں سنان سے باتیں کرنے میں مصروف تھی جس کا علم صرف شفا کو تھا جو کچن میں مما کے ساتھ شام کی دعوت کی تیاریوں میں ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ کر اسے حالات حاضرہ سے باخبر بھی کر جاتی یہ دعوت رحاب کی شادی کے بعد پہلی دفعہ اس کے گھر والوں کے اعزاز میں دی جا رہی تھی رحاب کی خالہ اور ان کا بیٹا امریکا سے آئے ہوئے تھے اسے تو یہ بھی علم نہ تھا کہ دعوت کا مینو کیا ہے؟ اسے اگر علم تھا تو صرف یہ کہ رات میں اس نے کیا پہننا ہے ابھی بھی وہ گود میں چیری سے بھری ٹوکری رکھ کر مزے سے سنان سے باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ شام کی تیاری کے حوالے سے اس کی رائے بھی معلوم کرتی جا رہی تھی کہ یک دم ہی سنان نے اس سے یہ سوال کر لیا وہ فوراً گڑبڑا گئی۔

"میں شاید فرائیڈ رائس بناؤں۔" اچانک ہی اس کی نگاہ اپنے قریب رکھی سبزی سے بھری ٹوکری پر پڑی رنگ برنگی سبزیاں جو شفا اسے کاٹنے کے لیے دے گئی تھی یقیناً "فرائیڈ رائس" کے لیے ہی تھیں یہ ہی سوچ کر اس نے سنان کو جواب دے دیا۔

"اوہ گڈ یار پھر تو آج دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھانا چاہیے ایک ساتھ ہی شام کو تمہارے ہاتھ کے بنے ہوئے فرائیڈ رائس کا مزا لوں گا۔" اور فون بند کر کے وہ سبزیوں کا باؤل لیے کچن میں آ گئی جہاں ناہید گوشت صاف کر رہی

تھی جبکہ مما اس کے پاس کھڑی اسے ہدایات دے رہی تھیں۔

"بیٹا یہ سبزیاں سلپ پر رکھ دو اور ایسا کرو شفا کو بھی بلا دو آکر فرائیڈ رائس کے لیے مسالا بنا لے۔"

"مما فرائیڈ رائس میں بنا لوں۔" ردا ایک دم چونک گئیں اور پیچھے پلٹ کر اپنی اس پیاری سی بیٹی پر ایک نظر ڈالی بلیک لانگ شرٹ کے ساتھ بلیک ہی نیل پالش لگائے اپنے اسٹریکنگ شدہ بال کھولے وہ ان سے اجازت طلب کر رہی تھی۔

"بنا لو مگر ایسا کرو پہلے اپنے بال باندھو کیونکہ کچن میں کھلے بالوں سے کام کرنا تمہارے پاپا کو پسند نہیں ہے اور ہاں۔" انہوں نے پل بھر کو رک کر کچھ سوچا اور پھر بولیں۔

"ایسا کرو شفا کو اپنے ساتھ لگا لو کیونکہ تم یہ کام پہلی بار کرنے لگی ہو اور پھر بیٹا گھر کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن یہاں سوال چونکہ مہمانوں کا ہے اس لیے میں نہیں چاہتی کہ کسی بھی معاملے میں میری یا تمہاری سبکی ہو۔" بڑے ہی نرم لہجہ میں انہوں نے ساری بات نبیو کو سمجھائی جو اس کی سمجھ میں آ بھی گئی مگر پھر بھی اس سے کچھ غلط ہو ہی گیا۔

"چاول میں جب ایک کنی رہ جائے تو ناہید سے کہنا ان کا پانی نکال دے گی۔ زیادہ گل نہ جائیں۔" شفا جلدی جلدی اسے ہدایات دے کر باہر نکل گئی کیونکہ اسے امان کے ساتھ کچھ ضروری سامان خریدنے قریبی مارکیٹ تک جانا تھا۔

"ایک کنی رہ جانا۔" یہ جملہ نبیو کی سمجھ میں ہی نہ آیا لیکن چاول زیادہ گل کر بیچ نہ بن جائیں یہ بات وہ بخوبی سمجھ گئی اور اسی خوف سے اس نے جلدی جلدی چاول نکالے اور پھر شفا کی اگلی ہدایات کے عین مطابق فرائیڈ رائس تیار کر لیے اور انہیں ہلکے دم پر ہی چھوڑ دیا تھا کہ مہمانوں کے آنے کے بعد کھولا جائے اور پھر وہی ہوا جس کا ردا کو ڈر تھا۔ چاول کافی دیر دم کے باوجود مکمل طور پر نہ گلے تھے بلکہ ان میں ابھی بھی کنی باقی تھی اور نمک تو غالباً وہ ڈالنا ہی بھول گئی تھی پہلے تو یہ کوشش کی گئی کہ چاول مہمانوں کو سرو نہ کیے جائیں لیکن شبنم آنٹی نے ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھتے ہی پہلا سوال نبیو کے پکائے گئے فرائیڈ رائس کے متعلق ہی کیا غالباً سنان انہیں بتا چکا تھا اب بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی ماسوائے اس کے کہ ادھ کچے فرائیڈ رائس لا کر ٹیبل پر رکھ دیے جائیں اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔

"چاول نئے تھے اسی لیے نبیو کو اندازہ ہی نہ ہوا۔ اسی لیے تھوڑے کچے رہ گئے ہیں۔" کسی بھی متوقع صورت حال سے بچنے کے لیے ردا نے پہلے ہی وضاحت کر دی اور پھر ان کی توقع کے عین مطابق سارے چاول جوں کے توں ٹیبل پر پڑے رہے کسی نے بھی دوبارہ چار چمچے سے زیادہ کھانے کا حوصلہ نہ کیا سوائے سنان کے جس نے کسی بھی دوسری ڈش کو ہاتھ نہیں لگایا اور پلیٹ بھر کر چاول کھا لیے حالانکہ کھانے کے دوران شبنم نے ہلکی آواز میں اسے دو تین بار ٹوکا بھی کہ کچھ اور لے لو ایسا نہ ہو تمہارے پیٹ میں درد ہو جائے۔

"میرا پیٹ خاصا سخت ہے امی لکڑ پتھر سب ہضم کر لیتا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔

"اور ویسے بھی آپ جانتی ہیں مجھے فرائیڈ رائس بہت پسند ہیں۔" وہ سب کچھ جانتی تھیں یہ بھی کہ یہ چاول وہ صرف اس لیے کھا رہا ہے کہ نبیو نے بنائے تھے ورنہ اس کا معیار کھانے کے معاملے میں خاصا بلند تھا اور اس سلسلے میں وہ کوئی بھی سمجھوتہ نہ کرتا۔

"رحاب کے چہرے پر بھی واضح ناگواری کے تاثرات تھے اس کی امی یہ محسوس کر رہی تھیں کہ شادی کے بعد سے رحاب نبیو کے معاملے میں خاصی بدل گئی ہے اب وہ جب بھی گھر آتی نبیو کے پھوہڑ پن یا ہر وقت اس کی تیاری کو ہی موضوع گفتگو بنائے اکھٹی اور یہ شاید جنید کے اس طرز کا جواب تھا جو وہ سنان کے سلسلے میں روا رکھتا

تھا۔

"اپنی بہن کو تو کچھ آتا نہیں ہے اور سارا وقت میرے بھائی کے عیب ایسے نکالتے ہیں جیسے خود پتا نہیں کیا ہوں؟" جانے رحاب کس بات پر تپی ہوئی تھی شبنم کی سمجھ میں نہ آیا لیکن وہ اس سے پوچھ کر بات بڑھانا نہ چاہتی تھیں۔

"اور امی ایک بات آپ کو اور بتاؤں آپ سنان کو سمجھائیں کہ وہ نبیو کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔"

"تم جانتی ہو بیٹا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے کیونکہ اس معاملے میں وہ کسی کی بھی نہیں سنتا۔" اور یہ سچ ہی تھا۔

"پھر بھی امی آپ سنان کو سمجھائیے گا ضرور کیونکہ وہ آپ کا اکلوتا اور واحد سہارا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے کسی غلط فیصلے کی سزا کل کو مجھے یا آپ کو بھگتنی پڑے۔"

"میں تمہاری بات سمجھی نہیں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"اصل میں امی نبیو اپنے گھر میں بہت ہی لاڈلی ہے۔ اور جنید کی تو کچھ زیادہ ہی اور آپ یقین کریں کہ پورے خاندان میں اسے خوب صورتی کا سمبل سمجھا جاتا ہے۔" وہ کیا کہنا چاہتی تھی ابھی تک شبنم پر واضح نہ ہوا تھا۔

"اور سنان کی لاپروا فطرت سے تو آپ واقف ہی ہیں اب اگر کہیں غلطی سے احتشام انکل نے یہ رشتہ دے بھی دیا جو کہ مجھے کسی طرح ممکن نہیں لگ رہا تو آپ کے لیے تو مشکل کھڑی ہو جائے گی اس حوالے سے میری جان بھی عذاب میں پھنس جائے گی یہ لوگ ذرا ذرا بات پر مجھے کٹہرے میں کھڑا کر دیا کریں گے۔" اب وہ رسان سے انہیں سمجھا رہی تھی اور رحاب کا یہ نقطہ نظر شبنم کی سمجھ میں تو آ رہا تھا لیکن سنان کو یہ سب سمجھانا ان کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا اسی لیے خاموش ہی رہیں کیونکہ ان کے خیال میں خاموش رہنا ہی زیادہ بہتر تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ آج سکندر کے ساتھ کے ایل سی آئی تھی جانے کتنے عرصہ بعد آج سکندر کو یہ احساس ہوا کہ اسے کوئی اچھی سی پاکستانی فلم دکھانے لائے کیونکہ یہاں اکثر و بیشتر پرانی پاکستانی فلمیں لگا کرتی تھیں فلم دیکھنے کے بعد دونوں نے قریب ہی ایک پاکستانی ریسٹورنٹ میں کھانا بھی کھایا ایک عرصہ بعد پاکستانی بریانی کھا کر اسے پھر سے اپنے وطن کی یاد آ گئی اور پھر واپسی پر ایک گروسری شاپ سے اس نے پاکستانی مشہور برانڈ کے کچھ مسالوں کے ڈبے لے لیے اور اگلے دن وہ اس وقت کچن میں داخل ہوئی جب اس کی ساس بڑے ہی مصروف انداز میں کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں وہ کچن کے دروازے پر ہی کھڑی ہو گئی عجیب تذبذب سی کیفیت تھی اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اپنا مدعا کس طرح ان کے سامنے پیش کرے۔

"کوئی کام ہے تمہیں مجھ سے؟" وہ کبھی اس طرح کچن میں نہ آئی تھی اسی لیے بظاہر کام میں مصروف فاطمہ نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"وہ اصل میں آنٹی میں آج بریانی بنانا چاہ رہی تھی۔" جھجکتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"لیکن ہمارے گھر میں تو بریانی کوئی نہیں کھاتا۔" اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ کل رات ہی سکندر اس کے ساتھ بریانی کھا کر آیا ہے وہ جانتی تھی کہ یہ خبر اس کی ساس کو سخت ناگوار گزرے گی اور ہو سکتا ہے ان کے شدید ردعمل کے باعث آئندہ وہ سکندر کے ساتھ منانے والی اس چھوٹی سی تفریح کو بھی کھو دے اس ڈر نے اس کی زبان بند رکھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ بریانی صرف اپنے لیے بنانا چاہتی ہوں۔"

"بنا لو تمہیں منع تو نہیں کر رہی لیکن اتنی ہی بنانا جتنی تم کھا سکو ویسے بھی رات کی کھائی ہوئی بریانی سکندر کو

ہضم نہیں ہوئی پیٹ خراب ہو گیا ہے اس کا۔" عجیب جتاتا ہوا انداز تھا۔

اوہ تو سکندر انہیں بتا چکا ہے کہ وہ بریانی کھا کر آیا تھا اس کے ساتھ ہی نبیو کو یہ احساس شدت سے ہوا کہ سکندر اپنے اور اس کی درمیان گزرنے والا ہر پل اپنی ماں سے ضرور شیئر کرتا ہے اور پھر اپنی ساس کی ہدایت کے مطابق اس نے صرف اتنی ہی بریانی بنائی جتنی وہ رات میں کھا سکے رائس کوکر میں اس نے پہلے کبھی چاول نہ بنائے تھے چنانچہ پانی کی صحیح مقدار کا اندازہ نہ ہونے کے سبب چاول ذرا زیادہ گل گئے تھے لیکن ذائقہ پھر بھی اچھا ہی تھا یا پھر چوائس نہ ہونے کے سبب یہ بریانی بھی اس کے لیے لذیذ ترین تھی چولہا بند کر کے وہ نہانے گھس گئی ساتھ ہی اس نے اپنے دو جوڑے بھی دھونے تھے۔ وہ فارغ ہو کر نکلی تو بھوک شدت سے چمک اٹھی تھی' کمرے سے باہر نکلی تو سامنے ہی ڈائننگ پر اس کی ساس' سکندر' سکندر کی بڑی بہن سکینہ اور اس کے دونوں بیٹے بھی موجود تھے۔ اس کی ساس آج دن میں اتنی مصروف کیوں نظر آ رہی تھیں وجہ نبیو کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کی اس مصروفیت کا سبب بیٹی کی آمد تھی نبیو باہر جانے والا دروازہ کھول کر بڑے سے صحن میں آ گئی جس کی چھوٹی چھوٹی دیواروں سے دور تک سامنے کا روڈ نظر آ رہا تھا بالکل سامنے والے ٹیرس پر گیتا چھوٹی سی نیکر پہنے واپر لگا رہی تھی نبیو کو دیکھ کر وہ دور سے ہی مسکرا دی اور زور و شور سے ہاتھ لہرایا گیتا شروع دن سے نبیو کی خوب صورتی کی دیوانی تھی وہ جب بھی رفیدا سے ملنے آتی نبیو کی تعریف ضرور کرتی جسے سن کر رفیدا کے منہ کا زاویہ بگڑ جاتا لیکن گیتا اس بات کی پروا بالکل نہ کرتی تھی۔

"وہ ایک انڈین لڑکی تھی اور ملائی ایر لائن میں جاب کرتی تھی کپڑے تار پر ڈال کر نبیو پلٹی تو ایک نظر دروازے سے باہر بنے اس حصے پر ڈالی جہاں سارے گھر کی جوتیاں موجود تھیں یہاں ایک روایت یہ بھی تھی کہ جوتیاں گھروں میں پہننے کا رواج بالکل نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ایسے فنکشن جو گھروں میں ہی ارینج کیے جاتے ہیں وہاں بھی جوتیاں باہر ہی رکھی جاتیں جس کے سبب لوگ جوتوں کی خریداری پر بھی زیادہ رقم صرف نہ کرتے شروع شروع میں تو نبیو کو یہ بہت ہی عجیب محسوس ہوا جب وہ کسی گھریلو فنکشن میں اپنی بہت ہی قیمتی اور بڑے پیار سے خریدی ہوئی جوتی گھر کے باہر اتار کر اندر گئی لیکن اب وہ دوسری باتوں کی طرح اس کی بھی عادی ہو گئی تھی لکڑی کا دروازہ کھول کر وہ اندر آ گئی جہاں کھانا شاید آخری مراحل پر تھا وہ خاموشی سے کچن میں آ گئی ریک سے پلیٹ اتاری اور چولہے پر رکھی دیگچی تک آئی آج کافی دنوں بعد شدید بھوک کا احساس اس کے حواس پر غالب ہو رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے ڈھکن اٹھایا دیگچی بالکل خالی تھی وہ حق دق رہ گئی۔

"یہ کیا سارے چاول کہاں گئے؟" اس کی آواز خود بخود بلند ہو گئی۔

اسی وقت اس کی ساس کچن میں آئی تھیں ساتھ سکینہ بھی تھی جس نے اپنی پلیٹ دھو کر ریک میں واپس رکھ دی وہ تمام لوگ کھانا کھانے کے بعد اپنی اپنی پلیٹیں خود دھوتے تھے اور اتنے عرصہ کی زندگی میں یہ واحد کام تھا جو نبیو کو پسند آیا تھا اس نے کبھی بھی ان لوگوں کے کچن میں کسی دعوت کے بعد برتنوں کا ڈھیر نہ دیکھا تھا۔

"وہ بریانی تو ساری کبیر کھا گیا۔ اسے بریانی بہت پسند ہے۔" اس کی ساس نے تو جواب دینے کی زحمت نہ کی تھی لیکن سکینہ کچن سے باہر نکلتے ہوئے بتا گئی تھی اور بھوک کی شدت سے نبیو کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے وہ بھی آخر انسان تھی کب تک برداشت کرتی پلیٹ کو زور سے سلیب پر پٹختی وہ تیزی سے باہر نکلی تاکہ اپنے کمرے میں جا سکے۔

"اسے کیا ہوا؟" اپنے پیچھے اسے سکندر کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی لیکن اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔

"اگر بریانی اتنی ہی کم تھی تو آپ کو منع کر دینا چاہیے تھا میں نہ کھاتا اب تو لگ رہا ہے پیٹ میں درد ہی ہو گا۔" کبیر کا انداز صاف تپانے والا تھا اور پھر کمرے میں جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی ایک تو کچھ دنوں سے

اس کی طبیعت بھی خراب تھی ہر وقت متلی سی محسوس ہوتی اور ساتھ میں کمزوری کے سبب چکر بھی آرہے تھے اس پر اتنی محنت سے تیار کی گئی بریانی بھی نصیب نہ ہوئی۔

"یہ تم کمر ابند کیے کس کا ماتم کر رہی ہو؟" جانے سکندر کب کمرے میں آیا اسے وقت کا احساس ہی نہ رہا تھا اس کا سر بہت دکھ رہا تھا اور پیٹ میں شدید اینٹھن سی محسوس ہو رہی تھی۔ جس کے باعث وہ اٹھ بھی نہ پا رہی تھی۔

"کیا ڈراما بازی کر رہی ہو ایک بریانی تھی نا جو کبیر نے کھالی اس پر قحط زدہ قوم کی طرح اتنا واویلا کیوں مچایا ہوا ہے کیا تمہارے گھر میں جب کوئی مہمان آتا ہے تو تم لوگ اسی طرح کمرے بند کر کے ان کی واپسی کا انتظار کرتے ہو۔" اس نے ایک ہی جھٹکے میں نبیو کو بستر سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

"پلیز سکندر چھوڑ دو مجھے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے جب تک میری بیٹی گھر رہے گی تمہاری طبیعت ٹھیک بھی کیسے ہو سکتی ہے۔" اس کی ساس اور سکینہ بھی کمرے میں آگئی تھیں۔

"چھوڑو سکندر! میں جا رہی ہوں۔" سکینہ کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"تمہیں اندازہ ہے تمہاری اس حرکت نے مجھے اپنی بہن اور بہنوئی کے سامنے دو کوڑی کا کر دیا ہے۔" وہ دیوانوں کی طرح اسے جھنجوڑتا ہوا بولا اس کا حلق خشک ہو گیا تھا اپنی ناسازی طبیعت کے باعث اور بے عزتی کا شدید احساس وہ ایک بار پھر رودی دروازے کی چوکھٹ پر کبیر بھی کھڑا تھا گھر کا ہر فرد خاموشی کے ساتھ اس کی اس قدر بے عزتی کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔

"چلو باہر آؤ میرے ساتھ اور بھائی شاہ فرید کے سامنے کبیر سے معافی مانگو کیونکہ تمہاری آج کی اس گھٹیا حرکت نے میری ماں اور بہن کا بہت دل دکھایا ہے۔"

اپنی ماں اور بہن کے دکھے دل نے سکندر کو یہ احساس ہی بھلا دیا تھا کہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی عورت کے سینے میں بھی دل ہے اور شاید وہ بھی کسی کی بہن ہے اور اس دور دیس میں اتنے سارے لوگوں کے درمیان بالکل تن تنہا ہی ہے۔ چوبیس گھنٹے حقوق اللہ کے چکر میں سرگرداں لوگ حقوق العباد کی ادائیگی کیوں بھول جاتے ہیں شاید ان کے نزدیک صرف ماں اور بہن یا پھر خونی رشتوں کے حقوق کی ادائیگی ہی حقوق العباد تھی بیوی تو ویسے ہی سکندر کے نزدیک پیر کی جوتی تھی وہ ہمیشہ کہتا کہ بیوی وہ جوتی ہے جو صرف پاؤں میں اچھی لگتی ہے اسے سر پر بٹھایا نہیں جا سکتا۔

سکندر کی باتیں سن کر اسے محسوس ہوا جیسے اس کا سانس ہی بند ہو جائے گا لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی باہر گئی اور سب کے سامنے پندرہ سالہ کبیر سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اس تمام عمل کے دوران گھر کا ہر فرد خاموش تماشائی بنا کھڑا رہا اس کی ساس نند اور کبیر نے اس کی اس بے بسی کو دل بھر کے انجوائے کیا وہ ساری رات نبیو کو ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے وہ کانٹوں کے بستر پر لیٹی ہو سکندر بھی گھر نہ آیا تھا اس کا کہنا تھا کہ آج اس کے کسی دوست کے گھر ذکر اللہ کی محفل ہے اس لیے وہ رات وہیں رکے گا اور صبح گھر آئے گا لیکن اس کے گھر آنے یا نہ آنے سے نبیو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا' آج کی اس بے عزتی نے فی الحال نبیو کے دل سے سکندر کے لیے پیدا ہونے والی تھوڑی سے محبت کو بھی ختم کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

جانے موسم کیسا عجیب سا ہو رہا تھا خوا مخواہ دل کو اداس کر دینے والا شاید خزاں آگئی تھی جس کا اندازہ جا بجا گرے ہوئے پتوں سے لگایا جا سکتا تھا پیڑ بھی ٹنڈ منڈ نظر آرہے تھے نبیو کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ خزاں کا موسم

اس کے اندر تک اتر گیا ہو۔ صدف خالہ آئی ہوئی تھیں حمزہ کے ساتھ جس نے سی اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیا تھا نبیو کا بالکل دل نہ چاہ رہا تھا کمرے سے باہر نکلے وہ کانوں میں ہیڈ فون لگائے گانے سن رہی تھی جب دروازہ کھول کر شفا اندر داخل ہوئی اس نے شاید نبیو سے کچھ کہا تھا نبیو کی سمجھ میں ہی نہ آیا شفا نے آگے بڑھ کر اس کے کان سے ہیڈ فون نکال دیا۔

"یہاں بیٹھی گانے سنتی رہو یا ہر خالہ حمزہ کے لیے تمہارا پروپوزل لے آئی ہیں۔" دل کیوں اداس تھا وجہ فوراً" نبیو کی سمجھ میں آگئی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا خالہ اور حمزہ کا۔" غصے کی شدت سے اس کی آواز یک دم ہی تیز ہو گئی۔

"آہستہ بولو خوامخواہ شور کر کے کوئی تماشا کھڑا مت کرو۔"

"شفا پلیز خالہ کو ابھی جا کر منع کر دو کہ مجھے حمزہ سے شادی نہیں کرنی۔"

"اوہ! نبیو تم ایک دم سے اتنی جذباتی کیوں ہو جاتی ہو بے وقوف لڑکی ابھی تو صرف پروپوزل آیا ہے فائنل فیصلہ تو سب کے مشورے کے بعد ہی کیا جائے گا۔"

شفا بے شک اس سے چھوٹی تھی لیکن ہر معاملے میں اس سے زیادہ ہی سمجھ دار تھی نبیو کو اس کی اس خوبی کا اندازہ تو پہلے سے ہی تھا لیکن آج وہ دل سے اس کی معترف ہو گئی۔

"اور ویسے بھی نبیو حمزہ ہر لحاظ سے ایک اچھا لڑکا ہے اور میرا خیال ہے کہ ایسے رشتے ٹھکرانا کفران نعمت ہے لہٰذا سب کچھ بھول کر خاموش ہو جاؤ اور بڑوں کو وہ فیصلہ کرنے دو جو تمہارے حق میں بہتر ہو۔"

"میرے حق میں سنان کے سوا کچھ بہتر نہیں ہو سکتا۔" وہ خود سری سے بولی اس کا اٹل لہجہ اس کے پختہ ارادے کی غمازی کر رہا تھا سنان کے سوا کسی دوسرے شخص کی گنجائش شاید نبیو کی زندگی میں بالکل نہ تھی اس کا اندازہ تو شفا کو بہت پہلے ہی ہو چکا تھا۔ سنان نے موبائل کی شاپ شروع کر دی ہے اور ساتھ ہی وہ بی کام کی کلاس بھی اٹینڈ کر رہا ہے ممکن ہے شبنم آنٹی بھی اس کا پروپوزل لے کر جلد آجائیں یہ تمام باتیں رات ہی اس کی سنان سے ہوئی تھی۔

"پھر بھی میں تو تمہیں ایک ہی مشورہ دوں گی اپنا فیصلہ بڑوں کو کرنے دو اور سب کچھ اللہ پر چھوڑ دو جو تمہارے حق میں بہتر ہو وہ فیصلہ ہی سامنے آئے۔" لیکن نبیو پر ان تمام باتوں کا کوئی اثر ہونے والا نہ تھا یہ ہی وجہ تھی کہ جیسے ہی خالہ اور حمزہ گھر جانے کے لیے نکلے وہ فوراً" ردا کے پاس پہنچ گئی جانے اس نے خالہ کے گھر سے نکلنے کا انتظار بھی کیسے کیا تھا۔

"پلیز آپ خالہ کو منع کر دیں حمزہ کے پروپوزل کے سلسلے میں۔" بنا تمہید کے جاتے ہی اس نے اپنا مدعا بیان کر دیا۔

"کیوں حمزہ میں کیا برائی ہے جو میں اس رشتہ سے انکار کر دوں۔" نبیو کی بے باکی پر ردا کو غصہ تو بہت آیا لیکن وہ برداشت کر گئیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ کوئی بھی ایسی بات ہو جو رحاب کے کانوں تک پہنچ کر گھر سے باہر نکلے رحاب کسی اور سے کوئی بات بے شک نہ کرتی لیکن لازمی طور پر اپنی والدہ سے وہ یہ ذکر ضرور کرتی جو ردا نہیں چاہتی تھیں۔

"میں نے یہ کب کہا کہ اس میں کوئی برائی ہے۔"

"تو پھر۔"

"پھر یہ کہ وہ مجھے پسند نہیں ہے اور ہمارے مذہب میں شادی کے لیے لڑکے لڑکی کی باہمی رضامندی کا ہونا سب سے زیادہ ضروری ہے لہٰذا پلیز مما! پیشتر اس کے کہ میں خود خالہ یا حمزہ سے بات کروں آپ انہیں منع

کردیں۔" اور پھر ردا کا جواب سنے بغیر ہی وہ کمرے سے نکل گئی اس کے بعد کیا ہوا اس نے یہ سب جاننے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی اس کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ حمزہ کے پروپوزل سے انکار کردیا گیا تھا اور یہ بات اسے شفا نے ہی بتائی جسے سن کر نبیو نے سکھ کا سانس لیا مما کا موڈ نبیو سے خراب تھا لیکن یہ سوچ کر کہ خود ہی تھوڑے دنوں میں ٹھیک ہوجائیں گی۔ اس نے خود کو تسلی دی نبیو کے رشتے سے انکار کے فوراً بعد ہی صدف خالہ نے شفا کا رشتہ مانگ لیا جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا اور ایک ہی ہفتے بعد شفا اور حمزہ کا رشتہ طے کردیا گیا۔

☆ ☆ ☆

"رحاب بیٹا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" رحاب آج کافی دنوں بعد اپنی امی سے ملنے آئی تھی۔ جنید صبح آفس جاتا ہوا اسے چھوڑ گیا تھا۔ ابھی وہ کھانا کھا کر ان ہی کے ساتھ کمرے میں آگئی جبکہ سنان باہر نکل گیا تھا۔

"جی امی بولیں کیا بات ہے۔" وہ تکیے سے ٹیک لگا کر لیٹ چکی تھی جب اسے شبنم نے پکارا' یہی وجہ تھی کہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی چھٹی حس نے یہ احساس دلا دیا تھا کہ بات یقینی طور پر نبیو کے حوالے سے ہے۔

"بیٹا! تم جنید سے سنان کے رشتہ کی بات کرو۔ اب تو ماشاء اللہ وہ کمانے لگا ہے اور پھر ماشاء اللہ گریجویشن کی تیاری بھی کررہا ہے۔" رحاب کی کچھ دن قبل کی گئی ساری باتیں شبنم بھول چکی تھیں یا جان بوجھ کر نظرانداز کردیا تھا۔ اس بات کا اندازہ رحاب کو بھی ہوچکا تھا اسی لیے خاموش رہی۔

"دیکھو بیٹا تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سنان نبیو کو بے حد پسند کرتا ہے۔ اور اس سلسلے میں وہ کسی کی کوئی بھی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو وہ چاہتا ہے اس میں ہم سب راضی ہوجائیں۔" رحاب کی خاموشی کو محسوس کرکے شبنم نے وضاحت کی۔

"وہ تو ٹھیک ہے امی لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ جنید اس رشتہ پر راضی ہوں گے پتا نہیں کیا بات ہے وہ سنان سے بہت چڑتے ہیں' اور پھر آپ خود بھی دیکھیں جب سے میری شادی ہوئی ہے سنان نے کبھی جنید کو سلام تک نہیں کیا۔" شبنم نے بیٹی کی بات بڑے تحمل سے سنی۔

"لیکن بیٹا جب وہ سلام کرتا تھا جنید نے کبھی ڈھنگ سے جواب بھی تو نہیں دیا اور ویسے بھی بیٹا اس وقت اصل مسئلہ نبیو اور سنان کا رشتہ ہے اور مجھے امید ہے کہ تم اپنے اکلوتے بھائی کی اس خوشی کو پورا کرنے کے لیے ضرور میرا ساتھ دوگی مجھے یقین ہے کہ تمہاری بات جنید ضرور مانے گا اور اگر وہ رضامند ہوگیا تو پھر اتنا مسئلہ باقی نہیں رہے گا جہاں تک میرا خیال ہے احتشام بھائی جنید کی بات کو کبھی رد نہ کریں گے۔"

شبنم کی ساری امید ہی رحاب اور جنید سے وابستہ تھی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ رحاب اس رشتہ پر جنید کو رضامند کرہی لے گی لیکن رحاب کا ایسا کوئی بھی ارادہ فی الحال نہ تھا جانے کیوں وہ دل سے چاہتی تھی کہ سنان اور نبیو کا رشتہ نہ ہو کہ بھابھی بنتے ہی رحاب کے دل میں اپنی نند کے خلاف حاسدانہ جذبات بے دار ہوگئے تھے حالانکہ وہ ایسی لڑکی نہ تھی پھر بھی جانے کیوں شاید اس میں کچھ قصور نبیو کا بھی تھا جب سے رحاب کی شادی ہوئی تھی شفا تو اکثر اس کے پاس ہی رہتی اس کے سارے کام بھی کرتی لیکن اتنے ماہ میں نبیو نے کبھی بھی رحاب سے زیادہ بات نہ کی تھی اور جب بھی کبھی وہ کسی فیملی کی دعوت میں گئے ہمیشہ وہاں موجود لوگوں نے رحاب کو زیادہ اہمیت دینے کے بجائے نبیو پر اپنی توجہ زیادہ مرکوز رکھی اسی کی تعریف میں تمام افراد زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہتے یہ سب کچھ وہ سسرال میں تو برداشت کرہی رہی تھی لیکن اب یہ نہیں چاہتی تھی کہ سنان سے شادی کے بعد رحاب کا اپنا خاندان بھی نبیو ہی کا گرویدہ نظر آئے ان تمام باتوں کو سوچتے ہوئے وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ نبیو اور سنان کا رشتہ کبھی بھی نہیں ہونے دے گی اور اس سلسلے میں اسے کیا کرنا تھا یہ سب کچھ وہ سوچ چکی تھی۔ بس اپنی

سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے کچھ عملی اقدام کرنے تھے جن پر عمل درآمد اسے اپنی ماں سے ہی شروع کرنا تھا ابھی بھی شبنم کے کہنے کے مطابق اس کا جنید سے بات کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور شبنم کو اس سلسلے میں اس نے کیا جواب دینا تھا یہ سب کچھ وہ پہلے سے ہی پلان کر چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہاری بیوی ماں بننے والی ہے۔" مقامی ڈاکٹر نے ملائی زبان میں سکندر کو مخاطب کیا اور قریب ہی سر جھکائے بیٹھی نبیو نے چونک کر سر اٹھایا اور ایک نظر اپنے قریب دوسری کرسی پر موجود سکندر پر ڈالی جو ٹانگ پر ٹانگ دھرے بڑی ہی بے نیازی سے ڈاکٹر کی بات سن رہا تھا اس خبر سے اس کے چہرے پر کوئی بھی تاثر نہ ابھرا بالکل سپاٹ اور بے تاثر چہرے کے ساتھ وہ ڈاکٹر کی جانب تک رہا تھا۔

"مسٹر سکندر! آپ کی مسز بہت کمزور ہیں اب آپ کو چاہیے کہ ان کی غذا کا مناسب خیال رکھیں۔" اور جانے کیا کیا اس کے کچھ الفاظ نبیو کو سمجھ آ رہے تھے اور کچھ بالکل بھی نہیں سکندر نہایت غارمل انداز میں ڈاکٹر کی تمام ہدایات سن رہا تھا اور جیسے ہی وہ کرسی سے اٹھا نبیو بھی اٹھ کھڑی ہوئی ساری رات آنے والی الٹیوں کے سبب وہ بے حد کمزوری محسوس کر رہی تھی نقاہت زدہ حالت میں اپنے وجود کو بمشکل کھینچتی وہ قدم گھسیٹتی خاموشی سے گاڑی میں آ بیٹھی اور شاید یہ پہلا دن تھا جب سارے راستے سکندر نے کوئی بات نہ کی اور خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا پندرہ منٹ بعد وہ اپنے گھر میں تھی جہاں روز مرہ روٹین کے مطابق اس کی نند سکینہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ سامنے ہی برآمدے میں موجود تھی اس کی ساس قریبی ہی صوفے پر نیم دراز تھی ان دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی وہ بھی اٹھ بیٹھیں۔

"یہ ماں بننے والی ہے۔" ایک خبر کی طرح سکندر نے برآمدے کے عین درمیان میں کھڑے ہو کر سب کو بتایا۔

"اوہ امی ماں بننے والی ہیں۔" سب سے پہلا ردعمل کبیر کی طرف سے آیا جو نبیو کو عجیب سا محسوس ہوا۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی ایسے مسئلہ پر بچوں کو اپنی رائے دیتے نہ دیکھا تھا۔ بہرحال جو بھی تھا نبیو کو کبیر کا ہمدرد اچھا نہ لگا لیکن وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی اس کے لیے مزید اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اب تقریباً ناممکن تھا۔

"تم کیا کھاؤ گی۔" سکینہ اس کے پیچھے ہی کمرے میں آ گئی۔

"جو بھی مل جائے۔" مختصر سا جواب دے کر اس نے اپنا سر تکیے پر ڈال دیا اور پھر تھوڑی دیر میں ہی سکینہ اس کے لیے سوپ بنا لائی جو کافی مزے دار تھا وہ آہستہ آہستہ پینے لگی لیکن اس ڈر سے کہ کہیں دوبارہ الٹی نہ آ جائے اس نے تھوڑا سا پانی کریالا اپنے بیڈ کے قریب ہی رکھ لیا اور خود آنکھیں موند لیں آج اسے اپنی ماں اور شفا کی یاد شدت کے ساتھ آئی تھی۔ اتنی شدت سے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

"امی میں نے آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ آپ سنان کو سمجھائیں لیکن آپ نے میری بات نہ مانی اور اب نتیجہ دیکھ لیا۔" رحاب منہ پھلا کے شبنم کے پاس بیٹھی تھی وہ جب سے آئی تھی ایسی ہی باتیں کر رہی تھی اور شبنم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا جواب دیں۔

"آپ کو پتا ہے میری بات سن کر جنید کس قدر ناراض ہوئے۔"

"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جب جنید سنان کی بہن سے شادی کر سکتا ہے تو پھر سنان اس کی بہن سے کیوں نہیں حیرت ہے ایک ہی گھر میں رہنے والے دو افراد کے لیے علیحدہ علیحدہ قانون بنے ہوئے ہیں بھائی کے

لیے کچھ اور بہن کے لیے کچھ اور ہم نے تو جنید کو رشتہ دیتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے تو کیوں رشتہ دیا جائے پھر جانے کیوں تمہارے سسرال والوں نے اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔" رحاب کی باتوں نے شبنم کو غصہ دلا دیا۔

"فوامی مسئلہ پسند ناپسند کا نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں وٹے سٹے کی شادی نہیں ہوتی ہم جہاں سے بیٹی لیں وہاں دیتے نہیں ہیں۔" رحاب نے شبنم کے غصہ کو دیکھتے ہوئے انہیں تحمل سے سمجھانا چاہا۔

"میرا بیٹا ٹھیک کہتا تھا یہ رشتہ تمہارے رشتے سے پہلے طے ہونا چاہیے تھا تاکہ اگر وہ مجھے اپنی بیٹی دیتے تو میں بھی اپنی بیٹی انہیں دیتی لیکن اب تو وہ مجھ پر بااختیار ہو گئے ہیں۔" شبنم کی بے بسی ان کے لہجہ میں بھی در آئی۔

"بہرحال امی میرا تو آپ کو قیمتی مشورہ یہ ہے کہ آپ عبدالرحمٰن ماموں کی مرینہ سے سنان کا رشتہ طے کر دیں یہ شادی کے بعد کچھ عرصہ امریکہ میں رہے گا تو خود ہی اس کے سر سے نبیو کا بھوت اتر جائے گا اور پھر ماموں اسے سیٹل ہونے میں بھی مدد دیں گے ویسے بھی مرینہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے اور ساتھ ہی جنید کو بھی یہ پتا چل جائے گا کہ دنیا ان کی بہن پر ختم نہیں ہو گئی۔" رحاب تو اپنا مشورہ دے کر چلی گئی لیکن شبنم کو ایک نئی سوچ دے گئی اور اگر واقعی ان کے بس میں ہوتا تو وہ رحاب کے مشورے پر "فوراً" سے پیشتر عمل درآمد کر کے جنید کی فیملی کو ضرور نیچا دکھاتیں لیکن بات ان کے اختیار میں نہ تھی اور وہ بنا سنان سے کوئی مشورہ کیے اپنا اگلا قدم نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ اور سنان، مرینہ کے رشتہ پر کبھی آمادہ نہ ہوگا یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھیں اسی لیے اپنے اس خیال کو فی الحال انہوں نے ایک سائیڈ پر رکھ دیا اصل مسئلہ تو سنان تک جنید کا انکار پہنچانا تھا اور وہ جانتی تھیں کہ یہ انکار سنتے ہی سنان کا ردعمل انتہائی شدید ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

"جب تک انکل اغشام میرے رشتہ پر ہاں نہ کریں آپ رحاب کو گھر لے آئیں۔" وہ سخت لہجہ میں یہ سب کہتا شبنم کے سامنے کھڑا تھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا اس سارے مسئلہ سے رحاب کا کیا تعلق ہے کیوں سارے خاندان میں میری جگ ہنسائی کرا رہے ہو۔" شبنم کی بات سننے کے بعد وہ کمرے میں نہیں رکا اور تیزی سے دروازہ کھول کر گھر سے باہر نکل گیا وہ اتنا غصے میں تھا کہ اس وقت اسے روکنا یا سمجھانا بالکل بے کار تھا اس کے باہر نکلتے ہی شبنم نے اپنا سر دونوں ہاتھوں پر گرا لیا ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح بیٹے کو اس کی چاہت لا کر دیں یہ سب کچھ ان کے اختیار سے باہر تھا وہ بالکل بے بس ہو چکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو نبیو تمہارے بھائی کے انکار کے بعد میرے پاس، صرف ایک ہی آپشن ہے اور وہ یہ کہ اب ہم دونوں کورٹ میرج کر لیں اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ میرے پاس نہیں ہے۔" نبیو ایک بجے چھٹی ہوتے ہی کالج سے باہر نکل آئی تھی اور اب قریبی ریسٹورنٹ میں بیٹھی سنان کی گفتگو سن رہی تھی اس کے پاس صرف ایک گھنٹہ باقی تھا دو بجے اس کی وین آ جاتی تھی اور وین کے آتے ہی شفا نے اسے میسج کر دینا تھا لہٰذا وہ چاہتی تھی کہ جو بھی بات ہے وہ سنان جلد از جلد کر لے۔

"کورٹ میرج۔" نبیو نے حیرت سے سنان کے الفاظ دہرائے۔

"تم جانتے ہو تمہارا اٹھایا گیا ایک ذرا سا غلط قدم تمہاری بہن کا گھر اجاڑ دے گا وہ میری بھابھی ہے سنان تم یہ کیوں بھول جاتے ہو؟"

"کچھ نہیں ہوتا میری بہن کے گھر کو میں تمہارے بھائی کی فطرت اچھی طرح جانتا ہوں وہ تمہارے لیے اپنا گھر برباد نہیں کرے گا اور وہ بھی اس وقت جب اس کی بیوی ماں بننے والی ہو۔" وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور ویسے بھی اس

وقت اس کے دماغ میں صرف ایک ہی سوچ تھی وہ ہر حال میں جنید کو نیچا دکھانا چاہتا تھا غصہ کی حالت میں وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ جنید سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ یہ تلخ حقیقت تھی کہ سنان نبیو کی محبت میں اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا اسے شاید اچھے برے کی پہچان بھی نہ رہی تھی اس کا بس چلتا تو ابھی اور اسی وقت نبیو کو لے کر کورٹ میں کھڑا کر دیتا اور ایسا شاید ممکن بھی ہو جاتا اگر رحاب نبیو کی بھابھی نہ ہوتی بس ایک یہ ہی وجہ تھی جس نے سنان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں۔

"جو بھی ہے سنان یہ ناممکن ہے تم ایسا کرو آنٹی کو ایک دفعہ مما کے پاس بھیجو اس سلسلے میں' میں خود ان سے بات کروں گی۔" شفا کا میسج آچکا تھا نبیو اپنا بیگ اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کاش میری بہن تمہاری بھابھی نہ ہوتی۔" باہر نکلتے نکلتے اس نے اپنے پیچھے سنان کا یہ جملہ سنا ضرور لیکن رکی نہیں جنید نے اس رشتہ سے کب انکار کیا اسے کچھ علم نہ تھا یہاں تک کہ اس بات کا ذکر اس نے اپنے گھر کے کسی بھی فرد سے نہ سنا تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے لیکن سنان کی بکھری حالت نے اسے بے حد پریشان کر دیا تھا اور وہ جانتی تھی کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل سچ ہے حیرت اس بات کی تھی کہ رحاب نے جنید سے کب بات کی؟ پھر اس کا جواب شبنم آنٹی تک بھی پہنچ گیا اور اس تمام قصہ کا علم اسے ہی نہ تھا جو اس کہانی کا مرکزی کردار تھی۔

"میرا خیال ہے سنان سے کہو کہ شبنم آنٹی سے کہے وہ باقاعدہ پروپوزل لے کر پاپا کے پاس آئیں۔" شفا نے ساری بات سنتے ہی اسے مشورہ دیا جبکہ دل سے وہ خود بھی یہ نہیں چاہتی تھی لیکن اس شام جب شبنم آنٹی نے سنان کا پروپوزل لے کر نبیو کے گھر آنا تھا جنید نے ایک ایسا انتہائی قدم اٹھایا جس نے نبیو تک آنے والے سنان کے سارے راستوں کو مسدود کر دیا۔

☆ ☆ ☆

"تم ڈیوری کے لیے پاکستان کیوں نہیں آرہیں؟" روا نے سخت لہجے میں نبیو سے استفسار کیا۔

"حد ہے مما آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے میں پاکستان کے ہی کسی دوسرے شہر میں رہائش پذیر ہوں اور آپ کے کہتے ہی فلائٹ پکڑ لوں گی۔"

"اچھا ایسا کرو تم اپنی ساس سے میری بات کروا دو میں انہیں کہوں کہ تمہیں پاکستان بھیجیں۔" نبیو کے لہجہ میں در آنے والی بے بسی نے روا کو معاملے کی نزاکت کا احساس دلا دیا۔

"یہ معاملہ نبیو اور سکندر کا ہے میں بھی اس سے بات کر لوں گی اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس سلسلے میں اسی سے بات کریں۔" نبیو نے روا کے کہنے کے مطابق اپنی ساس سے ان کی بات کروادی حالانکہ اپنی ساس کا جواب پہلے سے ہی جانتی تھی کیونکہ اتنے عرصے میں وہ فاطمہ کی ڈپلومیٹک فطرت کو اچھی طرح جان چکی تھی اور پھر سکندر کا جواب اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

"پاکستان۔" اپنی ماں کی بات سنتے ہی اس نے حقارت سے لفظ پاکستان دہرایا اس پل نبیو کا بس نہ چلا کہ اپنے سامنے کھڑے شخص کا منہ توڑ ڈالتی بے بسی کے شدید احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"میرا بچہ' سکندر نظام کا بچہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں پیدا ہو جہاں زچگی کے دوران پچاس فیصد بچے صرف اس لیے مر جاتے ہیں کہ انہیں صحت کی بنیادی سہولیات میسر نہیں ہوتیں۔" حقارت آمیز لہجہ جو نبیو کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہا تھا وہ کہنا چاہتی تھی کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں روزانہ پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد آج بھی ملائیشیا کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے لیکن وہ صرف سوچ سکی کیونکہ اس وقت کوئی بھی بات منہ سے نکال کر وہ مزید فساد کھڑا کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"اور تمہاری ماں نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہیں ڈلیوری کے لیے پاکستان بھیج دوں گا جہاں نہ کوئی ڈھنگ کا اسپتال اور نہ ہی ڈاکٹرز ایسے جن پر اعتبار کیا جاسکے روزانہ ہی کسی نہ کسی پاکستانی چینل پر تمہارے اسپتالوں میں ہونے والی ہنگامہ آرائی دکھائی جاتی ہے ہر دن اپنی لاپروائی سے وہ کسی نہ کسی انسان کی جان لے لیتے ہیں۔" سکندر نے کبھی پاکستان کا کوئی اسپتال نہ دیکھا تھا اس کا یہ تجزیہ صرف ہمارے میڈیا کا مرہون منت تھا جو کچھ اس نے کسی ٹی وی چینل پر دیکھا جوں کا توں نبیو کے سامنے پیش کردیا اب مزید کوئی بات کرنے کی گنجائش بالکل ختم ہوچکی تھی خوشی کا وہ احساس جو اپنے وطن جانے کا کچھ دیر قبل نبیو کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا اپنی موت آپ مرگیا وہ یک دم ہی مایوس ہوگئی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری امی یہاں آجائیں ملائیشیا تمہاری ڈلیوری کے لیے تم ان سے بات کرلو۔" اور پھر اپنا یہ خیال اس نے ردا کے سامنے بھی پیش کردیا۔

"اور ویسے بھی آنٹی آپ یہاں آئیں گی تو یقین کریں مجھے بہت زیادہ خوشی ہوگی۔" نہایت ہی پر اخلاق لہجہ "نبیو کے لیے یہ سب کچھ نیا نہ تھا وہ جانتی تھی کہ سکندر اس کے گھر والوں سے ہمیشہ ایسی ہی گفتگو کرتا شہید آگیں لہجہ اور پھولوں جیسے الفاظ یہ ہی وجہ تھی کہ اس کی ماں کبھی بھی یہ ماننے پر تیار نہ ہوتی تھی کہ سکندر کبھی بد اخلاقی کا مظاہرہ بھی کرسکتا ہے۔

"بیٹا وہ مرد ہے گھر سے باہر سو مسئلے مسائل ہوتے ہیں تم ہی اس کی باتوں کو اگنور کردیا کرو۔ یقین جانو کبھی بات نہ بڑھے گی۔" شروع شروع میں اس کی کسی ایسی شکایت کا جو وہ اپنی ماں سے سکندر کے سلسلے میں کرتی یہ ہی جواب ملتا پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنی ماں سے بھی اپنا حال دل کہنا چھوڑ دیا اسے حیرت ہوتی سکندر کی شیریں بیانی سن کر۔

"یا اللہ یہ شخص کس طرح چولا بدلتا ہے بالکل گرگٹ کی مانند۔" اکثر ایسا ہوتا سکندر کا موڈ کسی بات پر سخت آف ہوتا اور ایسے میں نبیو کے گھر سے فون آجاتا تو یک دم ہی سکندر کا لہجہ تبدیل ہوجاتا اور پھر جب تک وہ پاکستان بات کرتا ایک نیا سکندر سامنے ہوتا معزز' با اخلاق' خوش گفتار اور جانے کیا کیا اور فون بند کرتے ہی وہ واپس اپنی دنیا میں آجاتا کرخت اور بد مزاج' مغرور غرض کون سی ایسی خصوصیت تھی جو سکندر میں بہ درجہ اتم موجود نہ ہو۔

"اصل میں بیٹا ہم شفا کی شادی کرنا چاہتے ہیں اسی لیے میں چاہ رہی تھی کہ نبیو پاکستان آجاتی کچھ میری بھی مدد ہوجاتی۔"

"اس حالت میں جبکہ اسے خود مدد کی ضرورت ہے وہ آپ کی کیا مدد کرے گی آپ شاید نہیں جانتیں اسے الٹیوں نے بہت بدحال کردیا ہے اور یقین جانیں اسے آپ کی اشد ضرورت ہے۔" ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس دنیا میں نبیو کا سب سے بڑا ہمدرد صرف اور صرف سکندر ہی ہو جسے شاید یہ بھی علم نہ تھا کہ صبح سے اس نے کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں نبیو نے جلدی سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پھر جانے کب وہ سوگئی اسے پتا ہی نہ چلا۔

☆ ☆ ☆

"میں رحاب کو طلاق دے رہا ہوں۔" الفاظ تھے یا کوئی بم جو عین ردا کے کانوں کے قریب پھٹا ان الفاظ کی شدت سے ان کا پورا جسم لرز اٹھا اپنے کپکپاتے وجود کو سنبھالنے کے لیے انہوں نے قریب رکھی کرسی کی پشت تھام لی انہیں یقین ہی نہ آیا کہ کچھ دیر قبل کہے گئے یہ سنگین الفاظ ان کے اپنے بیٹے جنید کی زبان سے ادا ہوئے ہیں وہ جنید جس کے نزدیک "زندگی" کا دوسرا نام "رحاب" تھا پھر ایسا کیا ہوگیا جو آج انہیں یہ سب کچھ سننے کو مل رہا تھا وہ یک دم ہی بے چین ہوا ٹھیں۔

"ایسا کیا کردیا رحاب نے جو تم نے اتنا بڑا فیصلہ کرلیا۔" بڑی مشکلوں سے انہوں نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

"اس بے چاری نے کیا کرنا تھا جو کچھ کیا ہے وہ آپ کی اس لاڈلی بیٹی نے کیا ہے۔" جنید نے یک دم ہی اپنی توپوں کا رخ عین دروازے کے درمیان کھڑی نبیو کی طرف موڑ دیا جو جنید کی تیز آواز سن کر ابھی ابھی وہاں آئی تھی اسے تو اصل بات کا علم بھی نہ تھا کہ جنید اس قدر غصہ میں کیوں ہے؟ ایسے میں اچانک ہی جنید کی سانپ جیسی پھنکار اور قہر آلود نگاہوں نے اس کے حواس ہی گم کر دیے وہ سمجھ نہ پائی کہ جنید کیا کہنا چاہ رہا ہے؟

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تم دونوں میاں بیوی کے کسی بھی پرابلم سے اس کا کیا تعلق ہے۔" وہ سوال جو نبیو کے ذہن میں آیا تھا خود بخود روا کی زبان سے ادا ہو گیا۔

"اصل تعلق تو اسی کا ہے ممارحاب کی بدنصیبی تو صرف اتنی ہے کہ وہ سنان کی بہن ہے۔" اصل قصہ کیا ہے؟ اگر دو دن قبل وہ سنان سے نہ ملی ہوتی تو شاید آج اپنی ماں کی طرح بے خبر ہوتی جو ہونق کھڑی جنید کا منہ تک رہی تھیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں میں سچ کہہ رہا ہوں رحاب کے ساتھ ہونے والی کسی بھی زیادتی میں سراسر قصور نبیو اور سنان کا ہے۔"

"آپ تو سارا دن گھر پر ہوتی ہیں آپ کو اتنا بھی ہوش نہیں ہوتا کہ باہر آپ کی بیٹی کیا گل کھلا پھر رہی ہے۔" جنید نے ایک ہی سیکنڈ میں اپنی ماں جائی پر الزامات کی بھرمار کر دی نبیو کو تو یقین ہی نہ آیا کہ سامنے کھڑا شخص اس کا پیارا بھائی جنید ہے اور یہ جو کچھ بھی وہ سن رہی ہے اس کے بھائی کی زبان سے ہی ادا ہو رہا ہے جنید کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے اسے شرم سے زمین میں گاڑ دیا وہ جو کبھی رحاب اور جنید کی ملاقاتوں کی امین رہی تھی پلٹ کر اپنے بھائی کو گزرے وقت کے حوالے سے کوئی طعنہ بھی نہ دے سکی الفاظ جیسے اس کے حلق میں ہی کہیں گم ہو گئے۔

"آپ جو روز اسے گھر سے کالج بھیجتی ہیں کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ کالج جاتی بھی ہے یا سنان کے ساتھ گلچھرے اڑاتی پھرتی ہے۔" وہ مسلسل بول رہا تھا۔

نبیو نے ایسا کیا کر دیا آمز جو جنید اس قدر غصہ میں ہے۔ روا کی کچھ سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا جنید کے اس قدر رکیک الزامات نے غصہ کی شدت سے ان کا بلڈ پریشر ہائی کر دیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم جو منہ میں آ رہا ہے بکے ہی چلے جا رہے ہو تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ کس طرح کے گھٹیا الزامات تم اپنی بہن پر لگا رہے ہو' شرم آنی چاہیے تمہیں۔" جانے کب احتشام صاحب آفس سے گھر واپس آئے اتنے ہنگامہ میں کسی کو پتا ہی نہ چلا اب جو ان کی تیز آواز سنی تو سب ہی یک دم ہوش میں آ گئے۔

"میں الزامات نہیں لگا رہا بلکہ جو سچ ہے وہ آپ سب کو بتا رہا ہوں۔ پوچھیں اس سے یہ سنان سے ملنے ریسٹورنٹ نہیں جاتی وہ بھی کالج ٹائم میں' اور تو اور یہ محترمہ اس سے کورٹ میرج کرنے کے پلان بھی بنا رہی ہیں۔" وہ جو یہ سمجھی تھی کہ پاپا کو سامنے دیکھ کر جنید خاموش ہو جائے گا اس کا یہ خیال فوراً سے پیشتر غلط ثابت ہو گیا۔

"کس نے کہا تم سے یہ سب؟" احتشام صاحب اس کے قریب آ گئے ان کے ماتھے پر پڑی تیوریوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"سنان نے خود۔" یقیناً" جنید جھوٹ بول رہا تھا اور یہ بات صرف وہ ہی جانتی تھی باقی کمرے میں موجود کوئی بھی شخص اس طرح نہیں سوچ رہا تھا اور پھر احتشام صاحب کے اگلے جملے نے پل بھر میں اسی کے اس خیال کی تصدیق بھی کر دی۔

"اس گھٹیا شخص کی جرات کیسے ہوئی تم سے یہ سب فضول بکواس کرنے کی۔" غصہ کی زیادتی سے ان کی آواز

مزید تیز ہو گئی۔

"اسے یہ جرات آپ کی اپنی بیٹی نے خود عطا کی ہے پوچھیں اس بے غیرت سے اگر وہ شرافت سے اپنی ماں کو رشتہ کے لیے بھیجوا تا تو کیا آپ ہاں نہ کرتے۔" جنید اس سارے معاملے کو ایک بالکل ہی غلط رخ دے رہا تھا نبیو کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اس طرح کیوں کر رہا ہے؟ اس کے بے سروپا الزامات کا نبیو کے پاس کوئی جواب نہ تھا وہ کہنا چاہتی تھی کہ جنید جھوٹ بول رہا ہے لیکن کچھ غصہ اور کچھ خوف کی شدت کے اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ وہیں زمین پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی کسی نے بھی اس پر دھیان نہ دیا۔

"بس اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ میں بھی اس گھٹیا شخص کی بہن کو طلاق دے کر اسی طرح ذلیل کروں گا جس طرح وہ ہمیں کرنا چاہتا ہے۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے اس سارے معاملے میں رحاب بے چاری کا کیا قصور ہے جو تم اسے اپنے بھائی کے کسی غلط فعل کی سزا کا حق دار قرار دے رہے ہو یہ سراسر زیادتی ہے جو اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔"

اس وقت کسی کو بھی نبیو کی تکلیف کا احساس نہ تھا جو اسے اپنے سگے بھائی کے ہاتھوں پہنچی تھی بلکہ وہاں موجود ہر شخص کی ہمدردی کا مرکز رحاب تھی جو اس گھر کی بہو تھی۔

"دیکھو بیٹا صبر سے کام لو اور اپنے انتقام کا نشانہ اپنی بیوی کو نہ بناؤ عزت ہے وہ ہمارے گھر کی جا کر آج ہی اسے واپس لاؤ جانتے ہو اس کی ماں کس قدر پریشان ہے آج ہی ان کا مجھے آفس میں فون آیا تھا۔" رحاب دو دن قبل ہی اپنے گھر گئی تھی ویسے بھی جب سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی اکثر و بیشتر ہی گھر رہنے چلی جایا کرتی تھی آج اس کے چلے جانے میں ایسی کیا انہونی ہو گئی تھی نبیو کی سمجھ میں ہی نہ آیا۔

"نبیو اٹھو اپنے کمرے میں چلو۔" جانے وہ کب تک اسی طرح فرش پر بیٹھی رہتی اگر شفا اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا نہ کرتی وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی پہلے تو سوچا شفا کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی جائے لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے آہستگی سے شفا سے اپنا بازو چھڑوایا اور احتشام صاحب کے کمرے کی جانب بڑھ گئی اسے روکنے کے لیے شفا آگے بڑھی مگر وہ اسے سامنے سے ہٹاتی اندر داخل ہو گئی اور سیدھی احتشام صاحب کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"پاپا ابھی جنید بھائی نے آپ سے میرے اور سنان کے متعلق جو کچھ کہا وہ سب جھوٹ پر مبنی ہے میرا یقین کریں پاپا ہم دونوں کا کورٹ میرج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" وہ بے ربط' بنا سوچے سمجھے بولتی چلی گئی اس کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ خود پر لگائے گئے الزامات کی تردید کس طرح کرے؟ وہ جانتی تھی کہ اس وقت اس کی بات پر گھر کے کسی بھی فرد نے یقین نہیں کرنا پھر بھی ضروری تھا کہ وہ سچائی بتانے کی کوشش ضرور کرے اسی خیال نے اسے ہمت بخشی تھی جو وہ اس طرح احتشام صاحب کے سامنے کھڑی اپنا موقف بیان کر رہی تھی اس کی بات ختم ہوتے ہی احتشام صاحب نے ایک ذرا سی نظر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑی نبیو کو دیکھا جس کی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ پڑ چکی تھیں اور پھر اسے نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے ساتھ ہی موجود شفا پر دوسری نظر ڈالی۔

"اسے کمرے میں لے جاؤ ابھی مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط فی الحال اس مسئلے پر میں مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"پاپا پلیز میری بات۔" وہ آگے مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن شفا نے کہنے ہی نہ دیا۔

"میرے ساتھ آؤ نبیو تمہیں جو بات پاپا سے کرنی ہے بعد میں کر لینا۔" نبیو نے ایک نظر اپنے باپ پر ڈالی جنہوں نے بیڈ کراؤن سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اب وہ نبیو سے کسی بھی قسم کی کوئی بات کرنا نہیں چاہ رہے یہ بات وہ سمجھ چکی تھی اسی لیے خاموشی سے شفا کے ساتھ اپنے کمرے میں

آگئی۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا جنید بھائی اور رحاب بھابھی کیوں چاہتے ہیں کہ تمہارا اور سنان کا رشتہ نہ ہو۔" اس کے پیچھے ہی شفا بھی اندر آگئی تھی اور وہ جو اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھی تھی شفا کی بات سنتے ہی یک دم اس کا سویا ہوا ذہن جاگ اٹھا اس قدر دکھ و تکلیف میں بھی خوشی کا ایک چھوٹا سا احساس اس کی روح کو سرشار کر گیا یقیناً" کوئی تو ایسا تھا جو اس کی بے گناہی کا یقین رکھتا تھا اس کے اور شفا کے خیالات کس قدر ملتے جلتے تھے اس لمحہ اسے اپنی اس چھوٹی سی بہن پر بے حد پیار آیا لیکن "رحاب" اس کے بارے میں تو نبیو نے کبھی بھی اس طرح نہ سوچا تھا جس طرح کا تجزیہ شفا پیش کر رہی تھی۔

"اور ہاں نبیو مجھے ایک بات بتاؤ بالکل سچ سچ۔" شفا بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ چکی تھی۔

"کیا بات۔۔۔" جانے شفا کیا پوچھنا چاہ رہی تھی۔

"کیا سنان نے تم سے کورٹ میرج کے بارے میں کوئی بات کی تھی؟" نبیو نے فوراً" نگاہ اٹھا کر شفا کی جانب دیکھا اس کے اس طرح دیکھنے سے شفا گھبرا گئی۔

"میں تم پر کوئی شک نہیں کر رہی بلیومی صرف مجھے ایک بات کلیئر کرنی ہے اسی لیے تم سے پوچھ رہی ہوں میری بات کا جواب دو۔"

"ہاں۔۔۔" نبیو کو اپنے اور سنان کے درمیان ہونے والی چند روز قبل کی گفتگو فوراً" اسے پیشتر یاد آگئی۔

"لیکن شفا وہ سب تو اس نے صرف غصہ میں کہا تھا اور میں نے فوراً" ہی اس کی اس تجویز کو رد بھی کر دیا تھا۔ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو شفا میں کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتی۔"

"مجھے یقین مت دلاؤ نبیو مجھے تم پر مکمل بھروسہ ہے کہ تم کبھی ایسی غلط بات سوچ بھی نہیں سکتیں۔" شفا نے نہایت پیار سے اپنی بہن کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہو چکا تھا شفا کو اس پل بے حد افسوس ہوا جانے کیوں جنید اس کی خوشیوں کی راہ میں حائل ہو گیا ہے اس نے نبیو کے خوبصورت چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے سوچا وہ جانتی تھی کہ جنید شروع سے ہی سنان کو پسند نہیں کرتا حالانکہ بظاہر اس کا کوئی سبب بھی نہ تھا اور اب تو اس کی یہ کدورت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ اپنی سگی بہن کے لیے بھی اس کا دل مردہ ہو گیا تھا اور صرف سنان کی ضد میں وہ نبیو کی دل آزاری کا سبب بن رہا تھا جس کا شاید اسے احساس بھی نہ تھا۔

"مجھے تو صرف ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ جو بات تمہارے اور سنان کے درمیان ہوئی اس کا علم جنید بھائی کو کیسے ہوا؟"

"اوہ یہ سب تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" شفا کی اس بات نے نبیو کے ذہن پر چھائی ہوئی دھند کو کس قدر صاف کرنا شروع کر دیا یقیناً" شفا سچ کہہ رہی ہے۔ "سنان اور میری گفتگو کا علم کسی تیسرے شخص کو کیسے ہوا؟"

"تم سنان سے معلوم کرو مجھے یقین ہے کہ اس نے غصہ کی حالت میں یہ لن ترانی اپنی ماں یا بہن کے سامنے بھی ضرور کی ہو گی اور پھر بھابھی ہی کے ذریعے یہ سب بات بھائی تک پہنچی ہے۔"

"لیکن رحاب بھابھی نے ایسا کیوں کیا؟" شفا کی باتوں نے نبیو کو شاکڈ کر دیا وہ جان چکی تھی کہ شفا جو کچھ کہہ رہی ہے وہ کافی حد تک درست ہے پھر بھی اس کا دل نہ مان رہا تھا کہ کوئی بہن اپنے شوہر کے ساتھ اپنے سگے بھائی کے دلی جذبات کو بھی ڈسکس کر سکتی ہے جب کہ شوہر بھی ایسا جو اس کے بھائی سے دلی بیر رکھتا ہو۔

"میں یہ تو نہیں جانتی نبیو کہ رحاب بھابھی نے یہ سب کیوں کیا؟ لیکن مجھے اتنا یقین ضرور ہے کہ جنید بھائی جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب بھی ایک ڈرامہ ہے کیوں کہ دو دن قبل ان دونوں میاں بیوی کو میں نے خود گھر سے جاتے

دیکھا ہے' میں اس وقت اتفاق سے ٹیرس پر کھڑی تھی جب یہ دونوں میاں بیوی ہنستے کھیلتے گھر سے نکلے تھے پھر یہ سب کیا ہو گیا یقین کرو مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا بہتر یہ ہے کہ تم خود سنان سے بات کرو تاکہ واضح ہو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" شفابات ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور حقیقت بھی یہ ہی تھی کہ اب اس کے لیے لازمی ہو چکا تھا کہ وہ سنان سے اس مسئلے پر کھل کر بات کرے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے اور پھر شفا کے باہر نکلتے ہی اس نے جلدی سے سنان کا نمبر ملایا سنان نے دوسری بیل پر ہی فون اٹھا لیا۔ سنان سے گفتگو نے شفا کی ہر بات کو سچ ثابت کر دیا واقعی سنان نے اپنی کورٹ میرج والی تجویز رحاب کے سامنے رکھی تھی اور شاید رحاب ڈر گئی کہ اگر حقیقت میں ان دونوں نے یہ گھٹیا قدم اٹھا لیا تو اس کا اثر رحاب کے گھر پر پڑے گا بس اسی سوچ کے تحت رحاب نے یہ سب کچھ جنید کو بتا دیا سنان کو علم ہی نہ تھا کہ غصہ کی حالت میں زبان سے ادا کیے گئے کچھ غلط جملے اس طرح ساری بات کو بگاڑ دیں گے اور اب وہ بے حد شرمسار تھا۔

"یار میں نے آپی سے جو کچھ کہا محض غصہ کی کیفیت میں کہا اور یہ بات آپی بھی جانتی ہیں پھر انہوں نے یہ سب جنید سے کیوں کہا مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ جنید کو کبھی بھی بھائی نہ کہتا تھا شروع شروع میں تو نبیو نے ٹوکا بھی مگر اب وہ اس مسئلہ پر چپ سادھ چکی تھی۔

"جو بھی ہوا سنان! بالکل غلط ہوا اور اب تم فی الحال آنٹی کو پاپا کے پاس مت بھیجنا ورنہ بات مزید بگڑ جائے گی۔"

"وہ تو ابھی خود بھی نہیں آرہیں کیوں کہ دو دن سے آپی نے رو رو کر ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے اب وہ چاہتی ہیں کہ جلد از جلد میرا نکاح مریہ سے کر دیا جائے تاکہ ان کا گھر برباد ہونے سے بچ جائے۔"

"اور تم کیا چاہتے ہو؟" نبیو کے لہجہ میں خود بخود تلخی اتر آئی۔

"میں تو صرف تمہیں ہی چاہتا ہوں اور یہ بات تم خود بھی اچھی طرح جانتی ہو۔" سنان نے ہلکے پھلکے انداز میں نبیو کا دھیان بٹانے کی کوشش کی اور پھر وہ اس میں خاصی حد تک کامیاب بھی رہا اور جب پندرہ منٹ بعد نبیو نے فون بند کیا تو وہ خاصی مطمئن تھی اب وہ پر امید تھی کہ حالات جلد ہی اس کے حق میں موافق ہو جائیں گے۔

میں جس گمان میں تھی وہ گمان ٹوٹ گیا
کڑی دھوپ میں لو سائبان ٹوٹ گیا
تم سے ملایا رب نے حیرانی سی رہتی تھی
دیکھو وقت کی گردش سے خواب حیراں ٹوٹ گیا

کتنے ہی اداس دن چپ چاپ گزر گئے رحاب کے سلسلے میں جنید نے کیا فیصلہ کیا ہے وہ جان ہی نہ سکی اس کے امتحان ہونے والے تھے یہ ہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ذہن کو تمام سوچوں سے آزاد کر کے فی الحال اپنی پڑھائی میں مصروف تھی۔ سنان سے اس کی گفتگو ہوتی تھی مگر بہت کم' رحاب ابھی تک اپنے گھر ہی تھی ویسے بھی عنقریب ہی اس کی ڈلیوری متوقع تھی اور اس سلسلے میں اس نے لازمی اپنی ماں کے گھر جانا تھا اور اس بات کا علم گھر میں سب ہی کو تھا اس کے باوجود روا اکثر و بیشتر اپنی کسی نہ کسی بات سے اسے یہ احساس دلانے کی کوشش ضرور کرتیں کہ اس سب کی ذمہ دار وہ اور سنان ہیں اسی لیے وہ اپنے کمرے سے بھی کم ہی باہر نکلتی شفا اپنی خوبصورت اور لاڈلی بہن کی یہ حالت دیکھ کر کڑھتی رہتی لیکن اس سارے مسئلہ کا حل اس کی سمجھ میں بھی نہ آتا۔ رہا جنید تو اس نے تو اس دن کے بعد سے نبیو سے بالکل بات ہی نہ کی تھی ایسا لگتا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان موجود خون کا رشتہ ٹوٹ چکا ہو صرف ایک امان کی ذات ایسی تھی جسے ان تمام حالات سے کوئی فرق نہ پڑا تھا۔

نبیو آج بھی اس کی پیاری سی بہن تھی اور وہ حتی الامکان کوشش کرتا کہ نبیو کو پھر سے اسی زندگی کی طرف لے جائے جس کی وہ عادی تھی امان اور شفا کی محبت اور حوصلہ ہی تھا جس نے نبیو کو اس یقین کی سیڑھی پر کھڑا رکھا تھا

کہ سنان صرف اور صرف اس کا ہے اور ان شاء اللہ جلد از جلد تمام حالات ویسے ہی ہو جائیں گے جیسے وہ چاہتی ہے اسے صرف انتظار تھا وقت کا وہ جانتی تھی کہ رحاب کی ڈلیوری کے بعد تمام حالات ٹھیک ہو جائیں گے کیوں کہ جنید بیوی چھوڑ سکتا تھا اپنا بچہ نہیں لیکن آنے والے وقت نے اس کی تمام سوچوں کو غلط ثابت کر دیا اور اسے یقین آگیا کہ نصیب سے لڑنا بندے کے اپنے اختیار میں نہیں ہے اور یہیں آکر انسان بالکل بے دست وپا ہو جاتا ہے اور ایسا ہی کچھ نیہو کے ساتھ بھی ہوا وقت کے دھارے نے اسے ایک ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا جہاں سنان اور اس سے وابستہ یادیں نقش پا بن کر رہ گئیں۔

✲ ✲ ✲

کے۔ ایل۔ آئی۔ اے ایئرپورٹ سے باہر نکلتے ہی اس کا دل بھر آیا اپنا وطن اور اپنے لوگوں کی یاد اس قدر شدت سے اس پر حاوی ہوئی کہ اس کا دل چاہا آس پاس موجود تمام لوگوں کو نظر انداز کر کے وہیں دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے اس کے چاروں طرف موجود تمام رونقیں معدوم ہو گئیں اور ایک دم ہی ڈھیروں ڈھیر سناٹوں نے اس کے وجود پر اپنا راج جما لیا وہ عالم بے خودی میں کھڑی ایئرپورٹ کی پارکنگ میں کھڑی تھی سکندر گاڑی نکال رہا تھا ایک دم ہی جہاز کے تیز انجن کی آواز پر اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا ملائیشین ایئرلائن کا جہاز اپنے تیز شور کے ساتھ اس کے سر پر سے گزر گیا ردا آج پورے دو ماہ بعد اسی فلائٹ سے پاکستان واپس گئی تھیں اور یہ دو ماہ کس طرح پلک جھپکتے گزرے نیہو کو پتا ہی نہ چلا وہ تو صرف اس احساس سے ہی سرشار تھی کہ اس تمام عرصہ میں سکندر اور اس کے گھر کے تمام ہی افراد نے ردا کے ساتھ ساتھ نیہو کا بھی بھرپور خیال رکھا۔

سکندر اس کی ماں کو گھمانے لنکاوی بھی لے کر گیا نیہو نے اپنے ملائیشیا قیام کے پورے ایک سال بعد یہ جنت نظیر جزیرہ دیکھا جس کی خوبصورتی کا ذکر وہ اکثر و بیشتر ربیعہ سے سنتی تھی اور یہاں آکر اسے خود بھی یقین آگیا حد نگاہ تک پھیلا خوبصورت نیلا پانی اس کی مکمل توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا اسے فوراً ہی ہاکس بے یاد آگیا جس پر اگر تھوڑی سی توجہ دی جائے تو بہترین سیاحت گاہ بنایا جا سکتا ہے صاف و شفاف پانی کے ساتھ ساتھ چاروں طرف پھیلی ہریالی بھی عجیب بہار دکھا رہی تھی چاروں طرف موجود خوبصورت ہوٹل اسے ایک الگ سی خوبصورتی بخش رہے تھے ایک رات انہوں نے قریبی ہوٹل میں قیام کیا رفیدا بھی ان کے ساتھ تھی اور وہیں پر ہی شاید پہلی بار اپنی ماں کے اصرار پر اس نے لاسی لمہ اور چکن سانبھو بھی کھایا حالانکہ اسے ملائی کھانے بالکل بھی پسند نہ تھے لیکن آج جب سب کے ساتھ مل کر کھایا تو اسے اچھا لگا' ردا کی واپسی سے قبل سکندر انہیں بازار بھی لے گیا اور شفا کے علاوہ گھر کے دیگر افراد کے لیے شاپنگ بھی خود کروا کر دی تھی ردا کی پسند کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اکثر ہی صبح ناشتے میں ایک پاکستانی ریسٹورنٹ سے چنے کا سالن اور نان لے آتا حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس کی ماں نے اپنے قیام کے دوران یہاں بہت ساری پاکستانی ڈشز بھی بنائیں جو تقریباً" سب کو ہی پسند آئیں خاص طور پر میٹھے دہی بڑے جو ہر روز ہی شام میں وہ سکندر کی خاص الخاص فرمائش پر بناتیں وہ سکندر کے لیے پاکستان سے بہت سارے کرتے شلوار بھی لے کر آئی تھیں کیوں کہ وہاں مردانہ شلوار قمیص کی اتنی ورائٹی نہ تھی اور سکندر کی فیملی میں پاکستانی کرتے بے حد پسند کیے جاتے تھے۔

سکندر ہر جمعہ مسجد جاتے ہوئے نیا کرتہ شلوار بے حد شوق سے پہن کر جاتا اور نیہو کو یہ سب کچھ بہت اچھا لگتا ایک ماہ قبل ہی وہ ایک عدد خوبصورت بیٹے کی ماں بن چکی تھی جس کا نام ردا نے حماد رکھا جو سب کو ہی بے حد پسند آیا غرض کہ آج دو ماہ بعد اس کی ماں ملائیشیا سے بے حد خوش اور مطمئن واپس گئی تھی اس وعدے کے ساتھ کہ چھ ماہ بعد ہونے والی شفا کی شادی میں سکندر اور نیہو دونوں نے لازمی شرکت کرنی ہے اور چھ ماہ بعد وطن جانے کا احساس ابھی سے اس کے حواسوں پر سوار ہو چکا تھا وہ سارے راستے ان ہی سوچوں میں گم رہی پتا ہی نہ چلا کہ گھر

آگیا دروازے کے سامنے گاڑی رکتے ہی اسے شدت سے حماد کی یاد آئی جو وہ اپنی ساس کے پاس چھوڑ کر گئی تھی بے قراری سے لکڑی کا بڑا گیٹ کھول کر وہ تیز تیز چلتی برآمدے میں داخل ہوئی جہاں سامنے ہی صوفے پر لیٹی فاطمہ کوئی ملائی چینل دیکھ رہی تھیں۔

"حماد کہاں ہے؟" ان کے قریب موجود حماد کے خالی جھولے پر نظر پڑتے ہی بے اختیار اس کے منہ سے نکلا اس کی ساس کے جواب دینے سے قبل ہی سامنے چھوٹے کمرے کا دروازہ کھول کر ایک پچیس چھبیس سالہ انڈونیشن لڑکی باہر نکلی یہ کمرہ جب سے وہ آئی تھی اس نے بند ہی دیکھا تھا شاید یہ اس کے سسر کا اسٹڈی روم تھا اس لڑکی کی وہاں غیر متوقع موجودگی سے زیادہ اس کا حلیہ حیرت انگیز تھا نہایت ہی چھوٹا سا اسکرٹ اور سیلولیس کھلے گلے کا بلاوز جو گھر کے مکینوں سے بالکل بھی میل نہ کھاتا تھا اس کے جھلکتے بدن کو دیکھ کر نبیو خود ہی شرمندہ سی ہوگئی۔

"یہ کون ہے؟" تھوڑی دیر کے لیے وہ حماد کو یکسر بھول چکی تھی اور اس کی توجہ مرکز صرف اور صرف سامنے کھڑی لڑکی تھی۔

"یہ ایدھا ہے حماد کی گورنس۔" سکندر گاڑی کھڑی کر کے ابھی ابھی اندر داخل ہوا تھا۔

"حماد کی گورنس۔" اس نے حیرت سے پلٹ کر سکندر سے سوال کیا۔

"ہاں کیونکہ مجھے تم پر بالکل ٹرسٹ نہیں ہے جانے کس طرح بچہ پالو اپنا کوئی کام تو تم ڈھنگ سے کر نہیں سکتیں بچہ کی ذمہ داری کیا پوری کرو گی۔" یقیناً" سامنے کھڑی میڈ اردو نہیں جانتی تھی پھر بھی سکندر کے ان الفاظ نے اسے جی بھر کر شرمندہ کیا اس نے فوراً" ایک نظر اپنی ساس پر ڈالی جو نہایت لاتعلقی سے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھیں۔ تو بالآخر یہ سب لوگ اپنے چولے اتار کر پھر سے اپنے اصل کی طرف لوٹ گئے ہیں اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا اور اس کے ساتھ ہی شدید تھکن کا احساس اس کے رگ و پے میں اتر گیا اب مزید کچھ کہنا بے کار تھا وہ خاموشی سے سکندر کے پاس سے گزرتی اپنے کمرے میں آگئی جہاں حماد کا چھوٹا بیڈ خالی پڑا تھا ایک دم ہی اس کے دل کو کچھ ہوا اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

ایک ماہ میں وہ پہلی رات تھی جو اس نے حماد کے بغیر گزاری ساری رات ہی وہ بے سکون رہی لیکن اس رات کے بعد آنے والی ہر ایسی رات ہی اس کا مقدر بن گئی اور اپنے مقدر سے سمجھوتہ کرنے کی عادت تو اسے اس وقت سے ہی ہوگئی تھی جب سنان کی جگہ سکندر کا نام اس کا نصیب بنا تھا اور اب ہر گزرتے دن نے اس کے اور حماد کے درمیان بھی ایک ان دیکھا فاصلہ بڑھا دیا تھا جسے وہ چاہتے ہوئے بھی عبور نہ کر سکی۔

محسوس کر رہا ہوں میں جینے کی تلخیاں
شاید مجھے کسی سے محبت نہ رہی۔۔۔

☆ ☆ ☆

کئی دنوں سے جاری بارش آج کچھ تھمی تھی اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر بنی لکڑی کی بانڈری وال سے پرے سامنے روڈ پر ایک نظر ڈالی دھلی دھلائی صاف ستھری روڈ جس کے کنارے لگے ہوئے ہرے بھرے درخت سارے منظر کو رعنائی بخش رہے تھے فٹ پاتھ پر رونق ہی رونق تھی یہاں لوگوں کو بارش کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا ان کا کاروان زندگی دونوں حالتوں میں یکساں رواں رہتا تھا وہ ملائی عورت بھی اپنے مخصوص مقام پر چھتری کے نیچے اپنا فوڈ اسٹال لگائے بیٹھی تھی اس کے قریب ہی بے بی چیئر پر ایک چھوٹا سا بچہ موجود تھا وہ کیا بیچتی تھی نبیو کو آج تک پتا ہی نہ چلا اور نہ ہی کبھی اس نے جاننے کی کوشش کی تھی لیکن اتنا ضرور تھا یہ سب فوڈ اسٹال اسے پاکستانی برگر اور چنے چاٹ کی یاد ضرور دلاتے یہ وہ چیزیں تھیں جن کے لیے وہ یہاں ترس گئی

تھی۔

نبیو نے اپنے قیام کے دوران جگہ جگہ فٹ پاتھ پر عورتوں کو ایسے ہی اسٹال لگائے مختلف اشیا فروخت کرتے دیکھا تھا جن میں میک اپ کا سامان بچوں کے کھلونے اسٹیشنری حتیٰ کہ مختلف گھریلو الیکٹرونکس کا سامان بھی ہوتا اور جب بھی وہ ایسے اسٹال دیکھتی اسے پاکستان ضرور یاد آتا جہاں اس طرح عورت کا فٹ پاتھ پر بیٹھ کر روزی کمانے کا تصور ہی محال تھا ملائیشیا اور پاکستان دونوں ہی نا صرف ایشیائی بلکہ اسلامی ممالک بھی ہیں لیکن دونوں کی ثقافت اور موسم میں زمین آسمان کا فرق ہے جب سے نبیو یہاں آئی تھی اس نے کبھی سردی ہی نہ دیکھی تھی ہمیشہ موسم معتدل رہتا ذرا سی گرمی پڑتی تو رم جھم بارش برس اٹھتی اور یہ برستی بارش اسے اپنے شہر کراچی کی یاد دلا دیتی جہاں سالوں بعد ہونے والی بارش اتنا کھل کر برستی کہ ہر طرف جل تھل ہو جاتا لگتا پورا شہر ہی ڈوب جائے گا پھر بھی اسے بارش اور بارش کے پکوان اچھے لگتے تھے اور اب اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری سچ ہے جو چیز انسان کو وافر مقدار میں نصیب ہو وہ اپنی قدر کھو دیتی ہے انسان یا تو اس سے اکتا جاتا ہے یا پھر اس کا عادی ہو جاتا ہے اس بات کا عملی تجربہ نبیو کو وقت نے سکھا دیا تھا۔

اب تو بارش اور اس کی دیوانگی سب وقت کے ساتھ خام خیالی ہو چکی تھی پھر بھی جانے کیوں آج اتنے عرصہ بعد اس کا دل چاہا وہ اس موسم میں سامنے نظر آنے والی سرمئی روڈ کے فٹ پاتھ پر دور تک پیدل جائے بالکل تنہا اور اکیلی۔ یہ ہی سوچ کر اس نے قریب لگے آئینہ میں موجود اپنے عکس پر ایک نظر ڈالی ٹخنوں سے اونچی ہوتی میکسی جو اس نے کل شام سے ہی پہن رکھی تھی اور اب بھی اس کا دل ہی نہ چاہا کہ اسے تبدیل کرے آئینہ دیکھ کر لگتا ہی نہ تھا کہ اس میں نظر آنے والا عکس اس نبیو ملک کا ہے جس کی ایک مسکراہٹ کا سارا زمانہ دیوانہ ہوا کرتا تھا اب تو لگتا تھا مسکرائے ہوئے بھی صدیاں گزر گئیں پرانی یادوں کے ساتھ ہی سنان کی یاد بھی ایک ٹیس بن کر اس کے دل میں جاگی اور اسے اندر تک چیر گئی۔

"جانے وہ کیسا ہو گا؟" آج کئی دنوں بعد اس نے سوچا ورنہ اس نے تو کبھی کسی سے سنان کے بارے میں جاننے کی کوشش ہی نہ کی تھی وہ اسے اپنا گزرا ہوا وقت سمجھ کر زندگی سے نکال چکی تھی یہاں تک کہ روا کے دوماہ کے قیام کے دوران بھی اس نے ایک دفعہ بھی سنان کا ذکر نہ کیا البتہ کچھ عرصہ قبل شفانے اسے فون پر بتایا تھا کہ رحاب اپنے گھر گئی ہے کیونکہ سنان اور مرینہ کا نکاح ہے۔ بس پھر اس کے بعد اس نے کبھی بھی اس کے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کی سنان اس کی زندگی کا ایک ایسا ورق تھا جسے وہ پھاڑ چکی تھی۔

"نبیو تم اتنی خوبصورت کیوں ہو؟ جانتی ہو تمہیں دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے تم ہمیشہ ایسے ہی میرے سامنے بیٹھی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں اور یہ وقت یہیں تھم جائے اے کاش۔" جانے کیوں آج نہ چاہتے ہوئے بھی سنان اور اس کی باتیں اسے بڑی شدت سے یاد آ رہی تھیں اتنی کہ خود بخود اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"یہ کس کی یاد میں آنسو بہا رہی ہو؟" ایسے میں سکندر کب کمرے میں آیا اسے پتا ہی نہ چلا اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ سے آنکھ میں آیا پانی صاف کیا اور بنا کوئی جواب دیے کھڑکی کا پردہ برابر کر دیا اس لمحہ اس کا دل کوئی بھی بات کرنے کو نہ چاہ رہا تھا اور ایسے میں خاموشی ہی بہتر تھی۔

"آواز نہیں آ رہی میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" یہ سکندر کی عادت تھی جب وہ جان جاتا کہ نبیو جواب دینے سے کترا رہی ہے وہ اسی طرح اسے زچ کرتا۔

"کچھ نہیں شفا کی شادی کے بارے میں سوچ رہی ہوں صرف پندرہ دن رہ گئے۔" ہر وقت دماغ میں آنے والی سوچ نے اسے کسی بھی طرح کے فساد سے بچا لیا۔

"آں ہاں یاد آیا میں آج ہی ایمبیسی گیا تھا لیکن وہ کسی بھی طرح حماد کا ویزا نہیں دے رہے۔"

"کیوں؟"

"اصل میں نبیہ ہمارے ملک کے قانون کے تحت چھ ماہ بعد بچے کا اوریجنل برتھ سرٹیفکیٹ بنتا ہے پھر اس کے بعد انٹرنیشنل پاسپورٹ ملتا ہے اس سے پہلے ویزے کے لیے اپلائی کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔" سکندر نے تفصیلاً سمجھایا جواب میں وہ خاموش رہی یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ ربیعہ اور عبدالوہاب ایک ہفتہ قبل اپنی دو ماہ کی بچی لے کر کس طرح پاکستان گئے ہیں؟ کیا انہیں بچی کے لیے ویزے کی ضرورت نہ تھی یا ان کے لیے یہاں کا قانون الگ تھا اور سکندر کے لیے الگ۔

"میرا خیال ہے کہ سکندر بھائی تمہارے ساتھ حماد کو پاکستان بھیجنا نہیں چاہ رہے اسی لیے جان بوجھ کر بہانے بنا رہے ہیں۔" اس کے کانوں میں کچھ دن قبل کا کہا ہوا ربیعہ کا جملہ گونجا جس پر اس دن تو اسے یقین نہ آیا تھا لیکن آج ضرور آگیا۔

"اب تم بتاؤ میں کل تمہارا پاسپورٹ جمع کروا دوں تم اکیلی چلی جاؤ دو ماہ کے لیے میں اور حماد یہیں رہتے ہیں اور ویسے بھی تمہاری بہن کی شادی میں ہمارا کیا کام ہے۔"

"نہیں رہنے دیں۔" دل پر جبر کر کے اس نے اپنا سر انکار میں ہلایا۔

"میں حماد کو اکیلا چھوڑ کر پاکستان نہیں جاؤں گی۔"

"تو یہاں حماد کون سا تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔" سکندر روکھے سے طنزیہ انداز میں ہنسا اور تولیہ اٹھا کر باہر صحن کے دوسرے سرے پر بنے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا وہ ہمیشہ وہی باتھ روم استعمال کرتا تھا بقول اس کے اٹیچ باتھ روم انگریزوں کا دیا ہوا تحفہ تھا اور ان سے پاکیزگی کا احساس پیدا نہیں ہوتا بہرحال یہ اس کی اپنی ذاتی سوچ تھی اور ہر شخص اپنی اپنی سوچ کا خود مالک ہوتا ہے ہم کسی بھی دوسرے شخص کی سوچ پر لاکھ چاہتے ہوئے بھی اختیار حاصل نہیں کر سکتے۔

☼ ☼ ☼

"مجھے پتا تھا سکندر بھائی نے حماد کو تمہارے ساتھ پاکستان نہیں بھیجنا اس لیے ہی جھوٹے بہانے گڑ رہے تھے۔" ربیعہ دو دن قبل پاکستان سے آئی تھی اور آج اس سے ملنے اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر آئی ہوئی تھی اس کے آنے کا ایک مقصد وہ سامان پہنچانا بھی تھا جو اس کے گھر والوں نے اس کے اور حماد کے لیے بھیجا تھا۔

"اور یقین کرو شفا کی شادی میں سب نے ہی تمہیں بہت مس کیا اور تمہاری بھابھی تو خوب کرید کرید کر تمہارے حالات جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔" رحاب کے ذکر کے ساتھ ہی سنان کا ہیولہ پھر سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا جانے آج کل اسے کیا ہو گیا تھا دل ہر وقت سنان کو ہی یاد کرتا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اب یہ سب کچھ بے کار ہے پھر بھی وہ دل ہی کیا جو کسی کی مان لے۔

"بھابھی کے گھر والے بھی تھے شادی میں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سوال اس کے لبوں پر آگیا۔

"ہاں ان کی امی سے بھی ملی تھی میں۔"

"واہ اچھا۔" چاہتے ہوئے بھی وہ ربیعہ سے سنان کے بارے میں کوئی سوال نہ کر سکی ویسے بھی جب سے اس کی شادی ہوئی تھی سنان اس دن کے بعد سے کبھی بھی ان کے گھر نہ آیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے بھانجے کی برتھ ڈے پر بھی نہ آتا تھا اور یہ بات بھی کچھ عرصہ قبل اسے شفا نے ہی بتائی تھی جو آج بھی مکمل جزئیات کے ساتھ اسے یاد تھی۔

"سچ ہے جن سے دل کے رشتے ہوتے ہیں انہیں دل سے نکالا نہیں جا سکتا۔"

"ویسے یار تمہاری بھابھی بڑی لکی عورت ہے۔"

"وہ کس طرح۔۔۔"

"دیکھو نا بالکل نارمل شکل وصورت رکھتے ہوئے بھی قسمت کی کتنی دھنی ہیں شوہر کاٹھ کے الو کی طرح چاروں طرف منڈلاتا پھر رہا تھا پوری شادی میں اور یقین جانو جنید بھائی آج بھی ان کے سامنے بڑے خوبصورت اور ہینڈسم نظر آتے ہیں۔" ربیعہ نے ہنستے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔

"خوبصورتی عورت کا نصیب نہیں بناتی ربیعہ! ورنہ یقین جانو میں آج دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت ہوتی۔" اس نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا اس کی اس بات کا جواب ربیعہ کے پاس نہ تھا اسی لیے وہ خاموش رہی اور پھر ربیعہ کے جانے کے بعد اس نے اپنی ساری رات اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ سنان کو بھی یاد کرتے ہوئے گزار دی آج بھی سکندر گھر نہ آیا تھا اپنے کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا جبکہ اس کی ساس اور رفیدا اپنے بڑے بھائی عمر کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ گھر پر صرف وہ اور ایدھا تھیں حماد ایدھا ہی کے پاس تھا اب تو ویسے بھی وہ اسی کا عادی ہو چکا تھا اگر کبھی نبیو لے بھی لیتی تو فوراً" ہی رونے لگتا یہ ہی وجہ تھی نبیو بھی اسے کم ہی ہاتھ لگاتی تاکہ وہ ڈسٹرب نہ ہو اس کا کمرا گھر کے آخری سرے پر تھا جس کی ایک کھڑکی باہر بڑے سے صحن میں کھلتی تھی کھڑکی پر گرل بھی نہ تھی اندر سے کنڈی لگانے کے باوجود اسے ایسا محسوس ہوا جیسے باہر شیشے کے اس پار کوئی موجود ہو گھر میں پھیلا ہوا سناٹا ساری رات اسے ہولاتا رہا اور اسی سوتی جاگتی کیفیت میں کب فجر ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا نماز پڑھ کر وہ کمرے سے باہر نکلی تاکہ کچن میں جا کر ایک کپ چائے بنا سکے رات بھر کی آنکھ مچولی نے اس کا سر دکھا دیا تھا باہر نکلتے ہی اس کی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے سکندر پر پڑی جو غالباً" باتھ روم سے باہر نکلا تھا گیلا تولیہ اس کے کندھے پر تھا۔

"آپ کب آئے؟" اسے حیرت ہوئی۔

"رات ہی آگیا تھا۔" سکندر نے آہستہ سے جواب دے کر تولیہ سے اپنے بال صاف کیے اور اسے صحن میں لگی تار پر پھیلا دیا۔

"ایدھا ناشتا ذرا جلدی لے آؤ۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ایدھا کو پکارا اور اس دم نبیو کو یاد آیا کہ گھر میں ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری ہستی بھی موجود ہے وہ بجلی کی مانند کچن کی جانب لپکی تاکہ سکندر کو خود ناشتا بنا کر دے اس وقت اس کا بے چین دل اسے کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا جسے وہ سننا نہیں چاہ رہی تھی کچن کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے ایک نظر سامنے سلب کے پاس کھڑی ایدھا پر ڈالی جس کے کندھوں پر آتے گیلے بال ایک نیا افسانہ سنا رہے تھے وہ غالباً" سکندر کے لیے کارن فلیکس اور جوس تیار کر رہی تھی۔ نبیو کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے اس نے ٹرے میں سارا سامان رکھا اور خاموشی سے اس کے پاس سے گزر گئی بالکل مختصر شارٹ پر سیلولیس چھوٹا سا ڈیپ گلے کا بلاؤز اس کا شرمناک حلیہ نبیو کو شرمندہ کر گیا سکندر کے سامنے اس کا ناشتا رکھنے کے بعد اپنی بلیک کافی اور کوکیز لے کر وہ عین اس کے مقابل بیٹھ گئی جانے وہ سکندر کی کس بات پر زور زور سے ہنس رہی تھی کھڑکی سے نظر آنے والے اس منظر نے اس کے تن بدن میں آگ سی لگا دی اپنی مستی میں گم ایدھا اور سکندر نا صرف اسے بلکہ حماد کو بھی نظر انداز کر چکے تھے جو جھولے میں لیٹا مسلسل رو رہا تھا غالباً" وہ بھوکا تھا نبیو نے طیش میں آکر پلیٹ سلب پر پٹخی اور تیزی سے باہر نکلی بنا کچھ کہے حماد کو جھولے سے نکالا وہ گیلا تھا اسی لیے اس قدر شدت سے رو رہا تھا اپنی گم مائیگی کا احساس نبیو کو بھی رلا گیا وہ حماد کو لیے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی اسے صاف ستھرا کر کے کپڑے تبدیل کیے پھر فیڈر بنا کر دیا۔

اس کے دل سے چائے کی خواہش اور بھوک کا احساس ختم ہو چکا تھا اس نے حماد کو سلایا اور تھرماس میں موجود گرم پانی سے اپنے لیے بلیک کافی تیار کی اور ساتھ ہی کچھ کوکیز کھا کر لیٹ گئی اس کا دل ہی نہ چاہا کہ وہ کمرے سے

باہر نکل کر کالی کلوٹی ایدھا کا سامنے کرے جو آج اس پر صرف اس لیے سبقت لے گئی تھی کہ اس کے ساتھ سکندر تھا شام میں رفیدا اور فاطمہ بھی گھر آگئیں ان کی موجودگی میں ایدھا' حماد کو اس کے کمرے سے لے گئی سکندر گھر نہ تھا جانے وہ کب باہر گیا تھا نبیو نے جاننے کی کوشش ہی نہ کی اپنی عزت کو مزید خراب کرنے سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ جو کچھ اس نے فاطمہ کی غیر موجودگی میں دیکھا اس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور اسی میں اس کی بہتری ہی تھی اس خیال کے ذہن میں آتے ہی وہ بالکل خاموش ہو گئی اس رات جب سکندر گھر آیا تو کچھ شرمندہ شرمندہ سا تھا یا شاید یہ نبیو ہی کی خام خیالی تھی جو بھی تھا کافی عرصہ بعد سکندر نے وہ رات اس کے ساتھ گزاری اور سکندر کے پل بھر کے التفات نظر نے نبیو کے دل میں دن بھر کے غبار کو دھو دیا۔ وہ پل بھر میں ہی سب کچھ بھلا کر شانت ہو گئی۔

"شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔" اپنے بے چین دل کو طفل تسلیوں سے بہلاتے ہوئے تمام رات گزر گئی لیکن آنے والے اگلے کئی دنوں نے نبیو پر ثابت کر دیا کہ اس رات سکندر کی گھر میں موجودگی محض اتفاق نہ تھی بلکہ ایدھا اور سکندر کی پلاننگ کا ہی نتیجہ تھی اور جانے ایسا وہ دونوں کب سے کر رہے تھے کبھی کبھی تو اسے محسوس ہوتا کہ رفیدا اور فاطمہ دونوں ہی سکندر اور ایدھا کے درمیان موجود شرمناک تعلق سے آگاہ ہیں اور اس کی طرح پردہ پوشی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں اور یہ سب آگہی ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی تکلیف میں اضافہ کا سبب بن رہی تھی وہ خود کو بے حد بے بس محسوس کرتی سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ تھی کہ وہ اپنا درد کسی کے سامنے بیان بھی نہ کر سکتی تھی۔ اسی لیے وہ خاموش تھی اور اس کی خاموشی نے ایدھا کے رویہ کو خاصا تبدیل کر دیا تھا وہ بالکل اس طرح ری ایکٹ کرنے لگی تھی جیسے نبیو میڈ ہو اور وہ ما لکن اور یقیناً" یہ احساس اسے سکندر کی نظر کرم نے ہی عطا کیا تھا جس کا نبیو کو پورا یقین تھا۔

☆ ☆ ☆

ساڈا چڑیاں دا چنبا اے
بابل اساں اڑ جانا
ساڈی لمبی اڈاری اے
اساں مڑ نہیں آونا

وہ سکندر کے کزن کی بارات کے ساتھ شاہ عالم آئی ہوئی تھی یہاں عام طور پر شادیاں دوپہر میں ہی انجام پاتی تھی بارہ بجے بارات شاہ عالم پہنچ گئی جہاں تمام مہمانوں کی تواضع لال گھرے شربت سے کی گئی گھر کے بڑے سے ہال میں نیچے بچھے کارپٹ پر تمام مہمان خواتین براجمان تھیں نکاح مسجد میں ہو چکا تھا شیشے کی دیوار سے پار' لان میں دھرے بڑے بڑے دیگچوں میں کھانا تقریباً" تیار ہو چکا تھا ٹیبل لگ چکے تھے اور ہر ٹیبل پر برنرز موجود تھے جن پر ڈشز رکھ دی گئی تھیں جینرلی شرٹ کے ساتھ پورے بال ڈھکے نہایت گوری چٹی اور موٹی سی مقامی عورت کھانے کی نگرانی میں مصروف تھی اور یقیناً" تمام گیسٹ بھی اس کی ترتیب کردہ تھی نبیو کو یقین تھا کہ کچھ ہی دیر میں کھانا لگا دیا جائے گا اور ویسے بھی یہاں کھانا کھاتے ہی گھر واپسی کا رواج نہ تھا بلکہ تمام لوگ اطمینان سے شام تک شادی والے گھر میں موجود رہتے اور مختلف گانوں پر ناچنے کے ساتھ ساتھ مختلف انداز سے انجوائے کرتے دلہن کو تیسری دفعہ ڈریس تبدیل کروا کر سامنے بچھے بڑے سے صوفہ پر بٹھا دیا گیا تھا اب وہ پنک شلوار قمیص میں ملبوس تھی جب بارات آئی تھی دلہن نے سرخ غرارہ پہنا تھا' پھر ساڑھی اور اب یقیناً" وائٹ میکسی کا نمبر تھا اور پھر اس کے بعد ملائیشیا کا عام روایتی لباس' یہ تمام ملبوسات پارلر والی خود اپنے ساتھ لائی تھی جن کا کرایہ الگ سے ہوتا اور جیسے جیسے پارلر سے آئی لڑکی لباس تبدیل کرواتی ویسے ہی ساتھ میک اپ بھی تبدیل کرتی جاتی ڈیک پر نہایت مشکل زبان میں پنجابی گانے لگے ہوئے تھے۔

یہاں آس پاس سکھ کافی اکثریت سے آباد تھے اسی لیے ان کی زبان کا رنگ یہاں کے مقامی لوگوں کی زبان میں بھی جھلکتا تھا۔ نصرت فتح علی خان، شوکت علی اور ریشماں کی گائیکی سکھوں کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی بہت پسند تھی کبھی کبھی تو نبیو کو سخت حیرت ہوتی جب وہ یہاں پرانے پاکستانی گانے سنتی اور وہ بھی ایسے جن کے بارے میں اسے کچھ بھی معلومات نہ ہوتیں یکے بعد دیگرے لگائے جانے والے مختلف گانوں پر تمام لوگ خوب ناچ رہے تھے اور نبیو نہایت دلچسپی سے ان بے فکرے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جن کی عمر کی کوئی حد نہ تھی چھ سال کے بچے سے لے کر ستر سال کے مرد و زن سب خوب کھل کر تفریح کر رہے تھے سکندر کے جس کزن کی شادی تھی وہ خود بھی خوب ناچ رہا تھا اور ایسے میں جب وہ اس محفل میں پوری طرح منہمک تھی جانے کب اور کس نے ڈیک پر شازیہ منظور کا گانا لگا دیا۔

ساڈا چڑیا دا چنبا اے

اور اس آواز کے گونجتے ہی نبیو صرف جسمانی طور پر اس ہال میں رہ گئی جبکہ اس کا ذہن ایک دم ہی پرواز کرتے ہوئے بہت دور اپنے دیس پہنچ گیا وہ دیس جس کی خوشبو ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود نبیو کو بے چین رکھے ہوئے تھے اور اس پیاری سی خوشبو کے ساتھ اپنوں کی مہک بھی نبیو کی روح کے اندر اتر گئی وہ بے خود ہو گئی اور اس عالم بے خودی میں سب کچھ بھلا بیٹھی اسے یہ بھی بھول گیا کہ اب اس کی پہچان نبیو سکندر کے نام سے ہے اسے یاد رہا تو صرف یہ کہ وہ نبیو ملک ہے وہ نبیو ملک جس کے دل پر سنان کی حکمرانی تھی جو سنان کے نام کے ساتھ دھڑکتا تھا اور لگتا تھا کہ اس نام کے چھنتے ہی مر جائے گا لیکن آج ڈیڑھ سال گزر جانے کے باوجود نہ صرف زندہ تھا بلکہ شاید کافی حد تک سنان کی یادوں سے بھی خالی ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

"جانتی ہو صالح انکل اور آنٹی عائشہ اس بار پاکستان کیوں آئے ہیں؟"

وہ آج کل اپنے امتحانات میں کافی مصروف تھی یہ ہی وجہ تھی کہ پچھلے پورے ایک ہفتہ کے دوران اس کی ملاقات انکل صالح سے صرف دو چار بار ہی ہوئی تھی اور ویسے بھی وہ دونوں میاں بیوی جب سے پاکستان آئے تھے اپنی بیرونی سرگرمیوں میں ہی مصروف تھے اور عام طور پر گھر بھی کم ہی نظر آتے تھے اور اب جو اچانک شفا نے ان کے حوالے سے اسے مخاطب کیا تو اس کی کی بورڈ پر چلتی ہوئی انگلیاں یک دم ساکت ہو گئیں اور اس نے پلٹ کر شفا کی جانب دیکھا جو اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"وہ تمہارے لیے اپنے کسی بھانجے کا رشتہ لائے ہیں۔" شفا جلدی جلدی اپنی بات ختم کر کے واپسی کے لیے مڑ گئی یہ جانے بغیر کہ اس خبر نے نبیو پر کیا اثر ڈالا ہے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" نبیو اپنی کرسی کو دھکیلتے ہوئے تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور آن کی آن میں شفا کو جا لیا جو ابھی دروازے پر ہی تھی۔

"وہ ہی جو مجھے ممانے بتایا۔" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

"شفا تم تو سب کچھ جانتی ہو پھر بھی۔"

"پھر بھی کیا؟"

"پلیز شفا میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو میں سنان کے بغیر مر جاؤں گی۔" وہ سسک پڑی۔

"تم مما سے کہو کہ وہ صالح انکل کو صاف صاف منع کر دیں۔"

"مجھے لگتا ہے نبیو تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم اس سے قبل بھی جانے کتنے اچھے رشتوں کو اپنی بے وقوفی کے سبب گنوا چکی ہو میری مانو اس بار ایسی حماقت مت کرو کیونکہ گزرتا ہوا وقت تمہیں تنہا کرتا جائے گا اور بار بار

اچھے رشتے تمہارے دروازے پر دستک دینے نہیں آئے گے اس حقیقت کو تسلیم کرلو سنان تمہارا نصیب نہیں ہے پھر بھی اگر تمہیں یقین ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی شبنم آنٹی تمہارے رشتہ کے لیے آئیں گی تو میرا تمہیں بہترین مشورہ یہ ہی ہے کہ تم ان سے کہو کہ وہ فوراً آجائیں اور پاپا سے تمہارے لیے بات کرلیں ورنہ جو ہو رہا ہے اسے خاموشی سے ہونے دو۔"

شفا نے بہت ہی پیارے اور دھیمے لہجے میں اپنے سامنے کھڑی اپنی معصوم بہن کو سمجھانے کی کوشش کی جو آج بھی اس امید پر تھی کہ حالات جلد ہی بہتر ہو کر اس کے اور سنان کے حق میں ہو جائیں گے، جبکہ رحاب پچھلے دو ماہ سے اپنی امی کے گھر تھی۔ بقول سنان، جنید اس سے ملنے ایک دفعہ میں نہ گیا تھا جانے اس نے سنان سے کیوں دشمنی پال رکھی تھی یہ بات کسی کی بھی سمجھ سے بالاتر تھی، پھر بھی وہ دونوں اسی امید پر جی رہے تھے کہ رحاب کی متوقع ڈلیوری کے ساتھ ہی جنید کا دل بھی صاف ہو جائے گا اور وہ اپنے بچے کی خاطر سب کچھ بھول کر رحاب کو گھر واپس لے آئے گا اور اب جب صرف درمیان میں ایک ماہ باقی رہ گیا تھا۔ شفا کی دی ہوئی اس نئی خبر نے اسے مزید حواس باختہ کردیا۔ اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ شفا کی بات کا کیا جواب دے۔

"لیکن شفا تم اچھی طرح جانتی ہو جب تک جنید بھائی، رحاب کو گھر واپس نہیں لائیں گے۔ آنٹی کس طرح میرے رشتہ کے لیے آسکتی ہیں۔"

"تو پھر بھابی کے لیے قربانی دے دو، کیونکہ جنید بھائی اس وقت تک رحاب بھابی کو گھر نہیں لائیں گے جب تک تمہارا کہیں رشتہ پکا نہ ہو جائے۔" شفا یہ کہہ کر رکی نہیں، بلکہ تیزی سے آگے بڑھ گئی اور اس کے جاتے ہی نیہو نے فوری طور پر سنان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ جس کا آج صبح سے کوئی میسج بھی نہ آیا تھا اور اگلے ہی پل کمپیوٹر کی مخصوص آواز نے بتایا کہ آپ کا مطلوبہ نمبر فی الحال بند ہے اور پھر بار بار اس کا نمبر ملانے کے بعد نیہو مایوس ہوئی، لیکن جانے کیوں ہر تھوڑی دیر بعد وہ پھر نئی امید کے ساتھ اس کا نمبر ملاتی اور جلد ہی ناامیدی سے بند کردیتی۔ اس کے لیے ان حالات میں سنان سے رابطہ کرنا ناگزیر تھا اور اس رابطہ کی کوشش میں وہ ساری رات ہی مصروف رہی۔

☆ ☆

صالح بن محمد کا تعلق ملائیشیا کے ایک [illegible] دار گھرانے سے تھا۔ ان کے والد نا صرف کئی پاکستانی مدارس کی مالی معاونت کرتے تھے بلکہ ان ہی کی کوششوں کے سبب کئی ملائی طالب علم بھی یہاں سے عالم دین کا کورس مکمل کر کے واپس جا چکے تھے۔ اسی سلسلے میں وہ اکثر و بیشتر پاکستان آیا کرتے جہاں ان کی ملاقات احتشام صاحب کے والد ملک اکرم سے ہوگئی اور پھر یہ ملاقات جلد ہی بہترین دوستی میں ڈھل گئی اور یہ دوستی اس قدر بڑھی کہ اگلی نسل تک منتقل ہوگئی۔ احتشام صاحب اور صالح محمد کی دوستی اتنی پرانی تھی کہ نیہو نے ہوش سنبھالتے ہی ان دونوں میاں، بیوی کو اکثر اپنے گھر آتے جاتے دیکھا تھا۔ یہ جوڑا بے اولاد تھا۔ اسی سبب بچوں سے ان کی محبت فطری تقاضے کے تحت تھی۔ ویسے تو وہ ان چاروں بہن بھائیوں سے ہی بے حد محبت کرتے تھے لیکن عائشہ شروع سے ہی نیہو کے ساتھ زیادہ دلی لگاؤ رکھتی تھیں۔ وہ جب بھی پاکستان آتیں ہمیشہ نیہو کے لیے تحائف کی تعداد دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی۔ شاید دوسرے لوگوں کی طرح انہیں بھی نیہو کی خوب صورتی نے متاثر کر رکھا تھا۔ جو بھی تھا وہ دونوں میاں، بیوی نیہو کو بھی بے حد پسند تھے۔ وہ تو آج تک ملائیشیا نہ گئی تھی۔ لیکن اس کے مما اور پاپا دو بار وہاں سے ہو کر آچکے تھے اور نا صرف صالح انکل بلکہ ان کی تمام فیملی کے حسن اخلاق اور مہمان نوازی سے خاصے متاثر ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اب جو صالح محمد نے نیہو کا رشتہ اپنے بھانجے سکندر نظام کے لیے مانگا تو کسی کو بھی اس میں کوئی قباحت نظر نہ آئی۔ ماسوائے نیہو کے جو اس رشتے پر کسی بھی طور تیار نہ تھی اور اپنا یہ

انکار اس نے خود ردا تک پہنچا دیا۔ ردا نے احتشام صاحب سے مشورہ کر کے جواب کے لیے تقریباً" دو ماہ کا وقت لے لیا۔

جس کا سبب یہ بتایا گیا کہ چونکہ رحاب گھر پر موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی واپسی کے بعد اس سے مشورہ کر کے جو بھی فیصلہ ہو گا اس سے آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ ردا نے عائشہ کو بتایا کہ رحاب اپنے بچہ کے ساتھ تقریباً" ڈیڑھ سے دو ماہ تک اپنے گھر واپس آجائے گی۔ پھر ہی ہم کوئی بات کر سکیں گے۔ چونکہ وہ گھر کی بڑی بہو ہے۔ لہٰذا اس سے مشورہ کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح گھر کے دیگر افراد سے اور ان کی یہ بات نہ صرف عائشہ کی سمجھ میں آگئی' بلکہ انہیں خوشی ہوئی کہ گھر میں بہو کو اس قدر اہمیت دی جاتی ہے اور پھر جلد ہی وہ اس وعدہ کے ساتھ ملائیشیا واپس گئیں کہ انہیں جو بھی جواب دیا جائے گا وہ مثبت ہی ہو گا۔ جبکہ ردا کو خود معلوم نہ تھا کہ اس سلسلے میں ان کا جواب کیا ہو گا؟ انہوں نے بھی فی الحال اس معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اس وقت تک خاموش ہو گئیں جب تک رحاب کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہ ہو' وہ اور احتشام صاحب اس سلسلے میں جنید پر کافی دباؤ ڈال چکے تھے۔ لیکن وہ انتہائی درجہ کی ڈھٹائی کے ساتھ کان لپیٹے ہوئے تھا اور اب تو اس سلسلے میں سنان بھی کافی دلبرداشتہ ہو چکا تھا جس کا اندازہ اکثر ہی نیبو اس سے ہونے والی گفتگو سے لگا چکی تھی۔ اس کا یہ خیال بھی اب تقریباً" غلط ثابت ہو گیا تھا کہ جنید اس سلسلے میں کوئی ڈرامہ بازی کر رہا تھا۔

رحاب نے ایک خوب صورت بیٹے کو جنم دیا تھا۔ اس خبر نے سارے ہی گھر کو سرشار کر دیا۔ پہلی بار پھوپھی بننے کا احساس اسے اور شفا کو بھی نہال کر گیا۔ احتشام صاحب سمیت سارا گھر شبنم کی طرف گیا ہوا تھا۔ صرف ایک وہ ہی نہ گئی تھی۔ حالانکہ وہ بھی بھتیجا دیکھنے جانا چاہتی تھی۔ لیکن ردا اسے لے کر ہی نہ گئیں۔ اس کی ایک وجہ تو غالباً" سنان ہی تھا اور دوسری شاید جنید' جو بھی تھا اس نے خود بھی ساتھ جانے کی ضد نہ کی اور خاموشی سے اپنا کمرا بند کر کے گانے سننے کے ساتھ ساتھ اپنا اسائنمنٹ مکمل کرتی رہی اور جب شام میں یہ لوگ واپس آئے تو شفا خاصی چپ چپ تھی۔

"کیا بات ہے شفا' کیوں اتنی خاموش ہو؟" کچھ دیر تو نیبو اسے نوٹ کرتی رہی اور جب برداشت نہ ہوا تو پوچھ ہی بیٹھی۔

"کچھ نہیں یار' بس ایسے ہی جنید بھائی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"کیا ہوا جنید بھائی کو؟" نیبو کا اسائنمنٹ مکمل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا پین بند کر کے سائیڈ پر رکھا اور پوری توجہ شفا کی جانب مبذول کر دی۔ شفا کی خاموشی نیبو کے دل کو ہولائے جا رہی تھی اور کچھ انہونی کے احساس نے اسے یکدم ہی بے چین کر دیا۔

"ہونا کیا ہے' میں تو صرف ان کی ضد اور ہٹیلا پن کی بات کر رہی ہوں' جانتی ہو دو دن سے بھابھی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ ان کی حالت کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ ایسے میں شبنم آنٹی نے جانے کتنے فون جنید بھائی کو کیے۔" شفا نے بات روک کر نیبو کی جانب دیکھا۔

"تو کیا جنید بھائی اسپتال نہیں گئے؟" نیبو حیرت زدہ تھی۔

"نہیں ایک بار گئے تھے' صرف تھوڑی سی دیر کے لیے اور اس کے بعد سے اب تک نہیں گئے۔ آج بھی پاپا نے فون کیا تو کہا میں آفس سے سیدھا وہیں آجاؤں گا' لیکن پھر جانے کیا سوچا' نا صرف یہ کہ آئے ہی نہیں' بلکہ اپنا فون آف کر دیا' یقین مانو ان کی فیملی کے کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ نئے مہمان کو دیکھنے ان سب کے سامنے پاپا کی بے حد سبکی ہوئی۔ وہ تو شبنم آنٹی نے یہ کہہ کر بات سنبھال لی کہ جنید شہر سے باہر ہے۔ مجھے تو سمجھ میں نہیں آرہا نیبو کہ آخر یہ جنید بھائی کیا چاہتے ہیں۔" اپنی بات کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد اس نے نیبو سے رائے

طلب کی' جو ابھی تک یہی سوچ کر حیران تھی کہ اگر جنید بھائی اپنا بیٹا دیکھنے بھی نہیں گئے تو پھر کیسے ممکن ہو گا کہ وہ رحاب بھابھی کو آسانی سے گھر لے آئیں گے۔ یقیناً" نبیو کے اور اندازوں کی طرح یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہو گیا۔ وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی جنید بھائی کا غصہ ختم ہو جائے گا اور وہ بھاگے بھاگے رحاب بھابھی کے قدموں میں جا بیٹھیں گے غلط سمجھ رہی تھی' جانے جنید بھائی سنان سے کیوں اتنی ضد لگا رہے ہیں کہ صرف اس کی ضد میں اپنے گھر کو بھی آگ میں جھونکنے جا رہے ہیں۔ یہ سب اس نے سوچا ضرور' مگر زبان سے کچھ کہا نہ گیا' کیونکہ یہ سب باتیں شفا کے ساتھ کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ شفا نے بھی اس کی خاموشی کو محسوس کر کے مزید آگے کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور خاموشی سے کپڑے تبدیل کرنے باتھ روم چلی گئی۔

"جنید بھائی یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں؟ اور وہ کیا چاہتے ہیں۔" رات ہی آنے والے سنان کے فون نے ہر بات کو اس پر واضح کر دیا۔

"تمہیں پتا ہے یار تمہارے بھائی نے میرے لیے کیا پیغام بھیجا ہے؟" سنان کا لہجہ آج کافی تبدیل تھا۔ وہ کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ نبیو نے یہ سب شروع میں ہی نوٹ کر لیا تھا۔ لیکن پوچھا صرف اس لیے نہیں کہ وہ چاہتی تھی کہ سنان خود ہی اپنا حال دل اسے سنائے اور صرف حال چال پوچھنے کے بعد ہی وہ اپنے اصل مدعا پر آ گیا۔

"تمہیں پیغام بھیجا ہے؟" نبیو کا دل دھڑک اٹھا۔

"الٰہی خیر کرنا' جانے جنید بھائی کیا چاہتے ہیں۔"

"کیا پیغام بھیجا ہے سنان انہوں نے؟" سنان کا لہجہ بہت کچھ غلط ہونے کی نوید سنا رہا تھا۔

"وہ کہتے ہیں کہ جب تک میں ان سے معافی نہ مانگوں گا وہ رحاب اور اپنا بچہ دیکھنے گھر نہ آئیں گے۔ سوچو نبیو جب وہ میری بہن کی اس حالت میں خیریت دریافت کرنے میں اپنی انا کا سر بلند رکھے ہوئے ہیں تو وہ میری بہن کو واپس اپنے گھر کس طرح لے کر جائیں گے۔ اسی سوچ نے میری راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔" اتنے عرصہ میں پہلی بار سنان کے لہجہ میں اپنی بہن کا دکھ بول رہا تھا یا شاید اس کی بھی یہ امید آج ٹوٹ گئی تھی کہ بچے کی پیدائش جنید کو سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دے گی۔

"لیکن سنان تم نے ایسی کیا خطا کی ہے جس کی شرط جنید بھائی نے معافی رکھی ہے۔" بظاہر تو اس معافی کی وجہ ہی نبیو کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

"پتا نہیں یار ان کا کہنا ہے کہ میں نے ہمیشہ ان سے بہت بدتمیزی کی ہے۔ جس کے سبب وہ میرے گھر آنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا جب تک میں معافی نہ مانگوں وہ اپنا بچہ دیکھنے بھی نہ آئیں گے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا؟"

"کیا سوچنا ہے' میں نے امی سے کہا ہے کہ وہ بات کر لیں' پھر جس طرح جنید کہے گا میں کرنے کو تیار ہوں۔ ظاہر ہے نبیو مجھ میں اور تمہارے بھائی میں بہت فرق ہے' میں صرف اپنی ضد اور انا کی خاطر اپنی بہن کا گھر نہیں اجاڑ سکتا' جبکہ تمہارا بھائی اپنی ضد اور انا کے لیے اپنی بہن کا گھر بسنے ہی نہیں دینا چاہتا' بہرحال اب جو بھی ہو میرے لیے پہلی فوقیت میری بہن کا گھر ہے' اس کے بعد میں کچھ اور سوچوں گا۔"

"تو سنان تم بھی آج تھک ہی گئے اور منزل پر پہنچنے سے قبل ہی ہمت ہار دی۔" نبیو نے یہ سب سوچا ضرور' لیکن سنان سے نہ کہا' کیونکہ اب یہ سب کہنے کا کوئی فائدہ اسے نظر بھی نہ آ رہا تھا۔ ظاہر ہے رحاب کا گھر اجاڑ کر بھی سنان کا گھر نہ بس سکتا تھا۔ اس بات کا یقین نبیو کو وقت نے دلا دیا۔ لیکن آج سنان کے رویہ نے اسے کافی دلبرداشتہ کر دیا اور اب اسے محسوس ہوا کہ انسان کسی بھی حالت میں اپنے نصیب سے نہیں لڑ سکتا۔

"سنان تمہارا نصیب نہیں ہے۔" شفا کے کچھ ہی عرصہ قبل کہے گئے الفاظ اپنی مکمل جزئیات سمیت نبیو کو یاد

آگئے اور پھر اس نے خود کو وقت کے دھارے کے سپرد کردیا۔ اسے آج بہت شدت سے یہ احساس ہوا کہ وہ ہار چکی ہے اور یقیناً" اس کے بھائی کی بے جا ضد نے اس ہار کو اس کا مقدر بنایا ہے اور اب اس کے لیے بہتر یہ ہی تھا کہ وہ ہر معاملے میں مکمل طور پر خاموشی اختیار کرلے اور پھر اس نے ایسا ہی کیا اور جو کچھ اس کے نصیب میں درج تھا وہ خود بخود ہوتا چلا گیا۔ بنا کسی کوشش کے وہ نبیو ملک سے نبیو سکندر بنا دی گئی۔ اس تمام عمل نے اسے بے حس کردیا اور اس کے تمام احساسات بالکل مردہ ہوگئے اور وہ جو یہ سمجھتی تھی کہ سنان سے دوری اس کی موت کا سبب ہوگی۔ سب خام خیالی ثابت ہوا یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا" اگر مرتا ہے تو صرف دل اور دل کی موت ایسی موت ہے جو کسی کو نظر ہی نہیں آتی اور پھر مردہ دل کے ساتھ زندگی کا دشوار ترین سفر طے کرنا اس قدر کٹھن ہوتا ہے اس کا اندازہ بھی نبیو کو ہو چکا تھا۔

اس نے چاہا میں شیشے کو پتھر کرلوں
بن کے پتھر بھی دل نادان ٹوٹ گیا
شناسا لہجہ جب منکر ہوا وفاؤں سے
زمین چھن گئی اور آسمان ٹوٹ گیا

☆ ☆ ☆

جہاز کے لینڈ کرتے ہی اس کا دل چاہا وہ اڑ کر لاؤنج سے باہر نکل کر اپنے پیاروں کے پاس پہنچ جائے لیکن بہت کوشش کے باوجود سامان کی کلیئرنس میں ہی تقریباً" ایک گھنٹہ لگ گیا اور پھر نہایت بے قراری کے عالم میں باہر نکلتے ہی سامنے کھڑے امان کو دیکھ کر وہ خود پر قابو کھو بیٹھی امان بھی اسے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا اور گلے لگا لیا جانے کتنی دیر وہ اسی طرح امان کے گلے لگی رہی جب اسے شفا نے بازو سے پکڑ کر ہٹایا اور ہنستی ہوئی بولی۔

"ہم بھی آئے ہیں تمہیں لینے بہنا ہم پر بھی نظر کرم کرو۔" نبیو نے بنا کوئی جواب دیے شفا کو گلے لگا لیا اور ساتھ ہی اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو شوہیپر سے صاف کیا۔

"حماد نہیں آیا۔" اسے اپنے قریب سے ہی حمزہ کی آواز سنائی دی۔

"نہیں۔" مختصر جواب دے کر وہ حمزہ سے ملی اور پھر شفا سے باتیں کرتی ہوئی باہر نکلی حمزہ اور امان ٹرالی کے ساتھ کافی آگے نکل چکے تھے جبکہ وہ سب کی خیر خیریت دریافت کرتی آہستہ آہستہ شفا کے ساتھ باہر جا رہی تھی جب اچانک شفا کو بھی حماد یاد آگیا۔

"تم حماد کو کیوں نہیں لے کر آئیں؟" جواباً" وہ خاموش رہی۔ یہ تو سب جانتے تھے کہ سکندر نہیں آرہا لیکن وہ حماد کو بھی چھوڑ کر آئے گی اس کا علم کسی کو نہ تھا اسی لیے یہ خبر سب کے لیے ہی حیرت کا سبب بننے والی تھی کہ تقریباً" سوا سالہ بچہ چھوڑ کر کوئی ماں دوسرے دیس آجائے کوئی اس ماں کے دل کا حال نہ جانتا تھا جس نے اپنا صرف ایک ماہ کا بچہ خود سے دور کر رکھا تھا یہ تو صرف وہ ہی جانتی تھی کہ وہ حماد کے بغیر کسی طرح زندگی گزار رہی ہے اپنے سسرال میں تو اسے کبھی کسی کے سوالوں کا جواب نہ دینا پڑا لیکن یہاں میکے میں جگہ جگہ اس سے جواب طلبی ہوگی اس کا اندازہ اسے ایئرپورٹ پر ہی ہوگیا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ گھر سے ایئرپورٹ تک کے تمام راستے وہ خود کو لوگوں کے سوالنامہ کے لیے تیار کرتی رہی اور پھر اس کی توقع کے عین مطابق گھر جاتے ہی اسے حماد کے حوالے سے ہر ایک کو فیس کرنا پڑا۔ ویسے بھی امان کی شادی کے سلسلے میں گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔

"نبیو تمہارا بیٹا نہیں آیا۔" جیسے ہی وہ سامان رکھ کر فارغ ہوئی چھوٹی چچی حیرت کا اظہار کرتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"نہیں چچی۔ اصل میں وہ چھوٹا بہت ہے یہاں کی گرمی برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ آہستہ سے جواب دے کر

ردا کے پاس جا بیٹھی جو غالباً" مہمانوں کی فہرست بنا رہی تھیں اسے اتنے عرصہ بعد یوں اپنوں کے درمیان بیٹھنا بہت اچھا لگ رہا تھا وہ تو اب تک یقین ہی نہ کر پا رہی تھی کہ وہ اپنی سرزمین پر اپنے گھر میں موجود ہے شفا چائے کے ساتھ بہت سارے لوازمات لے آئی تھی لیکن اس کا دل کچھ بھی کھانے کو نہ چاہا اس نے چائے کا کپ اٹھا کر آہستہ آہستہ پینی شروع کی ساتھ ہی ساتھ وہ ہال میں ہونے والے تمام عمل کو بھی بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی جب اچانک اسے کسی نے پکارا۔

"ارے نبیو تم آ گئیں۔" اس نے نظر اٹھا کر مخاطب کی جانب دیکھا وہ یقیناً" رحاب تھی پہلے سے ذرا موٹی اور رنگت بھی خوب کھلی کھلی' خوب سجی سنوری رحاب پہچانی ہی نہ جا رہی تھی رحاب پر نظر پڑتے ہی یک دم اس کے سامنے گزرا ہوا کل اپنی پوری تلخی سمیت آن کھڑا ہوا اسے بالکل اپنے قریب سے ہی سنان کی درد میں ڈوبی آواز سنائی دی وہ آواز جو آج بھی اس کے خوابوں میں آ کر اس سے نیند چھین لیا کرتی تھی۔

"میرا مشورہ مانو نبیو تم سکندر سے شادی کر لو کیونکہ یہ ہی ہم دونوں کے لیے بہتر ہو گا۔" یہ آواز سنان کی ضرور تھی لیکن الفاظ اس کے نہ تھے اس کے اندر کوئی اور بول رہا تھا اسے تو مجبور کیا گیا تھا ان الفاظ کی ادائیگی کے لیے جن کے ادا ہوتے ہی اس کا سنان سے ہر رشتہ ختم ہو گیا وہ جو یہ سمجھتی تھی کہ اس کے اور سنان کے درمیان موجود دل کا رشتہ بہت ہی مضبوط اور اٹوٹ ہے اس دن پہلی بار اسے اندازہ ہوا کہ دل کے رشتے مضبوط ضرور ہوتے ہیں لیکن اتنے ہی نازک بھی جو ذرا سی ٹھیس لگنے سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں ایسا ہی کچھ نبیو کے ساتھ بھی ہوا سنان کے منہ سے نکلے ہوئے صرف ایک جملے نے اس کے حساس دل کو چھلنی چھلنی کر دیا خاموشی سے فون رکھنے تک وہ دل ہی دل میں فیصلہ کر چکی تھی کہ آج کے بعد یہ آواز دوبارہ نہیں سنی فون بند کرتے ہی وہ سنان کے لئے آخری بار تڑپ تڑپ کر روئی اس قدر کہ شفا سے سنبھالنی مشکل ہو گئی پھر اس کے ہاں کرتے ہی اگلے ہفتہ اس کا نکاح سکندر سے کر دیا گیا ر خصتی دو ماہ تک متوقع تھی تاکہ پیپر زوغیرہ تیار ہو سکیں یہ دو ماہ کا عرصہ نبیو نے ایک پتھر کی مانند گزارہ سنان نے اس دوران اس سے رابطہ کرنے کی کافی کوشش کی لیکن وہ خود تک آنے والے ہر راستے کو بند کر چکی تھی اس نے اپنا موبائل آف کر دیا اور وہ اس سلسلے میں شفا سے بھی کچھ سننے کو تیار نہ تھی۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس نے ان دو ماہ میں ایک بار بھی سنان کو یاد نہ کیا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ صرف ماں اور بہن کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوا ہے لیکن اس کی اس مجبوری نے نبیو کے دل میں ایک گرہ سی باندھ دی جو رخصتی تک دور نہ ہوئی وہ جب جب سوچتی اسے بے حد دکھ ہوتا کہ ہر شخص نے اپنے مفاد کے لیے اس کی خوشیوں کو داؤ پر لگا دیا اور ان تمام لوگوں میں سنان بھی شامل تھا یہ ہی وجہ تھی کہ رحاب کے ساتھ منسلک سنان کے رشتہ نے اس کے دل سے رحاب کو بھی دور کر دیا جبکہ جنید تو اس کے دل سے اس دن ہی اتر گیا تھا جس دن اس نے اپنی جھوٹی انا کی سربلندی کے لیے اسے ناجائز طور پر استعمال کیا تھا یہ ہی سبب تھا کہ دو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود وہ آج تک کچھ نہ بھولی تھی اب جو رحاب نے اسے مخاطب کیا تو نبیو کا دل ہی نہ چاہا کہ جواب دے وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور قریبی سوٹ کیس سے کپڑے نکالنے لگی تاکہ فریش ہو سکے۔

"نبیو تم نے شاید رحاب بھابھی کو پہچانا نہیں۔" یہ اس کی کوئی کزن تھی جو شاید اسے یہ احساس دلانا چاہ رہی تھی کہ اس کی حرکت بدتمیزی میں شمار ہوتی ہے اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے رحاب کی طرف پلٹنا پڑا رسمی سا گلے بھی ملی۔

"مجھے آئے ہوئے تقریباً" گھنٹہ ہو گیا ہے آپ شاید بازار گئی ہوئی تھیں۔" رحاب اس کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے خاصی متاثر نظر آ رہی تھی۔ جس کا اندازہ نبیو کو فوراً" ہی ہو گیا وہ جانتی تھی کہ رحاب ظاہری شان و شوکت

پر جان دینے والی عورت ہے اس خیال کے ذہن میں آتے ہی نبیو نے سوٹ کیس کھول کر اپنا جیولری باکس نکالا اور روا کے حوالے کر دیا۔

"پلیز زرا میری یہ جیولری سنبھال لیں ایک تو یہاں لوڈ شیڈنگ بہت ہوتی ہے جب آئی تھی تب بھی لائٹ نہ تھی اب پھر چلی گئی مسلسل جنریٹر کی آواز نے میرا دماغ شل کر دیا ہے اور پھر آپ نے اے سی بھی جنریٹر پر نہیں لگایا آپ کو پتا ہے میں اتنی گرمی بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتی ہمارے ہاں تو کبھی لائٹ گئی ہی نہیں ہے اور میں ہر ٹائم اے سی میں رہنے کی اتنی عادی ہو چکی ہوں کہ سمجھ میں نہیں آرہا یہاں کس طرح رہاؤں گی شکر ہوا میں حماد کو نہیں لائی ورنہ بہت مشکل ہوتی۔" اس کی گفتگو پر سکندر کا رنگ کب چڑھا اسے اندازہ ہی نہ ہوا اور اب اپنے الفاظ کی ادائیگی پر وہ خود بھی حیران رہ گئی۔ وہ اس قدر تبدیل ہو چکی تھی اسے خود بھی اندازہ نہ تھا اور اس دن پہلی رات ہی آٹھ گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ نے اسے سکندر کی یاد دلا دی۔

"تمہارا اوپن ٹکٹ ویسے تو تین ماہ کا ہے مگر مجھے امید ہے کہ تم دو ماہ سے بھی پہلے واپس آجاؤ گی کیونکہ یہاں کی سہولیات دیس میں ملنے نہیں دیتیں۔" سکندر کا فخریہ لہجہ اسے سخت برا لگا۔

"وہ دیس میرا اپنا ہے سکندر اور مجھے یقین ہے کہ یہاں کی کوئی لگژری سہولت میرے لیے میرے وطن اور اپنے پیاروں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔" لیکن ایک ہی رات میں اسے اپنا دوعا بودا محسوس ہوا جو بھی تھا ملائیشیا میں قیام کے دو سال میں اسے لوڈ شیڈنگ جیسا عذاب نہ بھگتنا پڑا تھا اور پھر یہاں کئی بار بھی شہر کے خراب حالات کے باعث اسے گھر میں محصور ہونا پڑا اسے اپنے گھر کے بوائل پانی میں بھی بو محسوس ہوتی وہ جب سے آئی تھی مسلسل منرل واٹر استعمال کر رہی تھی وہاں کی کرنسی یہاں کئی گنا بڑھ گئی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ وہ جب بازار جاتی بے دریغ خرچ کرتی اس کی شاہ خرچی نے سب کو دنگ کر رکھا تھا اور ہر دفعہ کی قیمتی شاپنگ سے رحاب کے چہرے پر آتے تاثرات اسے خوب مزا دیتے وہ جو وہاں سے سوچ کر آئی تھی کہ گھر جاتے ہی اپنے ماں باپ سے سکندر کے رویہ کا ذکر ضرور کرے گی انہیں بتائے گی کہ آپ کے ایک غلط فیصلے نے میری زندگی کو اجیرن کر کے رکھ دیا ہے اس نے تو یہاں تک سوچ لیا تھا کہ اب واپس سکندر کے پاس نہیں جانا لیکن عجیب بات تھی کہ پاکستان آتے ہی اس کا وجود دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا اس کے وجود کا ایک حصہ یہاں تھا جبکہ دوسرا وہ ملائیشیا ہی چھوڑ آئی تھی ہر گزرتا دن اس کی بے چینی میں اضافہ کا سبب بن رہا تھا وہ جو آج تک یہ سمجھتی رہی کہ اس کی زندگی حماد کے بغیر بھی گزر سکتی ہے اس کی یہ سوچ خام خیال ثابت ہوئی نا صرف حماد بلکہ یہاں آکر تو اسے اپنا وہ گھر بھی شدت سے یاد آیا جہاں پورے استحقاق کے ساتھ ایدھا براجمان تھی جو دنیا کی نظر میں کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سکندر کے لیے سب کچھ تھی اور ایک وہ خود جو سکندر کی سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شاید کچھ نہ تھی جو بھی تھا یہاں رہائش کے دوران لوگوں کی دی ہوئی عزت و احترام نے اسے یہ باور کروا دیا کہ عورت جو کچھ ہے اپنے گھر سے ہے لوگوں کی رشک بھری نظروں اور تعریفی کلمات نے اسے یہ احساس دلایا کہ اس کا سبب سکندر کی ذات ہے سچ ہے گھر کے بغیر عورت کی ذاتی حیثیت بالکل زیرو ہے اس خیال نے نبیو کو باز رکھا کہ وہ سکندر کے حوالے سے کسی سے کوئی گفتگو نہ کرے بلکہ جس طرح دنیا سمجھ رہی ہے سمجھتی رہی کیونکہ اسی میں اس کی بھلائی تھی کہ اپنی عزت خود بنائی جائے ورنہ دوسری صورت میں کوئی بھی آپ کو عزت کے لائق نہیں سمجھے گا۔

☆ ☆ ☆

"یہ لو نبیو سے بات کرلو۔" وہ ٹیرس پر بیٹھی نیچے آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے میں منہمک تھی جب اسے بالکل اپنے قریب جنید کی آواز سنائی دی اس نے پلٹ کر ایک نظر جنید پر ڈالی جو فون اس کی طرف بڑھائے منتظر کھڑا تھا کہ وہ کب اس کے ہاتھ سے لے۔

"کون ہے؟" نبیو نے سیل لیتے ہوئے آہستہ سے سوال کیا۔
"سکندر ہے تمہارا سیل شاید آف ہے اس لیے تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے میرے نمبر پر فون کرلیا۔" جنید کی وضاحت اس کے لیے حیرت انگیز تھی اسے سکندر سے کم از کم یہ توقع نہ تھی کہ اس کے سیل آف ہونے کی صورت میں وہ جنید سے رابطہ کرے گا اسی حیرت کی کیفیت میں اس نے خاموشی سے سیل اپنے کان سے لگالیا جبکہ جنید اندر کمرے میں جاچکا تھا۔
"ہیلو۔"
"کیسی ہو؟"
"ٹھیک ہوں حماد کیسا ہے؟"
"بالکل فٹ اور تمہیں بہت یاد کررہا ہے۔"
"حماد مجھے یاد کررہا ہے؟" وہ حیرت بھری سرگوشی میں بولی۔
"کیوں کیا تم اس کی ماں نہیں ہو؟" سکندر کا انداز گفتگو اس کے لیے بالکل نیا تھا وہ تو اس لہجہ کی عادی ہی نہ تھی دل تو چاہا پلٹ کر پوچھے آپ نے مجھے کب حماد کی ماں بننے دیا لیکن یہ وقت اور یہ جگہ اس بحث کے لیے قطعی نامناسب تھے بہتر یہی تھا کہ خاموش رہا جائے اور وہ خاموش ہی رہی۔
"بہرحال میں نے تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا تھا کیونکہ مجھے اندازہ ہے کہ دیس کے لوگوں کو دوسروں کے ٹوہ لینے کی بہت عادت ہے ایسے میں اگر میں تم سے رابطہ نہ کروں تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے تو تمہارے اپنے تمہارا جینا حرام کردیں گے خاص طور پر تمہاری بھابھی۔" وہ بلا تکان اپنا تجزیہ پیش کررہا تھا نبیو کو سمجھ نہ آیا کہ یہ اظہار ہمدردی تھا یا طنز بہرحال جو بھی تھا وہ سکندر کے اندازے کی اس قدر درستگی پر دنگ رہ گئی ساتھ ہی ساتھ اسے طمانیت کا احساس بھی ہوا کہ کسی بھی حوالے سے سہی سکندر نے اس کا خیال تو رکھا۔

☼ ☼ ☼

وہ شفا کے ساتھ پارلر آئی ہوئی تھی جہاں شفا اور رحاب کو اپنا ہیئر کٹ لینا تھا جبکہ نبیو وہیں قریب رکھی کرسی پر بیٹھی پارلر میں کام کرنے والی لڑکیوں کو دیکھنے میں منہمک تھی جو بڑی مشتاقی سے اپنا ہر کام سرانجام دے رہی تھیں اسی دوران اس کا سیل بج اٹھا سکندر کا نمبر دیکھتے ہی اس نے لیس کا بٹن دبا کر فون کان سے لگالیا۔
"ہیلو۔"
"تم واپس کب آرہی ہو؟" بغیر تمہید کے سکندر نے سوال کیا۔
"ابھی تو کچھ پتا نہیں ہے۔" وہ اس سوال کے لیے قطعی تیار نہ تھی اس لیے یک دم گڑبڑا سی گئی۔
"دراصل شادی کی دعوتوں کا سلسلہ جاری ہے اور سب ہی چاہتے ہیں کہ میں ان میں شریک ہو کر واپس جاؤں۔"
"ویل تمہیں تقریباً ایک ماہ سے کچھ زیادہ وقت ہوگیا ہے اسی لیے پوچھا اور ویسے بھی تمہیں حماد بہت یاد کررہا ہے۔"
"جی میں آپ کو دو تین دن تک کنفرم بتادوں گی۔" حماد کا نام سنتے ہی اس کا دل بھر آیا اور لہجہ نم ہوگیا۔
"او کے اللہ حافظ۔" فون بند کرکے اس نے ہینڈ بیگ میں رکھتے رکھتے ایک نظر سامنے مرر سے نظر آتے رحاب کے عکس پر ڈالی جس کی مکمل توجہ کا مرکز اس وقت اسی کی ذات تھی۔
"لگتا ہے سکندر بھائی تمہارے بغیر اداس ہوگئے ہیں۔" قد آدم آئینہ میں تفصیل سے اپنا جائزہ لیتی ہوئی رحاب کا انداز بالکل سرسری سا تھا۔

"آں۔ہاں۔" وہ چونک اٹھی۔
"تو پھر کب واپس جا رہی ہو؟"
"دیکھو شاید اگلے ہفتہ تک۔" واپس تو جانا ہی تھا جب یہ طے تھا تو کیوں نہ اس عزت کے ساتھ واپس جایا جائے کہ آپ کا شوہر آپ کے لیے بے قرار ہے نبیو کا جواب اس سوچ کے عین مطابق تھا جو اس نے رحاب کو دیا اور گھر آتے ہی رحاب تقریباً ایک ایک فرد کو بتا چکی تھی کہ سکندر اور حماد نبیو کے فراق میں بے تاب ہیں اور وہ چاہتے ہوئے بھی کسی بات کی تردید نہ کر سکی اگلے پندرہ دن میں اس کی سیٹ کنفرم ہو گئی اور اس نے واپسی کی راہ لی اس امید کے ساتھ کہ شاید کوئی نئی بہار اس کی زندگی میں داخل ہونے کی منتظر ہو۔

☆ ☆ ☆

فاطمہ اور رفیدا سندھا کن گئی ہوئی تھیں جہاں سکینہ کے دیور کی شادی تھی جانا تو نبیو نے بھی تھا لیکن جانے کیوں صبح اٹھتے ہی اس کی طبیعت خراب ہو گئی سر میں ہلکا ہلکا سا درد تو رات سے ہی تھا لیکن صبح ناشتا کرنے کے ساتھ ہی اسے یک دم ہی الٹیاں شروع ہو گئیں۔ الٹیوں کے ساتھ آنے والے چکر نے اسے اس قدر نڈھال کر دیا کہ اس کے لیے اٹھ کر کھڑا ہونا محال ہو گیا بجورا" فاطمہ اسے گھر ہی چھوڑ گئیں جبکہ سکندر اپنے فارم پر گیا ہوا تھا فاطمہ اسے سوپ بھی بنا کر دے گئی تھیں جو جوں کا توں فریج میں رکھا تھا اس نے صرف معمولی سا چکھا ہی تھا کہ متلی سی محسوس ہونے لگی اور پھر ڈر کے مارے اس نے ہاتھ ہی نہ لگایا فاطمہ نے ایدھا کو جاتے جاتے خصوصی ہدایت کی تھی کہ نبیو کا خیال رکھے اور اس ہدایت ہی کے تحت ایدھا نے اسے دوپہر میں فرائیڈ رائس اور شاشلک بھی بنا دیا تھا لیکن طبیعت کی خرابی کے سبب نبیو سے کچھ بھی نہ کھایا گیا اور وہ سارا دن اسی طرح کمرے میں نڈھال پڑی رہی جیسے ہی شام کے سائے گہرے ہوئے اور اندھیرا اس کے کمرے کی کھڑکی سے جھانکنے لگا وہ ایک دم ہی بے زار سی ہو گئی دل چاہا کہ فوراً" ہی کمرے سے باہر نکل جائے لہٰذا جیسے تیسے وہ اٹھ کھڑی ہوئی پاؤں میں سلیپر پہنے بالوں میں برش کر کے انہیں سمیٹ کر کیچر لگا لیا۔
"مجھے کچھ دیر باہر بیٹھ کر ٹی وی دیکھنا چاہیے۔" گھر میں پھیلے سناٹے سے گھبرا کر اس نے سوچا۔
"کیوں نہ میں ایدھا کے ساتھ باہر واک کر آؤں۔" حالانکہ اس کی ایدھا کے ساتھ اتنی دوستی نہ تھی پھر بھی اس خیال کے ذہن میں آتے ہی وہ ایدھا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی حسب معمول اس کے کمرے کا دروازہ بند تھا ویسے بھی حماد اپنی پھوپھو اور دادی کے ساتھ گیا ہوا تھا تو ظاہر ہے کہ ایدھا بھی اس کی طرح اکیلی اپنے کمرے میں ہی تھی اسی سوچ کے تحت اس نے ایدھا کے کمرے کے دروازے کا ناب گھما دیا اور تیزی سے دروازہ کھولتے ہی سامنے نظر آنے والے منظر نے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا دشوار کر دیا ایدھا اپنے کمرے میں اکیلی نہ تھی اس کے ساتھ سکندر بھی تھا ایدھا کے ساتھ ساتھ سکندر کو بھی یہ امید نہ تھی کہ نبیو اس طرح ایدھا کے کمرے میں آجائے گی کیونکہ ایدھا کوئی ڈیڑھ سال سے اس گھر میں تھی بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ ٹائم ہو گیا تھا لیکن کبھی بھی آج سے پہلے نبیو اس کے کمرے میں نہ آئی تھی دونوں کا اگر آمنا سامنا ہوتا تھا تو صرف کچن میں یا لاؤنج میں یہ ہی وجہ تھی کہ اسے اس طرح کمرے میں عین اپنے سامنے دیکھ کر سکندر اور ایدھا دونوں کے ہی حواس گم ہو گئے۔
"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ اپنے قدم گھسیٹتی سکندر کے سامنے جا کھڑی ہوئی اس کے حلق سے نکلنے والی آواز بھی خلاف توقع خاصی تیز تھی جس کی سکندر کو بالکل بھی امید نہ تھی وہ تو شاید یہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ نبیو اس طرح اس کے سامنے کھڑی ہو کر اس سے کسی بھی سلسلے میں جواب طلبی کر سکتی ہے۔
"ایسا تو آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا پھر آج کیسے اس میں اتنی جرات آگئی کہ وہ مجھ سے میرے معمولات کے بارے میں دریافت کرے شاید میرا ہی قصور تھا جو میں نے پچھلے کچھ دنوں میں اسے کچھ زیادہ ہی منہ لگا لیا تھا۔"

اس سوچ کے دماغ میں آتے ہی سکندر کے ماتھے پر پڑی تیوریوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

"واٹ ڈو یو مین؟" اس نے اپنی بھنویں اچکاتے ہوئے سخت لہجہ میں سوال کیا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو میں اس طرح کے سوال و جواب کا عادی نہیں ہوں۔" تھوڑی دیر قبل نبیو کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر سکندر کے اندر جو گلٹی سی پیدا ہوئی تھی وہ فوراً" ہی اڑن چھو ہو گئی اس نے خود کو ایسے سنبھال لیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو جبکہ ایدھا اس تمام گفتگو کے دوران باتھ روم جا چکی تھی بالکل اس طرح جیسے اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو حالانکہ سکندر کے اس جواب نے نبیو کو دو کوڑی کا کر دیا تھا پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور بدستور سکندر کے سامنے ڈٹی کھڑی رہی۔

"بے شک آپ اس طرح کے سوال و جواب کے عادی نہ ہوں گے لیکن آج آپ کو میرے اس سوال کا جواب دینا ہو گا کہ آپ اس آوارہ لڑکی کے ساتھ کس طرح گلچھرے اڑا رہے ہیں؟ آپ میں ذرا سی بھی شرم ہو تو آپ کو پتا چلے کہ یہ کتنی گھٹیا حرکت ہے جو ابھی آپ نے کی ہے۔" سکندر جیسا بھی تھا اس کا قانونی شوہر تھا اس کے بیٹے کا باپ تھا پھر وہ کس طرح برداشت کرتی کہ وہ گھر میں بدحال پڑی ہو اور اس کا شوہر اس کے بچے کی میڈ کے ساتھ عیاشی کر رہا ہو۔

"ہشو میرے سامنے سے تم جاہل قوم کی جاہل عورت تم لوگوں کو سوائے دوسروں کی کردار کشی کے کوئی اور کام بھی کرنا آتا ہے یا نہیں؟" وہ حلق کے بل چلایا اس کی تیز آواز سنتے ہی نبیو لرز گئی وہ گھر پر بالکل تنہا تھی ایسے میں اگر سکندر غصہ کی حالت میں اس سے کوئی زیادتی کرتا تو وہ اپنا بچاؤ بھی نہ کر سکتی تھی اس خیال کے تحت ہو سکتا ہے کہ وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل جاتی اگر باتھ روم سے ٹاول لپیٹ کر ایدھا باہر نہ نکل آتی اس کے شرمناک حلئے نے نبیو کو سلگا کر رکھ دیا لیکن اس سے بھی زیادہ گھٹیا اس کی وہ حرکت تھی جو اس نے نبیو کو تپانے کے لیے کی وہ اسے بالکل نظر انداز کرتی ہوئی سکندر کی جانب بڑھی اور اسے بازو سے تھام لیا۔

"کول ڈاؤن مائی ڈیئر۔" سکندر کے کندھے پر پیار سے اپنا بازو رکھتے ہوئے اس نے پچکارا اور پھر اسے ساتھ لیے نبیو کے پاس سے گزرتی باہر نکل گئی اس کی اس حرکت نے نبیو کی برداشت کو بالکل ختم کر دیا اور وہ خود پر سے اختیار کھو بیٹھی تیزی سے ان کے پیچھے باہر لپکی اور حلق کے بل چلائی۔

"چھوڑو اسے حرافہ عورت۔" وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ایدھا اردو نہیں جانتی لیکن اپنے غصہ کا اظہار اپنی زبان میں زیادہ اچھی طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے منہ سے نکلنے والے ان الفاظ کی دیر تھی کہ سکندر نے پلٹ کر ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا۔

"منع کیا تھا زیادہ بکواس مت کر لیکن تم بیچ تمہاری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی الو کی پٹھی اب بول کے دکھاؤ۔" نبیو کے سر کے بالوں کو اس نے اپنی مٹھی میں جکڑ کر زوردار جھٹکا دیتے ہوئے نفرت سے کہا خوف کے سبب نبیو کی سانس بند ہونے لگی۔

"چھوڑو مجھے پلیز مجھے چھوڑ دو۔" خود کو چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ رو پڑی لیکن اس کے رونے کا بھی سکندر جیسے پتھر دل انسان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"اب بولو اگر اپنے باپ کی اولاد ہو تو اب بکو جو تم پچھلے پندرہ منٹ سے بک رہی ہو گھٹیا عورت۔" اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر سکندر نے دیوار پر دے مارا اس کے ہونٹوں سے رستے خون کا ذائقہ اس کے حلق کے اندر تک اتر گیا دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ ننگے فرش پر آگری تکلیف کی شدت کے سبب اس کے حلق سے تیز چیخ برآمد ہوئی ساتھ ہی اس کے پیٹ میں اینٹھن سی ہوئی جس کے سبب اس کے لیے فرش سے اٹھنا محال ہو گیا اسے اب اندازہ ہوا کہ وہ صبح سے بھوکی ہے وہ اپنا پیٹ پکڑ کر بلک بلک کر رونے لگی اس کی یہ آواز سننے والا وہاں کوئی نہ تھا

ایدھا اور سکندر وہاں سے جا چکے تھے یہ جانے بغیر کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں اور وہ ساری رات اس نے ایک شدید اذیت کے عالم میں گزاری خود کو بمشکل گھسیٹتی وہ اپنے کمرے تک آئی اور بستر پر گرتے ہی بلک بلک کر رونے لگی اس کا یہ رونا، تکلیف اور تڑپ دیکھنے والا وہاں کوئی نہ تھا سوائے اللہ کی ذات کے۔ جو بندوں سے ان کے کیے گئے ہر ظلم کا حساب ضرور لیتا ہے لیکن بندہ اس بات کو نہیں سمجھتا یہ ہی وجہ ہے وہ ظلم کرتے وقت اللہ کو بھول جاتا ہے لیکن اللہ بدلہ لیتے ہوئے ظالم کو یاد ضرور رکھتا ہے اور اسے ہی شاید مکافات عمل کہتے ہیں۔

✵ ✵ ✵

نیبو نے کمرے سے باہر نکلنا بالکل ترک کر دیا تھا بس صبح میں ایک کپ چائے کے ساتھ کوکیز لے لیتی یا پھر دل کرتا تو نوڈلز بنا لیتی ورنہ سارا دن کمرے میں پڑی رہتی اپنی تکلیف سے بڑھ کر احساس ذلت تھا جو اسے کمرے سے باہر نکلنے بھی نہ دیتا اس کی بھوک و پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی وہ خود میں ایدھا کا سامنا کرنے کی ہمت نہ پاتی تھی ایدھا اس دن سے مسلسل اس کے لیے دوپہر میں کھانا رکھ جاتی تھی لیکن نیبو کا دل ہی نہ چاہتا کہ وہ اس کھانے کو ہاتھ لگائے یہ ہی وجہ تھی کہ ایک دن کا کھانا اگلے دن دوپہر تک جوں کا توں پڑا رہتا جو ایدھا واپس لے جاتی اور پھر سے تازہ کھانا رکھ جاتی اس واقعہ کے تقریباً چار دن بعد رفیدا اور فاطمہ بھی واپس آگئیں فاطمہ جس دن سندھا کن گئی تھیں نیبو کی طبیعت اس دن بھی خراب تھی یہ ہی وجہ تھی کہ سامان رکھ کر ہاتھ منہ دھوتے ہی وہ نیبو کے کمرے میں آگئیں۔ جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"کیا ہوا تم نے لائٹ کیوں نہیں جلائی۔" فاطمہ نے ٹٹول کر سوئچ بورڈ سے ٹیوب لائٹ کا بٹن آن کیا اور ایک سیکنڈ میں ہی کمرا دودھیا روشنی میں نہا گیا سامنے ہی بیڈ پر آڑی ترچھی نیبو پڑی تھی جس کی دھونکنی کی مانند تیز چلتی سانسوں کی آواز اتنی دور سے بھی واضح سنائی دے رہی تھی۔ فاطمہ تیزی سے آگے بڑھیں اور نیبو کے چہرے پر بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹا اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا جو بخار کی شدت سے سلگ رہا تھا وہ گھبرا اٹھیں اور اسے چھوڑ کر تیزی سے باہر کی جانب لپکیں۔

"ایدھا۔۔۔ ایدھا۔" سکندر گھر واپس آ چکا تھا اور برآمدے میں رفیدا کے قریب ہی بیٹھا شادی کا احوال سن رہا تھا ایک دم جو گھبراہٹ کے عالم میں کمرے سے باہر آتی فاطمہ کو دیکھا تو خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا اماں خیریت تو ہے؟؟"

"خیریت کہاں؟ جانتے ہو نیبو سخت بخار میں پھنک رہی ہے اور تمہیں اتنا بھی ہوش نہیں کہ اسے ڈاکٹر کے پاس ہی لے جاتے۔" فاطمہ غصہ سے چلائیں۔

"ہفتہ والے دن بھائی صالح اس سے ملنے آ رہے ہیں اور اس کی حالت دیکھو تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی مردہ ہو لوگ کیا سمجھیں گے ہم نے اسے بھوکا مار رکھا ہے۔" فاطمہ کی پریشانی ان کے لہجہ سے ہویدا تھی۔

"ہاں تو آنے دو ماموں صالح کو وہ خود دیکھ لیں ایک بیمار مریضہ جو انہوں نے پاکستان سے لاکر ہمارے پلے باندھ دی ویسے بھی اماں برا نہ منانا وہ تو جس دن سے شادی ہو کر یہاں آئی ہے ایسی ہی گم صم ہے لگتا ہے اسے ہم پسند ہی نہ آئے تھے بلکہ میرا تو خیال ہے وہ یہاں شادی پر راضی ہی نہ تھی۔" رفیدا نے اپنے بھائی کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"دراصل میں ماموں صالح نے کوئی فکر و گر تو دیکھا نہیں بس نری گوری چمڑی لاکر میرے متھے منڈھ دی اور اب جو میں ان کا لایا ہوا تحفہ بھگت رہا ہوں تو میرے خیال میں اس سلسلے میں انہیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے۔" سکندر کی ڈھٹائی پورے عروج پر تھی۔

"پھر بھی سکندر جو بھی ہے وہ تمہاری بیوی ہے ذمہ داری ہے وہ تمہاری۔" جانے کیوں آج فاطمہ کے اندر نیبو

کی ہمدردی جاگ رہی تھی۔

"اماں تم کو پتا تھا مجھے بھرے بھرے جسم کی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں یہ سوکھی چڑی تو مجھے کبھی بھی پسند نہ آتی پھر بھی تم نے ماموں صالح کے کہنے پر مجھے یہاں پھنسایا۔" اور سکندر کے ان الفاظ نے اندر پڑی نبیو کو سلگا کر رکھ دیا بے عزتی اور ہتک کے شدید احساس نے اس کے اعصاب کو سن کر دیا وہ جو بچپن سے اس خیال میں زندہ تھی کہ حسن اس کی پہچان ہے آج یہ خیال ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔

"حسن دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے۔" بہت پہلے کہیں پڑھا ہوا یہ جملہ آج شدت سے اسے یاد آیا اور وہ سسک پڑی۔

"جس سے محبت کی جائے وہ دنیا کا حسین ترین انسان ہوتا ہے۔ ہماری محبت دیکھنے والے کو حسن بخشتی ہے۔" ایسا محسوس ہوا جیسے سنان اس کے کان کے قریب گنگنایا ہو وہ چونک اٹھی بمشکل آنکھیں کھولیں اور تکیہ سے سر اٹھایا سارا کمرا بھائیں بھائیں کر رہا تھا جبکہ باہر سے سکندر اور رفیدا کی مسلسل آوازیں سنائی دے رہی تھیں جانے سکندر کیا کہہ رہا تھا کیونکہ اب وہ ملائی میں بات کر رہا تھا جو نبیو کو سمجھ تو آتی تھی لیکن اس کے تیز تیز بولتے جملے اس کیفیت میں وہ سمجھ نہ پا رہی تھی البتہ ہر جملے کے ساتھ رفیدا کی بے اختیار ہنسی اسے اپنی ذات کی تذلیل محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے رفیدا اس پر ہی ہنس رہی ہو اور پھر یہ آوازیں یک دم بند ہو گئیں اور باہر خاموشی طاری ہو گئی اور اگلے ہی سیکنڈ میں فاطمہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئیں وہ خاموشی سے آنکھیں موندے لیٹی تھی آنسو ایک لکیر کی شکل میں اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

"نبیو" فاطمہ نے بالکل قریب آ کر اسے پکارا۔

"سکندر گاڑی نکال رہا ہے تم کپڑے تبدیل کر کے باہر آ جاؤ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤں۔" فاطمہ نے آہستہ سے اسے کندھے تھام کر ہلایا وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی بمشکل اپنے وجود کو گھسیٹتی الماری سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی سنک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے بے اختیار اس کی نظر سامنے لگے آئینہ میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی زرد چہرہ اندر دھنسی آنکھیں جن کے گرد کالے حلقے نمایاں تھے یہ تو وہ نبیو ہرگز نہ تھی جسے وہ جانتی تھی جانے وہ ہنستا مسکراتا خوبصورت چہرہ کہاں گم ہو گیا اس وقت تو سامنے نظر آنے والا چہرہ کسی مردے کے چہرے سے بھی بدتر تھا۔

"سکندر صحیح کہتا ہے کیا ہے مجھ میں جو کوئی شخص مجھ سے محبت کرے میں ایسی تو نہ تھی پھر مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔" اپنی حالت پر تاسف زدہ وہ کمرے سے باہر نکلی گھر کے عین سامنے سکندر گاڑی لیے کھڑا تھا فاطمہ بھی اس کے ساتھ تھی وہ خاموشی سے پچھلا دروازہ کھول کر ڈھے سی گئی سکندر اور فاطمہ جانے آپس میں کیا بات کر رہے تھے اس نے سننے کی کوشش ہی نہ کی اور بددلی سے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں اور تقریباً پندرہ منٹ کے اندر ہی وہ ایک مشہور سرکاری اسپتال میں موجود تھی جہاں آتے ہی اکثر اسے اپنے ملک کے سرکاری اسپتال یاد آ جاتے جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا جبکہ یہاں کی گورنمنٹ اپنے عوام کو تمام تعلیمی اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے کی ذمہ دار تھی جس کا واضح ثبوت وہاں کے سرکاری اسپتال اور اسکول تھے اسپتال کی ایمرجنسی میں آئے اسے بمشکل پندرہ سے بیس منٹ ہی ہوئے تھے جب اس کے تمام ٹیسٹ لے لیے گئے اور پھر جلد ہی اس کی تمام میڈیکل رپورٹس بھی آ گئیں اس تمام عرصہ میں سکندر سخت بے زار کن صورت بنائے اس کے قریب ہی کرسی پر براجمان تھا جبکہ فاطمہ باہر تھی۔

"مبارک ہو مسٹر سکندر آپ کی بیوی امید سے ہے۔" ٹیبل کے سامنے بیٹھی لیڈی ڈاکٹر نے تمام رپورٹس کا جائزہ لینے کے بعد سکندر کو مقامی زبان میں مخاطب کیا۔

"پریگننٹ۔" اسے یکم دم شاک سا لگا وہ تو جب سے پاکستان سے آئی تھی مسلسل منصوبہ بندی کی گولیاں استعمال کر رہی تھی پھر یہ سب کیسے ہو گیا وہ پریشان ہو اٹھی اور اس کی یہ پریشانی فاطمہ اور سکندر سے چھپی نہ رہ سکی۔

"کیا تم یہ بچہ نہیں چاہتیں؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی سکندر نے قدرے چبھتے ہوئے انداز سے نبیو سے سوال کیا اور یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب چاہتے ہوئے بھی نبیو وہاں نہ دے سکی۔

"میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔" تلخی سے جواب دے کر اس نے اپنی نظر کھڑکی سے باہر دوڑتے بھاگتے نظاروں پر لگا دی ہلکی ہلکی برستی بارش باہر کے مناظر کو بہت خوبصورتی بخش رہی تھی لیکن آج نبیو کو کچھ بھی اچھا نہ لگ رہا تھا اس کے دل کا موسم خزاں زدہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ باہر کا موسم بھی صرف اس وقت ہی اچھا لگتا ہے جب آپ کے اندر کا موسم اچھا ہو اور پھر گھر پہنچتے ہی اس نے پہلی فرصت میں ربیعہ کو کال ملا کر ساری بات بتائی۔

"اوہ مبارک ہو۔" ربیعہ نے خلوص دل سے اسے مبارک دی جسے نبیو نے بالکل نظر انداز کر دیا ربیعہ کو ساری بات بتانے کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا جو وہ سمجھی تھی نبیو کے پاس سوائے ربیعہ کے کوئی ایسا ساتھی نہ تھا جس سے وہ اپنا اتنا اہم مسئلہ ڈسکس کر سکتی۔

"مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"مجھے ابارشن کروانا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے تمہیں فون کیا ہے۔"

"پاگل ہو گئی ہو تم بھلا تم خود سوچو تم دونوں میاں بیوی کے کسی بھی پرابلم سے اس معصوم جان کا کیا تعلق ہے جو ابھی دنیا میں آئی بھی نہیں ہے۔" ربیعہ نے اسے سمجھاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"تم نہیں جانتیں ربیعہ میں نے حماد کی پیدائش سے لے کر آج تک کا وقت کتنی اذیت سے گزرا ہے۔ ابھی تو میں اس اذیت ہی کی عادی نہیں ہو سکی ہوں تو بتاؤ بھلا مزید تکلیف کیسے بھگت سکوں گی میرا یقین کرو ربیعہ پورے نو ماہ کی تکلیف برداشت کر کے اپنا بچہ کسی دوسرے کے حوالے کرنا کس قدر اذیت ناک عمل ہے تم کبھی نہ جان سکو گی کیونکہ تم اس تکلیف سے نہیں گزریں۔" وہ سسک رہی تھی اس کے لہجہ میں بولتا دکھ ربیعہ کا دل چیر رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی ایسا جملہ نہ تھا جس سے وہ اس ہجر کی ماری ماں کو تسلی دے۔ لیکن جو بھی تھا نبیو کے دکھ اور تکلیف نے اسے بھی رلا دیا۔ بے شک وہ بھی یہاں پردیس میں اپنے گھر والوں سے دور تن تنہا تھی لیکن اس کے ساتھ عبدالوہاب اور اس کے دو پیارے پیارے بچے تھے جبکہ نبیو تو بالکل ہی تہی دامن تھی۔

"اگر تم میری اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتیں تو میں سامنے والی شوبھا سے بات کر لیتی ہوں۔" اس کی مسلسل خاموشی سے اپنا مطلوبہ نتیجہ حاصل کرتی ہوئی نبیو بولی۔

"دیکھو نبیو جو تم چاہ رہی ہو وہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔"

"تو پھر تم بتاؤ حل کیا ہے۔" جواباً وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"میری مانو تم اس سلسلے میں انکل صالح سے بات کرو انہیں اپنا تمام مسئلہ بتاؤ انہیں ہر وہ بات بتاؤ جو تمہارے دل کے اندر ہے اپنے ساتھ سکندر کا رویہ ایدھا اور سکندر کے تعلقات اور حماد کی خود سے دوری جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ یقیناً اس سلسلے میں تمہاری مدد کریں گے کیونکہ یہاں سارے خاندان میں ان کی کافی سنی جاتی ہے۔" ربیعہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"یاد رکھو نبیو ظلم کرنے سے زیادہ گناہ گار وہ ہے جو ظلم سہتا ہے اپنی خاموشی کو ختم کرو کب تک اس احساس کے ساتھ اپنی ہر بے عزتی برداشت کرو گی کہ کہیں تمہارے حالات لوگوں کو تم پر نہ ہنسائیں بی بی نبیو اپنے اندر

ہمت پیدا کرو' حالات کا مقابلہ کرنے کی اور یہ عہد کرو کہ کچھ بھی ہو جائے تم نے اپنا یہ بچہ سکندر کے حوالے نہیں کرنا اور اس کے لیے ابھی سے کوشش کرو۔" ربیعہ نے اسے ایک نیا راستہ دکھایا۔ یہ سب تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا اب جو ربیعہ نے سمجھایا تو اسے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔

"ہاں شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" ربیعہ کی حوصلہ افزائی نے اس کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔

"مجھے انکل صالح سے ضرور بات کرنی چاہیے۔"

"ہاں ضرور کرو اور اگر پھر بھی تمہارے مسئلے کا حل نہ نکلے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" فون رکھتے رکھتے اس نے نبیو کو ہر ممکن تسلی دی۔

☆ ☆ ☆

تمہارے یوں بچھڑنے کا مداوا ہو بھی سکتا تھا
ذرا جو تم ٹھہر جاتے کوئی تدبیر کر لیتے

سنان اپنی آنکھوں پر بازو رکھے پچھلے ایک گھنٹہ سے اسی پوزیشن میں لیٹا ہوا تھا۔ بظاہر تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سو چکا ہو۔ لیکن اس کے مسلسل ہلتے پاؤں اس امر کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ جاگ رہا ہے۔ شبنم دوبارہ اسے اسی حالت میں لیٹا دیکھ کر دروازے سے واپس پلٹ گئی تھیں۔ لیکن اب جو تیسری بار انہوں نے اندر جھانکا تو اسی سابقہ پوزیشن میں اسے لیٹا دیکھ کر وہ واپس نہ پلٹ سکیں اور اندر داخل ہو کر اس کے بالکل سر کے قریب جا پہنچیں۔

"سنان۔۔۔" انہوں نے ہولے سے پکارا۔ کچھ دیر جواب کا انتظار کیا۔ کوئی رسپانس نہ پا کر وہ بے اختیار اس کا بازو ہلا بیٹھیں۔

"سنان۔۔۔"

"جی۔۔۔" اس نے اس پوزیشن میں لیٹے لیٹے جواب دیا۔

"کھانا کھا لو بیٹا دوپہر کے تین بج گئے ہیں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس کی سابقہ پوزیشن برقرار تھی۔ اس کے انکار کے بعد مزید بحث کرنا بے کار تھا۔ شبنم جانتی تھیں کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو اب اس سے ہاں کروانا مشکل ہے۔ کیونکہ پچھلے کچھ سالوں سے وہ پہلے والا سنان نہ رہا تھا جو اپنی ماں کی ہر بات پر ہاں کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا اور یقیناً" اس سب کی ذمہ دار وہ خود ہی تھیں۔ کچھ دیر تو وہ اس کے انکار کے بعد بھی کھڑی رہیں۔ لیکن جب کوئی ردعمل سنان کی طرف سے نہ ملا تو تھکے تھکے قدموں سے واپسی کے لیے پلٹ گئیں۔ ابھی دروازے تک نہ پہنچی تھیں کہ اپنے پیچھے انہیں سنان کی آواز سنائی دی۔

"ایک منٹ امی رکیے گا۔" وہ فوراً" رک گئیں اور پلٹ کر دیکھا سنان بیڈ سے پاؤں لٹکا کر بیٹھا ہوا تھا۔ شبنم اس کے پاس جا کھڑی ہوئیں۔

"کیا ہوا بیٹا بولو۔" بے قراری ان کے لہجہ میں جھلک رہی تھی۔ انہیں پکارنے والا بالکل ساکت ہو چکا تھا جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ۔

"سنان تم کچھ کہہ رہے تھے۔" شبنم نے بے اختیار اس کے کندھے کو پکڑ کر ہلایا۔

"آں۔۔۔ ہاں۔" وہ چونک اٹھا۔ نظر اٹھا کر ماں کی جانب تکا۔ اس کی لال سرخ آنکھوں میں پانی سا تیر رہا تھا۔ کسی خیال کے تحت شبنم شرمندہ سی ہو گئیں۔

"کیا بات ہے بیٹا بولو۔" نہ چاہتے ہوئے بھی نمی ان کے لہجہ میں گھل گئی۔

"امان کی شادی میں نبیو آپ سے ملی تھی۔؟" یہ کیسا سوال تھا شبنم کو امید نہ تھی کہ سنان ان سے نبیو کے بارے میں کوئی بات کرنے والا ہے۔ وہ گڑبڑا سی گئیں۔ سمجھ ہی نہ آیا کیا جواب دیں۔

"ہاں ملی تو تھی کیوں کیا ہوا؟"

"نہیں بس ایسے ہی پوچھ لیا' پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگ رہا ہے وہ اپنے گھر میں خوش نہیں ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

محسوس تو شبنم کو بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ لیکن جب انہوں نے رجاب سے یہ ذکر کیا تو اس نے فوراً" سے بیشتر ان کے اس خیال کو رد کر دیا۔

"یہ صرف آپ کی فضول سوچ ہے۔ وہ اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ ہر دوسرے دن سکندر بھائی کا اسے فون آتا ہے اور پھر ایسا شوہر کہاں ملے گا جو بیوی کے پیچھے اس کا بچہ سنبھال رہا ہو اور بیوی مزے سے گھوم پھر رہی ہو اور ہاں پلیز اب آپ یہ الٹی سیدھی باتیں سنان کے سامنے مت کیجئے گا۔"

اتنے سال گزرنے کے باوجود رجاب کے لہجہ میں آج بھی نبیو کے لیے موجود حسد جھلک رہا تھا۔ اس دن کے بعد انہوں نے دوبارہ اس نہج پر سوچا بھی نہ تھا تو پھر یہ بات سنان تک کیسے پہنچی جہاں تک انہیں یاد پڑتا تھا سنان تو نبیو سے ملا بھی نہ تھا اور وہ بھی ان کے گھر ہونے والی دعوت میں بھی شریک نہ ہوئی تھی۔ پھر سنان نے اتنی گہرائی تک کیسے سوچا۔

"تم ملے تھے نبیو سے؟" اپنے اندر کی خلش ان کی نوک زبان پر بھی آگئی۔

"آپ کو امید ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد وہ مجھ سے ملے گی۔" الٹا وہ ان سے سوال کر بیٹھا' جس کا جواب شبنم کے پاس نہ تھا۔

"آپ اسے نہیں جانتیں امی وہ بہت ضدی لڑکی ہے' ایک بار جو چھوڑ دیا سو چھوڑ دیا۔ وہ ست ضرور ہے' لیکن اگر کسی مقصد کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھ لے تو ہار نہیں مانتی اور پھر میرے پاس تو خود اتنی ہمت نہ تھی کہ میں اسے فیس کر سکتا۔ آپ تو اچھی طرح جانتی ہیں نا کہ میں نے آپ سب کے کہنے پر کس طرح اس کا دل توڑا تھا اور مجھے یقین تھا کہ جو کچھ میں اس سے کہہ رہا ہوں اس سب کے بعد میں کبھی بھی دوبارہ اس سے بات نہ کر سکوں گا پھر بھی میں نے وہ سب کیا جسے کرنے پر میرا دل اور ضمیر دونوں آمادہ نہ تھے۔" وہ تھکے تھکے لہجہ میں بولا' شبنم چور سی بن گئیں۔

"میں نے اسے ایک' دو بار باہر دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کی شادابی نچڑ گئی ہے۔ آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی ہے۔ وہ بہت نڈھال تھی۔ ہنسی اس کے لبوں تک آنا بھول گئی ہے۔ بہت کمزور ہو گئی ہے امی وہ۔" وہ ایک جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔ اس کے الفاظ قطرہ قطرہ بن کر شبنم کے دل میں اتر رہے تھے۔ کاش جنید اور رجاب اپنی ضد میں میرے بچے کی خوشیاں داؤ پر نہ لگاتے۔ کیا ملا ان دونوں کو میرے معصوم بچے کا دل اجاڑ کر' لیکن شاید نبیو اس کا نصیب ہی نہ تھی۔ ورنہ یہ سب کچھ اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا ہو گیا۔ اس کو کہتے ہیں اللہ کے رضا اور نصیب کا لکھا جس کے آگے انسان بالکل بے بس ہو جاتا ہے اور اس سوچ نے ان کے دل کو ڈھارس دینے میں مدد دی۔

"تمہارے ماموں کا فون آیا تھا۔" ضروری تھا کہ سنان کا دھیان کسی اور طرف لگایا جائے۔

"وہ رخصتی کے بابت دریافت کر رہے تھے کہ کب تک ارادہ ہے۔"؟ انہیں یہ ہدایت بھی رجاب نے ہی دی تھی کہ سنان کو جلد از جلد مریہ کے پاس بھیج دیں۔ تاکہ اس کا دل بہل سکے۔ کیونکہ سنان کی یہ کھوئی کھوئی سی کیفیت کسی سے بھی پوشیدہ نہ تھی۔ اس کے قریبی سب لوگ ہی جانتے تھے کہ وہ نبیو کے فراق میں دنیا داری بھول چکا ہے۔ آج بھی اس کے دل سے نبیو کی یاد نہیں گئی۔ وہ ابھی بھی اس کے حصار محبت میں گرفتار ہے اور

اس کا آسان حل یہی نظر آرہا تھا کہ جلد از جلد اس کی شادی کردی جائے۔ تاکہ وہ گھرداری میں الجھ کر اپنے ماضی سے پیچھا چھڑا سکے۔ حالانکہ ماضی ایسی چیز ہے جو انسان کا پیچھا اتنی آسانی سے نہیں چھوڑتا۔ مگر یہ بات سب کی سمجھ میں نہیں آتی۔

"آپ کا جب دل چاہے یہ کارِ خیر انجام دے دیں۔ کیونکہ مجھے اس تمام سلسلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پاؤں میں سلیپر پہنے اور بڑے بڑے ڈگ بھرتا دروازہ کھول کر کمرے سے اور پھر گھر سے ہی باہر نکل گیا۔ اسے جاتا دیکھ کر شبنم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے اختیار ان کے دل سے دعا نکلی۔

"اے خدا میرے بیٹے کے نصیب میں بھی سچی خوشیاں لکھ دے۔ وہ خوشیاں جو اس سے روٹھ گئی ہیں' اس کے نصیب کی روٹھی خوشیوں کی ذمہ دار بھی میں ہی ہوں' میری بدنصیبی کہ بیٹی کا گھر بسانے کے لیے بیٹا کا دل اجاڑ دیا۔ میرے مالک مجھے معاف کرنا۔" دعا کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

☆ ☆ ☆

نبیو کے فون کرنے کے دو دن بعد ہی صالح محمد اور عائشہ فاطمہ کے گھر آن موجود ہوئے۔ ان کا غصہ سے سرخ چہرہ اور اکھڑا اکھڑا انداز فاطمہ کو سمجھا گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ ویسے بھی صالح محمد نا صرف ان سے بڑے تھے بلکہ اپنی بارعب شخصیت کے باعث سارے خاندان میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اس طرح بغیر اطلاع آمد فاطمہ اور گھر کے دیگر افراد کے لیے اچنبھے کا باعث تھی۔

"مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم اتنی ظالم بھی ہو سکتی ہو۔"

فاطمہ کے سلام کے جواب میں انہوں نے کھڑے کھڑے ہی انہیں تاڑ دیا۔

"بھلا پرائے دیس سے ایک بچی لا کر اس کے ساتھ ایسا سلوک بھی روا رکھا جا سکتا ہے' جو تم سب نے مل کر نبیو کے ساتھ کیا۔ مجھے تو شرم آتی ہے تمہیں اپنی بہن کہتے ہوئے۔" وہ صوفہ پر بیٹھنے کے بعد بھی مسلسل بول رہے تھے۔ غصہ کی شدت سے ان کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ماموں کے ہم نے ایسا کیا کردیا جو آپ آتے ہی اتنا غصہ کر رہے ہو۔" فاطمہ تو خاموشی سے سر جھکائے کھڑی تھیں' لیکن رفیدا جو ماموں کی آمد کی اطلاع سن کر ابھی بھی الاؤنج میں آئی تھی۔ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی اور فوراً" ہی بول پڑی۔ اس کے اس طرح بولنے کا صالح محمد نے سخت برا منایا۔ جس کا اندازہ ان کے چہرے کے بگڑے زاویے کو دیکھ کر بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

"تم خاموش رہو رفیدا ہم تم سے بات نہیں کر رہے۔" رفیدا کی دخل اندازی عائشہ کو بھی پسند نہ آئی اور انہوں نے فوراً" ٹوک دیا۔

"یہ اس گھر کی ممبر ہے مامی اور آپ اس سے اس لہجہ میں بات نہیں کر سکتیں۔" سکندر نے ایک نظر رفیدا کے شمت زدہ چہرے پر ڈالی اور پھر فوراً" پلٹ کر عائشہ کو جواب دیا۔

"اور تم لوگ سب کر سکتے ہو؟" عائشہ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"میں آپ کی بات سمجھا نہیں' آپ ذرا کھل کر بتائیں' کیا کہنا چاہتی ہیں۔" سکندر کی بے نیازی پورے عروج پر تھی۔

"پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ یہ سامنے کھڑی لڑکی کون ہے؟" صالح محمد نے عائشہ کو اشارے سے خاموش کرواتے ہوئے دروازے میں کھڑی ایدھا کی سمت دیکھا۔ جس کا مختصر لباس انہیں مجبور کر رہا تھا کہ اس کے متعلق کی جانے والی گفتگو کے دوران بھی اس کی طرف نگاہ اٹھانے سے گریز کیا جائے۔

"حماد کی میڈ۔" جواب سکندر کے بجائے رفیدا کی جانب سے آیا۔

"لیکن مجھے تو یہ میڈ سے زیادہ کچھ اور دکھائی دے رہی ہے۔"
"میں آپ کا مطلب پھر نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔"
"اس عورت کا حلیہ میڈ سے زیادہ دھندا کرنے والی جیسا ہے۔" اب انکل صالح سے مزید برداشت نہ ہوا اور وہ تڑخ کر بولے۔
"ماموں آپ جو بات کرنے آئے ہیں وہ کریں۔ میرے گھر کے کسی بھی فرد کی کردار کشی کا آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔" سکندر نے بات کرنے کے دوران ایدھا کو بھی کمرے میں واپس جانے کا اشارہ کر دیا۔
"دیکھو فاطمہ بات صرف اتنی ہے کہ ایدھا اور سکندر کے درمیان جو بھی تعلق ہے وہ اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔" صالح محمد کے ان الفاظ نے کمرے میں موجود تمام لوگوں کے چہرے کی رنگت کو یکسر تبدیل کر دیا۔ کسی کو امید نہ تھی کہ وہ اس طرح کھل کر اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔
"اول تو شرعی اور قانونی لحاظ سے یہ تعلق ناجائز ہے۔ دوم تم اس تعلق کے نتیجہ میں یہ اپنی بیوی کی حق تلفی کر رہا ہے۔ جس کا اسے قطعی احساس نہیں ہے اور نہ ہی تم اسے اس غلطی کا احساس دلا رہی ہو۔ جبکہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کیونکہ تم اس کی ماں ہو۔"
"پہلے تو مجھے یہ بتائیں کہ آپ سے یہ سب بکواس کس نے کی ہے؟" سکندر نے نبیو کی جانب تکتے ہوئے زہر خند لہجہ میں کہا۔
"جس نے بھی کہا تم وہ چھوڑو صرف یہ بتاؤ کیا یہ سب غلط ہے۔ کیا تم نے ایک ماں کی گود اجاڑ کر ڈیڑھ' دو ماہ کا بچہ اس عورت کے حوالے نہیں کیا؟ جواب دو میری ان سب باتوں کا۔"
"میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ وہ حماد کی میڈ ہے۔"
"میڈ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بچہ کو ماں سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا جائے۔ بہرحال اب تک جو بھی ہوا وہ سب ہو گیا۔ لیکن آئندہ تم مجھے نبیو کا سرپرست سمجھنا اور یاد رکھنا یہ اب میری ذمہ داری ہے اور اس کے سلسلے میں ہونے والی کسی بھی شکایت کی باز پرس میں خود تم سے کروں گا۔ کیونکہ اللہ کے سامنے اس پر کی جانے والی ہر زیادتی کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں نے ہی تمہاری نیک نیتی کی گواہی دے کر اس کے باپ سے یہ رشتہ مانگا تھا۔"
بات کرتے کرتے صالح محمد اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی عائشہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"اور ایک بات اور آئندہ اگر تم لوگوں نے اس بچی سے کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی تو میں اپنا اور تمہارا رشتہ بھول جاؤں گا اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم لوگوں کو عدالت میں گھسیٹنے پر مجبور ہو جاؤں۔" سکندر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ فاطمہ بالکل خاموش تھیں جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔
"ماموں آپ اطمینان سے بیٹھیں اور کھانا کھا کر جائیں۔" رفیدا نے آگے بڑھ کر صالح محمد کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔
"نہیں رفیدا پہلے یہ صرف میری بہن کا گھر تھا۔ لیکن اب بیٹی کا بھی ہے اور میں بہن بیٹی کے گھر سے پانی پینا بھی پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے اپنا ہاتھ چھڑوا کر رفیدا کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔
"اور ہاں فاطمہ اب اس بچی کی گود خالی کرنے سے پہلے ہی سوچ لینا کہ اس کا باپ بھی یہاں موجود ہے۔" صالح محمد نے آگے بڑھ کر نبیو کے سر پر ہاتھ رکھا جو قریبی صوفے پر سر جھکائے خاموش بیٹھی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ صالح محمد کے اس محبت بھرے اظہار نے اس کے دل کو مزید دکھی کر دیا اور اس کی آنکھیں پانی سے لبالب بھر گئیں۔
"اور ایک آخری بات سکندر تمہیں اور بتا دوں' کسی بھی قانون کے تحت تم اپنی پاک باز اور نیک بیوی سے اس

کے بچے چھین کر ایک بے لباس اور فاحشہ کے حوالے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو تربیت یہ اپنے بچوں کی کر سکتی ہے وہ ایدھا کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر یقین نہ ہو تو کسی بھی عدالت میں اس بات کو ثابت کر کے دکھا دینا چلو عائشہ۔" عائشہ کو پکارتے ہوئے وہ شیشے کا دروازہ کھول کر لاؤنج سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر نکلنے کے کچھ دیر تک تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ان کو سمجھ ہی نہ آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ ماحول پر ایک سکوت سا طاری ہو گیا تھا جسے رفیدا کی آواز نے توڑا اور سب ہی یک دم ہوش میں آگئے۔

"ماں تم کو آج کل بہت ہمدردی ہو رہی تھی اس سے اب بھگتو۔" یہ کہہ کر وہ کمرے میں رکی نہیں کچھ گنگناتی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی اگلے ہی پل سکندر اور فاطمہ بھی اس کے پیچھے ہی چل دیے نبیو خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی ربیعہ کے کہنے پر صالح محمد سے بات کرنے کا اس نے رسک ضرور لے لیا تھا لیکن یہ نہ جانتی تھی کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے۔ صالح محمد کی آمد کا ردعمل رات ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہونا شروع ہو گیا شام کو ہی سکینہ اپنے بیٹے کبیر کے ساتھ آگئی کچھ دیر بعد ہی عمر اور روزینہ بھی پہنچ گئے غالباً" ان کی یہ آمد فاطمہ یا سکندر کی طرف سے کیے جانے والے فون کال کا نتیجہ تھا۔ آتے ہی ان کا زور زور سے بولنا اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ تمام بات سے بخوبی آگاہ ہیں نبیو کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے باہر ہونے والی ہنگامہ آرائی اس کے کمرے تک آرہی تھی۔

"اس کی اتنی جرات کیسے ہوئی کہ اس نے ماموں کو فون کر کے سکندر کی کردار کشی کی۔" سکینہ کا اشارہ یقیناً" اسی کی جانب تھا۔

"معاف کرنا سکندر اس میں سارا قصور تمہارا ہے تم اچھی طرح جانتے ہو میرا میاں ابھی بھی میرا موبائل چیک کرتا ہے کہ میں کس سے بات کر رہی ہوں ایک تم ہو جس نے شاید کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ تمہاری بیوی کے فون میں کس کس کا نمبر موجود ہے۔" سکینہ کی بات سو فیصد جھوٹ پر مبنی تھی اس کا میاں نا صرف ایک شریف النفس انسان تھا بلکہ اس پر سکینہ کا مکمل کنٹرول بھی تھا۔ نبیو تو کیا کوئی بھی نہیں مان سکتا تھا کہ وہ سکینہ کا فون چیک کرتا ہو گا لیکن اس کی بات رد کرنے کی جرات بھی کسی میں نہ تھی۔

"میری اور روزینہ کی شادی کو اتنے سال ہو گئے اس میں ابھی تک اتنی جرات نہیں ہے کہ کسی سے میری شکایت کر سکے۔" یہ عمر کی لن ترانی تھی دونوں بہن بھائی یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ سب سے زیادہ آزادی اس گھر میں صرف نبیو کو ہی حاصل ہے جس کا وہ ناجائز استعمال کر رہی ہے۔ جواباً" سکندر نے کیا کہا نبیو کو سمجھ ہی نہ آیا ایک تو اس کی آواز خاصی دھیمی تھی دوسرا اسے حماد کے رونے کی آواز اندر تک سنائی دی تھی یقیناً" اس کی وجہ کبیر تھا وہ جب بھی آتا تھا مسلسل حماد کے ساتھ شرارت کرتا اس سلسلے میں اسے کوئی بھی منع نہ کرتا تھا جب حماد زیادہ چڑ جاتا تو رونے لگتا پھر کچھ دیر تک تو کبیر باز رہتا لیکن جیسے ہی حماد سب کچھ بھول کر پھر اس سے کھیلنے کی کوشش کرتا وہ دوبارہ اسے تنگ کر کے رلا دیتا ایسا ہی اب بھی مسلسل ہو رہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد حماد کے رونے کی آواز باہر سے آنے والی آوازوں کو معدوم کر دیتی نبیو چڑ سی گئی اسے کبیر پر سخت غصہ آیا جو ایک چھوٹے معصوم بچے کو مسلسل تنگ کر رہا تھا لیکن وہ باہر جا کر کچھ کہہ نہ سکتی تھی کیونکہ اس وقت باہر جا کر کچھ کہنا بالکل ایسے تھا جیسے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا لہٰذا وہ خاموشی سے اٹھی قریب رکھا دوپٹہ اٹھایا باہر نکل آئی لاؤنج میں سب کو نظر انداز کر کے اس نے جیسے ہی شیشے کا دروازہ دھکیل کر باہر نکلنا چاہا ایک دم حماد بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا وہ بے اختیار رک گئی سرخ سفید رنگت گول مٹول حماد نبیو نے جھک کر اس کے گال پر بوسہ دیا۔

"میرے ساتھ باہر چلو گے آئس کریم لے کر دوں گی۔" اس کے لہجہ میں ماتا جھلک رہی تھی۔

"نہیں۔" حماد نے نفی میں اپنا سر ہلایا۔

"تم گندی عورت ہو میرے پاپا کو تنگ کرتی ہو۔" ملائی زبان میں جیسے ہی اس نے یہ جملہ کہا اسے اپنے قریب ہی کبیر کا قہقہہ سنائی دیا یہ جملہ یقیناً" اسی کا سکھایا ہوا تھا نبیو کو یقین آگیا کہ اس خاندان کا ہر فرد نفسیاتی مریض ہے وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سیدھی ہوگئی پہلے دل تو چاہا کہ اسے خوب کھری کھری سنائے یا کم از کم سکندر سے جا کر یہ سوال کرے کہ۔

"یہ ہے وہ تربیت جس کے لیے تم نے اپنے بیٹے کو میڈ کے حوالے کیا تھا۔" وہ جانتی تھی کہ ان دونوں باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے نا تو کبیر پر اس کی کسی ڈانٹ کا اثر ہونے والا تھا اور نہ ہی سکندر کے نزدیک اس کے کہے گئے کسی جملے کی اہمیت تھی خود کو بے وقعت کرنے سے اچھا تھا خاموشی سے باہر نکل جائے اور اس نے ایسا ہی کیا لکڑی کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس کی نگاہ سامنے روڈ کے دوسری طرف کھڑی شوبھا پر پڑی شوبھا نے اسے دیکھتے ہی ہاتھ ہلایا۔ نبیو نے ایک پلک کے لیے سوچا اور روڈ کراس کر کے اس کے قریب جا پہنچی۔

"میرے ساتھ مارکیٹ تک چلوگی۔" چونکہ شوبھا انڈین تھی اس لیے نبیو اس سے ہمیشہ اردو میں ہی بات کرتی تھی۔

"شیور۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

پاکستان سے واپس آتے ہوئے اسے روانے کافی رقم دی تھی اور آج انکل صالح بھی جاتے ہوئے اسے کچھ ملائی کرنسی دے گئے تھے جبکہ سکندر کا کہنا تھا کہ جب میں ضرورت کی ہر چیز تم کو لا دیتا ہوں تو پھر الگ سے پیسوں کا کیا جواز بنتا ہے البتہ امان کی شادی کے سلسلے میں اس نے نبیو کو نا صرف اچھی خاصی شاپنگ کروائی تھی بلکہ خاصی رقم بھی دی تھی جس میں سے ابھی بھی کچھ اس کے پاس محفوظ تھی اسی لیے وہ مارکیٹ تک آگئی تھی تاکہ اپنی ضرورت کی کچھ اشیاء خرید کر کمرے کی الماری میں رکھ لے پھر واپسی میں وہ سامنے ہی اسٹال لگائے بیٹھی ملائی عورت کے پاس رک گئی اس کے پاس ساہنھو اور بوائل چاول موجود تھے جن کے ساتھ لال بڑی مرچ کی چٹنی اور چھوٹی چھوٹی فرائی مچھلیاں بھی تھیں۔

"کھانا کھاؤ گی۔" گھر کی ٹینشن کو خارج کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اپنا دھیان باہر لگایا جائے اسی سوچ کے تحت اس نے شوبھا سے سوال کیا اور اس کے مثبت جواب کے ساتھ ہی دونوں سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ کچھ دور فٹ پاتھ پر غالباً" کوئی چینی عورت بیٹھی تھی اس کے پاس رکھے مالٹے اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ عبادت کر رہی ہے۔ نبیو بڑی دلچسپی سے اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو یہ جس جگہ بیٹھی ہے یہاں ان کی مخصوص عبادت گاہ ہے۔" شوبھا نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے اسے معلومات فراہم کیں۔ اتنی دیر میں ان کا آڈر کیا ہوا کھانا بھی پہنچ گیا تھا۔

"ہاں مجھے ایک دفعہ سکندر نے بتایا تھا کہ یہ اپنی عبادت گاہیں اسی طرح روڈ کے کنارے بناتے ہیں اور پھر وہاں یہ سب فروٹ رکھ جاتے ہیں جو غالباً" ان کے کسی دیوتا کے لیے ہوتا ہے۔" نبیو نے آہستہ آہستہ کھاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں اور جب ان کی کوئی منت پوری ہوئی ہو تو دیوتا وہ فروٹ رات میں ہی زمین پر آکر کھا لیتا ہے ورنہ اگلی صبح یہ سب کچھ ویسا ہی عبادت گاہ میں موجود رہتا ہے۔"

"اور اگر یہ تمام فروٹ رات ہی کوئی شخص آکر لے جائے تو کیسے پتا چلے کہ دیوتا نے کھایا؟" نبیو کو چینی قوم کے اس عقیدے نے تھوڑا سا حیران کر دیا۔

"ظاہر سی بات ہے سب کو ہی پتا ہے کہ یہ منت کا پھل ہوتا ہے پھر کیسے کوئی شخص اتنی جرات کر سکتا ہے کہ عبادت گاہ میں آکر چوری کر لے۔" شوبھا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم کبھی خود آزما کر دیکھ لینا اگر منت پوری نہ ہوئی ہو تو پھل صبح تک اسی روڈ کے کنارے موجود مخصوص عبادت گاہ میں رکھا ملے گا بصورت دیگر تمہاری منت پوری ہو گئی ہو گی۔"

"اچھا۔" نیبو نے مزید بحث میں الجھنا بے کار سمجھا سب کے اپنے اپنے عقائد اور رسومات ہوتی ہیں اس سلسلے میں الجھنا صرف بے وقوفی ہوتی ہے اس خیال نے اسے مزید کچھ کہنے سے باز رکھا اور پھر جب وہ ڈیڑھ سے دو گھنٹہ بعد گھر واپس آئی تو سکینہ جا چکی تھی البتہ روزینہ اور عمر گھر میں موجود تھے۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گئی شاپنگ بیگ بیڈ پر رکھے ہی تھے کہ روزینہ بھی اس کے پیچھے ہی آ گئی ویسے بھی وہ بڑی بے ضرر سی عورت تھی کبھی کسی کے مسئلے میں دخل اندازی نہ کرنے والی اس کی جاب کافی سخت تھی صبح سے لے کر شام سات تک وہ آفس رہتی آج ہی شاید وہ آفس سے سیدھی یہاں آ گئی تھی تھکن اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔

"السلام علیکم بھابھی آ جائیں بیٹھ جائیں۔" نیبو نے خوش دلی سے سلام کر کے بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنائی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"شکر الحمد اللہ میں تو بالکل ٹھیک ہوں سوچا چلتے چلتے تمہاری خیریت بھی دریافت کر لوں کیسی ہو تم؟"

"آپ کے سامنے ہی ہوں جیسی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تھوڑی سی تلخ ہو گئی۔

"ویسے تم نے اچھا کیا انکل صالح کو ایدھا اور سکندر کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔" روزینہ دھیمی آواز میں بولی نیبو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دینا چاہیے کیونکہ اس گھر میں رہتے ہوئے اس کے لیے دوست اور دشمن کی پہچان بہت مشکل تھی وہ جواباً" خاموش رہی۔

"میں جانتی ہوں نیبو تمہارے لیے ہم میں سے کسی پر بھی اعتبار کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے پھر بھی یقین کرو میری سب ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اگر تمہیں اس گھر میں رہتے ہوئے کبھی بھی میری مدد درکار ہو ضرور بتانا ہو سکتا ہے میں تمہارے کسی کام آ جاؤں۔" روزینہ ہمیشہ سے نیبو کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھتی تھی جس کا اندازہ کئی بار اسے ہوا تھا پھر بھی اس سلسلے میں کسی پر اعتبار کرنا ایک مشکل امر تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو بھی علم ہو کہ صالح محمد کو فون اس نے کیا ہے یہ ہی سوچ کر وہ خاموش رہی۔

"اچھا چلو اب میں چلتی ہوں۔" اس کی مسلسل خاموشی کو محسوس کر کے روزینہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عمر گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا میں نے سوچا تم سے مل لوں۔" اس نے اپنے جلدی اٹھنے کا جواز بھی بتا دیا اس کے ساتھ ہی نیبو اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شکریہ بھابھی آپ کی اس ہمدردی کا۔" روزینہ سے گلے ملتے ہوئے اس نے کہا۔

"یقین کریں اگر مجھے کبھی بھی کوئی مسئلہ ہوا تو میں ضرور آپ سے ڈسکس کروں گی۔" ربیعہ نے اسے جو حوصلہ عطا کیا تھا اس کی جھلک اسی کے لہجہ میں بھی آ گئی جیسے روزینہ نے بھی واضح طور پر محسوس کیا اسے آج اور کل کی نیبو میں ایک واضح فرق نظر آیا اسے اندازہ ہوا کہ شاید نیبو کو اس گھٹن میں کوئی روزن مل گئی ہے جس نے اسے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھا دیا ہے یا شاید گزرتے وقت نے اسے مضبوط کر دیا تھا بہر حال جو بھی تھا روزینہ کو یہ سب اچھا لگا کیونکہ اسے ہمیشہ با حوصلہ عورتیں اچھی لگتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

محسوس کر رہی ہوں میں جینے کی تلخیاں
شاید مجھے کسی سے محبت نہیں رہی

ایک انجان نمبر سے آنے والا انجان میسج جانے کس کا تھا جو نیبو کے موبائل پر موصول ہوا نمبر غالباً" پاکستان کا تھا اور ایسا پچھلے ایک ہفتہ سے مسلسل ہو رہا تھا اور وہ چاہ کر بھی نہیں جاننا چاہتی تھی کہ یہ نمبر کس کا ہے ابھی بھی

میسج پڑھ کر بے دلی سے اس نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔

"کس کا میسج ہے؟" سکندر کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہا تھا بظاہر تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نبیو سے قطعی لاتعلق ہو لیکن اس کے سوال کرتے ہی نبیو کو اندازہ ہوا کہ اس کی توجہ مکمل طور پر اس کی طرف ہی لگی ہوئی تھی۔

"پتا نہیں۔" اس نے بے دلی سے جواب دے کر آنکھیں موند لیں۔

"یہ نمبر تو پاکستان کا ہے۔" سکندر نے کب اس کے قریب رکھا فون اٹھایا اسے پتا ہی نہ چلا جب اپنے قریب سکندر کی آواز سنی تو چونک کر آنکھیں کھول دیں سکندر غالباً اسی نمبر پر کال ملا رہا تھا نبیو کے پاؤں سے تو زمین ہی سرک گئی وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ سکندر اس طرح بھی کر سکتا ہے کیونکہ وہ جیسا بھی تھا کم از کم تجسس اس کی فطرت میں شامل نہ تھا یہ یقیناً "سکینہ کی پڑھائی ہوئی کوئی پٹی تھی نبیو گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا فون دو۔" سکندر نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ سختی سے تھام لیا فون ابھی بھی اس کے کان سے لگا تھا یقیناً "دوسری طرف بیل جا رہی تھی فون کیے بنا بھی وہ جانتی تھی کہ دوسری طرف کون ہے کال ریسیو کر لی گئی تھی نبیو کو سانس لینا محال ہو گیا دوسری طرف سے کچھ کہا گیا سکندر نے کوئی بھی جواب نہ دیا وہ مسلسل خاموشی سے دوسری طرف کی بات سن رہا تھا نبیو کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ سنان کون ہے؟" کان سے فون لگائے لگائے وہ نبیو کی طرف پلٹا۔

"اب یہ مت کہنا کہ تم نہیں جانتیں کیونکہ تمہارا وہ پرانا عاشق ابھی بھی تمہارے فراق میں مر رہا ہے۔" پتا نہیں سنان نے فون بند کیا تھا یا ابھی بھی لائن پر موجود تھا نبیو کو سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ کیا جواب دے۔

"اماں۔۔۔ اماں۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے آیا۔

"کروذر اماموں صالح کو فون میں انہیں بتاؤں اس نیک پارسا عورت کے کرتوت جس کے یار ابھی بھی پاکستان سے اسے فون کرتے ہیں۔" وہ مسلسل چلا رہا تھا جبکہ نبیو دعا کر رہی تھی کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے یہ تو صرف وہ اور اس کا اللہ ہی جانتا تھا کہ سکندر جو کچھ کہہ رہا ہے سب لغو اور فضول ہے لیکن آج اس کی اسی بات کی گواہی دینے والا وہاں کوئی نہ تھا۔

"کیا ہو گیا کیوں اتنا ہنگامہ کر رہے ہو؟" فاطمہ کے ساتھ رفیدا بھی کمرے سے باہر آ گئیں۔

"کسی سے میسج پر بات کر رہی تھی میں نے اس کے ہاتھ سے فون چھین کر کال ملائی دوسری طرف کوئی مرد تھا فون ریسیو کرتے ہی بولا میں جانتا تھا جان من تم ضرور فون کرو گی کیونکہ تم تو نبی ہی اپنے سنان کے لیے تھیں یہ جانے سکندر جیسے لوگ کہاں سے بیچ میں آ گئے۔" سکندر کی بات سو فیصد جھوٹ پر مبنی تھی نبیو جانتی تھی کہ سنان کبھی بھی ایسی گھٹیا زبان استعمال نہیں کرتا اپنی اس دن کی بے عزتی کا بدلہ لینے کا موقع آج ہی سکندر کے ہاتھ آیا تھا جسے وہ کسی بھی صورت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا اسی لیے اس کے جو دل میں آ رہا تھا وہ کہے جا رہا تھا اس کی ہر بات کا مقصد صرف اور صرف نبیو کو بدکردار ثابت کرنا تھا کیونکہ اسی طرح وہ صالح محمد کو نیچا دکھا سکتا تھا۔ نبیو کا ذہن بالکل ہی ماؤف ہو گیا۔

"توبہ استغفار میرے بیٹے کو سارے خاندان میں بدنام کر دیا اور اپنے گندے کرتوتوں کا پتا ہی نہیں۔" فاطمہ اس کے قریب آ کر بولیں۔ "بکواس کر رہا ہے یہ بہتان لگا رہا ہے مجھ پر۔" نبیو سکندر سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے زور سے چیخی۔

"میں بکواس کر رہا ہوں۔" سکندر نے اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔

"پھر سے کہنا میں بکواس کر رہا ہوں۔ بولو ذرا ایک بار پھر سے بولو۔" وہ مسلسل اس کے بالوں کو جھٹکے دیتا ہوا بولا۔

"ہاں۔۔۔ہاں۔ جھوٹ بول رہے ہو تم۔"
فاطمہ اس کے قریب آکر بولیں۔ "بکواس کر رہا ہے یہ بہتان لگا رہا ہے مجھ پر۔" نبیو سکندر سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے زور سے چیخی۔
"میں بکواس کر رہا ہوں۔" سکندر نے اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔
"پھر سے کہنا میں بکواس کر رہا ہوں۔ بولو ذرا ایک بار پھر سے بولو۔" وہ مسلسل اس کے بالوں کو جھٹکے دیتا ہوا بولا۔
"ہاں۔۔۔ہاں۔ جھوٹ بول رہے ہو تم۔"
وہ تکلیف اور ذلت کے ملے جلے احساس کے تحت روتے ہوئے بولی۔
"صرف مجھ سے اپنا بدلہ لینے کے لیے جھوٹا الزام لگا رہے ہو۔"
"میں تم پر الزام لگا رہا ہوں آوارہ عورت۔" سکندر نے اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ مارا۔ اسے لگا اس کی سانس بند ہو جائے گی۔ وہ زمین پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی اس سے قبل کہ سکندر ایک بار پھر اس کی طرف بڑھتا فاطمہ دونوں کے درمیان آگئی اور سکندر کو بازو سے پکڑ کر روک لیا۔
"چھوڑ دو اسے سکندر یہ ماں بننے والی ہے اس حالت میں اگر بچے کو کوئی نقصان پہنچا تو کیا ہو گا لوگ ہمیں ہی ذلیل کریں گے اسے کوئی کچھ نہ کہے گا۔" فکر اس کی نہ تھی بلکہ اس بچے کی تھی جو دنیا میں آیا نہ تھا جو بھی تھا فاطمہ کی بروقت مداخلت نے اسے بچا لیا تھا۔
"اسے تو میں چھوڑ دیتا ہوں لیکن تم ابھی ماموں صالح کو فون کرو اور ہاں عبدالوہاب اور اس کی پاکستانی بیوی کو بھی بلاؤ میں سب کو بتاؤں اس عورت کے کرتوت۔" وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل نچا کر بولا۔
"صالح کسی کام کے سلسلے میں پاکستان گیا ہوا ہے واپس آجائے تو میں ضرور بات کروں گی لیکن فی الحال ابھی تم اپنی زبان بند رکھو۔"
"اور یہ تم کسے فون ملا رہی ہو؟" سکندر سے بات کرتے کرتے وہ رفیدا کی طرف متوجہ ہوئی جو لینڈ لائن سے کسی کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔
"عبدالوہاب کو۔" رفیدا کے جواب نے نبیو کے ہوش گم کر دیے سنان کے میسج ابھی بھی اس کے موبائل میں موجود تھے جو سکندر کے ہاتھ میں تھا یہ میسج اسے گناہ گار ثابت کرنے کے لیے کافی تھے اگر پاکستان بھی اس نمبر کا حوالہ دیا جاتا تو سب سمجھ جاتے کیا قصہ ہے اور اسے ہی قصوروار سمجھا جاتا اس کا دماغ شل ہو گیا وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ سنان نے اس کا نمبر لیا کہاں سے لیکن وہ اتنا جانتی تھی کہ وہ ابھی بھی اسے میسج بھیجے گا جو اس کے گناہوں کی فہرست میں اضافہ کا سبب بنیں گے ضروری تھا کسی طرح شفا کو فون کر کے یہ سب کچھ بتایا جائے یا کم از کم ربیعہ سے ہی اس کا رابطہ کرنا لازمی ہو چکا تھا اس سے پہلے اگر یہ سب کسی اور سے ربیعہ تک پہنچے گا تو لازمی اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔
"اللہ میری مدد فرما۔" بے اختیار اس کے دل سے دعا نکلی جو اگلے ہی لمحے عرش پر جا پہنچی۔
"رکھو فون جب تک صالح بھائی سے بات نہ ہو تم عبدالوہاب کو فون نہیں کرو گی۔" فاطمہ نے آگے بڑھ کر لائن ڈسکنکٹ کر دی جس کا رفیدا نے خاصا برا منایا غصہ کے اظہار کے طور پر وہ صوفہ سے اٹھی گود میں رکھا کشن زمین پر پھینکا اور پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ زوردار دروازہ بند کرنے کی آواز لاؤنج میں بھی سنائی دی۔ سکندر لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا حماد اس سچویشن سے گھبرا کر رونے لگا تھا ایدھا اسے اٹھا کر اندر کمرے میں لے گئی۔ فاطمہ اس طرح کچن کی جانب بڑھ گئیں جیسے کچھ دیر قبل یہاں کچھ ہوا ہی نہ تھا نبیو دیوار سے ٹیک لگا کر زور

زور سے رونے لگی اس کے رونے کی آواز سن کر فاطمہ پھر نکلیں کچھ دیر کھڑی اسے دیکھتی رہیں کچھ سوچا پھر آگے بڑھیں نبیو کو زور سے تھام کر کھڑا کیا وہ بنا احتجاج کیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اپنے کمرے میں جاؤ یہ مسئلہ رونے دھونے سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ سکندر بہت غصہ میں ہے' میں کوشش کروں گی کہ آج جو کچھ ہوا اس کا ذکر اپنے بھائی سے نہ کروں لیکن تم بھی آئندہ احتیاط کرنا اپنے پچھلے معاشقے کو بھول جاؤ اب تم شادی شدہ عورت ہو جس کے لیے اس کا مرد ہی سب کچھ ہوتا ہے اگر مرد کے تعلق غیر عورتوں سے ہوں تو کوئی انگلی نہیں اٹھاتا لیکن اگر عورت خراب ہو تو معاشرہ جینے نہیں دیتا اب تم خود سوچو تم پاکستان سے آتے ہی پریگننٹ ہو گئیں ساتھ ہی تمہاری عاشقی کی خبریں بھی عام ہو رہی ہیں بھلا بتاؤ ہمارے لیے کتنی بے عزتی ہے یہ سب کچھ جو سنے گا وہ تو تمہارے بچے پر بھی شک کرے گا۔"

فاطمہ کا اظہار ہمدردی اس کی سمجھ میں اب آیا تو اس بات کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ میں بدچلن عورت ہوں اسی لیے اتنی تمہید باندھی گئی اس کا مطلب یہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو انسان کہلانے کے لائق ہو اسے یک دم ہی اپنے آپ سے گھن محسوس ہوئی جو سکندر جیسے خود غرض شخص کا بچہ دوسری بار پیدا کرنے والی تھی۔ وہ تو آج تک یہ ہی سمجھ نہ پائی تھی کہ سکندر' اس کی ماں اور بہن کو اس سے کیا دشمنی ہے؟ اگر وہ سکندر کی شادی پاکستان میں نہیں کرنا چاہتے تھے تو کیوں کی؟ یہ رشتہ اس کے ماں باپ نے زبردستی تو نہ دیا تھا پھر وہ جتنا سوچتی اس کا دماغ شل ہوتا جاتا سکندر کا رویہ اس کی سمجھ سے بالاتر ہو گیا تھا اس کے اس نفسیاتی پن کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی جو جلد ہی اسے معلوم ہو گئی جسے سنتے ہی نبیو پر سب کچھ واضح ہو تا گیا۔

☼ ☼ ☼

"نبیو سے بات ہوئی؟" روا نے شفا کے قریب بینچ پر بیٹھتے ہوئے اپنا کئی بار کا کیا ہوا سوال پھر سے دوہرایا جہاں تک شفا کو یاد پڑتا تھا پچھلے پندرہ دن سے اس کی ماں کوئی پچاس دفعہ یہ سوال کر چکی تھی جس کا جواب ہمیشہ نفی میں ہی ہوتا۔

"نہیں امی اس کا فون ابھی بھی آف جا رہا ہے۔" اس نے جواب دے کر دور کھڑے جنید اور امان پر ایک نظر ڈالی جو آئی سی یو کے باہر کسی ڈاکٹر سے مصروف گفتگو تھے۔

"پاپا کو روم میں کب شفٹ کر رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے شام تک کر دیں گے تم ایسا کرو نبیو کے گھر کے نمبر پر فون کر دیا پھر سکندر سے بات کرو تم جانتی ہو تمہارے پاپا نے روم میں جاتے ہی ایک بار پھر نبیو کی بابت دریافت کرنا ہے۔"

"دو دن پہلے میری سکندر بھائی سے بات ہوئی تھی انہوں نے کہا تھا گھر جا کر نبیو سے بات کرواتے ہیں لیکن ابھی تک ان کی کال ہی نہیں آئی اب مجھے اچھا نہیں لگ رہا ایک بار پھر انہیں ڈسٹرب کروں۔" شفا نے تفصیل سے جواب دیا۔

"اچھا۔" روا نے کچھ دیر سوچا اور پھر اپنے پرس کی زپ کھول کر تھوڑی سی تلاش کے بعد ایک کارڈ نکالا شفا کی طرف بڑھایا۔

"اس کے پیچھے نبیو کے گھر کا نمبر ہے میرا خیال ہے تم اس نمبر پر فون کرو۔" اسے کارڈ تھما کر وہ جنید کی جانب چل دیں اور پھر کئی بار کی کوشش نے شفا کو مایوس کر دیا بیل تو جا رہی تھی شاید گھر پر کوئی نہ تھا وہ بھی بینچ سے اٹھ کر وہیں چل دی جہاں اس کے گھر کے دیگر افراد موجود تھے۔ پہلے وہ آئی سی یو کی طرف گئی شیشے کی دیوار سے اس پار اپنے باپ پر ایک نظر ڈالی ان کی آکسیجن ہٹا دی گئی تھی ایک نرس ان کے قریب کھڑی تھی غالباً انہیں روم میں شفٹ کیا جا رہا تھا اسے کس قدر اطمینان حاصل ہوا پھر وہ واپس پلٹ کر اپنی ماں کی جانب آ گئی۔

"میرا خیال ہے ان کے گھر پر ہی کوئی نہیں ہے مگر آپ پریشان نہ ہوں میں آج رات ہی گھر جاتے ہی دوبارہ فو
کروں گی۔" روا کے سوال کرنے سے قبل ہی اس نے انہیں تفصیل بتا کر تسلی بھی دے ڈالی اور پھر اپنے وعدہ
مطابق رات کے نو بجے جب ملائیشیا میں بارہ بج چکے تھے اس نے دوبارہ کال کی تین بار فون کسی نے ریسیو نہ
چوتھی بار دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا۔
"ہیلو۔۔۔" نیند میں ڈوبی ہوئی آواز رفیدا کی تھی۔ شفا شرمندہ سی ہوگئی اپنی پریشانی میں اس نے ٹائم کے اس فر
پر دھیان ہی نہ دیا تھا جو بھی تھا اب فون بند کرنا نری حماقت تھی۔
"السلام علیکم مجھے نبیو سے بات کرنی ہے۔" رفیدا سے اس کی ویسے بھی اتنی بات چیت نہ تھی۔
"اماں۔۔۔ اماں۔" رفیدا نے بنا جواب دیے فون سائیڈ پر رکھ کر اپنی ماں کو پکارا اس کی تیز آواز ایئر پیس سے با
بھی سنائی دے رہی تھی جلد ہی فون ایک بار پھر اٹھالیا گیا۔
"السلام علیکم آنٹی میں شفایات کر رہی ہوں۔"
"وعلیکم السلام بیٹا خیریت تم نے اتنی رات میں فون کیا۔"
"جی دراصل نبیو کا فون مسلسل آف جا رہا تھا۔" اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا بات کرے۔
"ہاں وہ اسپتال میں ہے۔"
"اسپتال میں۔" اسے اچنبھا سا ہوا جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا ابھی تو نبیو کی ڈلیوری میں تقریباً دو ماہ کا وق
درکار تھا پھر وہ اسپتال میں کیوں تھی وہ گھبرا سی گئی۔
"آنٹی سب ٹھیک تو ہے نا؟"
"ہاں ہاں اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہے۔ دراصل سکندر کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹے سے نوازا ہے۔"
"اوہ۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔" اسے عجیب تو لگا فاطمہ نے نبیو کے بجائے سکندر کا نام لیا۔ لیکن وہ
کچھ نہیں۔
"خیر مبارک اور تمہارے وہاں سب خیریت ہے۔"
"جی ہاں بس پاپا کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اسی سلسلے میں نبیو سے رابطہ کر رہے تھے جو نہ ہو سکا سو آپ کو زحم
دی اب پلیز ہو سکے تو میری اس سے بات ضرور کروا دیجئے گا میں منتظر رہوں گی۔"
"اچھا۔ اب کیسے ہیں احتشام بھائی۔"
"شکر الحمدللہ اب تو ٹھیک ہیں بہر حال آپ سکندر بھائی اور نبیو کو بھی ہماری طرف سے مبارک دیجئے گا
ہو سکے تو اس کی ہم سے بات کروا دیں کیونکہ گھر میں سب ہی بہت پریشان ہیں۔"
"میں سکندر سے کہہ دوں گی وہ بات کروا دے گا تم گھر پر سب کو میرا اسلام دینا۔" اس کے ساتھ ہی فاطمہ
فون بند کر دیا۔
"عجیب سے لوگ ہیں اگر آنٹی فون بند کرنے سے پہلے اللہ حافظ کہہ دیتیں تو ان کا کیا جاتا۔" شفا نے کلس
سوچا تھوڑی دیر تو وہ ریسیو ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی پھر فون رکھ کر دوبارہ اپنی مما کا نمبر ملایا تاکہ انہیں نبیو اور اس
بیٹے کے بارے میں اطلاع دے سکے۔

☆ ☆ ☆

وہ دائیں طرف کروٹ لیے کاٹ میں لیٹے اس چھوٹے سے فرشتے کو دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ کب دروازہ کھ
کر سکندر اور حماد اندر آئے اسے پتا ہی نہ چلا۔
"واؤ یہ تو بہت کیوٹ ہے۔" حماد کی آواز اس کے کان سے ٹکرائی وہ یک دم چونک اٹھی۔ سکندر بھی کاٹ

پاس کھڑا تھا۔
"مجھے یہ بے بی لینا ہے۔" حماد اس کے قریب آگیا۔
"جسٹ اے منٹ بیٹا ابھی دیتے ہیں تمہیں یہ پیارا سا بے بی۔" سکندر نے باہر رکھی بے بی چیئر لا کر کاٹ کے قریب رکھ دی۔ حماد اس پر چڑھ گیا اور فوراً کاٹ میں لیٹے ابوذر کے ننھے سے ہاتھ کو تھام لیا نبیو اس منظر کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔
"ایک مکمل فیملی میں' میرا شوہر اور میرے دونوں بچے۔" کچھ دیر کے لیے ہی سہی اس نے اپنے دل کو اطمینان دلایا۔
"کیسی ہو؟" سکندر اس کے قریب آکھڑا ہوا۔
"ٹھیک ہوں۔" مختصر سا جواب دے کر وہ اٹھ بیٹھی اور بیڈ سے ٹیک لگالی۔ اتنی دیر میں سکندر اپنی جیب سے کچھ نکال چکا تھا۔
"یہ لو اپنا سیل۔" اس نے نبیو کا موبائل اس کے تکیے کے قریب رکھ دیا۔
"میں نے سم تبدیل کردی ہے نئی سم میں تمہارے تمام جاننے والوں کا نمبر محفوظ کردیا ہے مجھے امید ہے کہ اب تم اپنا نمبر فالتو لوگوں کو نہ دو گی۔" بات کرتے کرتے وہ رکا ایک نگاہ نبیو پر ڈالی جو خاموشی سے بیٹھی اپنے ناخنوں کو تک رہی تھی۔
"تمہارے گھر والے تم سے بات کرنا چاہتے ہیں چاہو تو تم خود فون کرلو۔ اس میں بیلنس ہے ورنہ تمہاری بہن کچھ دیر تک تمہیں کال کرلے گی۔"
"اوہ تو یہ وجہ ہے جو آج اتنے عرصہ بعد مجھے فون لوٹانے کی ضرورت پیش آئی۔" نبیو نے تلخی سے سوچا اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی اس کا سیل گنگنا اٹھا۔ امان کا نمبر اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔
"ہیلو۔" لیس کا بٹن پش کرکے اس نے فون کان سے لگالیا دوسری طرف شفا تھی جس نے بڑے پرجوش انداز میں اسے مبارک باد دی پھر گھر کے تقریباً تمام افراد نے اس سے فرداً فرداً بات کی اس کی ناسازی طبیعت کے باعث ردا نے سب کو منع کردیا کہ کوئی اسے احتشام صاحب کے بارے میں نہ بتائے گا ویسے بھی اب وہ بالکل ٹھیک تھے اور جب اس سے امان کی بیوی حریم نے بھی بات کی تو اسے یکدم رحاب یاد آگئی۔
"رحاب بھابھی کہاں ہیں؟" فون رکھنے سے قبل اس نے شفا سے دریافت کیا۔
"وہ دراصل اپنی امی کی طرف گئی ہیں۔ مریہ پاکستان آئی ہوئی ہے اگلے ہفتہ سنان کی شادی ہے اسی سلسلے میں شاپنگ میں مصروف ہیں۔" شفا نے تفصیل سے جواب دیا اور نبیو کچھ بول ہی نہ سکی سنان سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھا جو تھا وہ بھی ٹوٹے ہوئے زمانے گزر گئے پھر بھی جانے کیوں اس کی شادی کا سنتے ہی نبیو کا دل بجھ سا گیا اسے احساس ہوا شاید سنان آج بھی اس کے دل میں کہیں موجود ہے۔
"میں بھی کتنی بے وقوف ہوں خود ایک شادی شدہ زندگی گزار رہی ہوں دو بچوں کی ماں بن چکی ہوں اور آج بھی یہ چاہتی ہوں کہ سنان کسی کا نہ ہو شاید میں خود غرض ہوگئی ہوں جو کسی دوسرے کو خوش نہیں دیکھ سکتی" اس سوچ نے اسے شرمندہ کردیا۔
"اللہ کرے سنان کو وہ تمام خوشیاں نصیب ہوں جو میرا مقدر نہ بن سکیں۔" اس نے صدق دل سے دعا کی۔

کیسے انداز شوق سے کہہ دیا تم نے الوداع
جیسے صدیوں سے تیرے دل پر کوئی بوجھ تھے ہم

اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا اس نے گھبرا کر سکندر کی طرف دیکھا جو فون پر شاید امان سے بات کرنے میں مصروف

تھا۔

"شکر ہے اس نے نہیں دیکھا ورنہ جانے میرا کیا حشر کرتا۔" اپنے دل کی خلش دور کرنے کے لیے اس نے کاٹ میں پڑے ابوذر کو گود میں اٹھالیا اسے اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی کا حاصل تو اب صرف اس کے بچے ہیں۔

☆ ☆ ☆

جانے وہ کون تھی جو پچھلے آدھے گھنٹہ سے مسلسل سکندر کے پاس کھڑی تھی نبیو نے اسے' آج سے قبل پہلے کبھی نہ دیکھا تھا فاصلہ ہونے کے باوجود وقفہ وقفہ سے اس کی کھنکتی ہنسی کی آواز نبیو کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی آج حماد کی سالگرہ تھی جس کا اہتمام ایک قریبی ہوٹل میں کیا گیا تھا تمام مہمان آچکے تھے جن سے نبیو بخوبی واقف تھی واحد یہ لڑکی تھی جسے اس نے آج پہلی بار دیکھا تھا اسے حیرت تھی کہ سکندر جیسا خشک مزاج مرد بھی کسی لڑکی کے ساتھ کھڑا بلند و بانگ قہقہہ لگا سکتا ہے اسی تجسس نے اسے مجبور کیا کہ وہ روزینہ سے اس لڑکی کے بارے میں دریافت کرے جو اس کے برابر ہی صوفہ پر براجمان کسی رشتہ دار خاتون سے باتوں میں مگن تھی جب اسے نبیو نے ٹھوکا دیتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"بھابھی یہ لڑکی کون ہے؟" اس نے کچھ فاصلے پر کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزینہ سے دریافت کیا۔

"کون سی لڑکی؟" روزینہ نے بے دھیانی سے یہاں وہاں دیکھا۔

"اف وہ سامنے دیکھیں بلیک میکسی میں جو سکندر کے قریب کھڑی ہے۔"

"کہاں... اوہ اچھا وہ والی۔" نبیو کے اشارے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سر ہلایا۔

"وہ سکندر کے چھوٹے چچا جی احمد کی بیٹی نور ہلیزا ہے۔"

"مگر میں نے تو اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا؟" نبیو نے حیرت سے کہا۔

"حالانکہ میں تو کئی بار ان کے گھر گئی ہوں۔"

"نہیں دیکھا ہوگا کیونکہ وہ اس سے قبل یہاں تھی نہیں۔" روزینہ نے اپنی توجہ مکمل طور پر نبیو کی طرف مرکوز کردی۔

"اصل میں شاید تمہیں کسی اور بات کا علم بھی نہیں ہے۔"

"کسی اور بات سے کیا مراد ہے آپ کی؟" نبیو نے اپنے قریب ہی کاٹ میں لیٹے ہوئے ابوذر کے منہ سے فیڈر ہٹا کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ لڑکی سکندر کی صرف کزن ہی نہیں ہے بلکہ اس کی سابقہ منگیتر اور محبوبہ ہونے کا اعزاز بھی رکھتی ہے۔" وہ آہستہ آواز میں بولی۔

"واٹ..." سکندر کی محبوبہ" کیا یہ سچ ہے؟" درحقیقت خبر خاصی حیران کن تھی۔

"ہاں بھلا میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی۔"

"نہیں نہیں بھابھی میرا یہ مطلب نہیں ہے مجھے تو حیرت صرف اس بات پر ہے کہ جب سکندر کی کزن نا صرف اس کی محبوبہ بلکہ منگیتر بھی تھی تو پھر میں ان دونوں کے درمیان میں کہاں سے آگئی۔" اس نے اپنے قریب کھڑے حماد کو دیکھا جو ابوذر کو پیار کرنے آیا تھا۔ حماد ماں کے قریب نہ پھٹکتا تھا مگر بھائی کی محبت اسے ٹکنے نہ دیتی تھی۔ ذرا ذرا دیر میں وہ اسے چھونے ضرور آتا تھا۔ اس کا ابوذر سے یہ اظہار محبت نبیو کو بہت اچھا لگتا ابھی بھی وہ سب کچھ بھول کر ایک پل کے لیے حماد اور ابوذر کی جانب متوجہ ہوگئی اسی سمے اس کی نگاہ ایدھا پر پڑی جو سکندر اور نور ہلیزا

کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔

"بھابھی کیا آپ کو ان دو عورتوں کے درمیان میری جگہ نظر آرہی ہے؟" اس کی اس بات کا جواب روزینہ کے پاس نہ تھا اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"آپ مجھے بتائیں گی کہ سکندر نے نور ہلیزا سے شادی کیوں نہ کی؟"

"ہاں مگر پہلے تم یہ وعدہ کرو کہ کسی سے یہ سب باتیں نہ کرو گی جو میں تمہیں بتاؤں گی۔"

"آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میری کسی سے اتنی دوستی نہیں ہے جس سے میں یہ سب کچھ شیئر کروں۔"

"اصل میں نبیو شادی سے صرف پندرہ دن قبل یہ لڑکی اپنے بینک میں جاب کرنے والے کسی سکھ نوجوان کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔" روزینہ کی آواز بالکل مدھم ہو گئی۔

"اوہ۔۔۔" اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ مزید کیا کہے۔

"اور پھر اس کے بعد نہ جانے اس نے رامیش سے نکاح کیا یا نہیں مجھے تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہوا بھی تھا یا نہیں بہرحال جو بھی ہے کچھ عرصہ قبل جب تم پاکستان گئی تھیں اپنے بھائی کی شادی کے سلسلے میں ان ہی دنوں یہ محترمہ روتی دھوتی واپس آگئیں اور ماں باپ نے اسی عزت سے دوبارہ گلے لگا لیا وہ تو شکر ہے اپنے ساتھ کوئی بچہ نہیں لے آئی ورنہ جانے اس کا کیا مذہب ہوتا جس کی ماں مسلمان اور باپ سکھ تھا اللہ معاف کرے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ نور ہلیزا کی محبت نے سکندر کو کبھی میرا نہ ہونے دیا۔"

"غلط سمجھ رہی ہو تم سکندر نے اس کا غم ایک ہفتہ سے زیادہ نہ منایا تھا اس واقعہ کے صرف ایک ماہ بعد ہی اس کا افیئر کسی ہندو لڑکی سے شروع ہو گیا تھا یہ وہ دن تھے جب فاطمہ برملا یہ کہتی تھیں کہ سکندر ایک ہندو کو اسلام میں داخل کرنے والا ہے وہ لڑکی رفیدا کی دوست بھی تھی۔"

"اوہ پھر۔۔۔" اس کے رکتے ہی نبیو جلدی سے بولی۔

"پھر کیا وہ بھی سکندر کو دھوکہ دے گئی اور یہاں سے جاب ختم کر کے انڈیا واپس چلی گئی لیکن جاتے جاتے اس نے سکندر پر نہایت ہی رکیک قسم کے الزامات لگائے جانتی ہو اس نے کیا کہا؟" بات کرتے کرتے اس نے نبیو کے خوبصورت چہرے پر ایک نظر ڈالی پنک کامدانی سوٹ کی جھلک اس کے چہرے پر بھی پڑ رہی تھی جس سے نبیو کی رنگت خاصی گلابی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔" نبیو نے نفی میں سر ہلایا۔

"جلدی سے بتا دیں میرا خیال ہے کیک آگیا ہے۔" اسے خطرہ تھا کہیں روزینہ کی بات درمیان میں ہی نہ رہ جائے جبکہ آج وہ سب کچھ جان لینا چاہتی تھی۔ سکندر کی مختلف پرتوں میں چھپی شخصیت حیرت در حیرت اس کے سامنے عیاں ہو رہی تھی اس کی شخصیت کا ہر نیا رنگ اسے چونکا رہا تھا' وہ حیرت کے ساتھ ساتھ شاک بھی تھی اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا جانے اب روزینہ مزید کیا کہنے والی تھی کون سا نیا انکشاف اس کی نوک زبان پر تھا۔ مارے تجسس اس کا سارا وجود ہمہ تن گوش تھا۔

"سادھنا جانے سے پہلے مجھ سے اور رفیدا سے ملی تھی اس کا کہنا تھا کہ سکندر ہم جنس پرستی کا شکار ہے۔"

"کیا۔" اس کا منہ شدید حیرت کے عالم میں کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں نبیو جانے یہ سچ تھا یا جھوٹ وہ کہتی تھی کہ اس نے یہ سب کچھ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کا کہنا تھا سکندر کی اس گھٹیا حرکت نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹ کر اپنے ہی ہم مذہب سے شادی کر لے کیونکہ اسے یہاں آکر اپنے ہم مذہبوں اور سکندر میں کوئی نمایاں فرق نظر نہ آرہا تھا۔" نبیو کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے اس نے دور کھڑے سکندر پر ایک نگاہ ڈالی بظاہر صاف ستھری لیکن درحقیقت گھناؤنی

"بیٹا زندگی میں ہمیشہ کوشش کرنا بلندی کی جانب دیکھو۔" اس کے کانوں میں اپنے باپ کا یہ جملہ گونجا اس کا دل رو دیا۔

"کاش پاپا آپ یہاں ہوتے تو آپ کو پتا چلتا کہ میں کتنی بلندی پر ہوں جہاں سے نیچے آنا ناصرف مشکل بلکہ ناممکن ہے آپ کے اس شوق بلندی نے مجھے ایک پہاڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ پاپا جہاں سے گر کر میرا وجود ریزہ ریزہ ہو سکتا ہے اور کچھ بھی نہیں' جانے کیوں ماں باپ اپنی اولاد کو ایسی بلندیوں کی طرف دھکیلتے ہیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

"بھابھی ان سب باتوں کا انکل صالح کو علم تھا؟" اس نے ایک نظر دور بیٹھے انکل صالح اور عائشہ آنٹی پر ڈالی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" روزینہ نے پلٹ کر اس سے سوال کیا۔

"میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ لاعلم تھے ورنہ کبھی میرے ساتھ یہ زیادتی نہ کرتے۔" وہ پر اعتماد لہجہ میں بولی۔

"تو پھر یہ سن لو کہ تمہارا خیال سو فیصد غلط ہے۔" روزینہ اٹھ کھڑی ہوئی کیک کاٹنے کے لئے ٹیبل پر رکھا جا چکا تھا۔

"اٹھ جاؤ تم بھی کیونکہ رفیدا مسلسل ہمیں ہی دیکھ رہی ہے۔" نبیو خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک اور دھوکہ' ایک اور مفاد پرستی' یہ سب لوگوں کو میں ہی کیوں نظر آئی تھی۔" اس کے دل میں ایک شکوہ سا ابھرا۔

"اصل میں یہاں کوئی بھی سکندر کو رشتہ دینے پر آمادہ نہ تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ اسے بھی شادی کا کوئی خاص شوق نہ تھا وہ تو رفیدا اور اس کی ماں چاہتی تھیں کہ اسے ایک غیر اخلاقی اور گھناؤنے فعل سے باز رکھا جائے جس کا بہتر حل اس کی شادی میں پوشیدہ تھا اس سلسلے میں ہامی نے اپنے بھائی سے رابطہ کیا جنہوں نے اپنی بیوہ بہن کے دکھ کو محسوس کر کے تمہارے رشتہ کے لیے کوشش کی اور خوش قسمتی سے وہ کامیاب بھی رہے اور سب کچھ تو چھوڑو مجھے صرف اتنا بتاؤ تمہارے ماں باپ سگے تھے؟" اس نے اپنی بات کے اختتام پر ہی نبیو سے سوال کیا۔ ایسا سوال جس کا جواب وہ جانتی تھی لیکن اس سوال میں چھپا طنز نبیو کو زمین میں گاڑ گیا۔

"ہمیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کس طرح تمہارے گھر والوں نے بغیر کسی انکوائری اور چھان بین کے سکندر کو تمہارا رشتہ دے دیا؟" ایک اور سوال جس کا جواب وہ دینا ہی نہ چاہتی تھی اسی لیے خاموشی سے آگے بڑھ گئی انکل صالح کے پاس سے بنا سلام و دعا لیے وہ ٹیبل کی جانب آگئی جہاں کیک کاٹنے کے لیے اس کا انتظار ہو رہا تھا وہ پہلا دن تھا جب نور ہلیزا اس کی زندگی میں آئی لیکن پھر آنے والے دن میں اس کی حیثیت نبیو کی زندگی میں ایک لازمی کردار کی سی ہو گئی ایک ایسا کردار جو اس کی روز مرو زندگی کا لازمی حصہ بن گیا۔

☼ ☼ ☼

ابوذر جاگ گیا تھا اس کے رونے کی آواز سنتے ہی نبیو بے چین ہو اٹھی جلدی جلدی شاور بند کیا۔ باتھ گاؤن لپیٹا جب تک باتھ روم کا دروازہ کھول کر وہ کمرے میں آئی ابوذر کی آواز خاموش ہو گئی شاید حماد آگیا تھا۔ ابوذر اسے پہچانتا تھا اکثر و بیشتر اسے سامنے دیکھ کر وہ رونا بھی بھول جاتا تھا اب بھی یقیناً ایسا ہی ہوا تھا لیکن کمرے میں موجود ابوذر کی کاٹ خالی تھی غالباً فاطمہ اسے باہر لے گئی تھیں کیونکہ رفیدا گھر پر نہ تھی اور حماد کسی ایسی حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا یہ سوچ کر اس نے کپڑے بدل لیے اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر کاریڈور سے ہوتی ہوئی لاؤنج میں آگئی سامنے رکھے صوفے پر نور ہلیزا ٹانگ پر ٹانگ دھرے اپنے موبائل پر بزی تھی اس کے قریب ہی ابوذر خاموشی سے لیٹا ہوا تھا قریب رکھی بے بی چیئر پر بیٹھا حماد مزے سے پزا کھا رہا تھا فاطمہ بھی اپنے سامنے پڑا

اور کوک کاٹن لیے بیٹھی تھیں۔ نور بلیزا کی وہاں موجودگی قطعی غیر متوقع تھی اسی لیے نبیو تھوڑی سی نروس ہو گئی۔
"السلام علیکم۔" اس نے بنا کسی کی جانب دیکھے سلام کیا جس کا جواب دینے کی زحمت کسی نے نہ کی۔ نور بلیزا مسلسل موبائل پر بزی تھی اور فاطمہ کھانے میں گم تھوڑی سی شرمندہ ہو گئی۔
"لائیں اسے مجھے دے دیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نور بلیزا کو مخاطب کرنا پڑا۔ نبیو کے پکارنے پر اس نے نگاہ اٹھا کر اک ذرا کی ذرا اس کی جانب دیکھا اور خاموشی سے ابوذر کو اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا جسے نبیو نے فوراً" سے بیشتر تھام لیا۔
"جب نہانے جایا کرو تو اسے مجھے دے جایا کرو ابھی نور نہ دیکھتی تو یہ کاٹ سے گر جاتا۔" کھانے کا شغل جاری رکھتے ہوئے اس کی ساس نے جتایا۔
"جی اچھا۔" مختصر سا جواب دے کر وہ کچن میں آ گئی تاکہ ابوذر کے لیے فیڈر تیار کر سکے سامنے سلب پر موجود فاسٹ فوڈز کے ڈبے اس امر کی نشاندہی کر رہے تھے کہ یہ سب نور بلیزا لے کر آئی ہے کیونکہ اس کے علاوہ اس وقت گھر پر کوئی اور موجود نہ تھا۔ نبیو نے بنا کسی چیز کو ہاتھ لگائے خاموشی سے فیڈر تیار کیا کچن کی کھڑکی پر پڑنے والی بوندوں نے اسے احساس دلایا کہ باہر بارش ہو رہی ہے وہ کھڑکی کے مزید قریب ہو گئی تاکہ باہر کا منظر دیکھ سکے۔
ہلکی ہلکی بوندا باندی میں خوبصورت ہرے بھرے درخت اور بھی حسین و دلفریب لگ رہے تھے بے خیالی میں ہی اس کی نگاہ گھر کے گیٹ پر پڑی رفیدا اپنی سائیکل لے کر اندر آ رہی تھی وہ ہمیشہ سائیکل پر ہی آفس جاتی تھی نبیو نے کھڑکی پر ایک نظر ڈالی ابھی رفیدا کی واپسی میں پورا گھنٹہ باقی تھا غالباً" اس کی جلدی واپسی کا سبب بھی نور بلیزا ہی تھی۔ نبیو تیزی سے کچن سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئی اس وقت اس کا موڈ رفیدا کا سامنا کرنے کا بالکل بھی نہ تھا" ابوذر فیڈر پیتے ہی سو گیا اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی پر پڑا پردہ ہٹا کر باہر جھانکا بارش ابھی بھی جاری تھی سامنے ہی سکندر کی گاڑی کی موجودگی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ بھی گھر آ چکا ہے نبیو کا دل چاہا وہ سڑک پر دور تک اس بارش میں بھیگتی ہوئی جائے اس خیال کے آتے ہی اس نے پلٹ کر ایک نظر ابوذر پر ڈالی اور ایک ٹھنڈی آہ بھری عشاء کے بعد وہ ابوذر کو لے کر باہر نہ جا سکتی تھی یہ اس کی ساس کا حکم تھا جس پر عمل کرنا اس کی مجبوری تھی اس نے اپنے کمرے کے پیچھے کی جانب کھلنے والے دروازہ کا لاک کھولا اور پہلی ہی سیڑھی پر بیٹھ گئی جانے کتنی دیر وہ اس طرح بیٹھی رہی جب اس کی توجہ کچھ ملی جلی آوازوں نے اپنی جانب مبذول کروائی نور بلیزا گھر جا رہی تھی رفیدا اسے چھوڑنے باہر آئی تھی حماد بھی ان کے ساتھ تھا کچھ ہی پل میں سکندر کی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز نے واضح کیا کہ وہ نور بلیزا کو اس کے گھر سیگاپور چھوڑنے گیا ہے۔
اس کا بے ساختہ دل چاہا وہ بھی ساتھ جائے کیونکہ وہاں ربیعہ رہتی تھی پچھلے کچھ دنوں سے اس کا دل ربیعہ سے ملنے کو چاہ رہا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی اس خواہش کو دل میں دبائے وہ اندھیرے میں سیڑھی پر بیٹھی رہی گاڑی کی دور تک معدوم ہوتی لائٹیں دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی پیٹ میں اٹھتی ٹیس نے اسے احساس دلایا وہ بھوکی ہے اسی لیے خاموشی سے کچن میں رکھے ٹیبل پر آ گئی جہاں دوپہر کا سالن اور چاول جوں کے توں موجود تھے اس نے پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا نکالا اور کمرے میں آ گئی سکندر کی واپسی کب ہوئی اسے علم ہی نہ ہو سکا ویسے بھی وہ آج کل زیادہ تر دوسرے کمرے میں ہی سوتا تھا وجہ ابوذر تھا بقول سکندر کے رات میں وقفہ وقفہ سے ابوذر کے رونے کی آواز اسے ڈسٹرب کرتی تھی جس کی بنا پر وہ صبح اپنا کام صحیح طور پر انجام نہ دے پاتا تھا' جو بھی تھا سکندر کی اس روٹین سے اب نبیو کو کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ وہ تنہائی کی عادی ہو چکی تھی اس کی زندگی میں اب اگر کوئی احساس باقی تھا تو وہ یقیناً" ابوذر تھا۔ اس کے علاوہ اسے اب کسی کی بھی کوئی پروا نہ رہی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی وہ بنا کسی احساس کے جلد ہی سو گئی۔

✡ ✡ ✡

جانے فون کے دوسری جانب کون تھا۔ وہ پچھلے پندرہ منٹ سے سکندر کو اسی طرح فون پر بات کرتا دیکھ رہی تھی۔ اس کی آواز اس قدر دھیمی تھی کہ باوجود کوشش کہ وہ سن نہ پا رہی تھی کہ فون کس کا ہے۔ ٹی وی پر اس کی پسندیدہ ملائی سیریل آ رہی تھی جسے پوری توجہ سے دیکھتے ہوئے بھی اس کا دھیان بار بار بھٹک کر سکندر کی جانب جا رہا تھا۔ فون بند کرتے ہی اس نے اپنے قریب بیٹھی رفیدا سے کچھ کہا۔ جس نے فوراً" نبیو پر نگاہ ڈالی۔

"لگتا ہے بھابھی کے گھر مہمان داری کا رواج نہ تھا۔" یک دم رفیدا کے با آواز بلند مخاطب کیے جانے پر وہ چونک اٹھی۔ رفیدا کی بات کا مقصد کیا تھا' وہ سمجھ ہی نہ پائی اور نا سمجھی والے انداز سے اس کی جانب تکا۔

"وہاں تو شاید کسی بھی چیز کا رواج نہ تھا۔ مہمان داری تو بہت دور کی بات ہے۔" یہ طنزیہ فقرہ سکندر کی جانب سے آیا تھا۔ وہ اب بھی نہ سمجھ پائی تھی کہ کیا ہوا ہے؟

"تم مجھ سے کچھ کہہ رہی ہو؟" سکندر کی بات کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے اس نے بڑے تحمل سے رفیدا کو مخاطب کیا۔

"ظاہر ہے تمہارے علاوہ اور کون ہے یہاں کم ذات' جس سے کچھ کہا جائے۔" سکندر تنک کر بولا' جبکہ رفیدا خاموشی سے ٹی وی اسکرین پر نظریں جمائے ٹانگیں ہلا رہی تھی۔ بالکل ایسے جیسے بات کو ہوا دینے کے علاوہ اس کا دوسرا مقصد نہ تھا۔ اس کی تو سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ یک دم سکندر کو ہوا کیا ہے وہ ہونق بنی اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو فون کس کا آیا تھا؟"

"نور بلیزا کا۔" کچھ دیر نبیو کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے اس نے خود ہی جواب بھی دے دیا۔

"کہہ رہی تھی تمہاری بیوی بہت جاہل عورت ہے۔ اسے گھر میں آئے ہوئے کسی بھی مہمان سے سلام دعا لینے کی بھی تمیز نہیں ہے۔" سکندر کی آواز یک دم تیز ہو گئی۔ کمرے سے ایدھا اور حماد بھی باہر نکل آئے۔ جن پر نظر پڑتے ہی وہ رنج کر شرمندہ ہوئی۔ اسے سمجھ نہ آیا نور بلیزا کی اس بے جا شکایت کا مقصد کیا ہے؟

"میں نے اسے سلام کیا تھا جس کا جواب اس نے خود ہی نہ دیا تھا۔ میری بات کا یقین نہ ہو تو اماں سے پوچھ لیں۔" اس نے شرمندہ سی آواز میں فاطمہ کی گواہی طلب کی جو اس سارے قصے سے لاتعلق مزے سے ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ یہ تو اس گھر کا شروع سے رواج تھا۔ دونوں ماں' بیٹیاں کوئی بھی بات شروع کرنے کے بعد بالکل اس طرح ظاہر کرتیں جیسے میاں' بیوی کے کسی بھی مسئلے سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ ابھی بھی فاطمہ کا انداز یہی ظاہر کر رہا تھا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" وہ یک دم دھاڑا' نبیو خائف سی ہو گئی۔

"میرا یہ مقصد نہ تھا۔"

"تو کیا نور بلیزا جھوٹ بول رہی ہے؟ یہ مقصد تھا تمہارا۔" سکندر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا موبائل دیوار پر دے مارا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سکندر کے اس قدر غصہ کی وجہ کیا ہے؟ اس نے ایسا کیا کیا تھا جو سکندر اتنا انتہائی ری ایکٹ کر رہا تھا۔

"ماں یہ تمہارا لایا ہوا عذاب ہے' جو میں بھگت رہا ہوں۔" قریب رکھی کرسی پر اس نے زور سے لات رسید کی۔ نبیو ڈر کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سکندر کی تیز آواز سنتے ہی ابوذر بھی ڈر گیا اور با آواز بلند رونے لگا' جسے فوراً" آگے بڑھ کر ایدھا نے گود میں لے لیا۔ یہ دیکھتے ہی نبیو کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"چھوڑو اسے ہاتھ مت لگانا۔" سکندر کو بھول کر وہ غصہ کی کیفیت میں ایدھا کی جانب بڑھی اور اس کے ہاتھ

سے ابوذر کو کھینچ لیا اور یہی شاید اس کی ایک بڑی غلطی تھی جس کا اندازہ اسے اگلے ہی پل ہو گیا۔ سکندر غصہ کی کیفیت میں تیزی سے آگے بڑھا اور اسے گلے سے دبوچ لیا۔

"ابھی میں نے تم سے کہا تھا تمہیں بالکل بھی تمیز نہیں ہے اور تم نے ایک ہی سیکنڈ میں میری بات کو سچ کر دکھایا۔"

"چھوڑو مجھے۔" اس کے ایک ہاتھ میں ابوذر لٹکا رو رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے بمشکل وہ خود کو چھڑواتی ہوئی بولی۔ اس کی آنکھوں کے آگے آتا اندھیرا اسے احساس دلا رہا تھا۔ اگر سکندر نے مزید اسے کچھ دیر اسی طرح دبوچے رکھا تھا۔ شاید وہ اپنے پاؤں پر مزید کھڑی نہ رہ سکے گی۔ "زندگی کتنی خوب صورت ہوتی ہے" اس احساس نے اسے مسلسل مزاحمت پر مجبور کر دیا۔

"چھوڑو اسے یہ تو مر جائے گی اور تمہاری ساری جوانی جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں گزر جائے گی۔" بھائی سے ہمدردی جتاتے ہوئے رفید انے اسے چھڑوانے کی کوشش کی' سکندر نے اسے دھکا دے کر صوفہ پر پرے پھینکا۔

"یاد رکھنا جب تک میرے گھر میں ہو میرے گھر آئے ہوئے کسی بھی فرد کو تم سے شکایت نہ ہو' ورنہ جان سے مار دوں گا۔" غصہ سے دندناتا ہوا وہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ایدھا حماد کو لے کر پہلے ہی وہاں سے جا چکی تھی۔

"آئے ہائے جلدی جاؤ رفیدا' بھائی کو روکو' کہیں اس غصہ میں کچھ اور نہ کر لے' میرا بد نصیب بچہ۔" فاطمہ نے دہائی دی' رفیدا فوراً" سے پیشتر سکندر کے پیچھے بھاگی نبیو بمشکل اٹھی' روتا ہوا ابوذر ابھی بھی اس کی گود میں تھا۔ بے بسی کی شدت میں اس کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے اپنی اس خواہش کو بمشکل ضبط کرتی وہ کمرے تک آئی اور پھر نیچے کارپٹ پر بیٹھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ آج اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس گھر میں اس کا وجود ایک فاضل پرزے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ سکندر اور اس کے گھر والوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی تک اس گھر میں اس کا قیام صرف اور صرف نبیو کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ لیکن آج یہ تمام کوششیں لاحاصل ہو گئیں۔

"آر یا پار اب مجھے جلد ہی اپنی زندگی کا کوئی فیصلہ کرنا ہو گا۔" اس ساری رات روتی بلکتی نبیو نے اپنے دل کو یہ سمجھاتے گزار دی کہ اب اسے جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا ہو گا اور اس سلسلے میں وہ پہلے ربیعہ کو اعتماد میں لینا چاہتی تھی' لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے لیے اب ناگزیر ہو چکا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو اپنے تمام حالات بتائے۔ تاکہ اس کی روشنی میں کوئی نیا قدم اٹھایا جا سکے۔

اس سے قبل کہ وہ کسی کو کچھ بتاتی یک دم ہی حالات کچھ ایسے تبدیل ہوئے کہ وہ چاہتے ہوئے بھی کسی سے کچھ نہ کہہ سکی۔

☆ ☆ ☆

باہر سے آتے تیز شور کی آواز سے نبیو کی آنکھ کھل گئی۔

"یہ صبح صبح کون آ گیا؟" نبیو نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے گھڑی پر ایک نظر ڈالی' ابھی صرف آٹھ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ بستر سے اٹھنے کی کوشش کے ساتھ ہی سر میں اٹھتی ٹیس نے اسے گزرا ہوا کل یاد دلا دیا۔ جس کے ساتھ ہی گزرے ہوئے کل کے واقعے نے اس کی اذیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ ابوذر سو رہا تھا۔ وہ بمشکل اٹھی۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ وہ جاننا چاہتی تھی صبح صبح بپا ہونے والے اس شور کا پس منظر کیا ہے۔

"میں نبیو کو آج اور ابھی لے کر جاؤں گا' دیکھتا ہوں مجھے کون روکتا ہے۔" یقیناً" یہ آواز انکل صالح کی تھی۔

"انہوں نے اپنی بیوہ بہن کی پریشانی دور کرنے کے لیے تمہارا اور سکندر کا رشتہ طے کروایا تھا۔" کان کے قریب ہی روزینہ کی سرگوشی ابھری نبیہ کا دل یک دم ہی نفرت سے بھر گیا وہ تیزی سے آگے بڑھی لاؤنج کے دروازے پر پہنچتے ہی اس کے قدم ساکت ہو گئے سامنے ہی سارا گھر موجود تھا۔ عمر' سکینہ' سکندر اور رفیدا کے علاوہ دیوار سے ٹیک لگائے ایدھا بھی کھڑی تھی۔ فاطمہ سامنے رکھی اونچی سی کرسی پر براجمان تھیں عائشہ اور محمد صالح لاؤنج کے وسط میں کھڑے تھے لگتا تھا کسی نے انہیں بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا نبیہ حیران تھی اس نے انکل صالح سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا پھر وہ کیوں آئے تھے؟ کل والے واقعہ کی اطلاع انہیں کس نے دی؟ بے شمار سوالات ایک ہی پل میں اس کے دماغ میں آئے جن کا جواب اسے تھوڑی ہی دیر میں مل گیا۔

"آپ اسے بڑے شوق سے لے جاسکتے ہیں کیونکہ میں نے آپ کو بلوایا بھی اسی لیے تھا۔" اس پر نظر پڑتے ہی سکندر چلایا۔

"اوہ تو ان تمام لوگوں کو سکندر نے خود بلوایا ہے۔" تذلیل کے ایک اور احساس نے اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر دیں۔

"ہاں ماموں لے جائیں اسے اپنے ساتھ اب ہم سکندر کی شادی اس کی پسند سے کریں گے۔" رفیدا نے بڑے ٹھنڈے انداز میں اس پر وار کیا سکینہ اور عمر خاموشی سے بیٹھے تھے حیرت کی بات یہ تھی کہ فاطمہ کا ردعمل بالکل ایسا تھا جیسے اس سارے مسئلے سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

"ٹھیک ہے یہ میرے ساتھ رہے گی ابھی تو فی الحال میں اسے اور ابوذر کو لے کر جا رہا ہوں لیکن یاد رکھنا جلد ہی حماد بھی ہمارے پاس ہوگا چلو نبیو پندرہ منٹ میں اپنا سامان لے کر باہر گاڑی میں آجاؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" سکندر کو جواب دیتے ہی انہوں نے نبیو کو بھی ہدایت دی اور خود تیزی سے باہر نکل گئے ان کی تقلید میں آنٹی عائشہ بھی باہر نکل گئیں اب یہاں مزید رکنا نبیو کے لیے مشکل نہیں ناممکن بھی تھا اس بات کا فیصلہ وہ رات ہی کر چکی تھی لہٰذا خاموشی سے اپنے کمرے میں آگئی اس کے پاس کوئی دوسری چوائس نہ تھی اس وقت یہاں سے نکلنے کا واحد راستہ انکل صالح کے گھر تک کا تھا اپنی آگے کی زندگی کا فیصلہ وہ یہاں سے جا کر ہی کر سکتی تھی خاموشی سے اپنا اور ابوذر کا سامان پیک کر کے وہ باہر آگئی کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہ کی اس گھر میں اس کی کیا حیثیت تھی؟ اب مزید یہ جاننے کی خواہش اس کے دل میں نہ تھی تقریباً آدھ گھنٹہ میں وہ انکل کے گھر پہنچ چکی تھی راستہ میں ہی انہوں نے ابوذر کے دودھ کے ٹن' دلیہ اور دیگر سامان پیک کروالیا تھا وہ بالکل خاموش تھی وہ انکل صالح کے ساتھ ان کے گھر اس حالت میں آئے گی یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا اسے تو امید ہی نہ تھی کہ سکندر اور اس کے گھر والے اسے اس طرح کھڑے کھڑے گھر سے نکال دیں گے وہ ابھی تک شاک کی حالت میں تھی شام ہوتے ہی ربیعہ اور عبدالوہاب بھی وہاں پہنچ گئے اس کی اجڑی ہوئی حالت دیکھتے ہی ربیعہ رونے لگی جبکہ اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے اسے محسوس ہو رہا تھا اب وہ تھک گئی ہے اب جو بھی ہو وہ ہر حال میں پاکستان جانا چاہتی تھی چاہے دنیا کچھ بھی کہے اس کا دل یہاں سے اچاٹ ہو چکا تھا اس کے دل سے دنیا کی باتوں کا خوف اڑن چھو ہو گیا تھا۔

"تم نے اپنے گھر اطلاع دی ہے۔"

ربیعہ نے اسے کندھے سے تھام کر ہلایا۔

"نہیں پہلے میں ذرا مولانا عبدالرزاق سے مشورہ کر لوں پھر اس کے گھر فون کریں گے۔" مولانا عبدالرزاق کا نام نبیو پہلے بھی سن چکی تھی یہاں اکثر کونسلنگ کے سلسلے میں ان سے ہی رابطہ کیا جاتا تھا۔

"پھر بات ہوئی آپ کی مولانا صاحب سے۔" عبدالوہاب نے دریافت کیا۔

"ہاں دو دن تک وہ مصروف ہیں پھر سکندر کی طرف جائیں گے اس سے بات کر کے نبیو سے ملاقات کریں گے اس کے بعد کونسلنگ کروائی جائے گی پھر جو بھی فیصلہ ہوا اس کی روشنی میں پاکستان رابطہ کیا جائے گا۔" انکل نے ہر نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے سمجھایا۔

"انکل پلیز مجھے یہ سب کچھ نہیں کرنا مجھے ہر حال میں پاکستان واپس جانا ہے' میں اب مزید یہاں نہیں رہ سکتی۔" صالح کی بات ختم ہوتے ہی نبیو تیزی سے بولی سب نے ایک ساتھ اس کی جانب دیکھا سختی سے اپنے ہونٹوں کو بھینچے وہ گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کی جانب تک رہی تھی شدید ضبط کے باوجود آنسو اس کے گال کو گیلا کر چکے تھے اس کا دکھ ربیعہ کے دل کو چیر گیا گھر سے اس طرح نکالے جانے کی جو اذیت نبیو محسوس کر رہی تھی اس کا اندازہ کوئی چاہ کر بھی نہیں لگا سکتا تھا بے عزتی کے شدید احساس نے اسے ادھ موا کر دیا تھا۔ اپنوں سے دور پردیس کی یہ رسوائی اسے خون کے آنسو رلا رہی تھی "اب مجھے یہاں نہیں رہنا" یہ فیصلہ وہ سکندر کے گھر سے نکالے جانے سے قبل ہی کر چکی تھی پچھلے تین دنوں سے وہ جس کرب کا شکار تھی اس کا واحد حل اب سکندر سے علیحدگی میں پنہاں تھا یہ ہی وجہ تھی کہ اسے کسی بھی کونسلنگ سے کوئی سروکار نہ تھا۔

"مجھے اپنے گھر کال کرنی ہے' میں اپنے والد سے ہر مسئلہ ڈسکس کرنا چاہتی ہوں۔" وہ حتمی اور اٹل لہجہ میں بولی۔ انکل صالح خاموشی سے اس کے چہرے پر نظریں جمائے جانے کیا سوچ رہے تھے جبکہ عائشہ ابوذر کو گود میں لیے اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔

"یہ وقت جذباتی فیصلے کرنے کا نہیں ہے تمہیں جو بھی کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا کیونکہ تم پاکستان کے کسی دوسرے شہر میں نہیں ہو جہاں سے ٹکٹ کروا کر میں تمہیں واپس بھیج دوں تم ایک دوسرے ملک میں موجود ہو جہاں کے اپنے کچھ قاعدے' قوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہونا تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ بھنویں اچکا کر بولی۔

"مجھے اپنے ملک واپس جانے کے لیے آپ کے ملک کے کن قاعدے اور قوانین کو فالو کرنا ہوگا؟ پلیز انکل ذرا آپ مجھے وضاحت سے سب کچھ سمجھائیں میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں واپس کیوں نہیں جا سکتی۔" وہ الجھ گئی تھی صالح انکل کی بات سمجھ ہی نہ پائی۔

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟" کسی بھی بات کی وضاحت سے قبل انہوں نے نبیو سے صرف یہ ہی ایک سوال کیا جسے سنتے ہی وہ چونک اٹھی۔

"پاسپورٹ وہ تو شاید سکندر کے پاس ہے بلکہ یقیناً" اس کے پاس ہی ہوگا آپ مانگیں وہ دے دے گا۔" اس کا لہجہ یقینی تھا۔

"اور ابوذر کے کاغذات مثلاً" اس کا برتھ سرٹیفکیٹ اور پاسپورٹ وغیرہ وہ کہاں ہیں۔" وہ یہ سب تو اس نے سوچا ہی نہ تھا انکل نے صحیح کہا تھا وہ اتنی آسانی سے اس مصیبت سے جان نہیں چھڑوا سکتی تھی۔ مایوسی کی ایک شدید لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"لیکن جب سکندر نے مجھے رکھنا ہی نہیں ہے تو وہ میرے تمام پیپرز بھی دے دے تاکہ میں واپس جا سکوں۔" مایوسی میں امید کی ایک جھلک اسے نظر آئی۔

"ہاں تمہارے پیپرز تو وہ دینے کو تیار ہے لیکن کیا تم حماد کے ساتھ ساتھ ابوذر کو بھی سکندر کے حوالے کر دو گی؟" انکل نے نبیو سے دریافت کیا جو ہونق بنی ان کا منہ تک رہی تھی۔

"دیکھو بیٹا تم ابوذر کو اپنے ساتھ پاکستان نہیں لے جا سکتیں یہ یہاں کا قانون ہے۔"

"کیوں نہیں لے جا سکتی' میں اس کی ماں ہوں کوئی بھی قانون چند ماہ کے بچے کو اس کی ماں سے جدا نہیں

کر سکتا۔"

"یہ ہی بات تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں دیکھو نبیو اگر تم پاکستان جانا چاہو گی تو ہمارے ملک کے قانون کے تحت تمہیں اکیلے واپس جانا ہو گا کیونکہ تم اس بچے کو دوسرے ملک نہیں لے جا سکتیں۔"

"لیکن ہمارے ملک کے قانون میں تو ہمیشہ ماں کا ساتھ دیا جاتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔" اس نے حیرت سے ربیعہ کی سمت دیکھا اس کے چہرے پر بکھری حیرت یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ بھی اسی نقطہ سے اسی طرح لاعلم تھی جس طرح نبیو۔

"لیکن یہاں ایسا نہیں ہے البتہ اگر تم سکندر سے علیحدگی اختیار کر کے یہاں رہنا چاہو تو اس سلسلے میں ہم سب تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔"

"کیسی مدد؟"

"جیسے میں کوشش کر کے تمہیں یہاں کوئی معقول سی جاب دلوا سکتا ہوں، تمہاری یہاں رہائش کا انتظام بھی ہو سکتا ہے بلکہ اگر تم چاہو تو تم ہمارے ساتھ ہمارے گھر پر بحیثیت بیٹی کے رہ سکتی ہو کیوں عائشہ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟" بات کرتے کرتے انہوں نے عائشہ کو مخاطب کیا جنہوں نے اثبات میں سر ہلا کر ان کی بات کی تصدیق کی۔

"یہاں رہائش اختیار کرنے میں تمہیں ایک فائدہ اور بھی ہو گا وہ یہ کہ میں کوشش کر کے حماد بھی تمہیں دلا دوں گا۔" انکل کی یہ تمام گفتگو اس کے کسی بھی مسئلے کا حل نہ تھی وہ یہاں شادی ہو کر سکندر کے ساتھ رخصت ہو کر آئی تھی اب اگر سکندر اس سے کوئی تعلق اور رشتہ نہ رکھنا چاہے تو وہ کس طرح یہاں رہ سکتی تھی کس حیثیت سے وہ اپنی زندگی دیار غیر میں گزار لیتی اپنے پیاروں سے دور، عورت اپنوں سے دوری صرف ایک شخص کے لیے برداشت کرتی ہے جو اس کے شوہر کے منصب پر فائز ہوتا ہے اب اگر وہ شخص ہی اپنا نہ ہو تو پھر کس طرح ساری زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ انسان تو سارے معاشرے کے ایک ہی جیسے تھے جو ہاتھوں میں سنگ ریزے لیے جا بجا کھڑے نظر آتے ہیں جہاں کہیں موقع ملے اپنے سامنے کھڑے فرد کو لہولہان کر دیں ایسے میں کس طرح وہ اپنی ساری جوانی تیاگ دے یہ سب اس نے سوچا ضرور مگر کہا کچھ نہیں وہ جان چکی تھی جذباتی پن اس تمام مسئلے کا حل نہیں ہے بلکہ اب اسے جو بھی کرنا ہے بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے فی الحال ضروری تھا کہ انکل جو کچھ کہیں ان کی ہاں میں ہاں ملائی جائے۔

"ٹھیک ہے انکل آپ وہ ہی کریں جو آپ کو مناسب لگے۔" بولتے ہوئے اس کی آواز رندھ گئی، ربیعہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ہمت کرو نبیو، خدا پر بھروسہ رکھو وہ جو بھی کرے گا بہتر کرے گا۔" وہ اس کا سر تھپکتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"ہمت ہی تو ہے جو یہ سب کچھ برداشت کر رہی ہوں ورنہ شاید کب کی مر گئی ہوتی۔"

"اچھا یہ ابوذر کو لو وہ کب سے بھوکا ہے پھر ہاتھ منہ دھو کر کپڑے تبدیل کر لو میں اور وہاب تمہیں ذرا باہر گھما لائیں شاید اسی طرح تمہارا دل کچھ بہل جائے۔" شاید ربیعہ نہیں جانتی تھی کہ وہ دل جو ٹوٹ کر بکھر جائیں وہ اس طرح نہیں بہلتے پھر بھی نبیو نہ چاہتے ہوئے بھی خاموشی سے تیار ہو کر ان کے ساتھ باہر آ گئی کم از کم وہ اپنا خیال رکھنے والے خود سے منسلک لوگوں کو مایوس نہ کرنا چاہتی تھی ویسے بھی وہ جان چکی تھی اچھی یا بری اپنی زندگی اسے خود جینی ہے اب فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں تھا کہ وہ کیسی زندگی گزارنا پسند کرتی ہے۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو بیٹا اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا ولی مقرر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جگہ جگہ فرماتا ہے کہ

اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرو خاص طور پر سورۃ النساء میں اس بارے میں کچھ جگہ وضاحت کی گئی ہے۔"
مولوی صاحب سانس لینے کے لیے رکے اور پل کے پل سکندر کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔
"جانتے ہو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان صلح کو بہت پسند فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
"اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو دونوں (میاں بیوی) پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں کسی مناسب بات پر صلح کرلیں اور صلح (حقیقت میں) اچھی چیز ہے۔" (سورۃ النسا)
نبیو سر پر دوپٹہ اوڑھے خاموشی سے سر جھکائے مولانا عبدالرزاق کی تمام گفتگو سن رہی تھی وہ دو گھنٹے قبل ان کے ساتھ سکندر کے گھر آئی تھی کیونکہ مشاورت کے لیے سکندر نے انکل صالح کے گھر آنے سے صاف انکار کردیا تھا اس کا کہنا تھا کہ یہ مشاورت لڑکی کے گھر ہوتی ہے جہاں دونوں فریقین کی جانب سے ایک فرد کی موجودگی ضروری ہے اب جبکہ نبیو کا گھر یہاں نہیں ہے تو یہ معاملہ سکندر کے گھر پر طے پایا جانا چاہیے اس سلسلے میں مولانا صاحب نے دو بار اس سے ملاقات کی اور اسے سمجھانا چاہا لیکن وہ مسلسل اپنی بات پر اڑا رہا وہ صالح محمد کو نبیو کا سرپرست تسلیم کرنے پر رضامند ہی نہ تھا۔
"ٹھیک ہے اگر وہ یہاں نہیں آتا تو یہ بھی وہاں نہ جائے گی۔" انکل صالح نے غصہ میں آکر اپنا فیصلہ سنا دیا مزید ایک ہفتہ اسی کھینچا تانی میں گزر گیا اور بھی جانے کتنا ٹائم اسی طرح گزر جاتا اگر اسی رات پاکستان سے روا کا فون نہ آجاتا۔ رات کے ایک بجے سوئی جاگی کیفیت میں تھی جب پاکستان سے آنے والی کال نے اس کے تمام احساسات کو بے دار کردیا عام طور پر کبھی بھی اسے اس وقت کوئی فون نہ کرتا تھا کسی انہونی کے احساس نے اس کے دل کی دھڑکن کو تیز کردیا اس نے کانپتے ہاتھوں سے لیس کا بٹن دبا کر سیل اپنے کانوں سے لگالیا۔
"السلام علیکم۔" دھیمی آواز میں بولتے ہوئے اس نے ابوذر پر ایک نظر ڈالی جو اس کے پہلو میں بے خبر سو رہا تھا۔
"وعلیکم السلام۔" روا کی آواز اسے بھیگی ہوئی محسوس ہوئی۔
"شاید میری ماں میرے تمام حالات جان چکی ہے پہلا خیال۔" اس کے ذہن میں یہ ہی آیا۔
"کیا بات ہے ممی سب خیریت تو ہے؟"
"خیریت کہاں بیٹا تمہارے پاپا آئی سی یو میں ہیں۔" بغیر کسی تمہید کے روا روتے ہوئے بولیں۔
"کیا ہوا پاپا کو؟" وہ ایک دم شاک ہوگئی یہ بالکل ایک غیر متوقع خبر تھی۔ اس کا دل صبح سے گھبرا رہا تھا جس کی وجہ اب سمجھ میں آئی۔
"یا اللہ میرے پاپا کو صحت عطا فرما۔" اس کے دل کی گہرائیوں سے آواز نکلی حالانکہ ابھی وہ یہ بھی نہ جانتی تھی کہ احتشام صاحب کو ہوا کیا ہے؟
"ان کو دوسرا ہارٹ اٹیک آیا ہے ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ بائی پاس کرنا پڑے گا ہم تمہیں پردیس میں پریشان نہ کرنا چاہتے تھے بیٹا اسی لیے اطلاع نہ دی لیکن اب جب ڈاکٹرز نے آپریشن بتایا تو میں صبر نہ کرسکی کیا تم کسی طرح پاکستان نہیں آسکتیں۔" بات کرتے کرتے روا نے وہ سوال کیا جس کا جواب دل کی گہرائیوں سے سوائے ہاں کے کچھ نہ تھا۔
"بیٹا میں چاہتی ہوں تم پاکستان آکر اپنے پاپا سے مل لو ویسے بھی وہ تمہیں بہت یاد کرتے ہیں ہمارا پروگرام تھا ایک ماہ تک وہاں آنے کا لیکن یہ بس اچانک ہی پرسوں جانے انہیں کیا ہوگیا۔" روا بھرائی ہوئی آواز میں اسے تمام تفصیل سنا رہی تھیں جسے وہ خالی الذہنی سے سن رہی تھی مصیبت ایک کے بعد ایک اس کی طرف لپک رہی تھی اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ روا کو کیا جواب دے اس کا بس چلتا تو ابھی اڑ کر پاکستان چلی جاتی لیکن پاؤں میں پڑی

مجبوری کی زنجیریں اسے جکڑے ہوئی تھیں۔
"تم کہو تو میں سکندر سے بات کروں تمہیں پاکستان بھجوادے بے شک پندرہ دن کے لیے ہی سہی۔" ردا اس کے دل کی کیفیت سے بے خبر بولے جارہی تھیں نہیں جانتی تھی کہ ان کی لاڈلی بیٹی کس اذیت سے دوچار ہے۔
"نہیں ممی پلیز آپ انہیں کچھ مت کہیں میں خود بات کرکے آپ کو کل تک بتادوں گی اور آپ اپنا خیال رکھیے گا اللہ پاپا کو جلد صحت عطا فرمائے گا۔"
اور پھر فون بند کرنے تک اس نے ردا کو اپنے بارے میں کچھ بھی نہ بتایا یہ بھی نہیں کہ وہ انکل صالح کے گھر قیام پذیر ہے وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس پریشانی میں اپنی ماں کو مزید کوئی دکھ دے وہ ساری رات نبیو نے جائے نماز پر گزار دی وہ رو رو کر اپنے باپ کی صحت و سلامتی کے لیے دعائیں کرتی رہی باپ کی تکلیف نے اپنا درد بھی بھلا دیا۔
"پلیز انکل آپ سکندر سے کہیں میرا پاسپورٹ دے دے مجھے ہر حال میں پاکستان جانا ہے۔" وہ روتے ہوئے صالح محمد سے التجا کررہی تھی جو خاموشی سے اس کی ہر بات کو سن رہے تھے انہیں صبح ہی پتا چلا تھا کہ احتشام آئی سی یو میں ہیں۔ اس کے بعد امان اور ردا کو فون کرکے انہوں نے تمام صورت حال معلوم کرلی تھی احتشام کے بائی پاس کی خبر نے انہیں بھی پریشان کردیا تھا اب ان کی سمجھ میں بھی نہ آرہا تھا کہ فوری قدم کیا ہونا چاہیے؟
"ٹھیک ہے بیٹا تم خود کو سنبھالو میں سکندر سے بات کرتا ہوں۔" اسے تسلی دیتے وہ گھر سے چلے گئے شام کو ان کی واپسی تک نبیو جلے پیر کی بلی کی طرح گھر میں پھرتی رہی وہ پہلا دن تھا جب اسے ابوذر کا خیال بھی نہ آیا آج اگر اسے کچھ یاد تھا تو صرف اپنا باپ' وہ مسلسل شفا سے رابطہ میں تھی جو پل پل کی خبریں اسے دے رہی تھی کتنے خوش نصیب تھے سب لوگ جو ایک ساتھ تھے ایک وہ ہی بدنصیب تھی جو اپنوں سے دور قید تنہائی کاٹ رہی تھی شام تک انکل کے انتظار میں گزارے جانے والے چھ گھنٹے اسے چھ صدیوں کے برابر لگ رہے تھے۔
"انکل لے آئے آپ میرا پاسپورٹ؟" انکل کے گھر میں داخل ہوتے ہی وہ بے قراری سے ان کی جانب بڑھی انہوں نے رک کر ایک نظر اس کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی۔
"تم نے آج کھانا نہیں کھایا؟" یہ اس کے سوال کا جواب تھا اسے یاد آیا وہ صبح سے بھوکی تھی حالانکہ عائشہ کئی بار اس کی منت کرچکی تھیں کہ وہ کچھ کھالے مگر جانے کیوں اس کا دل ہی نہ چاہ رہا تھا۔
"دل نہیں چاہا کھانا کھانے کو۔" وہ دھیمے سے بولی۔
"تو آؤ پہلے میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ پھر بات کرتے ہیں" بمشکل اپنے حلق سے چند نوالے اتارنے کے بعد وہ پھر سے اپنے مدعا پر آگئی۔
"انکل مجھے پاکستان جانا ہے اپنے پاپا کے پاس۔"
"دیکھو نبیو میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کوئی بھی کام جذباتی ہو کر مت کرو بلکہ ہر بات سوچ سمجھ کر کرو۔" انکل نے پاس رکھے برتن میں اپنے ہاتھ دھوئے اور انہیں تولیہ سے خشک کرتے ہوئے نبیو کو سمجھایا۔
"دیکھو بیٹا میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں فی الحال ان حالات میں تمہارا پاکستان جانا قطعی غیر مناسب ہے جب تک تمہارے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو تمہارا یہاں موجود رہنا اشد ضروری ہے۔"
"لیکن انکل میرے پاپا سیریس کنڈیشن میں ہیں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے اگر تم چاہتی ہو پاکستان جانا تو بے شک جاؤ اس سلسلے میں سکندر کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے میں کل ہی تمہارے پیپرز جمع کروادیتا ہوں لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم یہ سفر تنہا ہی کروگی ابوذر تمہارے ساتھ نہ ہوگا اور پھر یہ بھی سوچو نبیو اگر تمہیں وہاں پہنچتے ہی سکندر طلاق کے پیپرز بھجوادے تو تم کیا کروگی۔" انکل کے آخری جملے

نے روتی ہوئی نبیو کو سر اٹھانے پر مجبور کر دیا طلاق کا خوف اس کے اعصاب کو جھنجلا گیا وہ بھی اس وقت جب اس کا باپ اسپتال میں زندگی و موت کی کشمکش میں پڑا ہو اس کے دونوں بچے اس سے میلوں دور ہوں' آج سے چار سال قبل شروع ہونے والا یہ کٹھن سفر اسے تہی دامن کر کے ایک جھٹکے میں ہی ختم ہو جاتا وہ جہاں سے چلی تھی وہاں واپس پہنچ جاتی اپنی ذات کی نفی کر کے بھی اسے کچھ حاصل نہ ہوتا' خسارہ اس کا مقدر بن جاتا سکندر ہر ظلم کے بعد بھی فاتح ہی قرار پاتا دو بیٹے' پسندیدہ بیوی اور ہر طرح کی عیاشی اس کا نصیب بن جاتی' اس کے ہاتھ کیا آتا سوائے ذلت اور رسوائی کے' انکل کیا کہنا چاہتے تھے وہ با آسانی سمجھ گئی ویسے بھی گزرتے ہوئے وقت اور حالات نے اسے اپنی عمر سے زیادہ سمجھ دار بنا دیا تھا آہستہ آہستہ وہ اپنے جذبات پر قابو پانے کا فن سیکھ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے' انکل مگر میں اپنی ممی کو کیا جواب دوں؟" وہ اپنی جذباتی کیفیت سے ایک دم ہی باہر نکل آئی۔

"گڈ نبیو تم کافی سمجھدار ہو بیٹا اور مجھے تمہاری یہ عادت بہت پسند ہے تم ہر بات جلدی مان جاتی ہو۔" انکل نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تم اپنی والدہ سے کہو کہ تمہارے پیپرز فنشنلٹی کے لیے جمع ہیں لہٰذا ان دنوں تمہارا ویزا لگنا نا صرف مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے پھر بھی انہیں سمجھانا کہ تم کوشش کر رہی ہو جیسے ہی ممکن ہوا تم پاکستان ضرور آؤ گی۔"

"ٹھیک ہے انکل۔" بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اب وہ آسانی سے اپنے گھر والوں کو قائل کر سکتی تھی۔

"اور ہاں آج مجھے سکندر کا فون بھی آیا تھا۔"

"سکندر کا فون؟" اس نے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں وہ تم سے ملنا چاہتا ہے اس سلسلے میں اس نے مولانا عبدالرزاق سے بھی رابطہ کیا ہے۔"

"ضرور یہ اس کی کوئی چال ہو گی ورنہ میں نہیں سمجھتی کہ وہ اتنی آسانی سے آپ کو فون کر کے مجھ سے ملاقات کی بات کرتا۔" وہ خاصی بد ظن تھی' بد گمانی اس کے لہجہ سے جھلک رہی تھی جسے صالح محمد نے محسوس ضرور کیا مگر کہا کچھ نہیں۔

"دراصل میں' میں نے حماد کے لیے یہاں کی ایک شرعی عدالت سے رجوع کیا تھا جو قریبی اسلامک سینٹر میں موجود ہے' میرا مطالبہ حماد کی کسٹڈی کا تھا تین سالہ بچہ کوئی بھی باپ اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکتا وہ بھی اس صورت میں جب وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہو۔"

"اوہ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے بیٹے سے جدائی کے تصور نے اسے مجھ سے رابطہ کرنے پر مجبور کر دیا۔" بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔

"ہاں... اور اب جب اس نے خود مجھ سے رابطہ کر لیا ہے تو میرا خیال ہے کہ تم مولانا صاحب کے ساتھ فاطمہ کے گھر چلی جاؤ سکندر تم سے مشاورت اپنے گھر میں ہی کرنا چاہتا ہے اس سلسلے میں وہ کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں ہے۔" اپنے باپ کی بیماری' ماں کے دکھ' بہن بھائیوں کی پریشانی اور ان حالات میں ان سے دوری نے نبیو کو اندر سے توڑ دیا تھا بظاہر وہ مضبوط نظر آ رہی تھی لیکن جو کیفیت اس کے دل کی تھی وہ ہی جانتی تھی اسی احساس شکست نے اسے مجبور کیا کہ وہ مولانا صاحب کے ساتھ واپس اس گھر میں جائے جہاں واپس نہ جانے کی قسم وہ دل ہی دل میں کئی بار کھا چکی تھی شاید ابھی اس کے نصیب کی مزید کچھ آزمائشیں باقی تھیں اسے لگتا وہ اپنے رب کی پسندیدہ بندی ہونے کا اعزاز حاصل کر چکی ہے یہ ہی وجہ تھی جو وہ آزمائشوں کے لیے منتخب کر لی گئی تھی اور جب وہ مشاورت کے لیے سکندر کے گھر آئی تو یہ سوچ چکی تھی سمجھوتا وہ واحد حل ہے جو اس کی زندگی کو تاریک ہونے سے بچا سکتا ہے اور یہ سمجھوتا اسے اپنے بچوں کے لیے کرنا تھا جنہیں لے کر وہ یہاں سے نہ جا سکتی تھی۔

"مولانا صاحب یہ بہت نافرمان ہے' میرے حکم کی روگردانی کرتی ہے۔" وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب سکندر

کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی وہ یک دم چونک اٹھی۔

"تو کیا تم نافرمان نہیں ہو؟" مولانا صاحب نے الٹا سکندر سے سوال کیا۔

"کیا تم اپنے رب کے حکم کی رد گردانی نہیں کرتے؟" مولانا صاحب کے اس سوال کا بھی جواب سکندر کے پاس نہ تھا اس نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"جب تم اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہو تو کیا وہ تمہیں بے گھر کر دیتا ہے؟ تمہارے نصیب میں لکھا گیا رزق چھین لیتا ہے؟ یا تمہیں دنیا میں ذلیل و خوار کرتا ہے؟ تمہیں بیماریوں کے بوجھ سے لاد دیتا ہے؟ بتاؤ سکندر تمہارا رب تمہاری نافرمانیوں پر تمہیں کون سی سزا دیتا ہے؟ وہ نافرمانی جو تم اس کی دن رات کرتے ہو کیا وہ ان پر تمہیں معاف نہیں فرماتا؟ بے شک معاف فرماتا ہے جب ہم اس سے معافی طلب کرتے ہیں تو تمہارے خیال میں یہ عورت جو آج تمہارے سامنے سر جھکائے بیٹھی ہے تم سے معافی کی طلب گار نہیں ہے۔" مولانا صاحب نے اسے ایک بار پھر لاجواب کر دیا۔

"اللہ تعالیٰ نے تو بدکار عورتوں کے لیے بھی معافی کی گنجائش رکھی ہے پھر تم کیوں اس کے حکم سے رد گردانی کرتے ہوئے اپنی بیوی کو گھر سے نکالنے کے درپے ہو' کیوں اس سے دونوں بچے چھیننا چاہتے ہو کوئی بھی ظلم کرنے سے پہلے یاد رکھنا اللہ تعالیٰ ظالم سے حساب ضرور لیتا ہے۔" بات کرتے ہوئے مولانا صاحب کے لہجہ میں اشتعال آگیا۔

"تم ایک نیک عورت کے ساتھ زیادتی کے مرتکب ہو رہے ہو وہ بھی صرف اس بنا پر کہ یہ تم کو ناپسند ہے۔" نبیو نے ایک نگاہ سکندر کے چہرے پر ڈالی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار وہ مولانا صاحب کے سامنے بھی کر چکا تھا۔ اس سوچ نے نبیو کے دل کو دکھ سے بھر دیا آج اس کے باپ کا بائی پاس تھا شاید آپریشن شروع ہو چکا ہو گا اس نے سامنے لگی دیوار گیر گھڑی پر ایک نظر ڈالی بے اختیار ہی سورہ فاتحہ کا ورد اس کی زبان سے جاری ہو گیا۔

"دیکھو بیٹا قرآن نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے فرمان خداوندی ہے۔"

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو پھر بھی اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔" مولانا صاحب نے اپنی گود میں رکھے قرآن شریف کو کھول کر سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت نا صرف پڑھ کر سنائی بلکہ قرآن مجید کو سکندر کے سامنے بھی کر دیا۔

"دیکھو بیٹا تمہاری کوئی بھی شکایت ایسی نہیں ہے جسے بنیاد بنا کر تم اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہو' یاد رکھو جائز کاموں میں طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند کیا جانے والا فعل ہے تو کیا تم بلا سبب کوئی ایسا فعل سرانجام دینا پسند کرو گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔" مولانا صاحب نے اپنی بات کے اختتام پر سکندر پر ایک نظر ڈالی۔

"مولانا صاحب اس کے کسی غیر مرد سے تعلقات بھی ہیں جو پاکستان سے نا صرف اسے میسج کرتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر اس کے فون بھی آتے رہتے ہیں۔" ایک اور نیا الزام کوئی اور وقت ہوتا تو وہ چلا اٹھتی مگر اس وقت وہ سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں کھو چکی تھی۔

"تمہارا شوہر جو الزام تم پر لگا رہا ہے کیا وہ درست ہے۔" مولانا صاحب کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی' اس نے خالی خالی نظروں سے ان کی جانب تکا وہ سمجھ ہی نہ پائی وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

"نیک عورتوں کے لیے نیک مرد اور بری عورتوں کے لیے..." جانے یہ آواز کس کی تھی اس نے چونک کر ایک نظر سکندر کی چہرے پر ڈالی۔

"تو کیا میں بدکردار عورت ہوں جو میرے مقدر میں سکندر جیسا مرد لکھ دیا گیا۔" اسے سوچنے سے بھی یاد نہ آیا

اس کی زندگی کا کوئی ایسا پل جو یہ ثابت کر دے کہ نیرو احتشام ایک بدکردار عورت ہے۔

"دیکھو بیٹی شادی کے بعد عورت اپنے مرد کی امانت ہوتی ہے۔" اس کی خاموشی سے جانے مولانا صاحب نے کیا نتیجہ اخذ کیا۔

"اگر تمہارے شوہر کی بات درست ہے تو اپنی اصلاح کرو اگر یہ تم پر بہتان باندھ رہا ہے تو پھر اس کی پکڑ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور ہوگی۔"

"یہ بہتان نہیں ہے' آپ پوچھیں اس سے کیا اس کے تعلقات کسی سنان نامی شخص سے نہیں ہیں۔" نیرو کی خاموشی نے سکندر کو مزید شہہ دے دی۔

"سنان۔" اس کے سوئے ہوئے احساسات جھنجلا اٹھے اس نام کے ساتھ ہی وہ سب کچھ بھول گئی وہ جسمانی طور پر یہاں تھی دماغی طور پر وہ کراچی کے ایک کارڈیو اسپتال کے آئی سی یو کے باہر بیٹھی تھی جہاں اس کا باپ ایڈمٹ تھا اس کے آس پاس گھر کے تمام افراد موجود تھے بے اختیار سورۃ فاتحہ کا ورد اس کی زبان پر جاری ہو گیا آنکھوں سے جاری آنسو اس کے گالوں کو بھگوتے جا رہے تھے۔

"دیکھو بیٹا اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم دونوں سب کچھ بھلا کر آپس میں صلح کر لو کیونکہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت پسندیدہ عمل ہے۔" جواباً سکندر نے کیا کہا وہ سمجھ نہ پائی عین اس وقت اس کے قریب رکھا موبائل فون بج اٹھا بے اختیار اس کی نگاہ سامنے لگی گھڑی پر پڑی شاید آپریشن مکمل ہو چکا تھا صرف تین گھنٹوں میں ایسا ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن امر بھی تھا پھر یہ فون کس کا آ رہا تھا شاید انکل صالح کا ہو اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے فون اٹھایا جو بند ہو چکا تھا۔

"نیرو بنت احتشام کیا تمہیں اپنے شوہر کی تمام باتیں منظور ہیں وہ سب جو بھی اس نے تم سے کہا؟" اسے یاد ہی نہ آیا کہ سکندر نے اس سے کیا کہا تھا اس کا پورا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا وہ خوف زدہ تھی فون ایک بار پھر بج اٹھا' کمرے میں موجود دونوں افراد نے بھی بے اختیار اس کے زرد چہرے پر نظر ڈالی۔

"کس کا فون ہے؟" سکندر کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے اپنے ہاتھ میں تھامے سیل پر ایک نظر ڈالی اسکرین پر جگمگانے والا نمبر یقیناً "شفا" ہی کا تھا وہ کپکپا اٹھی۔

"یا اللہ خیر کرنا مجھے کسی بھی بری خبر سے محفوظ رکھ میرے مالک میرے باپ کو صحت کاملہ عطا فرمانا۔" دل ہی دل میں دعا کرتے ہوئے اس نے یس کا بٹن دبا کر سیل اپنے کانوں سے لگا لیا اپنے دل کی دھڑکن کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی اس وقت اس کی ذات کمرے میں موجود دونوں نفوس کی مکمل توجہ کا مرکز تھی دوسری طرف شفا کی آواز سنتے ہی اسے محسوس ہوا جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گی اسے اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی اس کا تمام جسم سن ہو گیا سکندر نے کب اس کے ہاتھ سے سیل تھاما اسے ہوش ہی نہ رہا اس کا ذہن مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب چکا تھا یقیناً "وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

مجھے اتنا پیار نہ دو بابا کل جانے مجھے نصیب ہو۔
میں جب بھی روتی ہوں تم آنسو پونچھا کرتے ہو۔
مجھے اتنی دور نہ چھوڑ آنا میں روؤں اور تم قریب نہ ہو۔
میرے ناز اٹھاتے ہو بابا۔
میری چھوٹی چھوٹی خواہش پر تم جان لٹاتے ہو بابا۔
کل ایسا نہ ہو اک نگری میں میں تنہا تم کو یاد کروں۔
اور رو رو کے فریاد کروں۔

اے اللہ کوئی میرے بابا جیسا ناز اٹھانے والا ہو۔

وہ چت لیٹی ایک ٹک کمرے کی چھت پر لگے اسٹارز کو دیکھ رہی تھی جو اندھیرے میں چمک رہے تھے وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ حالات اسے اس نہج پر لے آئیں گے جہاں سے واپسی کا راستہ نہ صرف دشوار گزار بلکہ ناممکن ہوگا اس نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا وہ دور دیس میں اپنے پیاروں سے دور اس طرح کے دن بھی گزارے گی ان تمام مشکلات میں گھر کر بھی ایک اطمینان اس کے دل کو حاصل تھا وہ تنہا نہ تھی اس نے پلٹ کر اپنے پہلو میں دیکھا ابوذر گہری نیند سو رہا تھا سکندر اس کی تلاش میں کتے کی طرح سارا شہر سونگھتا پھر رہا تھا وہ جانتی تھی اس کے گھر والے بھی اس سے رابطے کے لیے بے قرار ہوں گے وہ مجبور تھی اسے حالات نے مجبور کر دیا تھا اس کے لیے بھی یہ ہی بہتر تھا وہ کسی سے رابطہ نہ رکھے اپنی تنہائی اور بے بسی کے احساس سے اس کا دل بھر آیا بے اختیار آنسو اس کی گالوں کو بھگوتے ہوئے تکیہ پر گرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

کھانا کھاتے کھاتے اس کی نظر شیشے سے اس پار روڈ پر پڑی جہاں ہلکی ہلکی بارش میں فٹ پاتھ پر ایک نوجوان لڑکا اور لڑکی جا رہے تھے لڑکی نے ڈارک بلیو سوٹ پہن رکھا تھا جو اس امر کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ ہندو تھی ویسے بھی یہاں عام طور پر اس طرح کے گہرے رنگ ہندو ہی پہنتے تھے لڑکا جانے اس کے کان میں کیا کہہ رہا تھا لڑکی کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اسے دور سے بھی نظر آ رہی تھی۔

"کیا کھاؤ گی؟" سکندر کی آواز سنتے ہی وہ چونک اٹھی ویٹران کے قریب ہی کھڑا تھا غالباً" آرڈر لینے کے لئے۔

"چکن تکہ" یہ ایک پاکستانی ہوٹل تھا جہاں وہ سکندر سے خاص فرمائش کر کے آئی تھی ویسے بھی جب سے مولانا عبدالرزاق نے سکندر کو سمجھایا تھا اس کے رویہ میں خاطر خواہ تبدیلی آئی تھی جو نبیو کے لئے خوش آئند تھی آج بھی دونوں نے پہلے سینما میں لگی پاکستانی مووی دیکھی اور پھر اسی کی فرمائش پر سکندر اسے پاکستانی ریسٹورنٹ بھی لے آیا اور اب وہ مزے سے چکن تکہ انجوائے کر رہی تھی اس کے دونوں بچے گھر پر فاطمہ کے پاس تھے جب وہ گھر آئے ابوذر بھی وادی کے پاس سو چکا تھا۔

"اسے یہیں سونے دو ورنہ یہ ڈسٹرب ہوگا جاگ گیا تو تمہیں بھی نہ سونے دے گا۔"

سکندر کے کہنے پر وہ ابوذر کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ تو گئی تھی مگر وہ ساری رات اس نے کانٹوں پر گزاری اسے آج اندازہ ہوا وہ ابوذر کے بنا ایک پل بھی نہیں جی سکتی شاید وہ حماد سے زیادہ ابوذر سے محبت کرتی تھی لیکن نہیں وہ تو حماد پر بھی جان دیتی تھی یہ اور بات تھی حماد کو اس سے انسیت بالکل نہ تھی وہ اگر کسی سے محبت کرتا تھا تو شاید وہ فاطمہ تھی ورنہ کبھی نبیو نے اسے سکندر سے بھی بے جا لاڈ کرتے نہ دیکھا تھا بے شک سکندر کا رویہ اس سے تبدیل ہو چکا تھا مگر دونوں کے درمیان جو تکلف کی دیوار شروع دن سے قائم ہوئی تھی وہ آج بھی برقرار تھی آج بھی سکندر پہلے دن والا وہ ہی مرد تھا جس نے اسے شادی کی رات ہی بتا دیا تھا کہ عورت اس کی کبھی ضرورت نہ تھی اپنی اس بات پر وہ آج بھی قائم تھا نبیو بھی شاید اس ماحول اور رویے کی عادی ہو چکی تھی نبیو کو حیرت تو اس بات پر تھی کہ اس کی واپسی کے بعد سے نور ہلیزا ابھی تک سکندر سے ملنے نہ آئی تھی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان موجود تعلق ختم ہو چکا ہو مگر یہ اس کی خام خیالی تھی ایسے تعلقات زمانے کی نظروں سے چھپ ضرور جاتے ہیں مگر کبھی ختم نہیں ہوتے جس کا اندازہ گزرتے وقت میں اسے بھی ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

نور ہلیزا اسپتال میں تھی اپنی جاب سے واپس آتے ہوئے ایک نیگرو نے اسے لوٹنے کی کوشش کی تھی نور ہلیزا

کی طرف سے معمولی مزاحمت پر وہ اسے بھرے روڈ پر بے دردی سے پیٹ کر پھینک گیا جب یہ خبر نبیو نے سنی تو شاک رہ گئی۔

"ہمارے دیس میں عورتوں کو اس طرح سرعام پیٹنے کی کوئی شخص جرات نہیں کر سکتا"

"وہ جو تمہارا میڈیا عورت کا استحصال دکھاتا ہے وہ کیا ہے؟"

رفیدا سے کبھی بھی نبیو کے منہ سے اپنے دیس کی تعریف سنی نہ جاتی تھی اس لیے برداشت نہ کر سکی اور فوراً بول پڑی۔

"وہ چند ایک واقعات ہوتے ہیں گاؤں دیہات میں جہاں تعلیم کی کمی ہے' اور کچھ ذاتی دشمنی کا شاخسانہ بھی ہوتے ہیں لیکن عام طور پر بڑے شہروں کی چلتی ہوئی شاہراہ پر کوئی لیٹرا ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔" وہ ہر ممکن طور پر اپنے وطن کا دفاع کرتے ہوئے بولی۔ رفیدا بنا جواب دیئے اپنی جگہ سے اٹھ گئی وہ دونوں ماں بیٹیاں سکندر کے ساتھ ہسپتال جا رہی تھیں وہ خود بھی جانا نہ چاہتی تھی اس لیے خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی تاکہ کپڑوں والی الماری کی صفائی کر سکے ابھی اس کا کام ادھورا ہی تھا کہ روزینہ آ گئی وہ اپنے آفس سے سیدھی یہاں آئی تھی۔

"اچھا ہوا بھابھی آپ آ گئیں میں اکیلی بور ہو رہی تھی۔"

نبیو اسے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی اس نے جلدی جلدی سارے کپڑے الماری میں ڈالے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آنٹی اور رفیدا تو نور ہلیزا کو دیکھنے ہسپتال گئے ہیں"

"ہاں مجھے ایدھا نے بتایا میں نے رفیدا سے کہا تھا کہ میرا انتظار کرے میں انہیں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گی مگر وہ چلی گئیں' بہرحال دونوں اپنی مرضی کی مالک ہیں تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی' مزے میں تو ہو؟"

وہ اس کے بیڈ پر اطمینان سے بیٹھ گئی۔

"اللہ کا شکر ہے" نبیو نے آہستہ سے مختصر سا جواب دیا۔

"سکندر تمہارے ساتھ ٹھیک ہے؟"

روزینہ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولی۔

"جی۔"

"ایک بات پوچھوں نبیو برا تو نہ مانو گی"

"نہیں پہلے میں نے آپ کی کسی بات کا برا مانا ہے جو اب مانوں گی"

وہ روم فریج سے پیپسی کا ٹن نکال لائی تھی ساتھ ہی کمرے میں رکھے کوکیز کے ڈبے سے کچھ کوکیز نکال کر اس نے پلیٹ میں رکھ دیئے۔

"تمہارے اور سکندر کے درمیان ازدواجی تعلقات کب سے نہیں ہیں؟"

وہ بنا کسی تمہید کے بولی اس کے سوال نے نبیو کو سن کر دیا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے کچھ اگلوانا چاہتی ہوں حقیقت یہ ہے کہ میں نے جب سے یہ بات سنی میں بہت شاک تھی اور آج جان بوجھ کر اس ٹائم آئی ہوں جب تمہارے پاس کوئی نہیں میں چاہتی ہوں تم مجھے سب کچھ سچ سچ بتاؤ"

"آپ کو یہ سب کس نے بتایا؟"

اپنی انا کا خول ٹوٹنے پر وہ چڑ سی گئی جب بولی تو کرچیوں کی چبھن اس کے لہجہ میں تھی۔

"نور ہلیزا"

ان الفاظ نے نبیو کو لرزا دیا نور ہلیزا اس کے اور سکندر کے درمیان موجود تمام تعلقات کو جانتی تھی ورنہ کبھی بھی یہ بات اتنے وثوق سے آگے تک نہ پہنچاتی' وہ کیا کہہ سکتی تھی شرمندگی سے گردن جھکالی اس کی آنکھیں لبالب پانی سے بھر گئیں۔

"اس کا مطلب یہ ہوا نور ہلیزا نے جو کچھ مجھ سے کہا سب سچ ہے۔"

"اس نے آپ سے اور کیا کہا؟"

"بس یہ ہی کہ اس نے سکندر کو پابند کر رکھا تھا وہ کبھی بھی تمہیں ہاتھ نہ لگائے گا اور یہ بھی کہ سکندر کوئی ایسا راستہ تلاش کر رہا ہے جس پر چل کر تمہیں واپس بھیجا جاسکے کیونکہ تمہاری یہاں رہائش سکندر کے لئے خطرہ ہے اگر وہ تمہیں طلاق دیتا ہے اور تم ملائیشیا ہی رہ جاتی ہو تو سکندر اپنے بیٹے تمہیں دینے کا پابند ہوگا بصورت دیگر تمہارے وطن واپسی کی صورت میں تم بچے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتیں اور اب یہ دونوں مل کر تمہیں اس طرح یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس سوائے پاکستان واپسی کے کوئی دوسرا راستہ نہ بچے"

روزینہ نے ایک ہی سانس میں ساری تفصیل اسے سنادی جسے سنتے ہی نبیو کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سر کے بل اونچائی سی نیچے آگری ہو سکندر کے رویے کی تبدیلی کی وجہ وہ اب سمجھ پائی تھی آج بھی روزینہ ہی اس کے کام آئی تھی اگر وہ اسے یہ سب نہ بتاتی تو جانے اس کا کیا حشر سکندر کے ہاتھوں ہونے والا تھا۔

"بھابی میں تو سمجھ ہی نہ پا رہی تھی کہ سکندر اور نور ہلیزا کے تعلقات ایک دم ختم کیسے ہوگئے بہرحال آپ کا بہت بہت شکریہ جو آپ نے مجھے بروقت ہی سب کچھ بتادیا اب میں ان شاء اللہ اپنے بچاؤ کی کوئی نہ کوئی راہ ڈھونڈ کر ہی رکھوں گی۔"

وہ اظہار تشکر میں روزینہ کے دونوں ہاتھ تھام کر بولی۔

"میری اتنی مشکور ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم میری بہنوں جیسی ہو بس میں صرف تمہیں خبردار کرنے آئی تھی اپنا خیال رکھنا۔"

وہ اس کے گال تھپتھپا کر اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ رفیدا اور فاطمہ واپس آنے والی تھیں اور روزینہ ان کی واپسی سے قبل ہی وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی روزینہ کے انکشاف نے دنیا کے ہر رشتے سے نبیو کا اعتماد ختم کردیا وہ سوچ نہ سکتی تھی لوگ اس طرح بھی دھوکا دیتے ہیں وہ ساری رات اس نے الجھتے ہوئے گزار دی سکندر کی تہہ در تہہ چھپی شخصیت کا جب بھی کوئی نیا پہلو اس کے سامنے آیا تو اسے شاک ہی کر گیا تھا اسے حیرت ہوئی تھی دنیا میں سکندر جیسے مرد بھی موجود ہیں اس نے تو احتشام صاحب' جنید اور امان کے بعد سنان اور حمزہ کو ہی دیکھا تھا مگر ان میں سے کوئی بھی سانپ کی خصلت رکھنے والا مرد نہ تھا مرد کا جو روپ اس نے سکندر کی صورت میں دیکھا تھا اس نے دنیا کے تمام مردوں کو اس کی نظروں سے گرادیا تھا وقت نے نبیو کو بہت کچھ سکھادیا تھا اب وہ کمزور نہ رہی تھی اپنا دفاع کرنا جان چکی تھی اب وہ خود کو دلی طور پر آمادہ کر چکی تھی کہ اسے وطن واپس جانا ہے مگر اپنے بچوں کے ساتھ کس طرح؟ یہ ایک الگ مسئلہ تھا بہرحال طے تو یہ ہی ہوا تھا کہ وہ جب بھی واپس گئی حماد اور ابوذر کو لے کر ہی جائے گی اس سلسلے میں اسے کیا حکمت عملی تیار کرنا ہوگی' اب صرف یہ سوچنا باقی تھا ورنہ سکندر کے پلان کے مطابق وہ اس گھر سے خالی ہاتھ ہی واپس بھیجی جاسکتی تھی جو اسے کسی طور قبول نہ تھا جس جنگ کا آغاز سکندر کر چکا تھا اس کا اختتام نبیو نے کرنا تھا مگر اپنی پسند کے مطابق اب یہ سوچنا تھا کہ یہ سب کس طرح ممکن ہو؟ پھر یہ بھی طے تھا اگر سکندر اسے گھر سے نہ نکالے' طلاق نہ دے تو وہ سمجھوتا کی زندگی عمر بھر گزار سکتی تھی بصورت دیگر وہ اپنے بچے سکندر کے حوالے بالکل نہ کرے گی یہ ہی سوچتے سوچتے رات تمام ہوگئی صبح نیند پوری نہ ہونے کے سبب اس کی طبیعت سارا دن بوجھل سی رہی۔

✵ ✵ ✵

حماد کا اسکول میں ایڈمیشن ہو گیا تھا واپسی میں وہ سکندر کے ساتھ ڈھیروں شاپنگ کر کے آیا تھا نیا بیگ، جوتے، یونیفارم، لنچ بکس اور جانے کیا کیا اب یہ سارا سامان لاؤنج میں پھیلائے وہ سب کو دکھا رہا تھا نہ صرف یہ بلکہ سکندر اس کے لنچ کے لیے بھی بہت کچھ لایا تھا جو فاطمہ ریفریجریٹر میں رکھ رہی تھیں وہ بظاہر تو حماد کا وہ سب سامان دیکھ رہی تھی جو وہ اسے لالا کر دکھا رہا تھا مگر ذہنی طور پر وہ اس وقت وہاں نہ تھی روزینہ کی باتوں نے اسے دماغی طور پر ابھی بھی الجھا رکھا تھا حماد کافی پرجوش تھا خوشی اس کے چہرے سے کھلی پڑی تھی نبیو حیران ہوتی تھی یہاں کے رہائشی مقامی لوگوں کو تعلیم بالکل مفت دی جاتی تھی یہاں تک کہ ابروڈ جانے والے بچوں کو بھی گورنمنٹ اسکالرشپ دیتی جس کی واپسی ان کی ملازمت کے بعد شروع ہوتی ابھی بھی حماد کے ایڈمیشن پر کوئی بھاری رقم خرچ نہ ہوئی تھی اس کا داخلہ شہر کے بہترین اسکول میں ہوا تھا' وہ جو سامان خرید کر لایا تھا وہ سب بھی نہایت قیمتی تھا جسے دیکھتے ہوئے نبیو کے ذہن میں ایک ہی خیال آرہا تھا اگر میں حماد اور ابوذر کے ساتھ اس گھر سے نکل کر ملائیشیا میں ہی رہائش اختیار کرتی ہوں تو کیا یہ سب سہولیات میں اپنے بچوں کو دے سکوں گی؟ نہایت صاف گوئی سے اس نے خود سے ایک سوال کیا جس کا جواب یقیناً ”انکار میں ہی تھا ظاہری بات تھی وہ یہاں کی شہری نہ تھی اس کے بچوں کے لیے تعلیم اور صحت کی سہولیات فری نہ تھیں بلکہ بے حد مہنگی تعلیم اور اسپتال غیر ملکی لوگوں کے لیے تھے سچ تو یہ تھا کہ یہاں رہائش کی صورت میں وہ کوئی معقول جاب بھی نہ کر سکتی تھی اس کی تعلیم کا معیار اتنا نہ تھا کہ اسے کسی اچھے ادارے میں جاب مل جاتی ویسے بھی ابھی وہ نیشنلائزڈ نہ تھی زیادہ سے زیادہ کوئی اسے اپنے گھر میں آیا یا میڈ ہی رکھ سکتا تھا اور اس معمولی ملازمت میں وہ دو بچے افورڈ نہ کر سکتی تھی۔

”مجھے حماد کو چھوڑنا ہوگا۔“

بیٹھے بیٹھے ہی اس نے ایک اور نیا فیصلہ کر لیا حماد کو جو لگژری سہولیات یہاں میسر ہیں وہ سہولیات اسے پاکستان لے جا کر بھی نہیں دے سکتی میرے بچے کی شخصیت مسخ ہو جائے گی مجھے اس کے اچھے مستقبل کے لیے قربانی دینا ہوگی جب بھی واپس گئی حماد کے بنا ہی جاؤں گی۔

”تمہارا فون بج رہا ہے؟“

سکندر کے متوجہ کرنے پر اس نے فون اٹھا کر یس کا بٹن دبا دیا دوسری طرف روا تھیں جن کی آواز میں ناراضی کا عنصر نمایاں تھا جو خیر خیریت دریافت کرتے وقت ہی وہ محسوس کر چکی تھی۔

”ایک بات تو بتاؤ نبیو“

”جی پوچھیں“ حتی الامکان اس نے اپنا لہجہ دھیما کر لیا حالانکہ جانتی تھی سکندر میں دوسروں کی ٹوہ لینے کی عادت بھی دوسری برائیوں کے ساتھ بدرجہ اتم موجود تھی۔

”تمہیں سکندر نے گھر سے کیوں نکالا تھا؟“

ایک بالکل غیر متوقع سوال، جس کی امید نبیو کو کم از کم اس وقت نہ تھی جب اس واقعہ کو بیتے ہوئے بھی کچھ ماہ گزر گئے تھے اسے سمجھ ہی نہ آیا وہ کیا جواب دے۔

”میری بات کا جواب دو نبیو تمہیں سکندر نے گھر سے کیوں نکالا تھا اور تم نے یہ سب کچھ ہمیں کیوں نہ بتایا تم کوئی لاوارث تو نہ تھیں جس کے ساتھ کیسا ہی برا سلوک کیا جائے کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو“

روا کی غصہ بھری آواز کافی تیز تھی نبیو نے گھبرا کر کچھ فاصلے پر موجود سکندر پر ایک نگاہ ڈالی وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

”پلیز یہ کافی پرانی بات ہو گئی اب آپ اسے چھوڑ دیں“

"کیسے چھوڑدیں تم فون دو ذرا سکندر اور اس کی ماں کو میں پوچھوں ان سے پرائی بیٹیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے غضب خدا کا ہم بھی بہوؤں والے ہیں اس طرح بلا سبب تو انہیں نکال باہر نہیں کرتے حد ہے میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ لوگ اس قدر بیک ورڈ ہوں گے ہمیں تو بھائی صالح نے پھنسا ہی دیا۔"

ردا جو بولنا شروع ہوئی تو چپ ہونے میں ہی نہ آئیں۔

"تم دو ذرا سکندر کو فون میں اس سے بات کروں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو کسی سے بات کرنے کی جو ہونا تھا ہو گیا اب آپ کیا چاہتی ہیں میں اپنا گھر بار چھوڑدوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز بلند ہو گئی ردا ایک دم چپ سی ہو گئیں۔

"میں نے یہ کب کہا؟"

"تو پھر اور کس لیے آپ یہ سب کہہ رہی ہیں؟ براہ مہربانی آپ مجھے میرے حال پر چھوڑدیں میرے کسی معاملے میں انٹرفیرمت کریں میری زندگی ہے مجھے جینے دیں۔" وہ پہلے ہی پریشان تھی ردا کی باتوں نے اسے مزید پریشان کردیا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ الٹا سیدھا بول گئی اور پھر ردا کی کوئی بات سنے اس نے فون بند کردیا۔

"لو بھلا یہ کیسی ماں ہے جو بیٹی کو طلاق دلوانا چاہتی ہے؟"

لاؤنج میں پھیلے سکوت کو فاطمہ کی آواز نے توڑا عبیرہ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا کارپٹ پر کھیلتے ہوئے ابوذر کو اٹھایا اور اپنے کمرے میں چلی گئی پھر پہلی ہی فرصت میں اس نے ربیعہ کو کال ملائی۔

"تم نے یہ سب کو مما کو بتایا ہے؟"

ساری بات تفصیل سے اس کے گوش گزار کرنے کے بعد اس نے سوال کیا اس کے خیال میں ربیعہ کے علاوہ یہ خبر پاکستان تک پہنچانے والا اور کوئی نہ تھا لیکن ربیعہ کے جواب نے اسے حیران کردیا۔

"نہیں میرے پاس تو صرف شفا کا نمبر تھا جو موبائل چینج کرنے کے بعد گم ہو گیا ویسے بھی مجھے کیا ضرورت ہے یہ سب کچھ آنٹی کو بتا کر انہیں پریشان کرنے کی۔" ربیعہ کی بات کافی حد تک درست تھی۔

"پھر یہ سب کچھ پاکستان میں اس کی ماں تک کیسے پہنچا۔" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"پتا نہیں کسی انجان نمبر سے مما اور امان کو مسلسل میسج آرہے تھے جس میں یہ سب کچھ اور بھی بہت کچھ بتایا جارہا تھا تمہارے بارے میں کافی انفارمیشن اس نمبر کے ذریعے ہمیں دی گئی تھی۔"

شفا سے رابطہ ہوتے ہی اس نے ہر بات بڑی تفصیل سے بتائی ایسا کون ہو سکتا تھا جو اس طرح کے میسج کرکے اس کی ماں کو بھڑکا رہا تھا۔

"نور ہلیزا... اوہ میرے خدایا تو کیا نور ہلیزا پاکستان میسج کررہی ہے؟ مگر اس کے پاس وہاں کے نمبر کیسے آئے؟ سکندر سے لیا ہو تو پھر سکندر بجائے نور ہلیزا کو نمبر دینے کے خود یہ سب کچھ تو نہیں کررہا۔" وہ جتنا سوچتی الجھتی جاتی ڈوری کا کوئی سرا اس کے ہاتھ میں نہ آرہا تھا بظاہر تو لگتا تھا ہر چیز پھیلتی جارہی ہے۔

✡ ✡ ✡

"ہم تمہیں یہاں صرف ایک ماہ تک رکھ سکتے ہیں اس سے زیادہ کی ہمیں بالکل بھی اجازت نہیں ہے ایک ماہ تک تمہیں اپنی رہائش کا کوئی دوسرا انتظام کرنا ہوگا تم بغیر اجازت یہاں سے باہر بھی نہ جاؤ گی۔"

آنٹی نوما نے بات کرتے کرتے رک کر اپنے سامنے بیٹھی لڑکی پر ایک نظر ڈالی جو سر جھکائے مسلسل اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کچھ تلاش کررہی تھی انہیں پہلی ہی نظر میں یہ خوبصورت سی لڑکی اچھی لگی تھی۔

"دراصل ہماری مجبوری ہے یہاں کے قانون کے تحت ہم کسی بھی عورت کو ایک ماہ سے زیادہ نہیں رکھ سکتے مجھے امید ہے تم میری یہ مجبوری سمجھ گئی ہوگی۔" آنٹی نوما نے پھر سے اس پر ایک نظر ڈالی۔

"جی مجھے منظور ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ آنٹی نوما نے دراز کھول کر ایک فارم نکالا۔
"اوکے پھر تم اسے فل کر کے جمع کرا دو۔" اس نے خاموشی سے فارم تھام لیا اس کے اندر درج تمام ہدایات کو اچھی طرح پڑھنے کے بعد اسے فل کر کے آنٹی نوما کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے فارم پر ایک نظر ڈالی اور اپنے سامنے رکھی گھنٹی بجائی اگلے ہی پل ایک ملائی لڑکی اندر داخل ہوئی۔
"سہتی اسے روم نمبر 25 میں چھوڑ آؤ۔"
آنٹی نوما کی بات سنتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی کوئی سامان اس کے پاس تھا نہیں صرف کندھے پر موجود بڑے سے بیگ میں دو عدد جوڑے اور ضرورت کا کچھ سامان تھا اس کے علاوہ اس کے زیورات اور پیسے اسی ہینڈ بیگ میں تھے جسے سنبھالتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھ کر روم نمبر 25 کے دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

☆ ☆ ☆

ابھی صرف چار ہی بجے تھے ابوذر کے رونے سے جو اس کی آنکھ کھلی تو دوبارہ نیند آنی محال ہو گئی کروٹیں بدل بدل کر اس کا جسم دکھ گیا سکندر کمرے میں نہ تھا شاید وہ رات کے کسی پہر اپنی اسٹڈی میں چلا گیا تھا ایسا وہ اکثر و بیشتر ہی کرتا تھا اب نبیو اس تمام صورت حال کی عادی ہو چکی تھی۔ نیند خراب ہونے کے سبب اس کا سر دکھنے لگا اور کافی کی طلب شدید ہو گئی وہ خاموشی سے اٹھی پاؤں میں چپل پہنی کمرے سے باہر آ گئی شیشے کی دیوار سے پرے بڑے سے لان میں آم کا درخت جھوم رہا تھا شاید بارش ہو رہی تھی رات کے اس سے اسے یہ سب بہت ہی ہولناک لگا وہ یک دم ڈر سی گئی لکڑی کی دیوار سے اس پار ایک لمبا سا نیگرو کھڑا تھا رات کے اس پہر جانے وہ کس سے فون پر باتیں کرنے میں مصروف تھا یہاں اکثر چوریاں نیگرو ہی کرتے تھے وہ جلدی سے کچن میں داخل ہو گئی کچن کے سامنے اسٹڈی روم مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ سکندر ہمیشہ نائٹ بلب روشن کر کے سوتا تھا اسے اندھیرے میں نیند ہی نہیں آتی تھی۔
"سکندر کہاں ہے؟" بے اختیار ہی نبیو نے سوچا ایدھا کا دروازہ بند تھا جانے اس کے من میں کیا آئی کافی کا کپ لے کر لاؤنج میں رکھے صوفہ پر ہی بیٹھ گئی جو ایدھا کے کمرے کے عین مقابل تھا اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا صرف آدھے گھنٹہ میں ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور سکندر ایک دم باہر آ گیا۔ نبیو اپنے اندازے کی درستگی پر حیران رہ گئی سکندر کو امید نہ تھی رات کے اس پہر ایک بار پھر نبیو اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لے گی۔
"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اپنی جھینپ مٹانے کے لیے وہ اس پر چڑھ دوڑا۔
"ویسے ہی طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیے باہر آ کر بیٹھ گئی۔" آواز اس کے گلے میں پھنس سی گئی آنسوؤں کا پھندا لگ گیا تھا
"دراصل میں فرینکلی بیمار ہوں ڈاکٹر سے علاج کروا رہا ہوں۔"
یہ جملہ ابوذر کی پیدائش کے فوراً بعد سکندر نے اس سے کہا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ سکندر کا گریبان پکڑ کر سوال کرے تم اگر فرینکلی ان فٹ ہو تو پھر ایدھا کے کمرے میں آدھی رات کو چھپ کر کیا کرنے جاتے ہو مگر وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔
"کیوں جھوٹ بولتی ہو صاف کہو میری جاسوسی کرنے کے لیے تم یہاں بیٹھی ہو۔" وہ اپنی آواز دباتا ہوا غرایا۔
"اب میری شکل کیا دیکھ رہی ہو اٹھو یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس کی یہ دبی دبی سی آواز بھی ایدھا کے کمرے میں ضرور جا رہی تھی اس بات کا اندازہ نبیو کو بخوبی تھا وہ فوراً گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی شرمندگی سے اس کی ہتھیلیاں بھیگ گئیں۔
"آئندہ کبھی زندگی میں میری اس طرح جاسوسی مت کرنا ورنہ زمین میں زندہ گاڑ دوں گا۔"

کمرے میں جاتے جاتے اسے اپنے پیچھے سکندر کی آواز سنائی دی وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر اوندھے منہ گر کر جو رونا شروع کیا تو چپ ہونے میں ہی نہ آئی ویسے بھی یہاں کون تھا جو اس کا یہ رونا دیکھتا اور اسے چپ کرواتا یہاں تو اپنے آنسو اسے خود ہی پونچھنے تھے اس احساس نے اس میں ہمت پیدا کی وہ خاموشی سے اٹھی باتھ روم جا کر اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"یہ شیتل ہے اس کا تعلق انڈیا سے ہے' یہ فلمینا فرام انڈونیشیا' حبیبہ بنگلہ دیش کی رہائشی ہے' میری فلپائن کی۔۔۔"

سبھی ہال میں موجود تمام عورتوں سے فردا" فردا" اس کا تعارف کروا رہی تھی مختلف رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والی مختلف عورتیں' مختلف مذہب بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے' مگر دکھ سب کے یکساں تھے اور اسی یکسانیت نے ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا اسے حیرت ہوتی تھی ہر معاشرے کے لیے عورت کی حیثیت ایک ہی جیسی تھی کبھی کبھی تو اسے یقین بھی نہ آتا وہ دنیا کے نقشہ پر تیزی سے ابھرتے ہوئے ایک ترقی یافتہ ملک میں موجود ہے اسے محسوس ہوتا وہ اپنے دیس کے کسی پسماندہ علاقے میں زندگی گزار رہی ہے۔

"ہمارے مذہب نے تو عورت کو وہ بلند مقام عطا کیا جو اس سے قبل کسی مذہب کی عورت کو حاصل نہ تھا پھر کیوں ہمارے معاشرے کا مرد آج بھی عورت کا اسی طرح استحصال کرتا ہے جس طرح دور جاہلیت کا مرد۔" یہ حبیبہ تھی جو اس کے حالات جان دکھی تھی۔

"یاد رکھنا مرد جو کچھ بھی کرتا ہے اسے اس ناجائز اور ناپسندیدہ کام پر اکسانے والی بھی عورت ہی ہوتی ہے چاہے وہ اس کی ماں ہو بہن یا محبوبہ۔" شیتل کے الفاظ نوے فیصد سچائی پر مشتمل تھے اور اس کی اس بات سے وہاں موجود سب ہی عورتیں متفق تھیں۔

"یہ میرے دو سوٹ ہیں تم رکھ لو۔" سبھی جانتی تھی اس کے پاس پہننے کو صرف دو جوڑے ہیں۔

"اور یہ میری چپل بھی لے لو میں نے ابھی تک استعمال نہیں کی۔"

یہ فلمینا تھی جو شاید مقامی ہی تھی اور اپنی ساری گفتگو ملائی میں ہی کر رہی تھی انکار کی گنجائش ہی نہ تھی اس نے خاموشی سے سارا سامان اٹھالیا' ان سب کی اس محبت پر اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں ان سب کے اظہار محبت نے اس کے دل پر چھائے غبار کو کچھ دیر کے لیے دھو دیا سب کے حالات جان کر اسے احساس ہوا دنیا میں واحد وہ دکھی عورت نہیں ہے جس کے سر سے چھت چھینی ہو بلکہ دنیا تو ایسی عورتوں سے بھری پڑی ہے دنیا میں شاید ہر فرد ہی دکھی ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ان کے دلوں کے اندر جھانک کر دیکھا جائے سچ ہے یہ دکھ ہی ہیں جو انسان کو انسان سے جوڑ دیتے ہیں اپنے زخم لگاتے ہیں اور ان کو بھرنے کے لیے غیروں کے ہاتھ آگے بڑھتے ہیں پچھلی دنیا کو چھوڑ کر وہ ایک نئی دنیا میں قدم رکھ چکی تھی جہاں قدم قدم پر موجود کانٹوں سے اپنا وجود بچاتے ہوئے اسے آگے کا سفر طے کرنا تھا پھر گزرتے دن نے اسے زندگی گزارنے کا ایک نیا سبق دیا۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں پتا ہے سنان اور مرینہ کا بہت بڑا جھگڑا ہوا ہے۔ جس کے باعث وہ مرینہ کو چھوڑ کر پاکستان واپس آگیا' یقین جانو رحاب بھابھی اور ان کی امی تو اتنی پریشان ہیں کہ کیا بتاؤں۔" شفا اسے سنان کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا رہی تھی جبکہ اسے سنان اور مرینہ کے کسی بھی مسئلے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

"اچھا نبیو ایک بات پوچھوں سچ سچ بتاؤ گی؟" شفا شاید اس کی عدم دلچسپی بھانپ چکی تھی اس لیے ہی بات کا رخ

موڑتے ہوئے بولی۔
"ہاں پوچھو۔" وہ بے دھیانی سے بولی۔
"تمہیں سنان فون کرتا ہے؟"
"تمہیں کس نے کہا؟" شفا کے سوال نے نبیو کو اچھا خاصا تپا ڈالا۔
"دراصل میں اس کی اور مرینہ کی۔"
"تم سے یہ کس نے کہا کہ وہ مجھے فون کرتا ہے؟" نبیو تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بولی سنان اور اس کی بیوی کا قصہ اس کے لیے غیر ضروری تھا اس کے اپنے مسئلے ہی کم تھے جو ان پر دھیان دیتی۔
"رحاب بھابھی کا خیال ہے اور شاید مرینہ بھی یہ ہی سمجھتی ہے۔"
"پتا نہیں کیوں لوگ اتنے فضول قیاس آرائیاں کر کے دوسروں کا جینا حرام کرتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو میں نے سنان کا باب بند کرنے کے بعد کبھی اس سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی میں اس قسم کی کوئی فضول خواہش اپنے دل میں محسوس کرتی ہوں۔ سنان نے جو میری انا کی توہین کی تھی میں عمر بھر نہیں بھول سکتی اپنی بہن کا گھر آباد کرنے کے لیے اس نے مجھے برباد کیا میری تو سمجھ میں ہی نہیں آتا رحاب کیوں میرے پیچھے پڑی رہتی ہے کیوں ہر معاملے میں میرا نام لیتی ہے اسے بالکل بھی شرم نہیں آتی۔" بات کے اختتام کے ساتھ ہی وہ غصہ میں آگئی اس کی آواز غیر ضروری طور پر تیز ہو گئی۔
"کس کا فون ہے؟" سکندر اس کے کان کے قریب بولا وہ یک دم گھبرا اٹھی اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتی سکندر اس کے ہاتھ سے فون لے چکا تھا اس کے ہاتھ پیر بالکل ٹھنڈے پڑ گئے۔
"دراصل میں سنان نے مجھے ایک بار فون بھی کیا تھا تمہارے نمبر کے لیے مگر۔"
"گڈ تو تم اپنی بہن کو ان کے یاروں کے میسج دیتی ہو۔" سکندر کی دھاڑ سن کر شفا گھبرا گئی اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کیا جواب دے۔
"صبر کرو میں ابھی تمہارے باپ کو فون کرتا ہوں جس نے تم جیسی گندی اولاد پیدا کی جو شادی کے بعد بھی کسی ایک کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔" اس کے الفاظ شفا کی سماعتوں میں زہر بن کر اتر رہے تھے وہ کبھی امید نہ کر سکتی تھی یہ سکندر جیسا قابل اور پڑھا لکھا شخص بول رہا ہے۔ سکندر کا انداز گفتگو اس قدر گھٹیا بھی ہو سکتا تھا وہ تو سن کر ہی شاکڈ ہو گئی تھی۔
"میں تمہارے میاں کو بھی فون کروں گا تاکہ اسے تمہارے کالے کرتوت بتا سکوں یقیناً" تم بھی ویسی ہی ہو گی جیسی تمہاری بڑی بہن ہے بدچلن اور آوارہ۔" اور پھر نا شفا کی کوئی بات سنے اس نے فون بند کر دیا۔
"تو تم ابھی بھی باز نہ آئیں اس سنان سے بات کرنے سے۔"
اس نے بالوں سے پکڑ کر نبیو ہی کو سامنے دیوار پر دے مارا اور پھر اس کے ساتھ ہی لاتوں سے اس پر تابڑ توڑ حملے کیے اس دھان پان سی لڑکی سے اپنا بچاؤ کرنا مشکل ہو گیا ابوذر با آواز بلند رونے لگا فاطمہ بھاگ کر کمرے میں آگئیں ان کے پیچھے ہی سکینہ اور کبیر بھی تھے۔
"کیا ہوا سکندر پاگل ہو گئے ہو تم چھوڑو اسے۔" فاطمہ اسے چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولیں۔
"اماں تم سب گواہ رہنا میں اسے طلاق دے رہا ہوں یہ ایک بدچلن عورت ہے یہ میری وفادار نہیں ہے میں نے اسے طلاق دی۔"
شاید یہ سب تو اس کے مقدر میں بہت پہلے ہی لکھا جا چکا تھا وہ تو صرف اس کی کوشش تھی جو آج تک وہ اپنا گھر بچانے کے لیے کر رہی تھی وہ گھر جو اس کا کبھی تھا ہی نہیں سکندر کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے کمرے میں

مکمل طور پر سکوت طاری کر دیا اسے بڑی مشکل سے فاطمہ نے قابو کیا تھا۔ "طلاق" کا لفظ عورت کے لیے کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے اس کا احساس آج نبیرہ کو ہوا تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل اندر سے کسی نے چیر ڈالا ہو وہ مار کی اذیت بھول گئی سکندر کے الفاظ نے اس کو جلا کر بھسم کر ڈالا تھا وہ بے اختیار چیخ چیخ کر رونے لگی سکندر کمرے سے نکل گیا فاطمہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی گئیں سکینہ کچھ دیر تو دروازے پر کھڑی اسے تکتی رہی پھر جانے کیا دل میں آیا آہستہ آہستہ آگے بڑھی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اسے گلے سے لگا لیا وہ بلک بلک کر رو دی شاید اس گھڑی اسے رونے کے لیے ایک کندھا درکار تھا جو سکینہ نے دے دیا۔

✲ ✲ ✲

شفا زار و قطار رو رہی تھی کمرے میں ردا اور احتشام صاحب کے علاوہ حمزہ امان اور جنید بھی موجود تھے۔ سکندر نے فردا" فردا" سب کو ہی فون کر کے شفا پر الزام عائد کیا تھا کہ وہ نبیرہ کو سنان کے پیغامات پہنچاتی ہے سکندر نے جو کچھ کہا وہ صرف جھوٹ کا پلندہ تھا یہ بات کمرے میں موجود ہر شخص جانتا تھا ان کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ سکندر کی اس گھٹیا حرکت کا مقصد کیا ہے؟ احتشام صاحب کی صالح محمد سے بھی تفصیلی گفتگو ہو چکی تھی۔ انہوں نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ وہ نبیرہ کے گھر جا کر ساری صورت حال معلوم کریں اور پھر انہیں بتائیں۔

"شفا پلیز تم تو چپ کرو کیوں اس طرح ہلکان ہو رہی ہو۔" آخر حمزہ سے برداشت نہ ہوا تو بول ہی پڑا۔

"حمزہ تم سوچ نہیں سکتے سکندر بھائی نے میرے ساتھ کتنی بدتمیزی کی ہے۔"

"بات تم سے کی جانے والی بدتمیزی کی نہیں ہے' سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب وہ ہزاروں میل دور تم سے اس طرح کا گھٹیا لہجہ استعمال کر سکتا ہے تو اس کا انداز گفتگو نبیرہ کے ساتھ کیسا ہو گا؟"

"یہ ہی سوچ سوچ کر میری جان سولی پر ٹنگی ہے جانے میری بچی کس حال میں ہو گی پلیز آپ کسی طرح امان کو بھیجیں وہ جا کر اسے واپس لے آئے۔" حمزہ کی بات نے ردا کی بے چینی میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

"ہر مسئلہ اتنے جذباتی ہو کر حل نہیں کیا جاتا' کام سوچ سمجھ کر کرنے والا ہے غیر ملک کا مسئلہ ہے سو طرح کے پرابلم ہوتے ہیں' میں نے بھائی صالح سے کہا ہے ان شاء اللہ جو بھی ہو گا اللہ بہتر ہی کرے گا۔"

پریشان تو احتشام صاحب بھی تھے مگر یہ وقت واویلا کرنے کا نہ تھا یہ ہی وجہ تھی کہ انہوں نے ردا کو اپنی طرف سے تسلی دینے کی ناکام کوشش کی۔

"میری معصوم بچی کی زندگی برباد ہو گئی آپ نے بغیر سوچے سمجھے پرائے دیس بیاہ دیا' جانے کس گناہ کی سزا تھی جو سکندر جیسا شوہر اس کا مقدر ٹھہرایا گیا بھلا وہ اس گھٹیا آدمی کے قابل تھی۔" ردا رونے لگیں ان کا بس نہ چلتا تھا وہ اڑ کر نبیرہ کے پاس چلی جائیں۔

"یہ سب نصیب کی بات ہوتی ہے خاتون ورنہ ماں باپ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں اپنی اولاد کے بھلے کے لیے کرتے ہیں باپ یا ماں اپنی اولاد کے دشمن نہیں ہوتے۔" احتشام صاحب نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہولے ہولے سمجھایا۔

"ماں باپ نہیں ہوتے تو کیا بھائی ہوتے ہیں؟" ردا نے جنید پر ایک نظر ڈالتے ہوئے تلخی سے سوال کیا۔

"صاف بات تو یہ ہے سگے بھائی نے اپنی جھوٹی انا کے لیے میری بچی کو سولی چڑھا دیا ایسی کیا برائی تھی سنان میں جس کی بنا پر آپ نے اسے رشتہ دینے سے انکار کیا تھا ذرا لاابالی ہی تھا ناوقت کے ساتھ خود ہی سمجھ جاتا ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی بھلا کوئی اس طرح بھی کرتا ہے' جو آپ لوگوں نے کیا وہ کون سی خوبی ہے سکندر میں' جو اسے سنان سے نمایاں کرتی ہے یہ صرف جنید نے اپنی ضد کے لیے میری بیٹی کے نصیب پر سیاہی مل دی۔" لاوا جو ردا کے دل و دماغ میں کئی عرصہ سے پک رہا تھا ابل کر باہر آ گیا ردا کے الفاظ نے جنید کو جی بھر کر شرمندہ کیا وہ بنا کچھ کہے خاموشی

سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا امان نے آگے بڑھ کر اپنی بلکتی ہوئی ماں کو سینے سے لگالیا وہ خود بھی بہت پریشان تھا اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا وہ فوری طور پر ایسا کیا کرے جس سے نبیو کی کھوئی ہوئی خوشیاں اسے واپس لوٹا سکے۔

☆ ☆ ☆

"اور اگر میں تمہیں نہ ملی تو۔" وہ کھلکھلاتے ہوئے ہنس کر بولی۔

"تو شاید میں مرہی جاؤں گا مجھے وہ زندگی ہی نہیں چاہیے جس میں تم نہ ہو۔"

"جھوٹ سو فیصد جھوٹ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا تم مجھے اتنا ڈھیٹ سمجھتی ہو جو مجھ پر تمہاری دوری کا کوئی اثر ہی نہ ہوگا۔" وہ ذرا سی ناراضگی سے بولا۔

"تم ڈھیٹ نہیں ہو لیکن سچ تو یہ ہے کہ کوئی کسی کے بنا مرتا نہیں ہے یقین نہ آئے تو آزما لینا' آزمائش شرط ہے۔" وہ پھر سے ہنسی اس نقرئی ہنسی کی آواز نے سنان کو بے چین کر دیا اس نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں کمرے میں گہرا سکوت طاری تھا وہ ایک گہری سانس لیتا ہوا اٹھ بیٹھا تکیے کے نیچے سے سگریٹ اور لائٹر نکالا' کھڑے ہوتے ہوئے اپنے بال دونوں ہاتھوں سے سنوارے' کمرے کا دروازہ کھول کر چاہا کہ باہر نکل جائے اسی دم رحاب کے الفاظ نے اسے ساکت کر دیا وہ غالباً کچھ دیر قبل آئی تھی اور اس وقت شبنم کو اپنے سسرال میں پیش آنے والے کسی تازہ واقعہ کی بابت بتا رہی تھی جس کا تعلق شاید نبیو کی ذات سے تھا یہ ہی وجہ تھی جو نبیو کا نام سنتے ہی سنان دروازے میں ہی رک گیا۔

"مجھے نہیں لگتا اس کا شوہر اب اسے رکھے گا۔"

"اللہ نہ کرے جو ایسا ہو' ذرا سوچ سمجھ کر بولا کرو۔" شبنم نے ذرا سی خفگی سے رحاب کو ٹوکا جو بلا تکان اپنا تجزیہ پیش کر رہی تھی۔

"نہیں امی یہ سچ ہے سکندر بہت بدتمیز آدمی ہے جنید بتا رہے تھے اس نے فون پر شفا کے ساتھ بھی بہت بدتمیزی کی ہے۔"

"چلو اللہ جو کرے بہتر ہی کرے ہم کیوں کسی کے لیے برا سوچیں۔"

"بہرحال یہ تو کنفرم ہے کہ۔" الفاظ رحاب کے منہ میں ہی رہ گئے' سنان کمرے سے باہر نکل آیا تھا اس پر نظر پڑتے ہی رحاب نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"امی مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" وہ سگریٹ سلگاتا ہوا بولا کافی عرصہ سے وہ اسی طرح سرعام سگریٹ پیتا تھا حالانکہ ان کی فیملی میں سگریٹ پینا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

"ہاں بیٹا بولو کیا بات ہے؟" سنان کی کیفیت نے شبنم کو ذرا پریشان کر دیا بات ضرور کچھ غیر معمولی تھی اس کی حالت دیکھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

"اگر سکندر نبیو کو طلاق دے دے تو میں اس سے شادی کے لیے تیار ہوں مجھے وہ اپنے بچوں سمیت قبول ہے۔" یہ سب کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ تیز تیز چلتا گھر سے باہر نکل گیا یہ دیکھے بنا کہ اس کی اس بات نے کمرے میں موجود رحاب اور شبنم پر کیا اثر ڈالا ہے۔

"اس کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا جو اتنی بڑی بات کہہ کر چلا گیا اپنی بیوی کا ذرا احساس نہیں ہے نبیو کی فکر ابھی بھی نہیں گئی۔" رحاب بڑبڑاتے ہوئے بولی' شبنم نے کوئی جواب نہ دیا وہ اپنی ہی کسی سوچ میں گم تھیں۔

☆ ☆ ☆

"کل میں کوشش کروں گی عبدالوہاب کے ساتھ آکر تمہارا بیگ دے جاؤں۔" ربیعہ نے اسے فون پر بتایا۔
"احتیاط سے آنا' ایسا نہ ہو وہ تمہیں سرچ کرتا مجھ تک پہنچ جائے۔"
"تم بے فکر رہو میں مکمل طور پر احتیاط کروں گی کیونکہ مجھے تمہاری اتنی ہی پریشانی لاحق ہے جتنی تمہیں خود اور میں دن رات دعا کر رہی ہوں کہ تم کسی طرح باحفاظت اپنے گھر واپس پہنچ جاؤ۔"
"آمین۔" وہ صدق دل سے بولی۔
"پولیس دوبارہ تو نہیں آئی تھی تمہارے گھر۔"
"فی الحال تو نہیں بہرحال تم فکر مت کرو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور ہاں یاد آیا آنٹی کا فون آیا تھا وہ بہت پریشان ہیں تم کسی طرح ان سے رابطہ کر کے اپنی خیریت کی اطلاع دے دو۔"
"ٹھیک ہے۔" اس کا انداز سرا سرٹالنے والا تھا۔
"وہاب بھائی نے میرے پاسپورٹ کا پتا کیا؟"
"کیا تو ہے مگر میرا خیال ہے تمہیں اس مقصد کے لیے خود پاکستانی ایمبیسی جانا ہوگا اس کے بغیر یہ ناممکن ہے' پھر بھی جو ہوگا تم سے مل کر تمہیں وہاں سمجھا دیں گے۔ اچھا اب میں فون بند کرتی ہوں۔ اپنا اور ابوذر کا بہت بہت خیال رکھنا اللہ تمہیں اپنے امان میں رکھے۔" ربیعہ نے ڈھیروں دعاؤں کے بعد فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو سکندر تمہارے پاس ابھی بھی وقت ہے تم اپنی بیوی سے رجوع کر سکتے ہو' ایک طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔" صالح محمد کا یہ کوئی تیسرا چکر تھا جو انہوں نے فاطمہ کے گھر پچھلے بیس' پچیس دنوں میں لگا لیا تھا' وہ جب بھی آتے اول تو سکندر انہیں ملتا ہی نہ تھا جو اگر مل جاتا تو خاموشی سے سب کچھ سنتا رہتا کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھتا۔
"اللہ تعالیٰ حلال کاموں میں طلاق کو سب سے زیادہ ناپسند فرماتا ہے۔"
یہ مولانا عبدالرزاق تھے جو آج صالح محمد کے اصرار پر وقت نکال کر ایک بار پھر سکندر کے گھر موجود تھے۔ نبیو سر پر دوپٹہ اوڑھے بالکل خاموش بیٹھی تھی' ابوذر اپنے کمرے میں ربیعہ کی بیٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا ربیعہ اور عبدالوہاب کے علاوہ وہاں سکینہ اور اس کا شوہر بھی تھے جبکہ فاطمہ کچن میں موجود کچھ کھٹ پٹ کر رہی تھیں رفیدا بھی انہی کے ساتھ تھی روزینہ اور عمر کو بھی صالح محمد نے بلوایا تھا مگر انہوں نے آنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔
"دیکھیں مولانا صاحب میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں مگر سچ یہ ہے کہ میں اب نبیو کے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہ سکتا لہٰذا صلح کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچتی۔" وہ دوٹوک لہجہ میں بولا۔
"پھر بھی بیٹا اگر تم چاہو تو سب کچھ ممکن ہے۔"
"نہیں مولانا صاحب اب کچھ بھی ممکن نہیں ہے یہ میری طرف سے آزاد ہے میں آپ سب کے سامنے اسے آج دوسری طلاق دے رہا ہوں اس کے بعد یہ مجھ پر حرام ہو گئی۔" وہ بے دردی سے بولا۔
"سکندر کچھ تو خدا کا خوف کرو کیوں اس معصوم کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کر رہے ہو۔" عائشہ سے نہ رہا گیا اور وہ بول ہی پڑیں۔
"وہ عورتیں جو اپنے خاوند کے ہوتے ہوئے دوسرے مردوں سے تعلقات استوار کرتی ہیں معصوم کیسے ہو سکتی ہیں؟" سکندر کا انداز استہزائیہ تھا۔
"بہرحال میں نے اسے طلاق دے دی ہے اب آپ لوگ جو بھی فیصلہ کریں مجھے منظور ہے یہ اگر پاکستان جانا

چاہے تو میں ٹکٹ کروا کر دوں گا اپنے زیور کے ساتھ بری کا تمام زیور بھی یہ لے جا سکتی ہے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا مگر میں اپنا کوئی بچہ اسے نہ دوں گا یہ نہ صرف حماد بلکہ ابوذر کو بھی یہاں چھوڑ کر جائے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تم ڈیڑھ سال کا بچہ اس کی ماں سے چھین لینا چاہتے ہو" سکندر کی بات سنتے ہی صالح محمد کو غصہ آ گیا۔

"دیکھیں ماموں میں اس کا پاسپورٹ اسی شرط پر واپس دوں گا جب یہ پاکستان بغیر بچوں کے جانے کی ہامی بھرے گی۔"

"میں پاکستان واپس نہیں جاؤں گی۔" اچانک ہی نبیو نے سر اٹھا کر اپنا فیصلہ سنایا۔

"اچھا تو پھر یہاں کیا کرو گی کس کے گھر میڈ لگو گی۔"

"جو بھی کروں گی مگر میں اپنے بچے چھوڑ کر واپس نہیں جاؤں گی۔"

"بہرحال وہ تمہارا مسئلہ ہے تم جہاں چاہو رہو مگر تمہارا پاسپورٹ تمہیں صرف اس وقت ملے گا جب تم اکیلی واپس جانا چاہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے میں اپنے گھر لے جاتا ہوں تم ایک دفعہ پھر اچھی طرح سوچ لو۔"

"حد ہے بھائی صالح وہ دو طلاقیں دے چکا اب اس نے کیا سوچنا ہے۔"

فاطمہ نے کچن کے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا۔

"اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں' تیسری طلاق اسے ایک ماہ بعد مل جائے گی اور اگر یہ پاکستان واپس جائے گی تو یہ سارا عمل میں مکمل طور پر کورٹ سے کروا کر تحریری شکل میں دوں گا تاکہ بعد میں کبھی اسے کوئی مسئلہ نہ ہو بصورت دیگر میں اسے طلاق کے پیپرز بھی نہیں دوں گا اب اگر آپ اسے اپنے گھر رہنے کے لیے لے کر جانا چاہیں تو بے شک لے جائیں مگر ابوذر ساتھ نہیں جائے گا۔" سکندر کی سفاکی پورے عروج پر تھی۔

"جب اس کے اور ابوذر کے تمام پیپرز تمہارے پاس ہیں تو پھر تمہیں کیا خطرہ ہے جو اسے بغیر بچے کے گھر سے نکال رہے ہو۔"

عبدالوہاب کو نہ چاہتے ہوئے بھی بولنا پڑا ورنہ اس وقت وہ غصہ کی کیفیت میں سکندر کے منہ نہ لگنا چاہ رہا تھا۔

"میں ابوذر کا باپ ہوں اور میرا بچہ دردر لوگوں کے گھروں میں نہیں پھرے گا یہ اگر اپنی عدت میرے گھر اپنے کمرے میں رہتے ہوئے پوری کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا اس صورت میں یہ دونوں بچوں کے قریب بھی رہ سکے گی مگر بعد از عدت اسے یہ گھر چھوڑنا ہو گا اس سے پہلے یہ فیصلہ کر لے اسے واپس جانا ہے یا یہاں رہنا ہے۔ اگر یہ واپس جانا چاہے تو میری آفر اپنی جگہ برقرار ہے۔" وہ سب کچھ طے کیے ہوئے تھا نبیو کے پاس کوئی دوسرا راستہ باقی نہ تھا سوائے سکندر کی ہر بات ماننے کے۔

"ٹھیک ہے مجھے تمہاری ہر بات منظور ہے مگر میری آپ سب سے ایک درخواست ہے۔" نبیو کے الفاظ نے سب ہی کو اس کی جانب متوجہ کر دیا۔

"جب تک میں اپنے گھر اطلاع نہ دوں' میری طلاق کے بارے میں کوئی بھی میرے گھر خبر نہ دے گا۔"

"یہ تمہارا ذاتی مسئلہ ہے تم انہیں اطلاع دو یا نہ دو میری فیملی کو اس بات سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔" سکندر کے جواب نے اسے کس قدر مطمئن کر دیا۔

"ٹھیک ہے انکل میں اپنی عدت اسی گھر میں کروں گی اپنے بچوں کے ساتھ اس کے بعد کا تب تقدیر نے جو میرے نصیب میں لکھا ہو گا اسے قبول کر لوں گی کیونکہ میں مشیت ایزدی سے لڑنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔"

اپنے آنسوؤں کو پیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ قدرت نے اسے خود

خود ٹائم دے دیا تھا پانچ چھ ماہ کی مدت کم نہیں ہوتی اب اسے جو کچھ کرنا تھا اسی دوران کرنا تھا ورنہ ساری زندگی کی کوشش سے بھی اس کے ہاتھ کچھ آنے والا نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

ربیعہ اسے بیگ پہنچا گئی تھی جس میں اس کی ضرورت کا کچھ سامان موجود تھا۔

"تم پاکستان ایمبیسی جاؤ اور اپنے پاسپورٹ کے لیے کوشش کرو کیونکہ بغیر پاسپورٹ تم یہاں سے نہیں جاسکتیں اگر ممکن ہو تو پاکستان اپنے گھر والوں سے رابطہ کرکے انہیں بھی کہو کہ وہ وہاں ایمبیسی جاکر تمہارا مسئلہ بیان کریں شاید اس طرح تمہارے لیے کچھ آسانی ہوسکے۔" عبدالوہاب جاتے جاتے اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"تمہارے کزن کا کہنا بالکل ٹھیک ہے تم اپنی ایمبیسی جاؤ اور ان کو تمام سچویشن بتاؤ وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔" عبدالوہاب کے جانے کے بعد آنٹی نوما نے اسے سمجھایا۔

"مگر مجھے تو نہیں پتا ایمبیسی کہاں ہے؟" وہ تھوڑا سا شرمندہ ہوگئی۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے میں تمہیں ٹیکسی ہائیر کردوں گی تم اس میں باآسانی آجاسکوگی، ٹیکسی والا ہمارا قابل اعتبار بندہ ہے تمہیں اس سے کوئی پرابلم نہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے آپ ٹیکسی بلادیں میں آج ہی جاؤں گی۔" اس نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی ابھی صرف گیارہ بجے تھے جبکہ عبدالوہاب نے بتایا تھا ایمبیسی چار بجے تک کھلتی ہے۔

"اوکے تم تیار ہوجاؤ میں ٹیکسی کے لیے کال کرتی ہوں۔" آنٹی نے اپنے سامنے رکھے فون پر نمبر ڈائل کرتے ہوئے کہا۔

☆ ☆ ☆

"تو کیا تم اپنے بچے چھوڑ کر پاکستان واپس چلی جاؤ گی؟" ربیعہ اس کے پیچھے ہی کمرے میں آگئی تھی جہاں وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھی تھی۔

"نہیں۔۔۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"تو کیا تم مستقل ملائیشیا میں ہی رہائش اختیار کرنا چاہو گی؟"

"پتا نہیں یار مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا اصل میں مجھے یہ امید نہ تھی کہ سکندر میرا پاسپورٹ ضبط کرلے گا۔"

"پھر تم نے اب کیا سوچا ہے؟" ربیعہ اپنی آواز کو دھیما کرکے بولی۔

"فی الحال تو میں نے اپنی سم نکال کر پھینک دی ہے ہوسکے تو جب دوبارہ مجھ سے ملنے آؤ میرے لیے ایک عدد سم لیتی آنا اور ابھی جاتے ہوئے میرا یہ زیور اور کچھ رقم اپنے ہینڈ بیگ میں چھپا کرلے جاؤ۔" اس نے جلدی سے بیڈ کے گدے کا کونا الٹ کر ایک تھیلا برآمد کیا جس میں زیورات کے علاوہ کافی تعداد میں ملائی کرنسی بھی تھی جو وہ پچھلے دو سالوں سے جمع کررہی تھی۔

"یہ اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لو۔"

اس نے وہ تھیلا جلدی جلدی ربیعہ کے بیگ کی زپ کھول کر اس میں ڈال دیا اس دوران اس کا پورا دھیان دروازے کی سمت تھا نبیو کوئی فیصلہ کرچکی تھی جو اس کے چہرے پر درج تھا مگر کیا؟ یہ ابھی جاننا باقی تھا ربیعہ کو آج والی نبیو اس نبیو سے بہت مختلف لگی جسے وہ جانتی تھی نبیو کے پرعزم چہرے نے ربیعہ کو حیران سا کردیا۔

"اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے کسی ملازمت کا بندوبست کرلوں۔"

"نہیں ربیعہ یہ تو طے ہے مجھے واپس جانا ہے اپنے وطن جو میرے تحفظ کا ضامن ہے میں اپنی زندگی ایک غیر

ملک میں نہیں گزار سکتی۔"

"تو کیا تم اپنے بچوں کے بغیر جاؤ گی؟" اس نے اپنا سوال ایک بار پھر دہرایا۔

"میں ابوذر کو ساتھ لے کر جاؤں گی۔" اس کے لہجہ میں مضبوطی جھلک رہی تھی۔

"کس طرح لے کر جاؤ گی تمہارے پاس تو اپنے کوئی پیپرز نہیں ہیں ایسے میں تم کس طرح رسک لو گی ابوذر کو لے کر جانے کا جبکہ اس کی نیشنیلٹی بھی یہاں کی ہے میری مانو تو بے کار کی ضد چھوڑو اور سکندر سے کہہ کر اپنا ٹکٹ لو' پاکستان واپس جاؤ اگر تمہارے نصیب میں اولاد کی محبت ہوئی تو یہ بچے ایک دن تم سے ضرور آکر ملیں گے ورنہ میرا مشورہ مانو تم ابھی جوان ہو' خوبصورت ہو' واپس جا کر دوسری شادی کر لو جب وہاں بچے ہو جائیں گے تو سب کچھ بھول جاؤ گی۔" ربیعہ پورے خلوص سے اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"دیکھو ربیعہ یہ تو طے ہے کہ میں ابوذر سکندر کو نہیں دوں گی اور نہ ہی میں اپنی جوانی اس ملک کی سرزمین پر تباہ کروں گی جس طرح میں اپنی باقی زندگی حماد کے لیے تڑپتے ہوئے گزاروں گی اسی طرح ابوذر کی جدائی سکندر کا مقدر ٹھہرے گی' ہر فیصلہ اس طرح نہ ہو گا جس طرح یہ لوگ چاہتے ہیں بہرحال اب اگر تم مجھ سے رابطہ کرنا چاہو تو سنو شوبھا کو میرے لیے میسج دے دینا جب دوبارہ آؤ تو سم لیتی آنا ساتھ ہی کوئی ایسی جگہ کا بھی پتا کر کے آنا جہاں میں عدت کے بعد جا کر رہ سکوں۔" عبدالوہاب ربیعہ کو بلا رہا تھا اس لیے نبیو نے جلدی جلدی ایک پیپر پر شوبھا کا موبائل نمبر لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔

"تم اسے فون کر کے میرے بارے میں بتا دینا اور کہنا کہ وہ مجھ سے آکر مل جائے مجھے اس سے بھی کام ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ربیعہ پیپر اپنے ہینڈ بیگ میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں کوشش کروں گی کسی اچھی مسلم فیملی میں تمہیں جاب دلوا دوں جہاں تم ان کے فیملی ممبر کی طرح رہ سکو وہاں رہ کر تم اپنے لیے بہتر فیصلہ کر سکو گی۔" ربیعہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"تم اگر چوری چھپے ابوذر کو یہاں سے لے جاؤ گی تو تمہیں کوئی بھی فیملی اپنے پاس ملازمت پر نہ رکھے گی کیونکہ اس طرح وہ فیملی بھی تمہارے ساتھ شریک جرم سمجھی جائے گی' جانتی ہو تم پر تمہارے بچے کے اغواء کا مقدمہ درج ہو جائے گا اور اس مقدمہ میں وہ لوگ بھی شامل کر لیے جائیں گے جو تمہیں انجانے میں پناہ دیں گے یہ ایک بہت بڑا رسک ہو گا جسے لینے کا مشورہ میں تمہیں ہرگز نہ دوں گی ویسے بھی جہاں تک میں سمجھتی ہوں کوئی فیملی بھی تمہارے پورے کاغذات دیکھے بغیر تمہیں اپنے گھر پر ایک عدد میڈ کی جاب بھی نہ دے گی۔"

☆ ☆ ☆

شوبھا ربیعہ کا فون سنتے ہی اس سے ملنے آگئی تھی حالانکہ وہ کم ہی فاطمہ کی طرف آتی تھی کیونکہ اسے ان کے گھر کا ماحول پسند نہ تھا اور اب نبیو کے تمام حالات جان کر وہ دکھی ہو رہی تھی جب سے وہ آئی تھی فاطمہ اور ایدھا دو چار بار کمرے کا چکر لگا کر جا چکی تھیں ویسے بھی نبیو نے نوٹ کیا تھا جس دن سے سکندر نے اسے طلاق دی تھی فاطمہ نے اس پر کڑی نگرانی شروع کر دی تھی اس کے کمرے اور لاؤنج کے درمیان موجود کھڑکی چوبیس گھنٹے کھلی رہتی حتیٰ کہ فاطمہ نے گھر سے باہر جانا بھی بالکل چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ کبھی کبھی اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے حماد بھی اس کی نگرانی پر مامور ہو نبیو جو یہ سمجھ رہی تھی وہ ابوذر کے ساتھ با آسانی کہیں بھی اتنا عرصہ گزار سکتی ہے جب تک پاکستان واپسی کے لیے حالات اس کے موافق نہ ہو جائیں' شوبھا کی تمام باتیں سن کر پریشان ہوا تھی یہ سب تو اس نے سوچا ہی نہ تھا اور شاید اسے یہ سب پتا بھی نہ تھا یہاں کا قانون پاکستان کے مقابلے میں بہت مختلف اور کافی سخت تھا آزادی کا صحیح مفہوم آج نبیو کی سمجھ میں آیا۔

"پھر اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟" اس نے ایک نظر سامنے صوفے پر بیٹھی ایدھا پر ڈالی اور پھر آہستہ سے

شوبھا سے دریافت کیا شوبھا اردو جانتی تھی اس لیے دونوں کے درمیان گفتگو اردو زبان میں ہی ہو رہی تھی۔ ایدھا اردو سے نابلد تھی یہ جانتے ہوئے بھی دونوں بہت آہستہ آواز میں بات کر رہی تھیں۔

"یہاں ایک این جی او ہے جو بے سہارا عورتوں کو مکمل تحفظ فراہم کرتی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے انہیں قانونی طور پر بھی گائیڈ کرتی ہے میری ایک دوست اپنے شوہر سے علیحدگی کے بعد کچھ عرصہ وہاں رہی تھی میں اس سے بات کر کے پوری معلومات لیتی ہوں اور پھر تمہیں آگاہ کرتی ہوں۔" شوبھا جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اس کے ساتھ ہی نبیو بھی کھڑی ہو گئی۔

"میں تمہارے لیے سم لائی ہوں اب اس منحوس کے سامنے کس طرح دوں ایسا کرو تم مجھے باہر گیٹ تک چھوڑنے آؤ۔"

"اوکے۔۔۔" نبیو نے ابوذر کو اٹھا کر باہر جانے کے لیے قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ یک دم حماد اس کے سامنے آگیا۔

"آپ ابوذر کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتیں۔"

اس نے چونک کر اپنے سامنے کھڑے چار سالہ حماد پر ایک نظر ڈالی جو اپنے قد کاٹھ کی بنا پر کہیں سے بھی چار سال کا دکھائی نہ دیتا تھا اپنی عمر سے نکلتے ہوئے قد کے ساتھ حماد اس کے راستے میں حائل تھا بالکل سکندر کا دوسرا روپ اس کے جیسی شکل و صورت اور ویسا ہی انداز گفتگو' کسی نے سچ ہی کہا ہے سانپ کی اولاد بھی ہمیشہ سانپ جیسی ہی خصلت رکھتی ہے' ماں ہوتے ہوئے بھی اس وقت اس کے ذہن میں سپولے سے بہتر تشبیہ کوئی نہ آئی۔

☼ ☼ ☼

ٹیکسی کے رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی' ایک بالکل عام سی عمارت جو بڑے بڑے ناریل کے درختوں سے گھری ہوئی تھی اس پر لگا بورڈ یہ ثابت کر رہا تھا کہ یہ ہی پاکستان ایمبیسی ہے بے اختیار ہی اسے اپنے ملک میں موجود غیر ملکی ایمبیسیز اور ان کی پر شکوہ عمارات یاد آگئیں گیٹ پر موجود گارڈ نے اس سے کوئی سوال نہ کیا وہ خاموشی سے اندر آگئی ابوذر سو چکا تھا' ٹیکسی ڈرائیور نے کہا تھا کہ وہ اسے باہر گاڑی میں ہی چھوڑ دے مگر نبیو اس وقت کسی پر اعتماد کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی یہ ہی وجہ تھی وہ اسے اپنے کندھے سے لگائے لگائے اندر آگئی' جینز ٹی شرٹ پر اسکارف اور بڑے سے چشمے نے اس کے حلیے کو خاصا تبدیل کر دیا تھا' سامنے موجود چھوٹے سے لان کا سوکھا گھاس' پھوس دیکھ کر لگتا ہی نہ تھا کہ ایمبیسی کی یہ عمارت ملائشیا جیسے زرخیز ملک میں ہے وہ فقط ٹھنڈا سانس بھر کر سامنے موجود بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئی' جہاں پہلے سے ہی کچھ مرد حضرات موجود تھے۔ جو شاید ویزے کے سلسلے میں آئے تھے اکثریت پاکستانی ہی تھے۔ مختلف کاؤنٹر پر بھی تقریباً" تمام مرد ہی تھے اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ کس سے بات کرے یہاں وہاں نظر ڈالنے پر اسے کاؤنٹر پر لکھا "ریسپشن" دکھائی دیا وہ تیزی سے آگے بڑھی وہاں موجود نوجوان کمپیوٹر پر بزی تھا۔

"ایکسکیوزمی سر۔۔۔"

"جی فرمائیے۔۔۔" اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر نبیو کا طائرانہ جائزہ لیا۔

"وہ مجھے۔۔۔" اسے سمجھ نہ آرہا تھا کہ وہ کیا بات کرے وہ کچھ کنفیوز سی ہو گئی۔

"اصل میں مجھے کسی بڑے آفیسر سے ملنا ہے۔" تھوک نگلتے ہوئے بمشکل اس نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

"کس سلسلے میں؟"

"دراصل میرا پاسپورٹ گم ہو گیا ہے اس سلسلے میں ہی کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"اوکے آپ ایسا کریں اس گیٹ سے باہر نکل جائیں بالکل سامنے جو بڑا سا کمرا ہے وہاں آپ کو سرفراز صاحب

ملیں گے آپ اپنا مسئلہ ان سے جا کر ڈسکس کریں ہو سکتا ہے اس سلسلے میں وہ آپ کی کچھ مدد کر سکیں۔"
جواب دے کر وہ نوجوان پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا نبیو نے کچھ سیکنڈ وہاں کھڑے ہو کر سوچا پھر خاموشی سے بڑے سے دروازے سے باہر نکل آئی' وہاں ایک چھوٹا سا گارڈن بنا ہوا تھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا وہ اللہ کا نام لے کر گارڈن کو عبور کرتی سامنے موجود بڑے سے کمرے کے دروازے کے سامنے جا کھڑی ہوئی آس پاس نظر دوڑائی کوئی بھی ملازم یا گارڈ دکھائی نہ دیا وہ شش و پنج کی کیفیت میں مبتلا تھی جب پردہ ہٹا کر اندر سے کوئی باہر آیا حلیے سے ہی وہ کوئی پیون دکھائی دے رہا تھا۔
"جی میڈم کس سے ملنا ہے آپ کو؟" باہر آنے والا ٹھٹک گیا۔
"وہ سرفراز صاحب سے۔" نوجوان نے ایک نظر اس کا جائزہ لیا اور واپس اندر کی طرف مڑ گیا تقریباً" پانچ منٹ بعد وہ نمودار ہوا۔
"اندر چلی جائیں سرفراز صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی۔ سامنے میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر پاکستانی مرد موجود تھا اس کے سامنے موجود ٹیبل پر رکھی تختی اس کے عہدے کی نشاندہی کر رہی تھی وہ شخص نیم دراز حالت میں آرام سے کرسی پر بیٹھا تھا نبیو کو دیکھتے ہی سیدھا ہو بیٹھا۔
"جی آئیں تشریف رکھیں۔" وہ خاموشی سے ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔
"جی بتائیں کیا مسئلہ ہے آپ کا جس سلسلے میں آپ مجھ سے ملنا چاہتی تھیں۔"
"مجھے اپنا نیا پاسپورٹ بنوانا ہے۔" وہ دھیمی آواز میں بولی۔
"پرانا کہاں ہیں؟" اس شخص نے اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے سوال کیا۔
"وہ دراصل میرا ہینڈ بیگ چوری ہو گیا ہے اس میں میرے سارے کاغذات تھے اب مجھے وطن واپس جانا ہے جس کے لیے پاسپورٹ کا ہونا لازمی ہے۔" وہ جانتی تھی کہ یہ سوال اس سے ضرور پوچھا جائے گا اسی لیے جواب سوچ کر آئی تھی۔
"اوہ اچھا ویسے آپ ملائشیا کیوں آئی تھیں؟" اسے اس سوال کی امید نہ تھی' اب سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے۔
"یہاں میری سسرال ہے میں شادی کی بعد یہاں آئی تھی۔"
"آپ کی سسرال کہاں ہے؟ اور آپ کے ہزبینڈ وہ کیوں نہیں آئے آپ کے ساتھ؟"
"وہ یہاں نہیں ہیں جاپان گئے ہیں میرے والد کی ناسازی طبع کے باعث میرا جلد از جلد پاکستان جانا بہت ضروری ہے اسی لیے مجھے تنہا ہی یہاں آنا پڑا۔" اپنے مفاد کے لیے ایک کے بعد ایک جھوٹ اس کی زبان پر خود بخود ہی آتا چلا گیا۔
"سوری میڈم ہم آپ کے ہزبینڈ سے ملے بغیر آپ کو پاسپورٹ بنوا کر نہیں دے سکتے ہمیں ان کی تصدیق درکار ہو گی۔"
"کیوں؟" وہ حیرت سے بولی۔
"میں پاکستانی ہوں میرے پاس وہاں کا شناختی کارڈ موجود ہے۔" وہ روہانسی ہو گئی اپنے ملک کی ایمبیسی میں اس سے ایسا برتاؤ کیا جائے گا وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی' اس نے تو نئے پاسپورٹ کے حصول کو بہت ہی آسان سمجھا تھا ویسے بھی اسے احتشام صاحب نے یہ ہی بتایا تھا کہ وہاں موجود ایمبیسی پاکستانیوں کے مسائل حل کرتی ہے یہاں تو ایک پاسپورٹ کے لیے' اپنی ہم وطن سے زیادہ' ملائی شہری کو ترجیح دی جا رہی تھی جس کی تصدیق ضروری تھا۔

"بے شک آپ پاکستانی ہیں یقیناً" آپ کے پاس شناختی کارڈ بھی ہو گا مگر ہماری بھی کچھ قانونی اور سفارتی مجبوریاں ہیں جن کی بنا پر ہم فی الحال آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جب تک آپ کے ہزبینڈ آ کر ہم سے نہ ملیں اس صورت میں بھی آپ کے پاس کاغذات کی گم شدگی کی ایف آئی آر کا ہونا ضروری ہے اور اگر وہ نہیں آتے تو آئندہ جب آپ یہاں آئیں ایف آئی آر درج کروا کر اس کی کاپی لیتی آیئے گا پھر شاید ہم آپ کے کچھ کام آ سکیں ورنہ ہماری طرف سے معذرت' خدا حافظ۔"

پوری تفصیل بتانے کے بعد سرفراز صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ وہ اب کوئی بات سننا نہیں چاہتے وہ خاموشی سے باہر نکل آئی اس کا دل بھر آیا پہلے ہی مرحلے پر ناکامی اس کا مقدر بن گئی۔ وہ مایوس سی ہو گئی۔

"میڈم اب کہاں جانا ہے۔" اس کے ٹیکسی میں واپس بیٹھتے ہی ڈرائیور نے سوال کیا۔

"کہیں نہیں WAO واپس چلو اور ہاں جاتے ہوئے مجھے ایمبیسی آنے کا راستہ پبلک ٹرانسپورٹ سے سمجھا دینا۔"

ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے ایک دن کے تیس رینگٹ طے ہوئے تھے جو خاصی بڑی رقم تھی۔ وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اسے اپنے پاسپورٹ کے حصول کے لیے بہت خوار ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد شاید کہیں جا کر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہو سکے' اس ضمن میں وہ روزانہ ٹیکسی افورڈ نہیں کر سکتی تھی لہٰذا اسے اب اپنا سفر پبلک ٹرانسپورٹ سے ہی شروع کرنا تھا' جس کے لیے وہ خود کو ذہنی طور پر تیار کر چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"جانے کیوں میرا دل کئی دنوں سے بہت گھبرا رہا ہے نبیو وہاں ضرور کسی مشکل کا شکار ہے' اس کا فون بھی بند ہے اور سکندر کال ریسیو نہیں کرتا۔"

سکندر کی شفا سے ہونے والی گفتگو نے اب تک ردا کو بے چین کر رکھا تھا۔

"تم خوامخواہ کے وسوسوں کا شکار ہو رہی ہو' میری ابھی کل ہی بھائی صالح سے بات ہوئی ہے انہوں نے بتایا کہ دونوں میاں بیوی کے مابین کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی بہرحال اب وہ مسئلہ حل ہو گیا ہے' نبیو کا فون شاید چوری ہو گیا ہے جیسے ہی وہ نیا سیل لے گی ہم سے جلد ہی رابطہ کرے گی۔"

احتشام صاحب خود بھی صالح محمد کی گفتگو سے مطمئن نہ تھے ان کا دل بھی مختلف طرح کے خدشوں کا شکار تھا مگر وہ مرد تھے اور جانتے تھے کہ اس طرح کے مسائل جذباتی ہو کر حل نہیں کیے جا سکتے دوسری طرف اپنے کسی خدشے کا اظہار وہ ردا کے سامنے کر کے اسے مزید پریشان نہ کرنا چاہتے تھے۔

"اور امی ربیعہ نے بھی تو آپ کو یہ ہی سب کچھ بتایا تھا جو پاپا بتا رہے ہیں پھر آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں۔"

امان نے انہیں خود سے لگاتے ہوئے تسلی دی۔

"بس مجھے کچھ نہیں پتا آپ سکندر کو فون کر کے کہیں کہ وہ نبیو کو کچھ عرصے کے لیے پاکستان بھیجے ورنہ میرا ویزا لگوائیں مجھے ملائشیا جانا ہے۔"

وہ کسی طور یہ ماننے کو تیار نہ تھیں کہ نبیو اپنے گھر میں خوش ہے وہ ماں تھیں اور ان کا دل انہیں کسی انہونی کی خبر دے رہا تھا جس نے انہیں بے چین کر رکھا تھا ایسے میں کوئی تسلی دلاسا ان کے لیے اہمیت نہ رکھتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں بھائی صالح سے بات کرتا ہوں ان سے کہتا ہوں کہ وہ نبیو سے تمہاری بات کروائیں یا پھر تم سکندر کے گھر کے نمبر پر فون کر لو نمبر تو ہے نا تمہارے پاس؟"

احتشام صاحب نے بات کرتے کرتے رک کر سوال کیا۔
"دو دفعہ تو میں کر چکا ہوں غالباً" آنٹی فاطمہ تھیں انہوں نے کہا کہ نبیو گھر میں نہیں ہے جیسے ہی آئے گی میں بات کروادوں گی مگر پھر انہوں نے کال بیک بھی نہیں کی۔"
"ہو سکتا ہے وہ گھر پر نہ ہو تم ایک دفعہ پھر کوشش کرو اگر بات ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ ربیعہ سے کہو وہ وہاں جا کر نبیو کی اپنی مما سے بات کروادے۔" احتشام صاحب نے امان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے پاپا ایک دفعہ پھر کوشش کر لیتا ہوں ہو سکتا ہے اب بات ہو جائے۔"
وہ گھر کا فون اپنے قریب کرتے ہوئے بولا۔

☆ ☆ ☆

"مجھے تم سے اس قدر بے وقوفی کی امید نہ تھی۔"
ربیعہ نے جیسے ہی یہ سنا کہ ایمبیسی والوں نے نبیو کی کسی بھی قسم کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے ویسے ہی وہ عبدالوہاب کے ساتھ WAO آئی اور اب آنٹی نوما کے آفس میں بیٹھی وہ مسلسل نبیو کو تاڑ رہی تھی جو خاموشی سے سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔
"غضب خدا کا تم اتنا فاصلہ طے کر کے اور رسک لے کر ایمبیسی گئیں اور بنا اپنا مسئلہ حل کیے خاموشی سے واپس آ گئیں۔"
"میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ سرفراز صاحب کا کہنا ہے کہ بغیر ایف آئی آر کے کچھ بھی ہونا ناممکن ہے اور تم جانتی ہو میرے لیے ایف آئی آر کا اندراج کس قدر مشکل کام ہے۔"
"بیوقوف لڑکی تمہیں وہاں اپنے تمام حالات بتانے چاہیے تھے تمہارا پاسپورٹ کس طرح تمہارے خبیث میاں نے ضبط کر رکھا ہے یہ بتاتیں تو یقیناً" وہ تمہاری مدد کرتے اپنے بچوں کے بارے میں بھی سب کچھ سچ سچ بتانا چاہیے تھا۔"
"دراصل میں وہاں جاتے ہی کچھ خوف زدہ ہو گئی تھی میں نے سوچا شاید سکندر نے میری وہاں کوئی کمپلینٹ نہ کر رکھی ہو کہ میں اس کا بچہ لے کر فرار ہو گئی ہوں اور ایسا نہ ہو کہ مجھے دھوکہ سے پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔"
"اف خدایا نبیو ہماری ملکی ایمبیسی ہمارے مسائل کے حل کے لیے یہاں موجود ہے اور یاد رکھو ابوذر سکندر کا ہی نہیں تمہارا بھی بیٹا ہے اپنی اولاد کی منصفانہ تقسیم تم خود کر چکی ہو تم نے حماد اس کے حوالے کیا تو کیا ابوذر پر تمہارا حق نہیں ہے؟" ربیعہ نے اس کے ہاتھ تھپکتے ہوئے سمجھایا۔
"ٹھیک ہے میں کل ہی دوبارہ جاتی ہوں پھر دیکھتی ہوں مجھے کیا جواب ملتا ہے؟" اور ہاں انکل نے کچھ رقم بھیجی ہے جو عبدالوہاب کے اکاؤنٹ میں ہے اور ساتھ ہی تمہارے لیے آنٹی کا ایک پیغام بھی ہے وہ یہ کہ تم ابوذر سکندر کے حوالے کر کے جلد از جلد پاکستان واپس پہنچو وہ بہت پریشان ہیں۔" اس کے گھر والوں کا مسلسل اس پر دباؤ تھا کہ وہ ابوذر سکندر کے حوالے کر دے اور خود خاموشی سے اپنے وطن واپس آ جائے اسی سبب وہ ان سے رابطے میں نہ تھی۔
"اب جب تمہاری مما سے بات ہو تو بتا دینا میں کسی بھی حالت میں تنہا پاکستان نہ آؤں گی اگر حماد کا دکھ ساری زندگی میرے ساتھ رہے گا تو سکون کی زندگی سکندر بھی نہ گزار سکے گا یہ میرا خود سے عہد ہے ربیعہ اور میں اپنے اس عہد کے لیے جان تو دے سکتی ہوں مگر ابوذر نہیں۔" وہ اٹل لہجہ میں بولی۔

☆ ☆ ☆

"تمہاری میرے گھر میں مدت رہائش ختم ہو چکی ہے اب بہتر یہ ہے کہ تم جلد از جلد اپنا کوئی دوسرا انتظام کر لو' اگر میری شرط تمہیں منظور ہے تو میری آفر اپنی جگہ آج بھی برقرار ہے میں تمہیں ایک ہفتہ میں تمہارے دیس واپس بھجوا دوں گا بصورت دیگر ایک ہفتہ تک اپنا انتظام کر لو ورنہ تمہیں یہاں سے نکالنے کے لیے مجھے پولیس سے رابطہ کرنا ہو گا۔"

دروازے پر کھڑا فرعون سفاکی سے یہ سب زہر اس کے کانوں میں انڈیل کر زمین کو اپنے پاؤں تلے روندتا ایک شان بے نیازی سے باہر نکل گیا وہ اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی۔

شوبھا نے پچھلے ایک ہفتہ سے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ اس کے کسی میسج کا جواب بھی نہیں دے رہی تھی اس نے ایک نسبتاً" بڑا ہینڈ بیگ تیار کر رکھا تھا جس میں ابوذر کی ضرورت کا کچھ سامان موجود تھا جب کہ اس سے قبل اپنا اور ابوذر کا کچھ سامان وہ شوبھا کے ذریعے ربیعہ تک پہنچا چکی تھی اب مسئلہ صرف یہاں سے نکل کر کسی محفوظ مقام تک جانے کا تھا اور اس محفوظ مقام کا راستہ اسے شوبھا نے ہی بتانا تھا جو جانے کہاں غائب تھی۔

"تمہارے گھر سے فون آیا ہے۔" ایدھا نے باہر سے ہی آواز لگائی۔

"اس وقت کسی کا فون آگیا۔" اس نے بے زار ہو کر سوچا' اس کا بالکل دل نہ چاہ رہا تھا کہ وہ کسی سے کوئی بات کرے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آگئی فاطمہ ریسیور ہاتھ میں لیے جانے آہستہ آہستہ کیا بات کر رہی تھیں اسے دیکھتے ہی ریسیور ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں' اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا اور دھڑکتے دل سے اپنے کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم۔" مری مری آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔

"نبیو یہ تمہاری ساس کیا بکواس کر رہی ہے۔" دوسری طرف یقیناً" ردا تھیں جنہیں شاید فاطمہ نے سب کچھ بتا دیا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"کہہ رہی ہے تمہارے کسی مرد سے ناجائز تعلقات تھے اور تمہیں سکندر نے رنگے ہاتھوں پکڑنے کے بعد طلاق دے دی' اب وہ تمہیں واپس بھیجنا چاہتا ہے اور تم آنا نہیں چاہ رہیں بلکہ عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرنے والی ہو اور بھی جانے کیا کیا انٹ شنٹ بک رہی ہے پاگل تو نہیں ہے یہ عورت۔"

"وہ جو کہہ رہی ہیں بالکل ٹھیک ہے مگر جو الزام انہوں نے مجھ پر لگایا ہے وہ کر توت خود ان کے اپنے بیٹے کے تھے جسے میں نے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔"

اب کچھ بھی چھپانے کا کوئی فائدہ نہ تھا' آخر ایک نہ ایک دن تو انہیں یہ سب پتا چلنا ہی تھا تو پھر کب تک وہ اکیلی سب کچھ برداشت کرتی۔

"نبیو تم نے یہ سب کچھ ہمیں خود کیوں نہیں بتایا۔" ردا بری طرح رو رہی تھیں۔

"پلیز ممارو کر مجھے مزید پریشان مت کریں میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔"

"تم فوراً" پاکستان واپس آؤ میں تمہارے ٹکٹ کے پیسے بھیج رہی ہوں۔" روا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"فی الحال میں واپس نہیں آسکتی اس لیے آپ مجھے فورس مت کریں۔"

"کیوں؟" ردا رونا بھول کر حیرت سے بولیں۔

"وہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی اور پلیز اب آپ اس گھر کے نمبر پر دوبارہ مجھ سے رابطہ کے لیے فون مت کیجئے گا بلکہ میرے بارے میں کچھ بھی جاننا ہو تو ربیعہ سے بات کر لیجئے گا' اگر ممکن ہوا تو میں جلد ہی اپنا کانٹیکٹ نمبر آپ

کو دے دوں گی۔ بہر حال میری طرف سے پریشان مت ہوئیے گا میں اب پہلی والی نیبو نہیں رہی وقت نے مجھے بہت بدل دیا ہے اور ان شاء اللہ میں جہاں بھی رہوں گی اپنی حفاظت خود کرلوں گی اللہ حافظ۔"

دوسری طرف سے بنا کوئی جواب سنے اس نے فون بند کردیا جس جذباتی کیفیت کا شکار اس کی طلاق کی خبر نے ردا کو آج کیا تھا وہ اس کیفیت سے بہت پہلے نکل چکی تھی اب یہ سب کچھ اس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتا تھا اب تو اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف ابوذر تھا جس کے حصول کے لیے وہ سرگرداں تھی صرف اپنی اولاد کی محبت نے ہی اسے تپتے صحرا میں ننگے پاؤں کھڑا کردیا تھا ورنہ تو اس کے لیے بہت آسان ہوتا اس ملک پر دو حرف بھیج کر اپنے وطن واپس لوٹ جاتا۔

"کاش وہ بے اولاد ہوتی۔" بے اختیار یہ سوچ اس کے ذہن میں ابھری۔

"اللہ نہ کرے جو ایسا ہوتا۔" دوسرے ہی پل اس نے اپنی سوچ پر خود ہی لعنت بھیجی اس کے بچے ہی تو اس کے جینے کا سبب تھے ورنہ تو شاید وہ مرہی گئی ہوتی۔

"چلو اچھا ہوا جو آج اس کی ماں کا خود ہی فون آگیا اب جوان میں ذرا بھی غیرت ہوگی تو ضرور اس کی واپسی کے لیے کچھ کریں گے ورنہ تو یہ بے شرم طلاق کے بعد بھی ہم پر مسلط ہے۔"

ایدھا سے کی جانے والی گفتگو یقیناً اسے بھی سنانے کے لیے تھی جس میں فاطمہ کامیاب بھی ہوگئی تھیں نیبو بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے اپنے کمرے میں آگئی جس کا اے سی پچھلے دو تین دن سے صحیح طور پر کولنگ نہ کر رہا تھا جبکہ یہاں چھت کے پنکھوں کا رواج بھی نہ تھا۔ اے سی کے فین سے اسے بالکل بھی نیند نہ آتی تھی۔ ابوذر کے سرہانے وہ اس کا چھوٹا سا فین رکھ دیتی تھی خود صبر و شکر کے ساتھ دن گزار لیتی تھی ابھی بھی کمرے میں بے حد حبس تھا اس نے باہر لان میں کھلنے والی کھڑکی کھول کر پردے ہٹا دیے باہر بارش ہو رہی تھی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے کچھ ہی دیر میں کمرے کے حبس کو خاصا کم کردیا۔

☼ ☼ ☼

"دیکھیں سر میری پوری بات سن کر آپ اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ میرے لیے ایف آئی آر درج کروانا کس قدر مشکل کام ہے۔"

وہ آج تیسری دفعہ ایمبیسی آئی تھی اب وہ یہ سفر آسانی ٹرین کے ذریعے کرتی تھی جو WAO سے کچھ فاصلے پر موجود اسٹیشن سے اسے مل جاتی پھر وہاں سے وہ کے ایل سی سی آتی جہاں سے تھوڑا ہی فاصلہ طے کر کے پاکستان ایمبیسی پہنچ جاتی' دو تین بار آنے سے ہی اسے یہاں کام کرنے والا عملہ بھی پہچاننے لگ گیا تھا' ایک بار جب وہ آئی تو سرفراز صاحب کسی میٹنگ میں تھے۔ دوسری بار انہوں نے نیبو کے تمام حالات سن کر اسے دو تین دن کا ٹائم دیا تاکہ وہ اس سلسلے میں اوپر بات کرسکیں اور آج وہ ان کے دیے ہوئے ٹائم کے مطابق پھر ایمبیسی میں موجود تھی۔

"وہ تو ٹھیک ہے بی بی پھر بھی قانونی طور پر یہ سب بہت ضروری ہے' دوسری اہم بات میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ اگر آپ کے شوہر نامدار نے آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کردی تو ہم آپ کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے۔"

سکندر تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کا آغاز کئی عرصہ قبل کرچکا تھا' پولیس اسے تلاش کر رہی تھی مگر یہ سب کچھ وہ یہاں بتانا نہ چاہتی تھی۔

"آپ کوشش کر کے ایف آئی آر کی سلپ لے آئیں پھر ہم کچھ کرتے ہیں۔"

سرفراز صاحب کا انداز سراسر ٹالنے والا تھا' وہ ابوذر کی انگلی تھامے باہر نکل آئی جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا مایوسی اس کے گرد ڈیرے ڈال رہی تھی وہ پولیس اسٹیشن جاتے ہوئے ڈر رہی تھی اور یہ بات یہاں تقریباً سب ہی

جانتے تھے یہ ہی وجہ تھی جو اس پر ایف آئی آر کے لیے اس قدر دباؤ ڈالا جا رہا تھا وہ تھک چکی تھی لہٰذا باہر نکلتے ہی سوکھی ہوئی گھاس پر بیٹھ کر رونے لگی۔

"کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو پیسوں کی ضرورت ہے کیا؟"

اس نے روتے روتے سر اٹھایا سامنے شلوار قمیص میں ملبوس شخص یقیناً پاکستانی تھا جس کے دیکھنے کا انداز سراسر لوفرانہ تھا وہ اپنی آنکھیں رگڑتی اٹھ کھڑی ہوئی ابوذر کو گود میں لے لیا۔

"ارے ڈرو مت میرے پاس جگہ ہے آجاؤ تمہاری مرضی کے پیسے دوں گا۔" اس شخص کی بات سن کر نبیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی ایک غیر ملک میں مصیبت میں گھری اپنی ہم وطن لڑکی کے ساتھ کوئی اس طرح کی گھٹیا گفتگو بھی کر سکتا ہے وہ سوچ نہ سکتی تھی۔

"بے غیرت آدمی تمہیں شرم نہیں آتی۔"

وہ حلق کے بل چلائی اس کا بس چلتا اپنے سامنے کھڑے شخص کو گولی بھی مار دیتی۔

"آہستہ بولو آہستہ۔" نبیہ کے چلاتے ہی وہ شخص گھبرا سا گیا۔

"کیا ہوا؟ کیا کہا ہے تم نے اس کو؟"

اندر سے آنے والے نوجوان لڑکے نے اس شخص کو گریبان سے پکڑ کر دو تین جھٹکے دیے جبکہ نبیہ وہیں زمین پر بیٹھ کر پھر سے رونے لگی۔

"وہ چلا گیا ہے اب تم بھی اٹھ جاؤ رونا دھونا بند کرو دیکھو تمہارا بچہ کتنا پریشان ہو رہا ہے۔" وہ اپنی پریشانی میں کچھ دیر کے لیے ابوذر کو بھی بھول گئی تھی جو شاید اس وقت بہت بھوکا ہو رہا تھا جس کا اندازہ اس کے چہرے پر چھائی مردنی سے لگایا جا سکتا تھا۔ اس نے خاموشی سے ابوذر کو پھر سے گود میں اٹھا لیا۔

"میرا نام شمریز خان ہے اگر مناسب سمجھو تو مجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے تم اپنی ہر بات مجھے بتا سکتی ہو۔" اس کی مجبوری تھی اب اسے کسی نہ کسی پر تو اعتماد کرنا ہی تھا وہ چلتے چلتے رک گئی ایک پل رک کر سوچا پھر پلٹ کر شمریز کی جانب آئی۔

"مجھے اپنا پاسپورٹ بنوانا ہے اس سلسلے میں ایمبیسی میری کوئی مدد نہیں کر رہی اب بتاؤ تم میرا یہ کام کر سکتے ہو؟"

"ہاں مگر یہ کام میں نہیں کروں گا البتہ میرا ایک دوست ایجنٹ ہے جو یہاں پھنسے ہوئے کئی لوگوں کو پہلے بھی پاکستان واپس بھیج چکا ہے اس کام کے لیے وہ ایک مناسب فیس بھی لے گا مگر تمہیں زندہ سلامت یہاں سے نکال دے گا اگر بولو تو میں تمہاری اس سے بات کروا دوں۔"

نبیہ کے تن مردہ میں جان سی پڑ گئی اسے محسوس ہوا شاید شمریز کا اس تک آنا مدد خداوندی ہے۔

"میں اس کی منہ مانگی فیس دوں گی تم کسی طرح میری اس سے بات کروا دو۔" وہ جان چکی تھی ایمبیسی میں اس کی کوئی شنوائی نہیں ہے اس لیے ضروری تھا کہ شمریز کی بات پر یقین کرتے ہوئے اس ایجنٹ سے رابطہ کرے جس کا وہ ذکر کر رہا تھا اس کے ہاں کرتے ہی شمریز نے فون پر کوئی نمبر ملایا کچھ دیر آہستہ آہستہ بات کی پھر فون بند کر کے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"ابھی فردوس خان یہاں نہیں ہے وہ پاکستان گیا ہوا ہے تم میرا فون نمبر لے جاؤ اپنا کانٹیکٹ نمبر مجھے دے دو ایک ہفتہ کے بعد میں تم سے رابطہ کر لوں گا بس تم پیسوں کا انتظام کر کے رکھنا۔"

"ان شاء اللہ وہ میں کر لوں گی مگر تم کوشش کرنا میرا کام جلد از جلد ہو جائے کیونکہ میں اب WAO میں بھی زیادہ وقت نہیں رہ سکتی۔"

اس نے جلدی جلدی ایک کاغذ کے ٹکڑے پر اپنے سیل نمبر کے ساتھ ہی WAO کا نمبر بھی تحریر کر کے شمریز کی جانب بڑھا دیا۔

"میں تم سے جب بھی کانٹیکٹ کروں گا تمہارے سیل پر ہی کروں گا اور ہاں میری آج کی اس گفتگو کا ذکر تم کسی سے مت کرنا خاص طور پر WAO میں رہائش پذیر کسی خاتون سے اور نہ ہی ایمبیسی میں اس بات کا کوئی حوالہ دینا کیونکہ ہم لوگ یہ کام غیر قانونی طور پر کرتے ہیں اور ہمارا مقصد صرف اور صرف اپنے ملک کے لوگوں' خاص طور پر خواتین کو بحفاظت یہاں سے نکالنا ہوتا ہے اور تم کوئی پہلی پاکستانی لڑکی نہیں ہو جس کے گھر والوں نے بنا سوچے سمجھے اسے دیار غیر رخصت کر کے بھیج دیا ہمیں آئے دن اس طرح کے کئی کیس ملتے ہیں لہٰذا اب تم ریلیکس ہو جاؤ اللہ نے چاہا تو تم جلد ہی اپنے وطن واپس پہنچ جاؤ گی۔"

وہ اس کے ساتھ پیدل ہی چلتا ہوا منی اسٹیشن کی جانب جا رہا تھا جو وہاں سے تقریباً" دس منٹ کے فاصلے پر موجود تھا۔

"ایک منٹ تم رکو میں ابھی آیا۔"

جانے شمریز کو کیا یاد آگیا بات کرتا کرتا تیزی سے وہ ایک جانب بڑھ گیا وہ فٹ پاتھ سے ہٹ کر ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کی دیوار کے پاس آ کھڑی ہوئی یوں ہی بے خیالی میں کھڑے کھڑے اس کی نظر روڈ پار موجود فٹ پاتھ پر جا پڑی جہاں چینی قوم کا ایک عدد عبادت خانہ موجود تھا' اگلے ہی پل اس عبادت خانہ سے ایک بندر برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں کیلے کے علاوہ ایک اورنج بھی تھا جسے لے کر وہ کچھ فاصلے پر جا بیٹھا نبیو کو بے اختیار ہنسی آگئی اسے کچھ عرصہ قبل کی ہوئی شوبھا کی گفتگو یاد آئی جب اس نے مکمل یقین کے ساتھ یہ کہا تھا "اگر منت پوری ہونی ہو تو یہ سب پھل بھگوان آ کر کھا جاتے ہیں۔" نبیو نے بے اختیار ہی ایک بار پھر سامنے فٹ پاتھ پر موجود بھگوان کو دیکھا جو بڑے مزے سے کیلا چھیل کر کھا رہا تھا۔ اسے وہاں رکھنے والا آج کے دن یقیناً" بہت خوش ہو گا یہ سوچ کر کہ اس کی منت پوری ہونے والی ہے۔

"یہ لو۔" یک دم اسے اپنے قریب سے شمریز کی آواز سنائی دی' اس نے پلٹ کر دیکھا' دو عدد کولڈ ڈرنک کے ساتھ ایک بڑا سا لفافہ وہ اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ ہاتھ بڑھاتے ہوئے تھوڑا سا جھجکی۔

"تمہارا بچہ اور تم دونوں بھوکے ہو' شاید تمہیں تو پریشانی میں بھوک نہیں لگتی مگر اس معصوم کو تو وقت پر خوراک چاہیے نا اس کا خیال رکھا کرو۔"

"بہت بہت شکریہ۔" نبیو کی آنکھیں تشکر سے بھیگ گئیں۔ اسٹیشن پر اس کی مطلوبہ ٹرین کھڑی تھی وہ خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی صبح ایمبیسی کے لیے نکلتے وقت اس نے سوچا تھا کہ واپسی میں سیانگ جائے گی کیونکہ اسے ربیعہ سے ملے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے۔ WAO کے قانون کے مطابق وہ کسی سے ملنے نہ جا سکتی تھی اس لیے آج اس کا ارادہ یہاں سے ہی سیانگ جانے کا تھا لیکن اپنا یہ ارادہ اسے صبح آنے والے عبدالوہاب کے فون کے سبب ملتوی کرنا پڑا اس نے نبیو کو بتایا کہ رات سکندر پولیس کے ساتھ ان کے گھر آیا تھا اس کا کہنا تھا کہ نبیو اور ابوذر کو تم لوگوں نے اپنے گھر چھپا رکھا ہے اور شاید عبدالوہاب کے گھر کے نمبر پر بھی آبزرویشن لگا ہوا تھا لہٰذا اس نے نبیو کو سختی سے ہدایت کی کہ وہ خود ربیعہ سے رابطہ نہ کرے۔ اسی سبب وہ چاہتے ہوئے بھی ربیعہ سے ملنے نہ جا سکی اور واپس WAO کی جانب چل دی جہاں آنٹی نوما نے بمشکل اسے ایک ہفتہ مزید رہنے کی اجازت دی تھی۔

☆ ☆ ☆

سسکی کی آواز پر آیت کریمہ پڑھتی ہوئی شبنم نے سر اٹھایا' رداہاتھ میں تسبیح لیے بری طرح سسک رہی تھیں' شبنم کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا وہ تیزی سے آگے بڑھیں اور روتی ہوئی ردا کو اپنے سینے سے لگالیا۔

''صبر کرو ردا اللہ جو کرے گا بہتر کرے گا اس سے اچھے کی امید رکھو ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا' وہ غفور الرحیم جلد ہی ہماری بچی کو ہم سے ملائے گا۔''

ردا کی کمر سہلاتے ہوئے انہوں نے آہستہ آہستہ سمجھایا۔

''امی یہ پانی پلائیں انہیں۔''

رحاب پانی کا گلاس لیے آن کھڑی ہوئی بڑی مشکل سے ردا نے دو تین گھونٹ حلق سے نیچے اتارے' آج تیسرا دن تھا جب سے انہیں سکندر نے فون کر کے اطلاع دی تھی کہ نیہو اس کا بچہ لے کر گھر سے بھاگ گئی ہے اس دن سے ان کا کھانا پینا سب چھٹ گیا تھا یہاں تک کہ انہیں خوف کے سبب رات بھر نیند بھی نہ آتی تھی ''جانے نیہو دیارِ غیر میں کس حال میں ہوگی'' اس خوف نے ان کی بھوک پیاس سب ختم کر دی تھی۔

''پتا نہیں میری بچی کہاں اور کس حال میں ہوگی کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں نہ بھائی صالح کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی ربیعہ' مجھے تو لگتا ہے اس خبیث سکندر نے ہی اسے کہیں غائب کر دیا ہے اللہ میری بچی کی حفاظت فرمائے۔''

''افوہ امی کیوں ایسی باتیں منہ سے نکال رہی ہیں آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں اچھے کی امید رکھنے سے بھی اچھا ہوتا ہے۔'' ان کا آخری جملہ سنتے ہی شفا تڑپ کر بولی۔ ردا بنا کوئی جواب دیے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پھر سے آیت کریمہ کے ورد میں مشغول ہو گئیں اچانک نیہو کی گم شدگی کی خبر نے ان کے گھر پر جو قیامت ڈھائی تھی اس کے اثرات آج چار دن گزر جانے کے بعد بھی موجود تھے۔

✵ ✵ ✵

''تم کسی بھی طرح آج پانچ بجے شمتل ڈپارٹمنٹل اسٹور پر مجھ سے ملاقات کرو۔'' شوبھا کے اس میسج نے نیہو کے جسم میں زندگی کی لہر دوڑا دی ابھی صرف بارہ بجے تھے ویسے بھی ابوذر کے بغیر تنہا وہ گھر سے کہیں بھی جا سکتی تھی اس پر صرف ابوذر یا حماد کو باہر لے جانے پر پابندی تھی اور حماد کو اس سے اس قدر بدظن کر دیا گیا تھا وہ کبھی بھی اس کے ساتھ باہر نہ جاتا تھا۔ البتہ ابوذر تھوڑا رو دھو کر اپنی دادی کے پاس رہ جاتا ٹھیک پانچ بجے جب وہ تیار ہو کر باہر نکلنے لگی تو یک دم فاطمہ حماد کے ساتھ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئیں وہ ٹھٹک کر رک گئی۔

''میں ذرا سامنے مارکیٹ تک جا رہی ہوں' کچھ سامان لینا ہے اپنے لیے۔''

''میری طرف سے تم جہاں مرضی جاؤ ہمیں کیا لینا دینا۔'' انہوں نے نخوت سے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

''بس یہ ابوذر مجھے دے جاؤ یہ تمہارے ساتھ باہر نہ جائے گا'' یہ وقت بحث کرنے کا نہ تھا لہٰذا اس نے خاموشی سے ابوذر کا ہاتھ چھوڑ دیا جسے فوراً'' سے پیشتر حماد نے تھام لیا وہ خاموشی سے باہر نکل آئی جب اسے حماد نے پکارا۔

''آپ مارکیٹ جا رہی ہو؟'' چلتے چلتے اس نے پلٹ کر دیکھا حماد ابوذر کا ہاتھ تھامے اس سے سوال کر رہا تھا فاطمہ غالباً'' اندر جا چکی تھیں۔

''ہاں کیوں تمہیں کچھ چاہیے!'' وہ بے اختیار واپس پلٹ آئی۔

''ایک رینبو آئس کریم لے آیئے گا۔'' یہ کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ تیزی سے اندر کی جانب بھاگ گیا' پانچ سال میں پہلی کوئی فرمائش تھی جو حماد نے اس سے کی تھی اور وہ بھی اس وقت جب وہ اسے چھوڑ کر جانے والی تھی نیہو

کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں' اپنے ذہن سے تمام خیالات کو جھٹکتی وہ اگلے پانچ منٹ بعد "شیتل" پہنچ چکی تھی جہاں شوبھا پہلے سے ہی موجود تھی۔

"تھینک گاڈ تم آ گئیں ورنہ میں تو سمجھی تھی پتا نہیں تمہاری منحوس ساس تمہیں نکلنے بھی دے یا نہیں۔" اسے دیکھتے ہی شوبھا تیزی سے اس کے قریب آئی۔

"میں نے تمہاری رجسٹریشن WAO میں کروادی ہے۔" بنا تمہید کے اس نے بتایا۔

"واقعی میں۔۔۔؟" اسے یقین بھی نہ آیا۔

"ہاں اور یہ سب تمہیں بتانے میں تمہارے گھر اس لیے نہیں آرہی تھی کہ کل کو جب تم یہاں سے نکلو تو یہ گھٹیا لوگ مجھے تنگ نہ کریں بہرحال میں نے آنٹی نوما کو تمہارا نمبر دے دیا ہے وہ جلد ہی تمہیں کال یا میسج کریں گی خیال رکھنا اور یہ پیپر رکھو اس میں وہاں کا نمبر اور ایڈریس سب لکھا ہوا ہے تم جب یہاں سے نکلو تو کسی ٹیکسی کو ہائیر کر لینا وہ تمہیں اس ایڈریس پر با آسانی پہنچا دے گی' یہ پیپر بہت سنبھال کر رکھو کہیں مس نہ کر دینا ایسا نہ ہو تمہارے جانے کے بعد اس کے ذریعے یہ لوگ تم تک پہنچ جائیں۔" نبیو نے کاغذ کے ٹکڑے کو کھول کر دیکھا' اس پر درج ایڈریس پر نظر ڈالی اور اسے اپنے ہینڈ بیگ کی اندرونی جیب میں تہ کر کے رکھ دیا۔

"شوبھا میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی یاد رکھوں گی۔" شوبھا کے ہاتھ تھام کر اس نے اپنے لبوں سے لگا لیے

"شوبھا ایک آوارہ لڑکی ہے اس سے ذرا دور رہا کرو۔" سکندر کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے۔

اسے اچھی طرح یاد تھا جب اس کی شادی کو صرف دس سے بارہ دن ہی ہوئے تھے اور وہ بارش انجوائے کرنے کے لیے اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی اسی سے اس کی نظر سامنے گھر کے ٹیرس پر پڑی جہاں ایک لڑکی بالکل مختصر سے کپڑوں میں کھڑی برستی بارش میں بھیگ رہی تھی' اس لڑکی کی نظر جیسے ہی نبیو پر پڑی اس نے دور سے ہی ہاتھ ہلا دیا' جواباً" نبیو نے بھی ہاتھ ہلا دیا جسے فوراً" سے پیشتر سکندر نے نوٹس میں لے لیا اور شوبھا کو ایک آوارہ لڑکی قرار دیتے ہوئے اس کی صحبت سے دور رہنے کی ہدایت بھی کر دی اور آج یہ ہی آوارہ لڑکی اس کے لیے فرشتہ رحمت ثابت ہوئی سچ ہے انسانیت کسی مذہب کی محتاج نہیں ہوتی اور یہ بات آج شوبھا نے ثابت کر دکھائی تھی۔

"تم اپنے بچے کے ساتھ صحیح سلامت یہاں سے نکل جاؤ میرے لیے یہ ہی کافی ہے اور ہاں مجھے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔" شوبھا نے اسے گلے سے لگا لیا اور پھر وہاں سے نکلتے نکلتے وہ حماد کے لیے اس کی فیورٹ آئس کریم لینا نہ بھولی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں آنٹی نوما بلا رہی ہیں۔" سہتی دروازے سے ہی اطلاع دے کر واپس چلی گئی اس نے جلدی جلدی ابوذر کا لنچ ختم کروایا اور اس کے پاؤں میں شوز پہنا کر آنٹی نوما کے آفس کی جانب چل دی' اسے بہت منت سماجت کے بعد WAO میں مزید دس دن رکنے کی اجازت مل گئی تھی اس دوران شمریز خان نے اس کے ذاتی سیل پر رابطہ کر کے بتا دیا تھا کہ فردوس خان ابھی تک واپس نہیں آیا اس کے گاؤں میں ان کی آبائی زمین کا جھگڑا چل رہا تھا جس کا فیصلہ جرگہ نے کرنا تھا اسی سبب فردوس خان کی واپسی میں زیادہ ٹائم لگ گیا تھا ظاہر ہے وہ کچھ نہ کر سکتی تھی سوائے اس کے کہ صبر و تحمل کے ساتھ خدا پر مکمل یقین رکھتے ہوئے فردوس خان کی واپسی کا انتظار کرے ابھی بھی شاید آنٹی نوما نے اسے اپنا انتظام کہیں اور کرنے کا الٹی میٹم دینا تھا یہ ہی سوچتے ہوئے وہ ان کے آفس کے دروازے پر پہنچ گئی۔

"میں اندر آجاؤں؟" دروازے پر رک کر اس نے اجازت طلب کی۔

"ہاں ہاں آؤ نبیو میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" انہوں نے خوشدلی سے جواب دیا ان کے سامنے والی کرسی پر ایک دراز قد سانولی سی خاتون ٹانگ پر ٹانگ دھرے بڑی لاپرواہی سے بیٹھی تھی بالکل ایسے جیسے اسے کمرے میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا علم بھی نہ ہوا ہو۔

"مسز میکڈونلڈ یہ ہے نبیو جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔"

شاید وہ کوئی سماجی کارکن تھی یہاں جب سے نبیو آئی تھی روزانہ ہی کسی نہ کسی سماجی تنظیم کی طرف سے کوئی نہ کوئی خاتون وزٹ کرنے آئی ہوتی۔ اس وزٹ کے ساتھ وہ یہاں رہائش پذیر خواتین اور ان کے بچوں کو بے شمار تحائف بھی دے کر جاتی جن میں زیادہ تر ان کی ضرورت کا سامان ہوتا۔

"میرا نام مایا ہے اور مجھے اچھا لگے گا اگر آپ مجھے میرے ہی نام سے پکاریں۔" اس حرامی میکڈونلڈ سے میں نے اپنی جان چھڑوالی ہے۔

اپنے بالوں کو اسٹائل سے جھٹکتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر نبیو کا بھرپور انداز سے جائزہ لیا۔

"واؤ۔" اس نے اپنے ہونٹ گول دائرے کی شکل میں سکوڑے۔

"یہ تو بہت ہی خوب صورت ہے۔" ہونٹوں کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں میں بھی نبیو کے لیے ستائش ابھر آئی تعریف کے اس اظہار نے نبیو کو تھوڑا سا کنفیوز کر دیا۔

"دیکھو نبیو مجھے اپنے گھر کے کام کاج کے لیے فوری طور پر ایک عورت کی ضرورت ہے کیونکہ کل رات میرا اپنے میاں سے جھگڑا ہو گیا تھا اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا میں نے اسے پولیس کسٹڈی میں دے دیا اب مجھے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر پر ایک کل وقتی ملازمہ کی ضرورت ہے نوما نے مجھے تمہارے تمام حالات بتا دیے ہیں اب اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں اپنے گھر میں مکمل قانونی تحفظ فراہم کروں گی' رہائش کے ساتھ تمہارے کام کا تمہیں معقول معاوضہ بھی دوں گی۔" بنا تمہید اس نے اپنی آمد کا مقصد نبیو پہ واضح کر دیا۔

"اصل میں تمہیں اس وقت رہائش کے ساتھ ساتھ تحفظ بھی درکار ہے یہ ہی وجہ تھی جو میں نے مایا کو تمہارے بارے میں بتایا۔" آنٹی نوما نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

"دوسری بات جو تمہارے لیے دلچسپی کا باعث ہو گی وہ یہ کہ میں تمہیں تمہارے وطن بھی واپس بھجوا سکتی ہوں کیونکہ میرے تعلقات بہت اوپر تک ہیں۔" اس کی ساری آفر میں یہ آخری جملہ نبیو کے لیے باعث کشش تھا۔

"جلدی سے ہاں یا ناں میں جواب دو مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

بات کرتے کرتے وہ یک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو نبیو مایا ایک انڈین مسلم ہے اس نے شادی ایک نیگرو سے کی تھی جس سے اس کی طلاق کا کیس کورٹ میں زیر سماعت ہے یہ یہاں کی ایک پاور فل لیڈی ہے اور جب تک تم اس کے گھر رہائش پذیر رہو گی مجھے امید ہے کوئی تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا۔" آنٹی نوما نے نبیو کو مزید سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ میں باہر گاڑی میں بیٹھ رہی ہوں تم جلدی سے اپنا بیگ لے کر آجاؤ۔" یہ کہہ کر وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔

"ابھی تو میرا سارا سامان بکھرا پڑا ہے ابھی میں کیسے جا سکتی ہوں؟"

ایک دم ہی کسی انجان عورت کے ساتھ جانے کا سوچ کر وہ تھوڑا سا گھبرا گئی اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"تم جلدی جلدی اپنی ضرورت کی چیزیں کسی چھوٹے بیگ میں رکھ کر باقی سامان کے ساتھ کمرا لاک کر دو میں

مایا سے کہہ دیتی ہوں تمہیں ڈرائیور کے ساتھ کل کسی وقت بھیج دے گی تم آکر سارا سامان لے جانا کیونکہ تمہارا کمرا میں کسی اور کو رجسٹرڈ کر چکی ہوں وہ بھی تمہاری طرح ایک مجبور لڑکی ہے جو تقریباً" دو دن بعد یہاں آنے والی ہے۔"

اسے شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر آنٹی نوما نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اگر چاہو تو تم اپنی کزن کو اطلاع کر سکتی ہو۔" آنٹی نوما ربیعہ سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"آنٹی میں اسے خود سے فون نہیں کر سکتی اگر اس کا فون آئے میرے سلسلے میں تو پلیز آپ اسے سب کچھ بتا دیجئے گا اور یہ میرا نیا سیل نمبر بھی اسے دے دیجئے گا۔"

اس نے جلدی جلدی اپنا سیل نمبر لکھ کر پیپر نوما کی جانب بڑھایا۔

"اٹس اوکے اب تم جلدی سے جا کر اپنا سامان سمیٹو ایسا نہ ہو مایا ناراض ہو جائے۔" اگلے پندرہ منٹ میں نبیہ اپنا سامان ایک چھوٹے سے بیگ میں ڈال کر WAO کے گیٹ سے باہر نکل آئی اسے باہر تک چھوڑنے سمتی بھی اس کے ساتھ آئی' سامنے کھڑی بڑی سی مرسڈیز کا دروازہ کھول کر ڈرائیور باہر آیا اور جلدی سے پچھلا دروازہ کھول دیا وہ تھوڑا سا جھجکتی ہوئی اندر جا کر بیٹھ گئی گاڑی بے حد مہنگے ایئر فریشنر سے مہک رہی تھی جو اس کے بیٹھتے ہی اسٹارٹ ہو گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" مایا نے اپنے ہاتھ میں موجود سگار کو جلاتے ہوئے نبیہ سے سوال کیا' یہ سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ کچھ کنفیوز سی ہو گئی۔

"جی پوچھیں۔" جواب دیتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مایا کی شخصیت سے خاصی مرعوب ہو چکی ہے۔ ایئر فریشنر کے ساتھ ساتھ سگار کی دھیمی دھیمی مہک بھی اس کے نتھنوں میں داخل ہوئی اس نے ایک گہری سانس کے ساتھ یہ خوشبو اپنے اندر اتاری۔

"تم اتنی خوب صورت اور بھرپور جوان لڑکی ہو پھر کیوں تمہارے میاں نے تمہیں دربدر رسوا ہونے کے لیے اس دنیا میں تنہا چھوڑ دیا تمہاری فیملی سے اس کی کوئی دشمنی تھی کیا؟"

"پتا نہیں شاید یہ سب کچھ میرے نصیب میں اسی طرح لکھا ہوا تھا جس طرح ہو رہا ہے۔" وہ ٹالتے ہوئے بولی کیونکہ مایا کے سوال کا کوئی بھی جواب نبیہ کے پاس نہ تھا اس نے تو کبھی یہ سب کچھ اس طرح سوچا بھی نہ تھا وہ تو صرف اتنا جانتی تھی کہ سکندر کے لیے وہ ایک غیر عورت تھی بالکل اتنی ہی غیر جتنی روڈ پر چلتی پھرتی ہوئی عام سی عورتیں ایسے میں بھلا اسے کیا ضرورت پڑی تھی جو وہ اس کے سلسلے میں کوئی ہمدردی اپنے دل میں پالتا سکندر کو اس سے کبھی بھی کوئی انسیت یا محبت نہ تھی اور یہ بات وہ پہلے دن سے ہی اچھی طرح جانتی تھی۔

آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد گاڑی ایک سرسبز و شاداب علاقے میں داخل ہو گئی جو غالباً" شہر سے کچھ باہر تھا چاروں طرف پھیلی ہوئی ہریالی اور پھولوں کی مہک نے نبیہ کے ذہن کو تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی پر سکون سا کر دیا ابوذر اس کی گود میں ہی سو چکا تھا چند منٹ کے بعد ہی گاڑی رک گئی باہر نکلتے ہی وہ گھر کی خوب صورتی دیکھ کر مبہوت سی رہ گئی سفید قیمتی پتھر سے بنا ہوا نہایت خوب صورت گھر جو چاروں طرف سے بڑے بڑے ناریل اور پام کے درختوں سے گھرا ہوا تھا اندر داخل ہو کر نبیہ کو اندازہ ہوا یہ گھر جتنا باہر سے خوب صورت تھا اس سے کہیں زیادہ حسین اندر سے تھا وہ کسی سحر کے زیر اثر مایا کے پیچھے پیچھے چلتی ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔

"یہ تمہارا کمرا ہے نہا دھو کر فریش ہو جاؤ پھر میں تمہیں اپنے بچوں سے ملواؤں۔" وہ جلدی میں تھی بنا نبیہ کے جواب کا انتظار کیے ہی واپس پلٹ گئی' نبیہ نے اندر داخل ہو کر ابوذر کو بیڈ پر ڈالا کمرا نہ صرف صاف ستھرا بلکہ خوب صورت فرنیچر سے بھی مزین تھا اس نے کمرے کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور سامنے

موجود بڑی سی دیوار گیر الماری کا ایک پٹ کھول کر اس کے اندر رکھ دیا اور پھر شام تک وہ اس گھر کے ماحول میں کافی حد تک ایڈجسٹ ہو چکی تھی مایا کے بچے بھی اسی سے مل کر خاصے خوش ہوئے تھے جس کا اندازہ ان کے تعریفی جملوں سے نبیو کو ہو چکا تھا مایا جب سے آئی تھی مسلسل فون پر مصروف تھی۔

اس گھر میں اگر کوئی چیز نبیو کے لیے الجھن کا باعث بنی تھی تو وہ گھر کے ایک کونے میں بنا ہوا چھوٹا سا مندر تھا مایا اگر انڈین مسلم تھی تو اس کے گھر میں مندر کا کیا کام اس کے علاوہ لاؤنج کے ایک کونے میں چھوٹا سا بار روم بھی تھا مایا کثرت سے شراب نوشی کی عادی تھی جس کا اندازہ ایک ہی رات میں نبیو کو ہو گیا اگلی صبح کا سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی نبیو کو ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا پریشانی کے ساتھ ساتھ اسے حیرت بھی تھی یہ دیکھ کر کہ مایا کی قیمتی جیولری پورے گھر میں بکھری پڑی تھی جگہ جگہ ٹیبل پر اس کی ڈائمنڈ رنگ رکھی ہوئی تھیں یہاں تک کہ نبیو کے کمرے کی الماری کی دراز میں ملائی کر کسی بغیر کسی لاک کے موجود تھی وہ چاہتی تھی کہ اس سلسلے میں مایا سے بات کرے مگر اسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا مایا اپنے شوہر کے کیس کے سلسلے میں بری طرح مصروف ہونے کے سبب اسے اپنے WAO بھی نہ بھیج پائی تھی اس کے موبائل کا چارجر بھی وہیں رہ گیا تھا جس کے سبب بیٹری ڈاؤن ہوتے ہی موبائل آف ہو گیا تھا اس لیے اسے رہ رہ کر ربیعہ کا خیال آ رہا تھا جو اس سے رابطہ نہ ہونے کے سبب یقینی طور پر بہت پریشان ہو گی اس کے علاوہ اسے اپنے سامان کی بھی پریشانی تھی جو بہت زیادہ قیمتی تو نہ تھا مگر ضرورت کا ضرور تھا البتہ اس کی جیولری وغیرہ ربیعہ کے ہی پاس رکھی ہوئی تھی ابھی بھی وہ اس پریشانی میں مبتلا تھی جب کسی نے اس کے کمرے پہ دستک دی۔

"کون ہے؟" وہ اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"سوری میں نے اتنی رات کو تمہیں ڈسٹرب کیا۔" مایا اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"اصل میں ایسا ہے کہ میری ابھی ابھی ایک ایجنٹ سے بات ہوئی ہے جو تمہارا اور تمہارے بے بی کا پاسپورٹ بنا کر دینے کو تیار ہے۔" اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اس نے سگار سلگا لیا۔

"کتنے دن لگیں گے اسے 'اس کام میں۔" کچھ دیر تک اس کے آگے بولنے کا انتظار کے بعد نبیو نے بے چینی سے دریافت کیا کہیں سے نظر آنے والی۔ امید کی اس ننھی سی کرن نے اس کے اندر جیسے زندگی بھر دی۔

"ہوں۔۔۔" وہ تھوڑا سا سوچتے ہوئے بولی۔

"ایسا ہے تم کل صبح ذرا جلدی تیار ہو جانا ڈرائیور کے ساتھ جا کر WAO سے اپنا سامان لے لینا اور ساتھ ہی جاتے ہوئے راستہ میں فوٹو اسٹوڈیو سے اپنی اور اپنے بے بی کی تصاویر بنوا لینا یہ تصاویر میں نیٹ کے ذریعے اینڈریو کو بھیج دوں گی وہ میرا اسکول فیلو ہے اور مجھے امید ہے صرف بارہ سے چوبیس گھنٹوں کے اندر وہ تمہارا پاسپورٹ بنوا کر بھجوا دے گا تم پے منٹ کی فکر بھی مت کرنا وہ سب میں کر لوں گی اوکے۔"

اپنی بات کے اختتام پر رک کر اس نے نبیو پر ایک نظر ڈالتے ہوئے موبائل پر تیزی سے کوئی نمبر پریس کیا پھر چند سیکنڈ دوسری طرف لائن پر موجود کسی شخص سے کوئی بات کر کے اس نے فون بند کر دیا اس کی یہ ساری گفتگو گجراتی میں تھی جس کا ایک بھی لفظ نبیو کے پلے نہ پڑا جب تک وہ فون پر بات کرتی رہی نبیو کا دھیان مسلسل اس کے کھلے گریبان سے جھانکتے ٹیٹوز پر ہی رہا اسی طرح کا ایک بڑا سا ٹیٹو اس کے بازو پر بھی بنا ہوا تھا کبھی کبھی نبیو کو محسوس ہوتا ان ٹیٹوز نے اس کی شخصیت میں ایک عجیب سی پر سراریت سی بھر دی تھی جس کی وجہ نبیو کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی لیکن سچ تھا وہ مایا کی شخصیت سے تھوڑی تھوڑی سی خوفزدہ ضرور تھی۔

"تمہارے پاس واپسی کے ٹکٹ کے لیے کچھ رقم ہے؟" فون بند کرتے ہی اس نے نبیو سے سوال کیا۔

"ہے تو سہی مگر مجھے پتا نہیں ہے کہ وہ پوری بھی ہوگی یا نہیں البتہ میرے پاس زیور بھی ہے جسے بیچ کر میں سب خرچہ افورڈ کرلوں گی۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے اب ایسا کرو تم جب کل WAO جاؤ تو واپسی پر اپنی رقم اور زیور بھی لیتی آنا۔"

اس کی رقم اور زیور ربیعہ کے پاس تھا مگر ظاہر ہے اسے یہ سب اس لیے تو تھا ہی تو پھر کیوں نہ کل واپسی پر وہ سیانگ سے یہ سب لیتی آئے جس کے لیے ضروری تھا کہ یہ سب بات مایا کو بتائی جائے یہ سوچ کر اس نے اپنا گلا کھنکارا اور بولی۔

"اصل میں میرے پیسے اور زیور WAO میں نہیں ہیں بلکہ یہ سب سامان سیانگ میں مقیم میری کزن کے پاس ہے اب آپ کہیں تو میں کل واپسی میں یہ سب سامان اس کے گھر سے پک کرلوں۔"

"ٹھیک ہے مگر اس سلسلے میں تمہیں میری ایک شرط ماننا ہوگی۔"

"وہ کیا؟" جانے وہ کیا کہنا چاہتی تھی "شرط" نے نبیو کو الجھا سا دیا۔

"شرط یہ ہے کہ تم اپنی کزن سے میرا کوئی ذکر نہ کروگی اور نہ ہی اسے یہ بتاؤ گی کہ میں تمہارا پاسپورٹ بنوا کر تمہیں وطن واپس بھیج رہی ہوں جب تم واپس اپنے گھر پہنچ جاؤ پھر بے شک اسے اطلاع دے دینا مگر ابھی نہیں اور یہ سب کچھ میں تمہاری بہتری کے لیے ہی سمجھا رہی ہوں ایسا نہ ہو پاسپورٹ بننے سے پہلے ہی بات باہر نکل جائے اور قانون کے ہاتھ تمہاری گردن تک پہنچ جائیں کیونکہ تم جانتی ہو میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

اپنی شرط کی اچھی طرح وضاحت کرکے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اپنا سگریٹ کیس اور موبائل اٹھالیا۔

"صبح جلدی تیار ہو جانا۔" نبیو کو ہدایت دیتی وہ باہر نکل گئی کیا بات تھی نبیو کا دل بجائے خوش ہونے کے کچھ بجھ سا گیا تھا اس کی چھٹی حس اسے کسی انہونی کا احساس دلا رہی تھی کوئی ایسی بات ضرور تھی جو اس کے دماغ میں کھٹک رہی تھی اور یہ ہی کھٹک اور بے چینی اسے سونے نہ دے رہی تھی کروٹیں بدلتے بدلتے اس کی ہلکی سی آنکھ ہی لگی تھی جو کسی غیر محسوس آواز سے کھل گئی رات کے سناٹے میں باہر آکر رکنے والی گاڑی کی آواز نے اسے چونکا دیا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس کمرے کی کھڑکی سے باہر کا لان بالکل واضح طور پر دکھائی دیتا تھا وہ نگھے پاؤں کارپٹ پر چلتی کھڑکی کے قریب آئی اور آہستہ سے اس کا پردہ تھوڑا سا سرکا کر باہر جھانکا روش پر ایک بڑی سی کالی گاڑی کھڑی تھی جس کی ساری لائٹس آن تھیں لان میں لگی مدھم سی لائٹ میں سامنے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا گاڑی سے ٹیک لگائے دو لمبے تڑنگے نیگرو کھڑے جانے مایا سے کیا بات کر رہے تھے مایا نہایت مختصر سے سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھی بات کرتے کرتے مایا نے اپنا موبائل نکال کر اس میں سے کچھ سرچ کیا اور اسکرین کو ان نیگروز کے سامنے کردیا۔

وہ ان نیگروز کو کیا دکھا رہی تھی؟" ایک دم نبیو کے ذہن میں جھماکا ہوا وہ دھندجو رات سے اس کے دماغ پر سوار تھی یک دم نکل گئی اسے یاد آیا مایا نے رات کو باتوں کے دوران اپنے موبائل سے اس کی کچھ تصاویر لی تھیں یہ تصاویر اس نے نبیو کو بتائے بغیر لی تھیں اس کی ناراضی کے ڈر سے نبیو نے اس سے اس سلسلے میں کوئی وضاحت طلب نہ کی مگر وہ ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ سی ہو گئی تھی اور اب اسے پتا لگا یہ تصاویر ان آدمیوں کو دکھانے کے لیے لی گئی تھیں مایا نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس کی اس حرکت کا مقصد کیا تھا؟ یہ سب نبیو کو جاننے کی ضرورت نہ رہی تھی وہ سکندر کے گھر سے نکل کر جب سے WAO آئی تھی اس نے بہت کچھ دیکھا اور سیکھا تھا' وہاں موجود عورتوں کے حالات نے اسے ساری دنیا کا سبق پڑھا دیا تھا عورت کہاں اور کس طرح استعمال کی جاتی ہے اب یہ باتیں اس کے لیے اچنبھے کا باعث نہ رہی تھیں ان حالات نے اسے اپنی حفاظت کرنا بھی سکھا دیا تھا مایا کی شخصیت کا سارا اسرار اس کے سامنے کھل کر آگیا تھا وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ صبح یہاں سے نکل جانے کے بعد

اسے واپس نہیں آنا۔ مگر کیا مایا اسے اس قدر آسانی کے ساتھ یہاں سے نکلنے دے گی۔ اگر صبح وہ بھی اس کے ساتھ WAO چلی گئی تو پھر کس طرح ممکن ہو گا کہ وہ اس سے اپنا پیچھا چھڑائے اور ان ساری باتوں نے نبیو کی آنکھوں سے نیند کو مکمل طور پر بھگا دیا۔

☆ ☆ ☆

اسے WAO سے فون آچکا تھا اب کس طرح جلد از جلد اسے اس گھر سے نکلنا تھا پہلے تو اس نے سوچ رکھا تھا وہ رات کے اندھیرے میں یہاں سے نکل جائے گی مگر جانے کیوں پچھلے کچھ دنوں سے سکندر رات کو ابوذر کو اپنے ساتھ سلانے لگا تھا اور ظاہری بات تھی وہ کسی بھی حال میں ابوذر کو چھوڑ کر نہ جا سکتی تھی اس دوران اس نے گھر کی ممکنہ جگہوں کی تھوڑی بہت تلاشی بھی لی تھی کہ شاید کہیں سے اس کے یا ابوذر کے کاغذات مل جائیں وہ تو نہ ملے البتہ اس تلاشی کے دوران سکندر کی رکھی ہوئی کچھ کرنسی ضرور ہاتھ لگ گئی تھی جو نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے اٹھالی کیونکہ وہ جانتی تھی اس گھر سے نکلنے کے بعد اسے قدم قدم پر روپے کی ضرورت پڑے گی انکل صالح اسے روز فون کر کے پریشر ڈال رہے تھے کہ وہ ان کے گھر آجائے جبکہ سکینہ اور روزینہ بھی یہ ہی چاہتی تھیں کہ وہ سکندر کا گھر چھوڑ کر ان کے ساتھ آکر رہ لے نبیو جانتی تھی کہ ملائشیا جیسی جگہ پر کام والی افورڈ کرنا خاصا مشکل کام ہے روزینہ کیونکہ خود جاب کرتی تھی اس لیے وہ نبیو کو آفر کر رہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ چل کر رہے اس کے گھر کا کام کاج کر دیا کرے جس کے بدلے میں وہ اسے ایک معقول رقم دے گی اور ساتھ ہی ساتھ ہر ہفتہ اس کی ملاقات دونوں بچوں سے کروا دیا کرے گی اگر اسے یہاں رہنا ہوتا تو یقیناً" یہ ایک اچھی آفر تھی مگر اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس ملک میں رہنا ہی نہیں چاہتی تھی اسے ہر حال میں اپنے وطن واپس جانا تھا اور اپنی یہ پلاننگ وہ کسی سے بھی ڈسکس نہ کر سکتی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ وہ سب کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی خاص طور پر روزینہ کو تو اس نے مکمل طور سے یقین دہانی کروا رکھی تھی کہ وہ اس کے ساتھ ہی جا کر رہے گی اور اب جبکہ شوبھا کے طفیل اس کی رجسٹریشن WAO میں ہو چکی تھی اصل مسئلہ یہاں سے نکلنے کا رہ گیا تھا اور یہاں سے نکلنا بھی صرف اس لیے دشوار ہو گیا تھا کہ وہ ابوذر کے بغیر یہ گھر نہ چھوڑ سکتی تھی رفیدا آج کل کسی ٹریننگ کے سلسلے میں اپنے آفس کی طرف سے جاپان گئی ہوئی تھی۔ فاطمہ دوپہر دو بجے کے قریب کھانا کھانے کے بعد اپنی بلڈ پریشر کی ٹیبلٹ کھا کر تقریباً" ایک گھنٹہ ضرور سوتی تھیں اور یہ ہی وہ ٹائم ہوتا تھا جب ایدھا بھی حماد کو لے کر ایک گھنٹہ آرام ضرور کرتی تھی یقیناً" دوپہر دو بجے کا وقت ہی وہ بہترین وقت تھا جب کوشش کر کے نبیو اس گھر سے نکل سکتی تھی اپنی پلاننگ کے وقت اسے اپنے کمرے کا پچھلا دروازہ استعمال کرنا تھا جہاں سے نکل کر وہ ساتھ والے گھر کو علیحدہ کرتی ہوئی لکڑی کی باڑ پھلانگتی اور پھر آنٹی ماجی کے گیٹ سے با آسانی باہر نکل جاتی۔ اس سلسلے میں وہ اپنی پڑوسن آنٹی ماجی کو مکمل طور پر اعتماد میں لے سکتی تھی اور یہ سب اس لیے ضروری تھا کہ سونے سے قبل فاطمہ اپنے گھر کے مین گیٹ کو بند کر دیتی تھیں حالانکہ اس سے قبل اس نے کبھی اس دروازے پر کنڈی لگی ہوئی بھی نہ دیکھی تھی اس لاک کی وجہ یقیناً" نبیو تھی جس کا اسے بخوبی علم تھا آج صبح سے ہی وہ بہت ٹینشن میں تھی سکندر کے جانے کے بعد اس نے ابوذر کو نہلا کر ناشتا کروایا جبکہ خود بڑی مشکل سے اس نے چائے کا کپ حلق سے اتارا اس کی نظر مسلسل گھڑی کی سوئیوں کا طواف کر رہی تھی لمحہ لمحہ آگے بڑھتا ٹائم اس کے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر رہا تھا اسے شدت سے اس وقت کا انتظار تھا جب ایدھا اور فاطمہ اپنے اپنے کمروں میں چلی جاتیں فاطمہ کھانا کھا کر اپنی ٹیبلٹ اٹھا چکی تھیں اپنے کمرے کی کھڑکی سے مسلسل نبیو ان پر نظر رکھے ہوئے تھی اس نے کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

فاطمہ باہر کا گیٹ لاک لگانے جا رہی تھیں جب کسی گاڑی کے تیز ہارن نے نبیو کے حواس کو منتشر سا کر دیا

اس نے چونک کر لکڑی کی دیوار سے پار روڈ پر جھانکا گیٹ کے عین سامنے کھڑی ہونے والی سفید گاڑی نے اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا' یہ گاڑی یقیناً" روزینہ کی تھی روزینہ اس بھری دوپہر میں وہاں کیا لینے آئی تھی؟ اسے آج کا یہ دن بھی ضائع ہوتا محسوس ہوا اس نے ہاتھ میں اٹھایا چھوٹا سا بیگ بیڈ کے نیچے کر دیا نہایت ہی مایوسی کے عالم میں وہ خاموشی سے بیڈ پر جا کر لیٹ گئی ظاہر ہے اب فاطمہ نے کہاں سونا تھا یہ ہی سوچ کر نبیو نے اپنی آج کی پلاننگ کو فیل ہوتا محسوس کیا اگلے مزید چوبیس گھنٹے اسے اس گھر کے عقوبت خانے میں گزارنے تھے جہاں ایک ایک گزرتا پل اس کے لیے صدیوں کے عذاب کی مانند تھا آج کئی دن گزر جانے کے بعد بھی اس کے کمرے کا اے سی بند تھا ابوذر سکندر کے ساتھ سوجاتا جبکہ وہ اپنے بیڈ کے سرہانے ابوذر کا چھوٹا پنکھا لگا دیتی ایک ایسا گھر جہاں کا ہر کمرا اے سی ہو وہاں اسے ایک پنکھے کی سہولت بھی میسر نہ تھی اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سب اسے ذلیل کرنے کے لیے کیا جا رہا تھا مگر کیا کرتی وہ خود اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی جس کے سبب وہ اس گھر میں ذلت کے زندگی گزار رہی تھی اس امید کے ساتھ کہ اسے اس گھر کے ہر فرد سے اپنا انتقام لینا تھا اور یہ انتقام وہ ابوذر کی صورت میں ہی لے سکتی تھی اتنی پابندیوں کے باوجود ابوذر کو یہاں سے نکال کر لے جانا ایک ایسا طمانچہ تھا جو وہ پورے اور بھرپور انداز سے سکندر اور فاطمہ کے منہ پر مارنا چاہتی تھی۔

اسے اپنے رب سے پوری امید تھی کہ وہ اسے اس عمل کا موقع ضرور فراہم کرے گا وہ اللہ کی رحمتوں سے مایوس ہونا نہ چاہتی تھی اب ایک اور نئی کل کے انتظار میں وہ خاموشی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گئی جب کمرے کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا اس کا دل ہی نہ چاہا کہ وہ دیکھے کمرے میں کون آیا ہے وہ اسی طرح خاموشی سے ساکت و صامت لیٹی رہی۔

"نبیو سو گئی ہو؟" خوشبو کے تیز جھونکے کے ساتھ بھی روزینہ کی آواز بھی اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"نہیں بھابھی آجائیں آپ۔" وہ آہستہ سے کہتی اٹھ بیٹھی۔

"اے سی کیوں بند ہے تمہارا گرمی نہیں لگ رہی تمہیں۔"

روزینہ جو چوبیس گھنٹہ اے سی میں گزارنے کی عادی تھی ایک دم ہی کمرے کی گرمی سے گھبرا اٹھی جبکہ نبیو پچھلے کئی دنوں سے اسی طرح زندگی بسر کرنے کی عادی ہو چکی تھی یا شاید مجبوری انسان سے وہ سب کچھ کروا لیتی ہے جو عام حالات میں اسے ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

"اے سی خراب ہو گیا ہے۔" نبیو اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اوہ۔۔۔" روزینہ نے ہونٹ سکوڑے۔

"اگر خراب ہو گیا تھا تو کسی کو دکھا دیتیں گیس کا مسئلہ ہو گا یا مجھ سے کہتیں میں ٹھیک کروا دیتی بہرحال میں تمہیں اسی لیے کہتی ہوں میرے ساتھ چلو خوامخواہ میں کیوں ایک تیسرے درجے کے شہری کی طرح اس گھر میں زندگی گزار رہی ہو بلکہ میرا خیال ہے کہ ابھی چلو میرے ساتھ ویسے بھی رات میں میرے کچھ مہمان آ رہے ہیں تمہاری مدد سے مجھے کام میں آسانی ہو جائے گی۔" وہ ایک کے بعد ایک تمام تفصیل بتاتی چلی گئی اس کی اس ساری تفصیلی وضاحت سے نبیو کو کوئی دلچسپی نہ تھی اس کا دھیان تو مکمل طور پر گھڑی کی جانب مرکوز تھا جس کی لحہ بہ لحہ آگے کی جانب بڑھتی سوئیاں اسے احساس دلا رہی تھیں کہ آج کا ایک اور دن بھی ضائع ہو گیا۔

"پھر کیا سوچا تم نے چل رہی ہو آج میرے ساتھ میرے گھر۔" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر روزینہ نے زور سے پکارا۔

"آں ہاں۔۔۔" وہ یک دم چونکی۔

"بھابھی آج تو بہت مشکل ہے اصل میں آج میری طبیعت خراب ہے شاید مجھے فوڈ پوئزان ہو گیا ہے جس کے سبب میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے۔" وہ اپنی آواز میں ممکنہ حد تک نقاہت بھرتے ہوئے بولی۔

"اوہ گاڈ تمہیں تو فوراً" سے بیشتر کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔" نبیو کا بروقت بنایا ہوا بہانہ اس کے کام آ ہی گیا۔

"تم ایسا کرو جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ میں تمہیں کلینک لے جاتی ہوں۔" روزینہ کی یہ آفر بالکل غیر متوقع تھی' نبیو فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی اپنا دوپٹہ اوڑھا اور ہینڈ بیگ کندھے پر ڈال لیا ابوذر کی انگلی تھام کر باہر نکلتے ہوئے وہ مسلسل دل ہی دل میں آیت کریمہ کا ورد کر رہی تھی۔

"مامی میں اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہی ہوں۔" روزینہ نے لاؤنج کے دروازے پر کھڑے ہو کر فاطمہ کو اطلاع دی۔

"اچھا۔۔۔" فاطمہ شاید نیند کے زیر اثر تھی ویسے بھی وہ روزینہ سے تھوڑا سا دبتی تھیں یہ ہی وجہ تھی جو وہ اس سے کسی بھی قسم کا بحث و مباحثہ کرنے سے گریز کرتی تھیں۔

"ابوذر کہاں ہے؟" اگلے ہی پل فاطمہ کے آنے والی آواز نے نبیو کی سانس بند کر دی اسے اپنا منصوبہ ایک بار پھر ناکام ہوتا نظر آیا۔

"وہ بھی ساتھ ہی ہے' میں دوائی دلا کر ابھی دونوں کو چھوڑ جاؤں گی۔" فاطمہ خاموش ہو گئیں مگر جانے کیوں وہ اٹھ کر روزینہ کے ساتھ ساتھ چلتی باہر کے مین گیٹ تک آ گئیں حالانکہ وہ ایک بار لیٹ جاتی تو پھر ایک گھنٹہ بعد ہی اٹھتی تھیں۔

"اماں میرے لیے ایک رینبو آئس کریم لے کر آنا۔"

حماد کب باہر آیا اسے پتا ہی نہ چلا یا شاید اپنی پریشانی میں اس نے دھیان بھی نہ دیا تھا اب جو اس کی آواز سنی تو یکدم جاتے جاتے واپس پلٹ آئی۔

"ہاں بیٹا ضرور۔" اس نے جھک کر حماد کے گال پر بوسہ دیا۔

"جلدی آؤ نبیو مجھے بچوں کو ان کے اسکول سے پک کرنا ہے دیر ہو جائے گی۔" روزینہ کی آواز سنتے ہی وہ جلدی جلدی مین گیٹ عبور کر کے باہر گاڑی میں جا بیٹھی اس نے گاڑی کو یوٹرن لے کر واپس موڑا فاطمہ ابھی بھی گیٹ میں ہی کھڑی تھیں گاڑی کے گلی کے سرے پر پہنچتے ہی نبیو نے گردن موڑ کر دیکھا فاطمہ ابھی بھی وہیں اپنی جگہ پر کھڑی تھیں نبیو کو محسوس ہوا وہ کچھ پریشان سی تھیں شاید وہ نبیو کے ساتھ ابوذر کو بھیج کر پچھتا رہی تھیں موڑ مڑتے ہی تھوڑا سا آگے ایک مقامی ڈاکٹر کا کلینک تھا روزینہ نے وہاں پہنچ کر گاڑی مین روڈ پر ہی روک دی اور جلدی جلدی اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کر کچھ رقم نکالی۔

"تم یہ پیسے رکھ لو اندر ڈاکٹر شافیز ہو گا اسے چیک کروا کر گھر واپس چلی جانا میرے بچوں کی چھٹی کا ٹائم ہو رہا ہے مجھے دیر ہو جائے گی۔" اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس قدر آسانیاں فراہم کرے گا یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا روزینہ کی یہ آفر شاید خدا کی طرف سے ہی کوئی مدد تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر خاموشی سے پیسے تھام لیے اور دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکل آئی اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا وہ خوف زدہ تھی اسے چاروں جانب سکندر کا ہیولہ دکھائی دے رہا تھا۔

"تم یہاں سے واپس گھر جا سکتی ہو نا صرف دس منٹ کی واک پر ہے۔"

"جی بھابھی میں اس مارکیٹ تک ہمیشہ اکیلی ہی آتی ہوں آپ بے فکر ہو کر جائیں۔" اس نے روزینہ کو یقین دہانی کروائی اور خود ابوذر کا ہاتھ تھامے فٹ پاتھ پر چڑھ گئی روزینہ زوردار آواز کے ساتھ گاڑی بھگاتی ہوئی لے گئی' نبیو تیزی سے سامنے نظر آنے والی مارکیٹ کے اندر داخل ہو گئی وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی اسے خدشہ تھا کہیں

فاطمہ اسے ڈھونڈتی ہوئی وہاں تک نہ آجائیں اپنی اپنی مصروفیات میں مگن کسی بھی فرد نے نبیو پر دھیان نہ دیا وہ تقریباً" بھاگتی ہوئی مارکیٹ کے دوسرے دروازے سے باہر نکل آئی سامنے ہی ٹیکسی کھڑی تھی وہ تیزی سے اس کی جانب بڑھی۔

"پٹانگ جایا چلوگے؟" اس نے اپنی آواز کو حتی الامکان دباتے ہوئے کہا اسے خدشہ تھا کہیں اس کے ہونٹوں سے نکلا ہوا کوئی لفظ فاطمہ یا سکندر کے کانوں سے نہ جا ٹکرائے اسی سبب اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔

"پچیس رنگیٹ لوں گا۔" ٹیکسی ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا وہ خاموشی سے اندر بیٹھ گئی' ساتھ ہی اس نے اپنے پرس پر ہاتھ ڈال کر دس رنگیٹ ڈرائیور کی سمت بڑھا دیے جو کرایہ کی ایڈوانس رقم تھی باقی پیسے اسے پٹانگ جایا پہنچ کر دینے تھے جو یہاں سے تقریباً" ایک گھنٹہ کے فاصلے پر تھا۔

"یہ وہ ایڈریس ہے جہاں تم نے مجھے پہنچانا ہے۔" اس نے ڈرائیور کی سمت WAO کے ایڈریس والی پرچی بڑھائی جسے خاموشی سے اس نے تھام کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ گاڑی کے اگنیشن میں چابی لگا کر اسے اسٹارٹ کر دیا اگلے ہی پل دھیرے دھیرے رینگتی گاڑی مین روڈ پر آگئی' اس نے بے اختیار گردن موڑ کر پیچھے کی جانب دیکھا' لمحہ بہ لمحہ آگے کی جانب بڑھتی ٹیکسی اس کے ماضی کو پیچھے چھوڑ رہی تھی' اس نے ان گلیوں پر دیر تک الوداعی نظر ڈالی جہاں اس کی زندگی کے بدترین سات سال گزرے تھے اس کے ساتھ ہی حماد کی یاد ایک ٹیس بن کر اس کے دل میں ابھری جو یقیناً" اپنی رہنبو آئس کریم کے انتظار میں لاؤنج کے دروازے پر ہی موجود ہوگا اے کاش میں ایک آخری بار اسے آئس کریم دے سکتی اسی سوچ کے ساتھ ہی آنسو قطرہ قطرہ بن کر اس کی آنکھوں سے بہنے لگے جانے وہ کب تک اسی طرح روتی رہتی کہ ایک دم ہی موبائل کی وائبریشن نے اسے چونکا دیا وہ ڈر گئی اس نے جلدی جلدی اپنے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر سیل ڈھونڈا اسکرین پر ربیعہ کا نمبر تھا اسے یاد آیا اس کا یہ نمبر سوائے ربیعہ اور شوبھا کے کسی کے پاس بھی نہ تھا کئی دیر سے رکا ہوا اپنا سانس بحال کر کے اس نے یس کا بٹن دبایا اور فون کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" سرگوشی کی مانند آواز اس کے ہونٹوں سے نکلی۔

"کہاں ہو تم؟" دوسری طرف ربیعہ کی آواز کی بے قراری بتا رہی تھی کہ اسے نبیو کے گھر سے ابوذر کو لے کر فرار ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے۔

"کیوں کیا ہوا؟" جواب دینے کے بجائے اس نے ٹیکسی ڈرائیور پر ایک نظر ڈالتے ہوئے محتاط انداز میں سوال کیا دونوں کے درمیان ہونے والی یہ گفتگو مکمل اردو زبان میں تھی جو یقیناً" ملائی ڈرائیور نہ جانتا تھا پھر بھی احتیاط اس کی اولین ترجیح تھا۔

"تمہاری ساس اور سکندر کا فون آیا تھا' تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

ربیعہ کے جواب دیتے ہی اس نے بے اختیار اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی ابھی اسے گھر سے نکلے تقریباً" پینتالیس منٹ ہوئے تھے اور اتنی دیر میں ہی اس کی تلاش کا عمل شروع بھی ہو گیا یقیناً" اس کی سابقہ ساس اس کے گھر سے نکلتے ہی ڈاکٹر شافریز کے کلینک آئی ہوگی جہاں اسے موجود نہ پا کر فوراً" سکندر کو اطلاع دی گئی پھر اپنے طور پر بھی اسے یہاں وہاں تلاش کرنے کے بعد ربیعہ سے رابطہ کیا گیا۔

"میں WAO پہنچ کر تم سے رابطہ کروں گی تم پریشان مت ہونا ابوذر میرے ساتھ ہے اور ہم دونوں ان شاءاللہ خیر خیریت سے اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔"

ربیعہ کو تسلی دینے کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا گاڑی WAO کے گیٹ پر پہنچ چکی تھی' بڑی سی اونچی اونچی دیواروں والی عمارت جس کا دروازہ اس کی شناخت کے بعد کھول دیا گیا اندر داخل ہوتے ہی اس کا استقبال

ایڈا نے کیا' جو اسے آنٹی نوما کے آفس لے گئی' آنٹی نوما نے سب سے پہلے اسے WAO کے تمام قوانین سے آگاہ کیا جس کے بعد اس سے رجسٹریشن فارم فل کروایا گیا رجسٹریشن کے بعد اس کے حوالے کمرے کی چابی کردی گئی' ساتھ ہی انہوں نے اپنے سامنے رکھی گھنٹی بجا کر سہتی کو بلایا جو ایک دبلی پتلی ملائی لڑکی تھی۔

"پہلے تمہیں ہال لے کر جائے گی جہاں WAO کی رہائش پذیر تمام خواتین تم سے ملاقات کریں گی اور وہاں تم جتنا عرصہ یہاں رہو گی تمہیں ان سب کے ساتھ مل جل کر رہنا ہو گا گیتی تم سب کی انچارج ہے اس کے ساتھ مل کر فیصلہ کر لینا کہ تم یہاں کون سا کام کر سکتی ہو کیونکہ یہ سب یہاں کے کام آپس میں مل بانٹ کر کرتی ہیں یہاں کوئی کام والی نہیں ہے۔" آنٹی نوما نے اسے تمام تفصیل سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے آنٹی۔" وہ اثبات میں جواب دیتی سہتی کے ساتھ باہر آ گئی اور پھر اس دن سے اس نے دوپہر کے کھانے کی ذمہ داری سنبھال لی جبکہ اپنے اپنے کمرے کی صفائی وہ سب خود کرتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

صبح جب وہ اٹھی تو اس کا سارا جسم دکھ رہا تھا ساری رات اسے ٹینشن سے نیند بھی نہ آئی تھی لیکن اپنی یہ ٹینشن وہ مایا کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہتی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ نہا دھو کر وہ اچھی طرح تیار ہو گئی' ساتھ ہی اس نے ابوذر کو بھی تیار کر لیا' اس کے بعد مایا کے ڈیڑھ سالہ بیٹے کو چینج کر کے فیڈر تیار کر کے دیا جبکہ اس کی بیٹی سیریا ابھی تک سو رہی تھی' نبیو نے الماری کھول کر اپنا تمام سامان بھی ہینڈ بیگ میں رکھ لیا اس کا یہ ہینڈ بیگ عام سائز سے خاصا بڑا تھا جس میں وہ اپنی ضرورت کی تمام اشیاء آرام سے رکھ لیتی ابھی بھی اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ WAO سے نکلتے ہوئے اپنے ساتھ تمام سامان لے کر نہ آئی تھی ورنہ یہاں آ کر مشکل میں پھنس جاتی اس تمام عمل کے مکمل ہونے کے بعد اس نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی نو بجنے والے تھے اور مایا نے اسے یہ ہی ٹائم دیا تھا۔

اللہ کا نام لے کر وہ کمرے سے باہر آ گئی کاریڈور سے باہر نکلتے ہی اس کی نظر سامنے صوفے پر بیٹھی مایا پر پڑی جس کی تک سک سے کی گئی تیاری یہ بتا رہی تھی کہ وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہے ورنہ عام طور پر اس وقت وہ ہمیشہ نائٹی میں ہی ملبوس نظر آتی تھی' نبیو تھوڑا سا پریشان ہو گئی اگر یہ اس کے ساتھ WAO جاتی تو پھر بہت مشکل تھا کہ نبیو اس سے اپنی جان چھڑا پاتی' بہرحال اسے یہاں واپس تو نہ آنا تھا یہ تو طے تھا اب یہ کس طرح ممکن بنانا تھا یہ سب اسے وہاں جا کر سوچنا تھا اسے امید تھی اس سلسلے میں آنٹی نوما ضرور اس کے کام آئیں گی۔

"اوہ گڈ۔۔۔" اس پر نظر پڑتے ہی مایا نے ستائشی انداز میں ہونٹ سکوڑے یہ اس کا مخصوص اسٹائل تھا۔

"میں تو سمجھی تھی کہ تم وہ ہی روتی دھوتی شکل لے کر باہر آؤ گی مگر تمہیں اتنا اچھا تیار دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی بہرحال میں نے ٹیکسی کے لیے فون کر دیا ہے ڈرائیور آنے والا ہو گا' میرے اعتماد کا بندہ ہے راستہ میں جاتے ہوئے کدائی گامبا (فوٹو شاپ) سے تمہاری کچھ فوٹوز بھی بنوا کر مجھے سینڈ کر دے گا اور بحفاظت تمہیں واپس بھی لے آئے گا۔"

"کیوں آپ میرے ساتھ نہیں جا رہیں؟"

اپنی خوشی کو اندر ہی دباتے ہوئے اس نے سرسری سا انداز اختیار کیا۔

"نہیں اصل میں آج صبح میری ایک آنٹی کا انتقال ہو گیا ہے لہٰذا مجھے جنازے کے ساتھ قبرستان جانا ہے۔" اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔" نبیو جانتی تھی کہ یہاں کی تمام خواتین مردوں کے ساتھ قبرستان جاتی اور تدفین کا مکمل عمل اپنی آنکھوں سے دیکھتیں جب کہ اتنے سالوں کی یہاں رہائش کے باوجود وہ کبھی بھی خود کو اس لمحہ میں قبرستان جانے کے لیے تیار نہ کر سکی تھی اور اس سلسلے میں کبھی سکندر نے اس پر دباؤ بھی نہ ڈالا تھا۔

"ٹھیک ہے ڈرائیور آگیا ہے تم جاؤ لیکن اس کے ساتھ ہی واپس آجانا میں نے تمہارے پاسپورٹ کے لیے ایڈوانس رقم دے دی ہے اب مجھے کوئی دھوکہ مت دینا۔"

شاید مایا کی چھٹی حس اسے کسی بات کے غلط ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔ جس کی بنا پر وہ نبیو سے یقین دہانی چاہتی تھی کہ وہ واپس پلٹ کر آئے گی۔

"لیکن مجھے اپنے زیور اور رقم کے لیے سیانگ جانا پڑے گا۔"

"وہ بھی تمہیں ڈرائیور لے جائے گا میں نے اسے پندرہ رنگیٹ ایڈوانس دے دیے ہیں باقی یہ بیس رنگیٹ تم رکھ لو دس واپس آکر ڈرائیور کو دینا اور دس تمہارے فوٹو شوٹس کے لیے ہیں۔"

نبیو کے ساتھ ساتھ چلتی وہ باہر آگئی' کچھ دیر کھڑے ہو کر ڈرائیور کے ساتھ آہستہ آہستہ جانے کیا گفتگو کی جو نبیو کو سمجھ ہی نہ آئی ایک تو اس کی آواز بہت دھیمی تھی دوسرا وہ ڈرائیور کو لے کر ذرا دور جا کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نے اسے سب کچھ سمجھا دیا ہے تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہوگی اور ہاں تم WAO میں زیادہ وقت مت لگانا جلد ہی وہاں سے نکل کر سیانگ چلی جانا۔"

مایا نے اپنے مسلسل بجتے موبائل پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اسے پھر سے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے۔" نبیو اسے جواب دے کر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی ابھی وہ گیٹ سے باہر بھی نہ نکلی تھی کہ اس کا فون بج اٹھا اسکرین پر نظر آنے والا نمبر مایا کا تھا جو کچھ دور پیچھے روش پر کھڑی تھی۔

"اب کیا مصیبت ہو گئی۔" اس نے جھنجلاہٹ سے سوچتے ہوئے یس کا بٹن دبایا۔

"جی بولیں....." وہ اپنی بیزاریت کو چھپاتے ہوئے بولی۔

"جاتے ہوئے یاد سے اپنی فوٹوز لے کر مجھے سینڈ کر دینا میں انتظار کروں گی اور ہاں جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا تم سے ملنے ایجنٹ نے آنا ہے۔"

"اوکے....." مختصر سا جواب دے کر اس نے فون بند کر دیا' وہ جانتی تھی کہ یہ مایا کا اسے اپنے جال میں پھنسانے کے لیے پھینکا جانے والا دانا ہے لیکن شاید مایا یہ نہ جانتی تھی کہ نبیو جیسے پرندے کو مایا کے دانے کے اب ضرورت نہ رہی تھی۔

اس کا سیل دو دن بند رہنے کے بعد رات ہی مایا نے چارج کر کے دیا تھا جس پر دھڑا دھڑ ربیعہ کے کئی میسج آ چکے تھے جنہیں ابھی تک اس نے کھول کر بھی نہ پڑھا تھا۔ ابھی بھی وہ یہ تمام میسج WAO جا کر ہی پڑھنا چاہتی تھی لہٰذا خاموشی سے اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں فون رکھ کر ابوذر کو بسکٹ کا پیکٹ کھول کر دیا اور خود کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے نظاروں پر نظر ڈالنے لگی جب گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی اس نے بے اختیار سامنے دیکھا ایک چھوٹی سی مارکیٹ تھی یقیناً" یہاں کوئی فوٹو اسٹوڈیو تھا جس کی بنا پر ڈرائیور نے ٹیکسی روکی تھی۔

ڈرائیور کے باہر نکلتے ہی وہ بھی خاموشی سے باہر نکل کر اس کے پیچھے اس مارکیٹ میں داخل ہو گئی جہاں سامنے ہی "فیری کدائی گامبا" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ڈرائیور کے ساتھ ہی وہ اندر داخل ہو گئی' وہاں شاید پہلے ہی اس کی آمد کے متعلق علم تھا جاتے ہی اسے اندر ڈارک روم لے جایا گیا تقریباً" پندرہ منٹ مختلف زاویوں سے اس کی کچھ تصاویر لی گئیں وہ جانتی تھی کہ پاسپورٹ کے لیے ایسی تصاویر کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس وقت وہ کسی سے بھی جواب طلبی کی پوزیشن میں نہ تھی یہ ہی وجہ تھی کہ خاموشی سے اپنا فوٹو سیشن کروا کر وہ باہر آگئی۔

"تم ویٹنگ روم میں بیٹھو میں ابھی تمہاری فوٹوز لے کر میڈم کو سینڈ کر دوں۔"

اسے اندر ویٹنگ روم میں بٹھا کر ڈرائیور فوراً" باہر نکل گیا' نبیو خاموشی سے کرسی پر بیٹھ کر آیت الکرسی کا ورد

کرنے لگی اس کا دل گھبرا رہا تھا وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی تقریباً" دس منٹ بعد ہی ڈرائیور واپس آ گیا۔ اس نے ہاتھ میں ٹیب ٹاپ اٹھا رکھا تھا۔

"آجائیں میم۔۔۔"

دروازے پر کھڑا ہو کر اسے پکارتے ہوئے وہ باہر کی جانب چل دیا نبیو بھی اس کی تقلید میں باہر آ گئی گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا ٹیکسی کے اسٹارٹ ہوتے ہی مایا کا فون پھر سے آ گیا جانے کیوں نبیو کو گھر سے WAO کے لیے بھیج کر مایا کچھ بے چین سی ہو گئی تھی۔

"ایسا کرو تم جہاں بھی ہو وہاں سے واپس آجاؤ WAO کل چلی جانا آج فوراً" واپس میرے گھر آؤ تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" فون کان سے لگاتے ہی مایا کی بے قرار آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"لیکن کیوں؟" نبیو نے حیرت سے دریافت کیا۔

"دراصل تم سے ملنے اینڈریو آرہا ہے تم آج اس سے مل لو ہو سکتا ہے وہ ایک' دو دن میں ہی تمہیں پاسپورٹ بنوا دے۔" ترپ کا ایک اور پتا۔

"اوکے۔۔۔" مختصر سا جواب دے کر اس نے فون بند کر دیا مگر اس کا ارادہ قطعی واپس جانے کا نہ تھا یہ ہی سوچ کر وہ خاموشی سے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی' کچھ ہی دیر بعد وہ WAO کے بڑے سے گیٹ کے سامنے تھی اس نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ابوذر کو ہاتھ سے تھام کر نیچے اتارا۔

"میم آپ کتنی دیر میں واپس آرہی ہیں؟" ابھی وہ گیٹ تک ہی پہنچی تھی جب اسے اپنے پیچھے ٹیکسی ڈرائیور کی آواز سنائی دی وہ واپس پلٹی۔

"یہ تم اپنے باقی دس رنگیٹ لے کر یہاں سے جاؤ مجھے فی الحال واپس نہیں جانا اگر میڈم تمہیں فون کریں تو انہیں بتا دینا کہ میں سیانگ سے ہو کر خود ہی واپس آجاؤں گی وہ بے فکر رہیں۔" ڈرائیور کی ہتھیلی پر دس رنگیٹ رکھ کر وہ تیزی سے WAO کا گیٹ پار کر کے اندر آ گئی جہاں آتے ہی اسے تحفظ کے احساس نے اپنے حصار میں لے لیا بے شک یہاں اسے کام کے ساتھ ساتھ سب کی باتیں بھی سننا پڑتی تھیں مگر پھر بھی یہاں وہ محفوظ تھی وہ آنٹی نوما کے آفس کی جانب چل دی۔

"تم نے اپنی کزن سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔" آنٹی نوما کے آفس میں داخل ہوتے ہی انہوں نے پہلا سوال یہ ہی کیا۔

"نہیں آنٹی دراصل مجھے ٹائم ہی نہیں ملا۔" وہ جواب دے کر وہیں بیٹھ گئی سب سے پہلے ضروری تھا کہ وہ انہیں' مایا کی تمام حقیقت بتاتی پھر کوئی دوسرا کام کرتی۔

"تو ٹھیک ہے تم ابھی اس سے بات کر لو وہ بے حد پریشان ہے پہلے اسے تسلی دو پھر مجھے بتاؤ تم خود اتنی پریشان کیوں ہو؟"

آنٹی نوما غالباً" اس کے چہرے سے ہی اس کے دل کی کیفیت بھانپ چکی تھیں نبیو نے بنا کوئی جواب دیے اپنا فون نکالا وہاں کوئی دس مایا کی مس کالز تھیں یقیناً" وہ اسے مسلسل فون کر رہی تھی اور اب کچھ بعید نہ تھا جو وہ کچھ ہی دیر میں یہاں آجاتی لہٰذا ضروری تھا کہ جلد از جلد ربیعہ کو اپنی خیریت بتا کر آنٹی نوما سے بات کی جائے' وہ ان پر واضح کرنا چاہتی تھی کہ اسے اب دوبارہ مایا کے ساتھ واپس نہیں جانا۔

☆ ☆ ☆

"تم کسی بھی طرح کی پونگ پہنچو فردوس خان آگیا ہے اور وہ تم سے ابھی ملنا چاہتا ہے۔" شمرز کے اس پیغام نے نبیو کے جسم میں بجلی سی بھر دی اس نے جلدی جلدی ابوذر کو تیار کر کے اس کے لمبے بالوں کی دو پونیاں بنائیں

شمریز خان کی ہدایت کے مطابق اس نے ابوذر کے حلیے کو مکمل طور پر لڑکیوں والے حلیے میں تبدیل کر دیا تھا' اپنے لمبے بالوں کی پونی اور فراک کے ساتھ وہ لڑکی ہی نظر آتا اگلے تیس منٹ کے اندر ٹرین کے ذریعے وہ کی پونگ پہنچ چکی تھی جہاں ایک پاکستانی ہوٹل کے بڑے سے ہال میں شمریز کے ساتھ فردوس خان بھی موجود تھا پھر اسے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا احترام کا یہ انداز نبیو کو اچھا لگا۔

"آؤ بہن بیٹھو ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

وہ ابھی ٹیبل کے قریب پہنچی ہی تھی کہ بنا تعارف کے ہی فردوس خان اسے پہچان گیا وہ خاموشی سے اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تمہیں شمریز نے یقیناً" میرے بارے میں سب کچھ بتایا ہو گا میں یہیں قریب میں ہی رہتا ہوں یہاں میرے ساتھ میری بیوی اور چار عدد بچے بھی ہیں' میری ہمیشہ سے یہ کوشش ہوتی ہے کہ تم جیسے پریشان اور بے یار و مددگار ہم وطنوں کے کام آسکوں اور مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب بھی کبھی میں اپنی کسی ایسی کوشش میں کامیاب ہوتا ہوں اور یقیناً" اب بھی ایسا ہی ہو گا کیونکہ میں کبھی بھی اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا۔" نبیو خاموشی سے سر جھکائے اس کی تمام گفتگو سن رہی تھی۔

"اب ایسا ہے کہ وطن واپسی کے لیے تمہارا پاسپورٹ بننا بہت ضروری ہے جس کے لیے تمہیں پرانے پاسپورٹ کی گم شدگی کی ایف آئی آر بھی لازمی طور پر چاہیے ورنہ اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"مگر۔۔۔" نبیو نے گلا کھنکار کر کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔" فردوس خان نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"مجھے شمریز نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے' تمہارے پاسپورٹ کی ایف آئی آر کے لیے میں ابھی خود تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔"

بات کے اختتام پر ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہی شمریز بھی اٹھ گیا' ان دونوں کی تقلید میں نبیو بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوٹل سے باہر آگئی اور پھر اگلے ہی دس منٹ بعد وہ فردوس خان کی گاڑی میں مقامی پولیس اسٹیشن پہنچ گئی جہاں اندر داخل ہوتے ہوئے وہ تھوڑا سا گھبرا رہی تھی۔

"ڈرو مت' ایف آئی آر کا اندراج تمہارا قانونی حق ہے جو تم سے کوئی نہیں چھین سکتا' باقی رہے تمہارے اور تمہارے اس خبیث مرد کے اختلافات وہ سب بعد کی باتیں ہیں جس کا تعلق یہاں' اس علاقے کی پولیس سے نہیں ہے۔" فردوس خان کی تسلی کے بعد وہ اندر داخل ہو گئی۔

"تم یہاں بیٹھو اگر تمہاری ضرورت پڑی تو میں تمہیں اندر بلوا لوں گا۔" فردوس خان کی ہدایت کے عین مطابق وہ باہر رکھی کرسی پر ہی بیٹھ گئی اسے حیرت ہوئی جب صرف پندرہ سے بیس منٹ کے اندر اس کے اس پاسپورٹ کی ایف آئی آر درج ہو گئی جس کے لیے وہ پچھلے کئی ماہ سے خوار ہو رہی تھی' ایف آئی آر کی فیس سات رنگیٹ تھی جو فردوس خان نے خود ادا کی یہ سب کچھ اتنی آسانی سے ہو جائے گا نبیو کو یقین ہی نہ آرہا تھا۔

"اب تم یہ ایف آئی آر لے کر سفارت خانے جاؤ وہاں درخواست جمع کرواؤ کہ تم کو نیا پاسپورٹ جلد از جلد جاری کیا جائے۔"

فردوس نے پرانے پاسپورٹ کی ایف آئی آر اس کے حوالے کرتے ہوئے سمجھایا نبیو نے خاموشی سے اس کے ہاتھ میں تھما کاغذ کا ٹکڑا لے لیا اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ فردوس خان کے اس احسان کا شکریہ کس طرح ادا کرے۔

"بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ۔۔۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"بھائی بھی کہتی ہو اور شکریہ بھی ادا کرتی ہو یاد رکھو بھائیوں کو صرف دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس ایک بہن کی طرح میرے لیے ہمیشہ دعا کرنا کہ میں تمہیں تمہارے اپنوں کے پاس پہنچانے میں کامیاب ہو سکوں۔"

"ان شاءاللہ۔" قریب کھڑے شہریز نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"بس اب تم جاؤ کل صبح سفارت خانے چلی جانا پھر مجھے بتانا کہ انہوں نے کتنا وقت دیا ہے یہ میرا کارڈ رکھ لو اب جب بھی ضرورت پڑے مجھ سے ہی رابطہ کرنا۔"

وہ کارڈ دے کر باہر نکل گیا' نبیو اسے پشت کی جانب سے کھڑی دیکھتی رہی یقیناً" فردوس خان ایک ایسا فرشتہ تھا جسے شاید قدرت نے اس کا نجات دہندہ بنا کر بھیجا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تم جانتی ہو تم نے مایا کے ساتھ جا کر کتنا خطرناک کام کیا تھا وہ تو تمہاری قسمت اچھی تھی جو بچ گئیں ورنہ آج شاید تھائی لینڈ کے کسی بار میں رل رہی ہوتیں اور تمہارا بیٹا کسی چوراہے پر بھیک مانگ رہا ہوتا۔" عبدالوہاب غصے سے چیختا ہوا بولا۔

آج مایا نے اس سے ملنے WAO آنا تھا جس کی بنا پر نوما آنٹی نے صبح ہی اسے سیانگ بھیج دیا تھا' جانے وہ کیوں نبیو کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی' اسے مسلسل فون کرتی اس کا کہنا تھا وہ نبیو کے کام کے سلسلے میں اینڈریو کو ایک خطیر رقم دے چکی ہے اور اب نبیو کے اس طرح مکرنے پر یہ رقم ضائع ہو جائے گی جبکہ نبیو اسے بتا چکی تھی کہ اب اسے کسی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہے مگر پھر بھی وہ باز نہیں آ رہی تھی یہ ہی وجہ تھی جو آج اس کا فون آتے ہی وہ ٹیکسی لے کر سیانگ آ گئی۔ اور یہاں آتے ہی عبدالوہاب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا وہ ان دونوں میاں بیوی کی بے لوث محبت سے واقف تھی اسی سبب اسے عبدالوہاب کی کوئی بات بری نہیں لگ رہی تھی' اپنے اتنے سالہ تعلقات میں اس نے آج پہلی بار عبدالوہاب کو اس قدر غصہ میں دیکھا تھا اور وہ جانتی تھی کہ اس کا یہ غصہ جائز تھا اسی بنا پر وہ خاموشی سے سب کچھ سن رہی تھی۔

"اس نے نیٹ کے ذریعے تمہاری تصاویر یقیناً" کسی دلال کو بھیجی ہوں گی جس سے وہ تمہارا ایڈوانس بھی پکڑ چکی ہے یہ ہی وجہ ہے جو وہ اس قدر تمہارے پیچھے خوار ہے ورنہ اس تیز رفتار زمانے میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں ہے جو وہ لوگوں کے پیچھے بھاگنے میں ضائع کرے۔ بہرحال آئندہ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو میں ابوذر سکندر کے حوالے کر کے تمہیں تن تنہا پاکستان واپس بھیج دوں گا۔"

"ایک منٹ ذرا خاموش ہوں۔" ربیعہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروایا اور اپنا سیل نبیو کی طرف بڑھایا۔

"تمہاری امی کا فون ہے بات کر لو۔" اس کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی ربیعہ اس کے کان سے فون لگا چکی تھی اس نے خاموشی سے سیل تھام لیا۔

"السلام علیکم مما۔" وہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔

"یہ تم کہاں غائب ہو کوئی اتا نہ پتا تم نے تو ہم سب کو پریشان کر کے رکھ دیا۔" اس کے سلام کے جواب میں روا کی متوحش آواز سنائی دی۔

"میں ربیعہ کے گھر ہوں اور اس سے قبل جہاں تھی خدا کا شکر ہے خیریت سے تھی۔"

"دیکھو نبیو خدا کے واسطے ابوذر کو اس کے باپ کے حوالے کر دو اور خود خاموشی سے وطن واپس آ جاؤ تم نہیں جانتیں تمہاری اس طرح گم شدگی نے ہمیں کس قدر پریشان کر رکھا ہے اوپر سے دنیا والے طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں ایک جوان اور خوب صورت لڑکی کا یوں تن تنہا پھرنا کتنی بدنامی کا باعث ہوتا ہے تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے؟ اوپر سے سکندر نے ہمیں فون کر کر کے ہلکان کر رکھا ہے بس بہت ہو گیا تم آج ہی سانپ کی اولاد اس کے

باپ کے حوالے کرواور اس سے اپنے کاغذات واپس لو' یہاں آتے ہی ہم تمہاری شادی سنان سے کردیں گے۔"

"سنان۔۔۔" وہ چونکی اسے سوچنے پر بھی یاد نہ آیا کہ یہ نام اس نے پہلے کہاں سنا ہے۔

"ممایہ سنان کون ہے؟" اس نے غائب دماغی سے دریافت کیا۔

"کیا مطلب تمہارا شم سنان کو نہیں جانتیں۔"

دوسری طرف ردا کو ایسا محسوس ہوا جیسے نبیو اپنے حواسوں میں بھی نہ ہو اس کے اس سوال نے ردا کو تھوڑا سا پریشان کردیا۔

"نہیں ممامیں صرف اور صرف ابوذر کو جانتی ہوں اس کے علاوہ میں دنیا کے کسی اور مرد کے نام سے واقف نہیں لہٰذا بہتر ہوگا آج کے بعد آپ مجھ سے کبھی بھی زندگی میں سنان کا ذکر دوبارہ نہ کریں۔"

"میری بات سنو نبیو یہ سب ڈرامہ ختم کرو' سکندر کا بیٹا اس کے حوالے کرکے خود پاکستان واپس آؤ جانتی ہو تمہاری اس حرکت نے سکندر اور اس کی ماں کو کتنا پریشان کیا ہے آنٹی فاطمہ ابوذر کے غم میں ہاسپٹلائزڈ ہیں۔"

غالباً" جنید نے ردا کے ہاتھ سے فون لے لیا تھا اور اب وہ نبیو کو خوب لتاڑ رہا تھا نبیو نے اپنے کان سے فون ہٹا کر حیرت سے دیکھا اسے یقین ہی نہ آیا کہ دوسری طرف اس کا اپنا سگا بھائی بول رہا ہے جسے نبیو سے زیادہ سکندر اور اس کی ماں کی فکر تھی یہ اس کا ماں جایا تھا جو ہر مقام پر اس کے راستہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتا جانے اس کی یہ کوشش دانستہ ہوتی یا نادانستہ یہ بات آج تک وہ سمجھ نہ پائی تھی مگر اس وقت جنید کی اس گفتگو نے اس کی طبیعت کو خاصا مکدر کردیا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تھوڑی سی تلخ ہوگئی۔

"جنید بھائی ابوذر میرا بیٹا ہے آنٹی فاطمہ کا نہیں اگر میں حماد کے بغیر زندہ ہوں تو سکندر کو بھی ابوذر کی جدائی سہنی پڑے گی' مرد ہونے کی خود ساختہ برتری اسے "ماں" کے رشتے پر فوقیت نہیں دیتی میں دو بچے جنم دے کر صرف ایک کی حق دار ہوں تو وہ کس بل بوتے پر مجھ سے میرا یہ حق چھیننا چاہتا ہے اور معاف کیجئے گا کبھی میری جگہ رحاب بھابھی کو رکھ کر سوچئے گا تو آپ کو پتا چلے گا اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے۔" وہ بات کرتے کرتے رو پڑی۔

"دیکھو نبیو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہارے ہی بھلے۔۔۔" جنید کی بات درمیان میں ہی رہ گئی جب بالکونی کے دروازے سے گھبرایا ہوا عبدالوہاب اندر داخل ہوا وہ خاصا حواس باختہ تھا۔

"جلدی سے فون بند کرو۔"

اس کی گھبراہٹ دیکھ کر نبیو پہلے ہی فون بند کرچکی تھی اسے اپنے آس پاس خطرے کی گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی "جلدی یہاں سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر پہنچو ابھی ابھی مجھے عبدالرحمن (سکینہ کا شوہر) نے فون پر اطلاع دی ہے کہ سکندر پولیس کے ساتھ ہمارے گھر ہی کی طرف آرہا ہے۔"

عبدالوہاب کی بات ختم ہونے سے پیشتر ہی نبیو نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور تیزی سے آگے بڑھ کر ابوذر کو گود میں لے لیا جو اس اچانک افتاد سے گھبرا کر رونے لگا اس کے فرائز بھی ٹیبل پر ہی بکھر گئے۔

"ایک منٹ عبدالوہاب اسے کچھ کھاتو لینے دیں صبح سے صرف چائے ہی پی ہے۔" ربیعہ جو ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھی اسے اس طرح جاتا دیکھ کر برداشت نہ کرسکی اور فوراً" ہی عبدالوہاب کو ٹوک بیٹھی۔

"نہیں اس خبر نے میری بھوک کو بالکل ختم کردیا ہے یہاں سے نکل کر کچھ کھالوں گی کیونکہ زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہے پہلے مجھے یہاں سے نکلنے دو۔"

اسے رہ رہ کر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ سکندر کو اس کی ربیعہ کے گھر موجودگی کی خبر جنید نے دی ہے جانے اس نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بہن کی محبت میں یا اس احساس کے تحت کے پردیس میں جانے وہ کہاں کہاں خواری کرتی پھر

رہی ہے' جو بھی تھا جنید نے یہ اچھا نہ کیا تھا اور بات تو یقیناً" ربیعہ اور عبدالوہاب بھی جان چکے تھے کیونکہ اس کی یہاں موجودگی کی خبر صرف اور صرف اس کے گھر والوں کو ہی تھی جو یہ چاہتے تھے کہ وہ ابوذر سکندر کے حوالے کر دے۔

"رکو نبیو ایک منٹ میری بات سنو۔"

باہر نکلتے نکلتے اسے دروازے پر ہی عبدالوہاب نے روک دیا۔

"تم ربیعہ کے ساتھ جاؤ یہ تمہیں بلڈنگ کے پچھلے گیٹ سے نکالے گی اور پھر تمہیں کسی شاپنگ مال یا پبلک پارک میں چھوڑ دے گی جہاں سے پولیس کی تلاشی کے بعد یہ تمہیں پھر سے واپس پک کر لے گی۔"

اسے ہدایات دے کر عبدالوہاب کوئی نمبر پریس کرتا واپس بالکونی کی جانب چلا گیا شاید وہ پھر سے عبدالرحمٰن سے رابطہ کر رہا تھا' کچھ عرصہ قبل تک تو سکندر اسے خود بھی فون کر لیتا تھا لیکن پچھلے دنوں کسی بات پر عبدالوہاب نے اسے بری طرح لتاڑ دیا تھا جس کے باعث اب ان دونوں کے درمیان بات چیت بالکل بند تھی' ربیعہ گاڑی کی چابی لے کر اس کے ساتھ ہی باہر آ گئی اور لفٹ کے ذریعے نیچے بیسمنٹ میں چلی گئی جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی جبکہ نبیو نے نیچے اترنے کے لیے سیڑھیاں استعمال کیں وہ جانتی تھی کہ سکندر اوپر جانے کے لیے ہمیشہ لفٹ استعمال کرتا تھا سیڑھیاں اتر کر وہ پچھلے گیٹ سے باہر آ گئی جہاں پہلے ہی ربیعہ گاڑی لیے اس کا انتظار کر رہی تھی تھوڑی دیر بعد ہی ربیعہ اسے ایک شاپنگ مال پر اتار کر واپس چلی گئی وہ ابوذر کو لیے اندر داخل ہوئی ربیعہ نے گھر سے نکلتے ہوئے ابوذر کے فرائز اور اس کے لیے چکن برپانی پیک کر کے بیگ میں رکھ دیے تھے۔

لیکن یہاں مال میں پھرتے ہوئے وہ کچھ کھا نہ سکتی تھی اور نہ ہی ابوذر کو دے سکتی تھی جگہ جگہ لکھی وارننگ کے تحت یہاں کھانے پینے کی اشیاء اندر لانے کی سخت ممانعت تھی اس نے کچھ دیر ونڈو شاپنگ کی' پھر ابوذر کی ضرورت کی ایک دو چیزیں خریدنے کے علاوہ اپنے لیے بھی ایک پرفیوم خریدا' کسی زمانے میں وہ پرفیوم بڑے شوق سے استعمال کرتی تھی مگر اب دیگر دوسرے کاموں کی طرح اس کا یہ شوق بھی اپنی موت آپ مر گیا تھا وہ مال کے تیسرے فلور پر تھی جب اسے ربیعہ کی کال آ گئی۔

"مال سے باہر آ جاؤ میں تمہیں لینے آ رہی ہوں۔"

"سکندر واپس چلا گیا؟"

"وہ نہیں آیا تھا صرف پولیس تھی بہرحال عبدالوہاب نے فون کر کے اس کی بے حد بے عزتی کی ہے غیرت مند ہوا تو اب کبھی بھی اس طرف نہ آئے گا۔" وہ غیرت مند نہیں تھا یہ بات نبیو سے زیادہ کون جان سکتا تھا آخر اسے سات سال تک اس کی بیوی ہونے کا عظیم اعزاز حاصل رہا تھا۔

"نہیں ربیعہ اب مجھے لینے مت آنا میں WAO واپس جا رہی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ سکندر تمہارے اپارٹمنٹ کے نیچے ہی کہیں موجود میرا انتظار کر رہا ہے اسے یقین ہے کہ میں باہر سے اندر یا اندر سے باہر ضرور نکلوں گی۔"

"اوہ یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا ہو سکتا ہے تمہاری بات درست ہو۔" ربیعہ اس کے خیال سے فوراً" ہی متفق ہو گئی۔

"چلو اللہ حافظ میں اب واپس WAO جا رہی ہوں دعا کرنا خیریت سے پہنچ جاؤں۔"

باہر نکل کر وہ دھیرے دھیرے فٹ پاتھ پر چلنے لگی' ہلکی ہلکی بارش نے موسم کو خاصا خوشگوار بنا دیا تھا ساتھ ہی ساتھ تیز چلتی ہوائیں اسے احساس دلا رہی تھیں کہ شاید کچھ ہی دیر میں بارش تیز ہو جائے' اس نے روڈ کے ساتھ ہی بنی ایک چھوٹی سی دکان سے چھتری خریدی اور اپنے اوپر تان کر ابوذر کو گود میں لے لیا اور فوراً" ہی پاس سے

گزرتی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روک لیا پہلے اس کا ارادہ ٹرین سے واپس جانے کا تھا مگر ایک تو سارے دن کی خواری اور بھوک پیاس کے علاوہ تیزی سے بدلتے اس موسم نے اس کے ارادے کو ڈانواڈول کر دیا ویسے بھی احتشام صاحب نے اس کے لیے خاصی بڑی رقم عبدالوہاب کے اکاؤنٹ میں بھیج دی تھی جو یہاں کی کرنسی میں تبدیل ہو کر کم ضرور ہوئی تھی مگر پھر بھی اس کی کئی ضروریات کے لیے کافی تھی۔

پٹانگ جایا کے طے کردہ کرایہ کے مطابق اس نے آدھی رقم ایڈوانس کے طور پر ڈرائیور کے حوالے کی اور خود سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں اس سے قبل وہ بیگ سے فرائز نکال کر ابوذر کے حوالے کرنا نہ بھولی کیونکہ جانتی تھی کہ ابوذر بھوکا ہے مگر شاید یہ کچھ قدرتی عمل تھا یا وقت کا تقاضا اس نے شروع دن سے ہی ابوذر کو خاصا صابر و شاکر کر دیا تھا وہ دوسرے بچوں کی مانند کھانے پینے یا کھلونوں کے لیے کبھی بھی ضد نہ کرتا تھا ابھی بھی اس کے ہاتھ سے پاکس لے کر وہ خاموشی سے اندر موجود فرائز کھانے لگا جبکہ اس کے ذہن میں رہ رہ کر ایک ہی خیال آتا رہا کہ آج اگر عبدالرحمٰن بروقت عبدالوہاب کو فون نہ کرتا تو کیا ہوتا؟ شاید ابوذر اس کے ساتھ نہ ہوتا اور اگر ایسا ہوتا تو یقیناً" وہ مر چکی ہوتی کیونکہ ابوذر کے بغیر وہ زندگی کا ایک لمحہ بھی نہ گزار سکتی تھی ابوذر اس کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔

"تم واپس آجاؤ ہم تمہاری شادی سنان سے کر دیں گے۔" کوئی اس کے کان کے قریب بولا اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں ٹیکسی تیزی سے ہائی وے پر اپنا سفر طے کر رہی تھی اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ خود بخود ابھر آئی۔

"جانے تمہیں اس نکمے سنان میں کیا نظر آرہا ہے جانتی ہو پچھلے دو سالوں میں وہ بی اے نہیں کر سکا جبکہ ماشاء اللہ امان اپنی تعلیم مکمل کرنے والا ہے۔" یہ آواز بھی اس کی ماں ہی کی تھی آواز تو آج بھی وہ ہی تھی مگر الفاظ تبدیل ہو چکے تھے اور یہ تضاد گزرتے وقت نے پیدا کیا تھا۔

"جانتی ہو سنان آج کل ڈرگز لے رہا ہے۔" کافی عرصہ قبل کہا گیا شفا کا یہ جملہ اسے آج بھی من و عن یاد تھا' اس جملے کو وہ جب بھی یاد کرتی اس کا حساس دل دکھ سے بھر جاتا سچ تھا اگر سکھی وہ نہ تھی تو خوش سنان بھی نہ تھا یہ ہی سوچتے ہوئے اس نے بیگ میں ہاتھ ڈالا' اندر کی زپ کھول کر ایک سم برآمد کی' کچھ سال پرانی سم میں پرانے والے سنان کے پیغامات نے سکندر کو اس سے جان چھڑانے کے لیے ایک نئی راہ دکھائی تھی' اس نے الٹ پلٹ کر اس سم کو دیکھا اور پھر اپنے موبائل میں موجود سم کی جگہ اسے لگا دیا کچھ دیر بعد موبائل آن کر کے اس نے ایک باکس کھولا جہاں آج بھی سنان کے کچھ ٹیکسٹ موجود تھے اس نے کانپتے ہاتھوں سے پہلے ٹیکسٹ کو کلک کیا۔

ہم نے کہا اگر بھول جائے ہمیں تو کمال ہو جائے
ہم نے تو فقط بات کی اور اس نے کمال کر دیا

اس نے بارہا کا پڑھا ہوا یہ شعر پھر سے پڑھا اور پھر اگلے میسج پر آگئی۔

یہ میرا خود سے عہد ہے زندگی میں دوبارہ کبھی کسی سے محبت نہ کروں گا یقین نہ آئے تو کبھی پلٹ کر دیکھنا ضرور۔"

اس کی آنکھیں نم ہو گئیں' اس سے زیادہ کی اس میں تاب نہ تھی اس نے موبائل آف کر کے پھر سے بیگ میں رکھ دیا ویسے بھی وہ WAO پہنچنے والی تھی وہ سفر جو ٹرین سے تقریباً" پینتالیس منٹ کا تھا' ٹیکسی سے صرف پچیس منٹ میں ہی طے ہو گیا۔

وہاں پاکستان ایمبسی اپنی درخواست جمع کروا آئی تھی ساتھ ہی اس نے پاسپورٹ کی گمشدگی کی ایف آئی آر بھی لگا دی تھی وہاں سے اسے ایک ماہ کا ٹائم دیا گیا تھا اب یہ ایک ماہ اسے جیسے تیسے WAO میں ہی گزارنا تھا' مایا کے

گھر سے واپسی پر اس کا کمرا لیڈا کو دے دیا گیا تھا جو ایک انڈونیشن طالبہ تھی ملائشیا اپنی تعلیم مکمل کرنے آئی تھی مگر جانے کن چکروں میں پھنس گئی اب وہ اٹھارہ سالہ لڑکی ایک دو ماہ کے بیٹے کی ماں تھی جانے کن وجوہات کی بنا پر وہ WAO میں پناہ لینے پر مجبور ہوئی تھی اس کے بارے میں نبیو نے کبھی جاننے کی کوشش نہ کی البتہ اسے یہ ضرور علم تھا کہ وہ یہاں اپنے امتحانات تک مقیم ہے جن کے ختم ہوتے ہی اس نے واپس انڈونیشیا چلے جانا تھا۔ اب وہ خود سہتی کے ساتھ اس کا کمرا شیئر کرتی تھی اور نہ صرف اپنا بلکہ سہتی کے حصہ کا کام بھی اسے ہی کرنا پڑتا جس پر اسے کوئی اعتراض نہ تھا پھر بھی وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد اسے پاسپورٹ مل جائے تاکہ وہ اپنے وطن واپسی کی راہ لے کیونکہ اس کی یہاں موجودگی اسے کسی بھی وقت ابوذر سے جدا کر سکتی تھی جو وہ نہ چاہتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تم ابوذر کو لے کر یہاں سے نہیں جا سکتیں۔"

اس کے بالکل سامنے سکندر کسی پتھر کی مانند اکڑا کھڑا تھا وہ گھبرا کر واپس پلٹی پیچھے پولیس کی موبائل تھی۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے یہاں وہاں نظر دوڑائی مگر اسے کوئی راستہ دکھائی نہ دیا وہ بری طرح پھنس چکی تھی ابوذر سے دوری کے خوف نے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل کر دیا وہ لڑکھڑا کر گرنے ہی لگی تھی۔ جب اسے کسی نے تھام لیا اور ساتھ ہی سہتی کی آواز اس کے کان سے ٹکرائی۔

"نبیو اٹھو تمہاری وکیل سوزان آئی ہے اور تم سے فوراً ملنا چاہتی ہے۔"

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں شکر ہے وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی مگر اس قدر ڈراؤنا خواب وہ ایک بار پھر سوچ کر دہل اٹھی سکندر کو پتا چل گیا تھا کہ وہ WAO میں رہائش پذیر ہے اسی سلسلے میں پچھلے دو دن سے اس کا وکیل آنٹی نوا کو فون کر کے ابوذر کی تحویل کا مطالبہ کر رہا تھا یہاں کے قانون کے مطابق سکندر یا اس کا وکیل WAO کی عمارت میں داخل نہ ہو سکتے تھے یہ ہی وجہ تھی کہ وہ جب بھی آتے گیٹ سے باہر ہی کھڑے ہو کر آنٹی نوا سے بات کرتے جو کسی بھی طور ابوذر کو حوالے کرنے کے حق میں نہ تھیں ان دو دنوں میں نبیو نے بارہا فردوس خان کو فون کیے جس نے خود بھی اس کے پاسپورٹ کے حصول کے لیے ایمبیسی رابطہ کیا تھا مگر ابھی بھی اس کام کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔

عام حالات میں تو اسے کوئی مسئلہ نہ تھا مگر اب سکندر اور اس کے وکیل نے اسے ہراساں کر دیا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا کہ WAO میں اس کا مزید قیام مشکل ہوتا جا رہا ہے سہتی اسے جگا کر سوزان کی آمد کی اطلاع دے کر واپس چلی گئی وہ خاموشی سے اٹھی ہاتھ منہ دھویا ابوذر ابھی سو ہی رہا تھا اس پر چادر ٹھیک کر کے وہ آنٹی نوا کے آفس کی جانب چل دی جہاں اس کے انتظار میں سوزان بیٹھی تھی۔

"تم ذرا جلدی سے تیار ہو کر آؤ تمہیں ابھی میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہو گا۔"

"پولیس اسٹیشن مگر کیوں۔۔۔۔" وہ از حد گھبرا اٹھی۔

"تمہیں اپنے بچے کا پروٹیکشن آرڈر لینا ہو گا جس کے بعد تمہارا ہزبینڈ اور اس کا وکیل تمہیں کبھی بھی تنگ نہ کر سکیں گے۔" سوزان اسے قانونی تقاضے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"مگر آنٹی آپ اچھی طرح جانتی ہیں میں پولیس اسٹیشن نہیں جا سکتی۔" وہ بے بسی سے بولتی ہوئی آنٹی نوا کی طرف پلٹی۔

"دیکھو نبیو تمہارا پروٹیکشن آرڈر کے لیے جانا خود تمہاری اپنی فلاح کے لیے بہت ضروری ہے تم جانتی نہیں ہو صبح سے سکندر کا وکیل ہمیں دو دفعہ فون کر چکا ہے وہ مسلسل ہمیں دھمکا رہا ہے کہ ابوذر اس کے کلائنٹ کے حوالے کیا جائے اب یہ از حد ضروری ہے کہ تم اپنے بچے کے لیے آئی پی آڈر حاصل کر دو ویسے تو وہ وکیل یہاں

اندر داخل نہیں ہو سکتا مگر ان کے ساتھ اگر پولیس آگئی تو تمہاری لیے مشکل کھڑی ہو جائے گی کیونکہ اس صورت میں ہمیں لازمی طور پر ابوذر ان کے حوالے کرنا ہو گا۔" آنٹی نوما نے اسے تمام تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے میں تھانے چلنے کو تیار ہوں مگر ایسا نہ ہو وہاں میرے ساتھ کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے۔" ساری تفصیل جاننے کے باوجود وہ اندر ہی اندر گھبرا رہی تھی۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہو گا سوزان تمہاری قانونی وکیل ہے اور یہ تمہارے ساتھ ہی جائے گی تم بالکل بھی گھبرانا مت' یہ پروٹیکشن آرڈر تمہارے بیٹے کی کسٹڈی کے لیے بہت ضروری ہے اس آڈر کے مل جانے سے تم دونوں ماں بیٹا بالکل محفوظ ہو جاؤ گے اور سکندر تم دونوں کو کبھی بھی ہاتھ نہ لگا سکے گا اور یہاں سے نکلنے سے قبل تم اپنے ایجنٹ کو بھی تمام تفصیل سے آگاہ کر دینا کیونکہ اس کے لیے بھی ہر بات کا جاننا بے حد ضروری ہے۔"

فردوس خان کی ہدایت کے عین مطابق اس نے فردوس خان کا کانٹیکٹ نمبر آنٹی نوما کو دے دیا تھا تاکہ اس کے یہاں سے جانے کے بعد اگر کسی دوسری لڑکی کو ایسی سفارتی بددور کار ہو تو فردوس خان اس کی مدد کر سکے۔

"تم ایک دفعہ میرے ساتھ تھانے چلو پھر میں سکندر کے وکیل سے خود ہی نبٹ لوں گی۔" سوزان ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"تم ابوذر کو یہیں چھوڑ جاؤ سستی اسے سنبھال لے گی ان حالات میں تمہارے ساتھ ابوذر کا تھانے جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

آنٹی نوما کی بروقت تاکید اس کے کتنا کام آئی اس کا احساس اسے تھانہ جا کر ہوا' جب سوزان کی ہمراہی میں پولیس اسٹیشن داخل ہوئی تو خاصی گھبرائی ہوئی تھی سوزان اسے اپنے ساتھ لیے ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوئی۔

"تم یہاں بیٹھو میں پہلے کسی پولیس آفیسر سے بات کر لوں پھر تمہیں بلاتی ہوں۔" سوزان کی ہدایت کے مطابق وہ دروازے کے پاس ہی رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھوڑی ہی دیر میں سوزان واپس آگئی۔

"میرے ساتھ آؤ تمہیں لیڈی پولیس آفیسر کو اپنا بیان ریکارڈ کروانا ہے اور دیکھو بالکل بھی ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے ایک دوسرے کمرے کی جانب چل دی۔

"تم اندر جاؤ میں باہر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئی۔

"میں اکیلی کیسے اندر جاؤں آپ بھی چلیں میرے ساتھ۔" اس کا خوف زدہ دل کسی پتے کی مانند لرز رہا تھا' باوجود کوشش کے وہ اپنی لہجے کی لڑکھڑاہٹ پر قابو نہ پا سکی۔

"کم آن نبیو تم تو ایک بہادر لڑکی ہو جہاں اب تک اتنا سب کچھ فیس کیا وہاں تھوڑی سی ہمت اور کر لو تمہاری آج کی یہ ہمت ساری زندگی تمہارے کام آئے گی اور ویسے بھی اپنا بیان ریکارڈ کروانے تمہیں اکیلے ہی اندر جانا ہے قانون کے مطابق میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی اور ہاں اپنا اور اپنے بچے کا پروٹیکشن آڈر لے کر ہی باہر آنا۔"

"اوکے۔۔۔" وہ آہستہ سے کہتی ہوئی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی سامنے ٹیبل کے پیچھے کرسی پر ایک لمبی تڑنگی پولیس آفیسر موجود تھی جس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر سر اٹھایا' نبیو کا مکمل طور پر ایک طائرانہ جائزہ لیا' اس کے دیکھنے کے انداز میں جانے ایسا کیا تھا جس نے نبیو کو بوکھلا دیا اس کا دل چاہا وہ یہیں سے واپس پلٹ جائے۔

"نبیو احتشام الدین....." اپنے سامنے رکھے پیپر پر نظر ڈال کر اس نے ایک زوردار آواز سے اس کا نام پکارا یقیناً" نبیو کی آمد کی اطلاع اسے دے دی گئی تھی جس کی بنا پر وہ اس کے نام سے بخوبی واقف تھی۔

"جی....." نبیو نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بمشکل آواز نکالی۔

"تمہارا بچہ کہاں ہے؟" لیڈی پولیس آفیسر نے کسی قدر کرختگی سے سوال کیا اس کا یہ سوال اس قدر اچانک تھا کہ نبیو ایک دم ڈر سی گئی۔

"بچہ میرے پاس ہی ہے اور مجھے اس کا پروٹیکشن آرڈر چاہیے تاکہ میرا ہزبینڈ مجھے مزید تنگ نہ کر سکے۔" غالباً" سوزان اس کے بچے کے حوالے سے تمام تفصیلات تھانے میں دے چکی تھی اسی بنا پر اس نے تھوڑا سا ریلیکس ہو کر جواب دیا ویسے بھی یہ سب تفصیل یہاں بتانا از حد ضروری تھا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ بچہ ملائی نشنیلٹی کا حامل ہے تم اسے یہاں سے لے جانا چاہتی ہو۔" پولیس آفیسر کرسی کھینچ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور نبیو کے مدمقابل آکر اس کے کندھے پر زور سے دباؤ ڈالتے ہوئے بولی۔

"تم بچ انجنگ (کیتا) ایک ملائی بچے کو پاکستان لے جانا چاہتی ہو؟ جانتی ہو اس بچے کو اپنے پاس رکھ کر تم نے کتنا بڑا قانونی جرم کیا ہے تمہاری بھلائی اسی میں ہے بچہ فوراً" سے پیشتر مسٹر سکندر کے حوالے کرو۔" سکندر کا نام سنتے ہی وہ ساری کہانی سمجھ گئی یقیناً" سکندر اس کی آمد سے قبل ہی یہاں رابطہ کر چکا تھا اور ظاہر ہے وہاں کا قانون اپنے شہری کے دفاع کو زیادہ اہمیت دیتا تھا اسے یک دم اپنا ملک یاد آیا جہاں کسی غیر ملکی عورت سے ہونے والی ذرا سی زیادتی پر تمام میڈیا سڑکوں پر آجاتا تھا اور یہاں کسی دوسرے ملک کے شہری کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی چاہے وہ ایک عورت ہی کیوں نہ ہو۔

"ہم سب جانتے ہیں تم ایک بدچلن اور آناک (آوارہ) عورت ہو غیر مردوں سے تعلق رکھتی ہو اپنی چانتے (خوب صورتی) کو استعمال کر کے مردوں کو الو بناتی ہو۔" اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نبیو کے کانوں میں آگ لگاتے ہوئے اتر رہے تھے پولیس کسی بھی ملک کی ہو ایک ہی جیسی زبان استعمال کرتی ہے جس میں تہذیب اور اخلاق کا گزر کہیں نہیں ہوتا اس لیڈی آفیسر کی زبان سن کر نبیو کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ پاکستان کے کسی پولیس اسٹیشن میں موجود ہو۔

"اب تم جو چاہو کر لو مگر تم ایک ملائی بچہ یہاں سے لے کر نہیں جا سکتیں اب بتاؤ تم یہاں کیا لینے آئی ہو۔" اسے ذہنی ٹارچر کرنے کے بعد وہ پولیس آفیسر اپنی کرسی پر واپس جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے دیکھنے کا انداز ابھی بھی اس قدر ہتک آمیز تھا کہ نبیو کے منہ سے کچھ نکل ہی نہ پایا اور وہ بے اختیار رونے لگی۔

"اب اپنا رونے دھونے والا ڈرامہ بند کرو ہم پر تمہارے یہ آنسو کوئی اثر نہیں کرتے کیونکہ ہمیں دن رات تمہارے جیسی بدمعاش عورتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔" وہ ٹھنڈے ٹھار لہجہ میں اسے لفظوں کی مار مارتے ہوئی بولی۔

"اب بتاؤ تمہیں کس کا پروٹیکشن آرڈر چاہیے ویسے مسٹر سکندر کو علم ہے کہ تم یہاں اس وقت موجود ہو۔" اس نے اپنے سامنے رکھی فائل کو کھولتے ہوئے پوچھا۔

"کسی کا بھی نہیں....." بمشکل اپنی ہچکیاں روکتے ہوئے نبیو نے جواب دیا۔

"گڈ اس کا مطلب ہے تم خاصی سمجھ دار ہو تمہارے لیے بہتر یہ ہی ہو گا کہ سکندر کا بچہ جلد از جلد اس کے حوالے کر کے وطن واپس لوٹ جاؤ ورنہ تمہارے لیے اچھا نہ ہو گا۔" وہ ٹیبل پر دونوں کہنیاں ٹکا کر آگے آتے ہوئے رازداری سے بولی۔

نیبو کو ایسا محسوس ہوا کہ اگر اس نے اس آفیسر کی بات نہ مانی تو اسے اس تھانے میں ہی دھر لیا جائے گا' اسے خدشہ تھا کہیں اسے گرفتار ہی نہ کر لیا جائے اور اگر اس وقت یہاں سکندر آگیا تو..... اس سے آگے سوچتے ہی وہ خوف زدہ سی ہو گئی اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

"بس آپ مجھے یہاں سے جانے دیں مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ ایک دم پلٹی اس کے پیچھے دو پولیس کانسٹیبل کھڑی تھیں۔

"یہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو ہمیں تحریر میں لکھ کر دو۔"

پولیس آفیسر نے اس کے سامنے ٹیبل پر ایک پیپر اور پن رکھتے ہوئے اسے حکم دیا نیبو نے خاموشی سے دونوں چیزیں اٹھالیں۔

"اپنا بیان لکھ کر دو کہ تمہیں اپنا یا اپنے بچے کا کوئی پروٹیکشن آرڈر نہیں لینا۔"

اس نے پولیس آفیسر کی ہدایت کے مطابق بیان لکھ کر اس کے سامنے رکھ دیا جسے اس نے اٹھا کر دیکھنے کے بعد سامنے رکھی فائل میں لگا دیا۔

"اب یہ ہی بیان ہمیں ملائی زبان میں بھی لکھ کر دو۔"

لیڈی آفیسر نے مزید ایک پیپر اس کے سامنے رکھ دیا جانے وہ کیا چاہتی تھی نیبو سمجھ نہ پائی مگر خاموشی سے اس کی ہدایت کے مطابق اپنا بیان ملائی زبان میں بھی تحریر کر دیا اور پیپر اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تمہیں ملائی لکھنا بھی آتی ہے؟" آفیسر نے ٹیبل پر رکھا پیپر اپنے سامنے سرکا کر دیکھا اور حیرت سے ابرو اچکاتے ہوئے بولی۔

"یعنی تم مکمل طور پر ایک فراڈ عورت ہو اور کون کون سی زبان جانتی ہو؟ شاید اپنی ان ہی خوبیوں سے مرد پھنساتی ہو؟"

"پلیز میں نے آپ کے کہنے کے مطابق اپنا بیان لکھ دیا ہے اب مجھے واپس جانے دیں۔" وہ اپنے لرزتے ہاتھوں کو چھپا کر تیز تیز لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو مگر یاد رکھنا تمہیں بہت جلد اپنا بیٹا اس کے باپ کے حوالے کرنا ہو گا ہم تمہیں ایک ملائی بچہ یہاں سے نہیں لے جانے دیں گے۔"

نیبو نے اس کی کسی بھی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اس کے لیے اتنا کافی تھا کہ اسے تھانے میں روکا نہ گیا' وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلی اور تیز تیز چلتی سوزان کے پاس جا پہنچی جو باہر کاؤنٹر پر کھڑی کسی سے کوئی بات کر رہی تھی۔

"مل گیا پروٹیکشن آرڈر؟" اسے دیکھتے ہی سوزان نے سوال کیا۔

"آپ چلیں یہاں سے میں آپ کو سب کچھ بتاتی ہوں۔"

وہ خاصی گھبرائی ہوئی تھی' آنسو مسلسل اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" سوزان نے حیرت سے دریافت کیا مگر نیبو بنا کوئی جواب دیے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر جا بیٹھی۔

"پروٹیکشن آرڈر کہاں ہے؟" سوزان کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"جہنم میں گیا پروٹیکشن آرڈر مجھے نہیں چاہیے پلیز آپ جلد از جلد یہاں سے نکلیں۔" وہ بولتے بولتے رو پڑی' سوزان نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور خاموشی سے کار ڈرائیو کرنے لگی اور پھر سارے راستے اس نے نیبو سے کوئی سوال نہ کیا نیبو کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ پروٹیکشن آرڈر کے بغیر ہی آگئی ہے مگر

کیوں اس کا جواب اسے WAO کے آفس جاتے ہی مل گیا جب نبیو نے رو رو کر آنٹی نوما کو تمام تفصیل سنائی۔
"جو بھی ہے تمہیں کوئی بھی تحریری بیان مجھ سے پوچھے بغیر نہیں دینا چاہیے تھا تم وہاں پروٹیکشن آڈر لینے گئیں تھیں تمہیں اسی کے متعلق بات کرنی چاہیے تھی۔"
"مگر اس لیڈی آفیسر نے مجھے اتنا ذہنی ٹارچر کیا کہ میں گھبرا گئی۔"
"جو بھی تھا سوزان تمہارے ساتھ تھی تمہیں کمرے سے باہر آکر اس سے ملنا چاہیے تھا میں تمہیں اتنا بیوقوف نہیں سمجھتی تھی نہیں جانتیں تم نے یہ سب کر کے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔" آنٹی نوما نے بڑی مشکل سے اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا جبکہ یہ سب سن کر سوزان کا چہرہ غصے کی زیادتی سے سرخ پڑ گیا تھا اسے امید نہ تھی کہ نبیو اس قدر کمزور ثابت ہوگی۔
"تم شاید نہیں جانتیں وہ پولیس آفیسر تمہیں صرف دھمکیاں دے رہی تھی ورنہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی کیونکہ میں وہاں تمہارے ساتھ تھی اور تم نے مجھے کوئی اہمیت دینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔" سوزان نے غصے سے کہا۔
"آپ نہیں جانتیں سکندر وہاں میٹنگ کر کے میرے بارے میں ساری بات کر چکا ہے اس کے لگائے گئے الزامات کی روشنی میں میری کی ہوئی ہر بات ان کے نزدیک جھوٹ اور فراڈ تھی وہ آفیسر مکمل طور پر سکندر کے فیور میں تھی۔"
"جو بھی تھا نبیو تمہیں وہاں سے پروٹیکشن آرڈر لے کر ہی آنا چاہیے تھا اب اگر یہ آرڈر لے کر تمہارا ہزبینڈ یہاں آجاتا ہے تو یقینی طور پر تم کسی بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گی جس سے نکلنے میں ہم بھی تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔"
"سوزان بالکل درست کہہ رہی ہے۔" آنٹی نوما نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی جب کہ نبیو کا دھیان اس وقت ان کی کسی بات کی طرف نہ تھا وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اسے اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہوگا کیونکہ WAO اب اس کے لیے محفوظ نہ رہی تھی اس نے دل ہی دل میں حساب لگایا فردوس خان کے مطابق اگلے ایک ہفتہ تک اس کا پاسپورٹ مل جانا چاہیے تھا اس کے بعد یقیناً آگے کی منزل اس کے لیے آسان ہو جاتی مگر مسئلہ اس ایک ہفتہ کا تھا جو اسے لگ رہا تھا کہ وہ WAO میں نہ گزار سکے گی اور جلد ہی اس کا یہ بدترین خدشہ درست ثابت ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

مسلسل بجتے موبائل کی رنگ ٹون نے اس کی نیند کو خراب کر دیا اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی ٹائم پیس پر نظر ڈالی صبح کے چھ بجے تھے جانے کون تھا جو اتنی صبح صبح اس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔
"الٰہی خیر یہ صبح صبح میں کیسے یاد آگیا؟" جنید نے بے ساختہ سوچتے ہوئے تکیے کے پاس رکھا موبائل اٹھا لیا جو ایک بار پھر پوری شدت سے بج اٹھا تھا۔
"یہ اتنی صبح صبح کون ہے؟" رحاب نے کروٹ بدلتے ہوئے سوال کیا۔
"سکندر؟" اسکرین پر نظر ڈال کر اس نے لیس کا بٹن دبا دیا' فون کان سے لگائے وہ باہر بالکونی میں آگیا تاکہ رحاب کی نیند خراب نہ ہو صبح چھ بجے کا مطلب ملائشیا میں نو بجے تھے' اتنی صبح یقیناً کوئی ایسی ہی خبر تھی سکندر کے پاس جس نے اسے دن چڑھنے کا انتظار بھی نہ کرنے دیا' اس سوچ نے جنید کو پریشان سا کر دیا۔
"ہیلو۔۔۔" وہ اپنی بے چینی چھپاتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔
"نبیو کہاں ہے؟" دوسری طرف سے بلا تمہید پوچھے جانے والے اس سوال نے ایک سیکنڈ کے لیے جنید کے

دماغ کو جھٹک سے اڑا دیا اور وہ اپنے غصے پر قابو نہ پا سکا۔

"واٹ ڈو یو مین نیسو کہاں ہے؟ تم ہوش میں تو ہو وہ سوال جو ہمیں تم سے کرنا چاہیے الٹا تم ہم سے کر رہے ہو؟ مسٹر سکندر ہم نے نیسو یہاں سے تمہارے ساتھ بھیجی تھی اس کا پاسپورٹ ابھی بھی تمہارے پاس ہے میرا خیال ہے کہ ہم سے زیادہ یہ بات تمہیں پتا ہونی چاہیے کہ نیسو اس وقت کہاں ہے؟"

"زیادہ ڈرامہ مت کرو میرے ساتھ؟" سکندر نے چیختے ہوئے کہا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو تمہاری بدچلن بہن میرا بچہ اغوا کر کے غائب ہو گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ تم لوگوں کے پاس پاکستان پہنچ گئی ہے اور اگر ایسا نہ ہوا وہ یہیں کہیں ہوئی تو خدا کی قسم کبھی میرا بچہ لے کر یہاں سے زندہ سلامت نہ جا سکے گی۔"

"مگر تمہارا تو کہنا تھا کہ وہ کسی این جی او کے پاس ہے۔"

سکندر کی باتوں نے جنید کو بھی تھوڑا سا پریشان کر دیا ورنہ اس سے قبل وہ سب یہ سن کر مطمئن ہو چکے تھے کہ نیسو وہاں کسی سوشل ویلفیئر والوں کے پاس محفوظ ہے جہاں سے سکندر قانون کے ذریعے اپنا بچہ حاصل کر کے اسے وطن واپس بھیج دے گا مگر آج سکندر بالکل ہی ایک نئی کہانی سنا رہا تھا جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ نیسو اب وہاں نہیں ہے جہاں کا سکندر نے بتایا تھا۔

"وہاں تھی مگر اب نہیں ہے اور ہاں میں نے جو کبھی تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں ابوذر کو حاصل کر کے اسے وطن واپس بھیج دوں گا اب اسے بھول جاؤ اب وہ جب بھی مجھے ملی میں اپنا بچہ لے کر اسے پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

نفرت اور حقارت سے کہتے ہوئے سکندر نے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا اب نیسو کہاں گئی؟" رجاب جانے کب اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اسے سکندر سے بات کرتے ہوئے پتا ہی نہ چلا۔

"پتا نہیں کہاں گئی مگر اس لڑکی نے ہمیں ذلیل کر کے رکھ دیا ہے کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا' ہر جاننے والا شخص ایک ہی سوال کرتا ہے تم لوگ اسے جا کر واپس پاکستان کیوں نہیں لا رہے اب ہم کس کس کو بتائیں ہمیں تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ وہ ہے کہاں۔" جنید غصے سے بولتے ہوا کمرے سے بھی باہر نکل گیا رجاب جانتی تھی کہ اب وہ یہ خبر گھر کے دیگر افراد کو دینے گیا ہے' اس نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی ابھی صرف سات بجے تھے۔ وہ خاموشی سے چادر اوڑھ کر ایک بار پھر سے سونے کی کوشش کرنے لگی نیسو کہاں گئی اسے اس مسئلے سے کوئی سروکار نہ تھا کیونکہ یہ اس کی دردسری نہ تھی۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو نیسو تم نے اب تک جو بھی پریشانی دکھ اور تکلیف برداشت کی صرف اور صرف اپنے بیٹے کی خاطر اب اگر تمہارا شوہر یہاں سے تمہارا بچہ واپس لے جاتا ہے تو تمہاری ساری جدوجہد بے کار جائے گی ہم خود سوچو اس صورت میں تمہارے پاس کیا باقی بچے گا۔" آنٹی نوا کی بات ختم ہونے پر اس نے سر اٹھا کر ان کے چہرے پر ایک نظر ڈالی جہاں نیسو کے لیے ہمدردی نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی' ساتھ ہی اس نے کمرے میں موجود دیگر افراد پر بھی ایک ایک نظر ڈالی' سوزان اور سبتی کے علاوہ وہاں WAO کی انچارج میڈم سریا بھی موجود تھیں اور ان کی یہاں موجودگی بھی معاملے کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سکندر نے اپنے وکیل کے ذریعے آئی' پی آر ڈر لے لیا ہے جس کے تحت بچہ اس کی کسٹڈی میں جانا تھا اس آرڈر کے حصول کے بعد اس کے وکیل کا رویہ کافی تبدیل ہو گیا تھا پچھلے بارہ گھنٹوں میں وہ کئی فون WAO کر چکا تھا اب اس کے ہر فون میں وارننگ اور

دھمکیاں تھیں فی الحال وہ WAO والوں کی اجازت کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔
"ہاں نیسو نوما درست کہہ رہی ہے ابھی کچھ دیر قبل یہاں سکندر کا فون آیا تھا۔" یہ خبر نیسو کے لیے نئی تھی اس نے چونک کر سوزان کی جانب دیکھا۔
"وہ کچھ دیر میں پولیس لے کر WAO آنے والا ہے اور اگر اس کی بات درست ثابت ہوئی اور وہ پولیس کے ساتھ یہاں آگیا تو پھر یقیناً" اس کالا ئر اندر داخل ہو جائے گا اور اس صورت میں شاید ہم تمہاری کوئی مدد نہ کر سکیں۔"
سوزان کی بات ختم ہوتے ہی وہ بوکھلاہٹ میں اٹھ کھڑی ہوئی یہاں سے سکندر ایک گھنٹے کی مسافت پر موجود تھا اور اگر وہ فون کرنے کے بعد بھی وہاں سے نکلتا تو کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچنے والا تھا اور اگر وہ یہاں پہنچ گیا تو.....
اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہ چاہتی تھی۔
"آنٹی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا میں کہاں جاؤں؟ ربیعہ اور انکل صالح میں سے کوئی بھی مجھے پناہ نہیں دے سکتا۔" گھبراہٹ سے اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔
"تم ایسا کرو فردوس خان کو فون کرو مجھے امید ہے وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا کیونکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس نے اپنے آخری فون میں تم سے کہا تھا کہ کسی بھی ایسی صورت حال میں تم اس سے رابطہ کر سکتی ہو۔"
سہتی کے یاد کروانے پر اسے فردوس خان یاد آگیا ورنہ اپنے ماؤف دماغ کے ساتھ وہ سب کچھ بھول چکی تھی اس نے تشکر بھری نگاہ سے سہتی کی جانب دیکھا اور جلدی سے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل سے فردوس خان کا نمبر ڈائل کیا دوسری ہی بیل پر اس نے فون اٹھا لیا۔
"السلام علیکم....." ایئر پیس میں اس کی آواز ابھری۔
"بھائی میں سخت پریشانی میں ہوں سکندر آئی پی آرڈر لینے کے بعد اپنے وکیل اور پولیس کے ساتھ یہاں آنے والا ہے اور آپ جانتے ہیں میرے پاس WAO کے علاوہ کوئی دوسری جگہ نہیں جہاں میں سکندر نامی شیطان سے محفوظ رہ سکوں۔" بات کرتے کرتے وہ رو پڑی۔
"تم ایسا کرو یہاں سے نکل کر ٹرین کے ذریعے سنبھورن پہنچ جاؤ وہاں میرا چھوٹا بھائی تمہیں ریسیو کرلے گا کیونکہ میں فی الحال تھائی لینڈ میں ہوں واپس آتے آتے مجھے دیر ہو جائے گی تم فوراً" یہاں سے نکل جاؤ سنبھورن میں اسٹیشن پر ہی تمہیں فراز مل جائے گا اس کے ساتھ چلی جانا وہ تمہیں میرے گھر بحفاظت پہنچا دے گا وہاں میری بیوی اور بچے تمہارا استقبال کریں گے پریشان مت ہو اور جلد از جلد یہاں سے نکلو۔"
فردوس خان کے ان الفاظ نے اس کے جسم میں توانائی بھر دی سچ ہے دنیا میں صرف سکندر جیسے لوگ ہی نہیں پائے جاتے بلکہ فردوس خان اور شمریز جیسے لوگ بھی اسی دنیا کا ایک حصہ ہیں اور شاید ایسے ہی لوگوں کی بدولت دنیا اپنے محور پر چل رہی ہے ورنہ کب کی ملیا میٹ ہو چکی ہوتی۔ اس نے جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹا اور سب سے باری باری گلے ملی' وہاں موجود ہر عورت کی آنکھ میں اس کے لیے آنسو تھے نیسو کے دکھ اور تکلیف نے سب کو اپنا دکھ بھلا دیا تھا سب کی یہ ہی خواہش تھی نیسو اپنے بچے سمیت وطن واپس پہنچ جائے۔
"آپ سب لوگ میرے لیے دعا کیجئے گا میں خیر و عافیت کے ساتھ اپنے گھر واپس چلی جاؤں۔" گیٹ سے باہر نکلتے نکلتے وہ ایک بار پھر واپس پلٹ آئی۔
"ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں' یہ تم میرا فون نمبر بھی رکھ لو باقی سب کے تمہارے پاس ہوں گے تم جب واپس پہنچ جاؤ تو ہمیں ضرور اطلاع دینا کیونکہ تمہاری کامیابی ہم سب کی کامیابی ہوگی جسے ہم فخر کے ساتھ ان لڑکیوں کو بتائیں گے جو تمہارے بعد یہاں آئیں گی۔"

میڈم سریا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا کارڈ اس کے ہاتھ میں تھما دیا' اس نے خاموشی سے سر ہلایا اور تیزی سے گیٹ عبور کر گئی۔

باہر ٹیکسی موجود تھی جس میں بیٹھ کر اسے اپنا نیا سفر شروع کرنا تھا وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر اسٹیشن کی جانب رواں دواں ہو گئی لمبی روڈ پر مڑتے ہوئے سکندر کی گاڑی کے ساتھ پولیس موبائل تیزی سے اس کے قریب سے گزر گئیں اس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا جس نے بروقت اسے WAO سے نکلنے کا موقع فراہم کیا' ورنہ آج یقیناً" اس کی ہار اور سکندر کی جیت کا دن ہوتا۔

☆ ☆ ☆

"کہاں ہو تم؟" فون کان سے لگاتے ہی ربیعہ کی بے چین آواز سنائی دی۔

"کیوں خیریت کیا ہوا تمہیں؟" اس نے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے نظاروں پر ایک نظر ڈالی۔

"ابھی ابھی بھائی عبدالرحمن کا فون آیا تھا۔" ربیعہ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"انہوں نے بتایا ہے کہ سکندر WAO پولیس کے ساتھ گیا ہے۔"

"میں وہاں نہیں ہوں۔" وہ ربیعہ کی بے چینی کی وجہ شروع میں ہی جان چکی تھی۔

"اوہ تھینک گاڈ۔" اس نے سکون بھرا ایک سانس خارج کیا۔

"وہاں نہیں ہو تو پھر کہاں ہو؟" فوراً" ہی اسے ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا۔

"بھائی کے گھر جا رہی ہوں۔" اس نے جان بوجھ کر فردوس خان کا نام نہیں لیا۔

"شکر ہے ورنہ میں تو ڈر رہی تھی۔" بھائی کا حوالہ فردوس کے لیے ہے یہ بات ربیعہ جانتی تھی۔

"سنو ربیعہ میرا ایک کام کرنا اگر کبھی بھی پاکستان سے کسی کا بھی فون آئے میرا پوچھے تو پلیز کسی کو مت بتانا میں کہاں ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میری ہمدردی میں کسی شریف انسان کو کوئی نقصان پہنچے۔"

ٹرین رک چکی تھی۔ سنبھل آگیا تھا وہ بیگ اور ابوذر کو سنبھال کر باہر پلیٹ فارم پر آگئی' باہر نکل کر اس نے یہاں وہاں نظر دوڑائی سامنے کچھ دور ایک اٹھارہ انیس سالہ پٹھان نوجوان کھڑا تھا جس کی شکل فردوس خان سے خاصی ملتی تھی یقیناً" وہ ہی فراز تھا۔

"ٹھیک ہے میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی اور تم مجھ سے ملنے اب کب آؤ گی۔" اسے دیکھ کر فراز بھی اس کے قریب آگیا حالانکہ ملائی روایتی لباس نے اس کے حلیے کو خاصا تبدیل کر دیا تھا اور وہ دیکھنے میں ایک ملائی لڑکی ہی دکھائی دے رہی تھی لیکن چونکہ اس ٹرین سے نکلنے والی واحد عورت تھی جس کے ساتھ بچہ تھا یہ ہی سبب تھا جو فراز نے اسے دور سے ہی پہچان لیا۔

"میں جب بھی ایمبیسی آئی تم سے ملوں گی کیونکہ مجھے تم سے اپنا سامان بھی لینا ہے اور اب میں فون بند کر رہی ہوں کیونکہ میں اپنی منزل تک پہنچ گئی ہوں۔" ربیعہ سے خدا حافظ کر کے وہ فراز کی جانب متوجہ ہوئی جو اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ نبیو ہیں؟"

اس کے متوجہ ہونے پر وہ دھیرے سے اس کے کان کے قریب بولا۔

"اور تم یقیناً" فراز۔" اس کا اندازہ درست نکلا۔

"جی بالکل لائیں یہ بیگ مجھے دے دیں۔"

فراز نے اس کے ہاتھ سے بیگ اور ابوذر دونوں کو ہی لے لیا وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی باہر پارکنگ میں آ گئی جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی' اس نے پچھلا دروازہ کھول کر بیگ رکھا وہ بھی پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گئی جبکہ فراز

نے ابوذر کو اگلی سیٹ پر بٹھا کر گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"یہاں سے تمن جایا پندرہ منٹ کے فاصلے پر ہے جہاں ہماری رہائش ہے۔" اس نے پیچھے مڑ کر نبیو کو اطلاع فراہم کی جس کے لیے اس بات کی کوئی اہمیت نہ رہی تھی کہ اسے یہاں سے آگے کہاں جانا ہے اس نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا اسے ہر حال میں اپنے خدا سے پوری امید تھی کہ وہ کبھی بھی اسے مایوس نہ کرے گا اس کی یہاں تک کی کامیابی نے خدا پر اس کا یقین اور ایمان پہلے سے کئی گنا مضبوط کردیا تھا۔

وہ خیالوں ہی خیالوں میں سکندر کا تصور کررہی تھی جو یقیناً" اسے WAO میں نہ پا کر بے حد تلملایا ہوگا وہ یہ سوچ کر بڑی مطمئن ہوئی کہ وہ جب سے سکندر کے گھر سے نکلی تھی اس نے اس کی ہر اپینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا "فاطمہ یقیناً" اس وقت کو کوستی ہوں گی جب انہوں نے نبیو کو روزینہ کے ساتھ ابوذر کو لے جانے دیا اور روزینہ وہ ضرور مطمئن ہوگی کیونکہ وہ تو خود دل سے چاہتی تھی کہ نبیو یہاں سے نکل جائے" ان ہی سوچوں میں گھری وہ اپنی منزل تک پہنچ گئی گاڑی کے ایک جھٹکے سے رکتے ہی اس نے باہر جھانکا" ایک چھوٹا سا علاقہ جہاں اکثریت چھوٹے چھوٹے مکانوں کی تھی۔

"تو فردوس خان یہاں رہتا ہے۔" یقیناً" ایک چھوٹے سے مکان میں رہنے والے فرد کا دل ان لوگوں سے کئی گنا بڑا تھا جو بڑے بڑے محلوں میں رہتے تھے یہ ہی سوچتی ہوئی وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

☆ ☆ ☆

"یا اللہ میری بہن کی عزت و ناموس کی حفاظت فرما" اس کو بحفاظت ہم تک پہنچادے۔ تیرا یہ احسان ہم زندگی بھر نہ بھولیں گے۔"

حرم شریف کے احاطے میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں اور خانہ کعبہ پر پڑنے والی پہلی نظر کے ساتھ ہی نبیو کی خیر و عافیت کی دعا اس کے لبوں سے پھسل پڑی" اس کے بعد عمرہ کی ادائیگی اس نے بڑے صبر و ضبط کے ساتھ کی مگر جیسے ہی باب رحمت کے سامنے دو نفل پڑھ کر فارغ ہوئی خود پر اختیار کھو بیٹھی اور یک دم ہی بلک بلک کر رونے لگی اس کی سسکیوں کی آواز سن کر خشوع و خضوع سے دعا کرتے حمزہ نے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا" اپنی دعا ختم کی اور اس کے قریب آگیا۔

"کیا بات ہے شفا کیوں اس قدر رو رہی ہو؟" وہ اس کے قریب ہی دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا۔

"حمزہ۔۔۔ نبیو۔۔۔" ہچکیوں کے دوران اس کے منہ سے نکلنے والے ان دو لفظوں نے ہی حمزہ کو سب کچھ سمجھا دیا شفا پاکستان سے نبیو کی پریشانی اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔

"حوصلہ کرو شفا اللہ تعالیٰ سب کچھ اچھا کردے گا۔"

سمجھانے کے ساتھ ساتھ حمزہ نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا بھی کردیا زیادہ رش کے سبب دیگر لوگ بھی اپنے اپنے نفل کی ادائیگی کے لیے جگہ کے منتظر تھے۔

"جانتے ہو حمزہ گھر میں اس نے کبھی اٹھ کر پانی بھی نہ پیا تھا" اپنی چائے تک خود نہ بنائی تھی۔" حمزہ کے ساتھ چلتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

"سب کچھ جانتا ہوں یہ بھی کوئی ایسی بات ہے جو میں بھول سکتا ہوں بہت نکمی لڑکی ہے وہ۔" حمزہ نے اس کی ٹینشن دور کرنے کے لیے ہنستے ہوئے کہا" وہ حرم شریف کے احاطے سے باہر نکل آئے اب ان کا رخ اپنے ہوٹل کی جانب تھا۔

"نکمی تھی ہے نہیں۔" شفا نے فوراً" اس کے جملے کی تصحیح کی۔

جانتے ہو ربیعہ بتا رہی تھی وہ WAO میں باتھ روم کی صفائی تک کرتی رہی ہے۔" اپنی بہن کی محبت اور اس کا

دکھ شفا کے لہجے میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔
"اور اب وہ جس پاکستانی فیملی کے ساتھ رہ رہی ہے ان کے گھر کا سارا کام خود کرتی ہے تم سوچ نہیں سکتے ربیعہ سے یہ سب کچھ سننے کے بعد میں کس قدر اذیت میں ہوں۔"
"یہ سب بے کار اور فضول باتیں ہیں جنہیں سوچ سوچ کر تم اپنا خون جلا رہی ہو۔" حمزہ نے اسے ایک بار پھر سمجھایا۔
"جہاں انسان رہتا ہے وہاں کام تو کرنا پڑتا ہے اور ہر وہ لڑکی جو اپنے والدین کے گھر کوئی کام نہیں کرتی سسرال جا کر سب کچھ کرتی ہے اسے اتنا بڑا ایشو مت بناؤ' ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہر کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے 'کام کرنا کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے اصل مسئلہ تو اس کی اپنے بچے سمیت گھر بدری ہے دعا کرو اس کی یہ تکلیف جلد دور ہو اور شکر ادا کرو اپنے رب کا جس نے اسے فردوس خان جیسے فرشتہ تک پہنچا دیا۔ فردوس خان جیسے لوگ زبانی بہن کہہ کر اسے نبھانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں اور جہاں اسے ایک محفوظ پناہ گاہ نصیب ہوئی ہے وہاں وہ اس کے لیے اپنے وطن واپسی کا بھی کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا اگر فردوس خان نے اسے بغیر کسی لالچ کے اپنے گھر رکھا ہے تو کیا حرج ہے جو وہ اس کے گھر کا کام کر دیا کرے اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے اعصاب پر سوار مت کرو سبق سیکھو نیہو سے جو اتنے کٹھن اور مشکل حالات میں بھی ہمت اور حوصلہ کا دامن تھامے ہوئے ہے جس پر گزر رہی ہے اتنا تو وہ نہ رو رہی ہوگی جس قدر تم رو رہی ہو۔" نیہو فردوس خان کی فیملی کے ساتھ تھی یہ ربیعہ نے کل اسے بتایا تھا حمزہ کی بات بالکل درست تھی شفا کو اندازہ تھا نیہو بہت بدل چکی ہے اور یقیناً "سکندر کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ رونا دھونا بھول گئی ہوگی 'اس کا مقصد صرف سکندر اور اس کی فیملی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا تھا جو وہ ابوذر کو وہاں سے نکال کر لے چکی تھی پاکستان بخیریت پہنچ کر وہ سکندر کی نام نہاد عزت کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دے گی۔ حمزہ کی باتوں نے شفا کو خاصا حوصلہ دیا سچ تھا جب نیہو کو یہ سب کرنے میں کوئی عار نہ تھا تو پھر وہ کیوں اس قدر پریشان ہو رہی تھی اسے تو صرف یہ ہی دعا کرنی چاہیے تھی کہ نیہو کی تمام مشکلات آسان ہوں اور وہ ہر مرحلہ سے بخیریت گزر کر اپنے دیس واپس پہنچ جائے۔

☆ ☆ ☆

زرگونہ کے رونے کی تیز آواز پر نیہو نے کچن کی کھڑکی سے باہر جھانکا 'اس کا خدشہ درست ثابت ہوا 'ابوذر زرگونہ کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ چھین چکا تھا جانے ابوذر کو کیا ہو گیا تھا جب سے یہاں آیا تھا ہر وقت کھانے کو کچھ نہ کچھ مانگتا اور پھر اپنے حصہ کا کھا کر دوسروں سے بھی چھیننے کی کوشش کرتا' نیہو نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ جلدی سے سنک میں رکھی نل کھول کر ہاتھ دھوئے اور تیزی سے باہر لپکی باوجود کوشش کے اس کے پہنچنے سے قبل ہی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر زرین بھابھی بھی باہر نکل آئی اور اب اپنی نیند خراب ہونے پر عین دروازے کے درمیان کھڑی ابوذر کو بری طرح گھور رہی تھی نیہو شرمندہ سی ہو گئی فوراً "ابوذر کے ہاتھ سے زرگونہ کے چپس کا پیکٹ واپس لے کر اس کے حوالے کیا اب ابوذر نے رونا شروع کر دیا زرین کی بڑی بیٹی نے ہندکو زبان میں اپنی ماں سے کچھ کہا وہ بڑبڑاتی ہوئی واپس اندر کمرے میں چلی گئی 'نیہو روتے ہوئے ابوذر کو اپنے ساتھ ہی کچن میں لے آئی 'جو بھی تھا زرین اور فردوس خان کے اس پر بے شمار احسانات تھے جن کا بدلہ شاید وہ مر کر بھی نہ دے سکتی تھی۔
پچھلے اٹھارہ دن سے وہ اس دو کمروں کے چھوٹے سے گھر میں مقیم تھی جہاں پہلے ہی سات افراد رہتے تھے۔ اس کے باوجود اس کے کھانے پینے اور سونے کا پورا خیال رکھا جاتا یہاں تک کہ وہ دو دفعہ پاکستانی سفارت خانے گئی اپنے پاسپورٹ کے سلسلے میں تو ابوذر کو زرین نے بخوشی اپنے پاس رکھا 'زرین کے ذریعے سفارت خانے کا ایک

گھنٹہ کا سفر وہ ابوذر کے بغیر بنا کسی پریشانی کے کرتی اسے یقین تھا فردوس خان اور اس کی فیملی ابوذر کی حفاظت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کرے گی البتہ وہ جتنی دفعہ بھی سفارت خانے گئی وہاں موجود پاکستانی مردوں نے اسے بہت زچ کیا' اپنے ویزے اور پاسپورٹ کے سلسلے میں آئے ہوئے اکثر اس کے ہم وطن اس کے پیچھے پیچھے اسٹیشن تک آجاتے' کھانے اور جگہ کا لالچ دے کر ساتھ لے جانے کی کوشش کرتے ان میں بیس سالہ نوجوان سے لے کر پچاس سالہ مرد تک شامل ہوتے ایسے میں نبیو کو سخت شرمندگی ہوتی اس کا دل چاہتا وہ اپنے سامنے کھڑے ان مردوں کے منہ نوچ لے جنہیں اپنا ہم وطن بھائی کہتے ہوئے بھی اسے گھن آتی تھی۔

آج صبح گھر سے جاتے ہوئے اسے فردوس خان نے بتایا تھا کہ سفارت خانے سے شمریز کا فون آیا ہے اس کا پاسپورٹ کل صبح گیارہ بجے مل جائے گا لہٰذا کل فردوس خان اسے خود سفارت خانہ لے کر جائے گا وہاں سے پاسپورٹ لے کر وہ سیانگ جائیں گے جہاں سے ربیعہ کے پاس سے نبیو کو اپنی رقم اور زیور لینا تھا وہ خود بھی ایک آخری بار ربیعہ سے ملنا چاہتی تھی پھر جانے کب دوبارہ ملاقات ہو' چاہتی تھی کہ سیانگ جا کر ربیعہ اور عبدالوہاب کا شکریہ ادا کرے جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں اس کا ساتھ دیا شکریہ تو اسے شوبھا کا بھی ادا کرنا تھا اس سلسلے میں اس نے سوچ رکھا تھا جانے سے قبل ایک دفعہ شوبھا سے مل کر اس کا شکریہ ضرور ادا کرنے کی کوشش کرے گی آخری بار وہ گھر بھی ضرور دیکھے گی جہاں سکندر کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے بدترین چھ سال گزارے شاید وہ ایک آخری بار حماد کو بھی دیکھ سکے یہ سب اس کی سوچ تھی جس پر عمل ہونا یا نہ ہونا آنے والے وقت پر منحصر تھا۔

برتن دھو کر اس نے سنک صاف کیا ابوذر سلیپ پر ہی لیٹ کر سو گیا تھا' نبیو نے جلدی جلدی کچن کا باقی کام ختم کیا' ابوذر کو گود میں اٹھا کر اس کمرے میں آگئی جہاں وہ فردوس خان کی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھی' صوفہ کم بیڈ کو سیدھا کر کے ابوذر کو اس پر ڈال دیا خود بھی ساتھ ہی لیٹ گئی ابھی بھی درمیان میں بیس گھنٹے باقی تھے' بیس گھنٹے بعد اس کے ہاتھ میں اس کا پاسپورٹ ہوگا اس پاسپورٹ کے حصول کے ساتھ ہی اس کا اگلا سفر بھی آسان ہو جائے گا ابوذر کے بعد نئے پاسپورٹ کا حصول سکندر کے منہ پر لگنے والا دوسرا طمانچہ تھا اپنی تلاش میں کتے کی طرح دردر پھرتے سکندر کا تصور ذہن میں ابھرتے ہی وہ پرسکون ہو گئی اور اس کی نیند سے بوجھل آنکھیں جلد ہی بند ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

"پاپا..... پاپا۔" وہ مسلسل سسک رہی تھی۔

"بولو میرا بچہ' میری جان میں سن رہا ہوں۔"

احتشام صاحب کو محسوس ہوا وہ کئی صدیوں بعد نبیو کی آواز سن رہے ہیں وہ بھی اس وقت جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو چکے تھے ایسے میں نبیو کی آواز نے ان کے جسم کے روئیں روئیں کو سرتاپا گوش کر دیا وہ چاہتے تھے کال بند ہونے سے قبل نبیو انہیں اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بتا دے یہ کہ وہ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟ کس حال میں ہے؟ مگر دوسری طرف سوائے نبیو کی سسکیوں کے کوئی دوسری آواز سنائی نہ دے رہی تھی ہر گزرتا پل ان کی بے چینی میں اضافہ کا سبب بن رہا تھا۔

"نبیو مجھے بتاؤ بیٹا تم ٹھیک تو ہو نا۔"

دل کا خدشہ ان کے لبوں پر آہی گیا۔

"ہاں پاپا شکر الحمدللہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

جانے کتنے عرصہ بعد اپنے باپ کی آواز سن کر وہ خود پر کنٹرول کھو بیٹھی تھی اسے تو روئے ہوئے بھی زمانے گزر گئے تھے کیونکہ رونے کے لیے کسی اپنے کے کندھے کا ہونا ضروری ہے اور اس کے پاس تو کوئی اپنا تھا ہی نہیں' آج

"پاپا میں جس نمبر سے بات کر رہی ہوں یہ میرا ہے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیں۔"
"تم کہاں ہو اس وقت۔" احتشام صاحب جلد از جلد اس سے سب کچھ جان لینا چاہتے تھے۔
"پاپا میرے پاس ٹائم بہت کم ہے یہ سب باتیں میں آپ کو وطن واپسی پر بتاؤں گا فی الحال میرا نمبر محفوظ کر لیں جب بھی مجھ سے رابطہ کرنا ہو آپ اس نمبر پر کریں اور ہاں یہ نمبر سوائے آپ کے کسی کے پاس نہیں ہونا چاہیے اس کا علم ماما کو بھی نہ ہو ورنہ میں آپ سے بھی دوبارہ رابطہ نہ کروں گی۔"
وہ جلدی جلدی بولی اسے خدشہ تھا کارڈ ختم نہ ہو جائے دوسرے کارڈ کے لیے اسے پھر بازار جانا پڑتا' وہ جانتی تھی اس وقت احتشام صاحب آفس ہوں گے اس لیے بھی اس نے یہ وقت منتخب کیا تھا۔
"اگر آپ کو کبھی میرا نمبر بند ملے یا میں کال ریسیو نہ کروں تو سمجھ لیجئے گا میں اس دنیا میں نہیں ہوں یا کسی بڑی مشکل میں پھنس گئی ہوں۔"
"خدا نہ کرے بیٹا کیوں اتنی خوفناک باتیں کر رہی ہو۔" احتشام صاحب دہل گئے۔
"مجھے یہ تو بتاؤ تم ہو کہاں۔"
"یہ میں نہیں بتا سکتی مگر اتنا ضرور کہوں گی میں جہاں ہوں اپنے بھائی کے گھر ہوں اور بالکل خیریت سے ہوں مگر اب بہت جلد مجھے یہاں سے نکلنا ہے اگر مجھے کسی وجہ سے نمبر تبدیل کرنا پڑا تو اس کی اطلاع میں یا میرا بھائی آپ کو دے دیں گے آپ میری طرف سے بے فکر ہو جائیں میں ان شاء اللہ جلد ہی آپ لوگوں سے آملوں گی۔"
تفصیل کے ساتھ ہی کارڈ بھی ختم ہو گیا' جو بھی تھا احتشام صاحب کے لیے اتنا کافی تھا۔ نبیو خیریت سے ہے ورنہ دنیا کی طرح طرح کی باتوں اور بے بنیاد خدشات نے انہیں کئی عرصہ سے پریشان کر رکھا تھا آج اتنے عرصہ بعد نبیو کی آواز سن کر انہیں دلی سکون حاصل ہوا مگر اس کی آواز سے بھی انہیں احساس ہو گیا تھا کہ وہ پریشان ہے۔
"اللہ میری بچی کی تمام پریشانیاں دور کرے۔" اتنی دور سے وہ صرف دعا ہی تھی جو نبیو کے حق میں بھیج سکتے تھے سو انہوں نے دل کی گہرائیوں سے بھیج دی ویسے ہی اتنے کٹھن حالات میں نبیو کو اپنے حوصلہ کے ساتھ اپنوں کی دعاؤں کی ضرورت تھی۔

☆ ☆ ☆

اپنے ہاتھ میں پکڑے اس سبز پاسپورٹ کو اس نے کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا' کوئی دس بار اندر سے کھول کر اپنی تصویر دیکھی نبیو احتشام جانے کتنی بار اس نام کو دل ہی دل میں دہرایا پھر بھی اسے یقین ہی نہ آیا یہ اس کا اپنا پاسپورٹ ہے جو آج دو ماہ کی خواری کے بعد اس کے ہاتھ میں تھا' جس کے خاطر اس نے پتا نہیں کتنے دھکے کھائے تھے' کیسی کیسی نظروں کا سامنا کیا تھا بے یقینی کی اس کیفیت میں اس نے اپنے ہاتھ پر چٹکی بھی کاٹ کر دیکھ لی یقیناً" یہ پاسپورٹ اس کا اپنا ہی تھا۔
"تم اگر دیس واپس جانا چاہو تو میں ٹکٹ اور ویزا لگوا دوں گا بصورت دیگر تمہیں تمہارا پاسپورٹ بھی نہیں ملے گا اور میں دیکھوں گا بغیر پاسپورٹ کے تم ہمارے ملک میں کس طرح رہ پاؤ گی میں یہاں تمہارا جینا دشوار کر دوں گا۔"

بڑے کروفر کے ساتھ بولے گئے فرعونی الفاظ اس کی سماعت میں تازہ ہو گئے۔
"کاش سکندر حیات آج تم میرے سامنے ہوتے اور میں تمہیں بتا سکتی کہ کس طرح میں نے تمہارے منہ سے نکلتے ہوئے تمہارے الفاظ کو جھوٹ ثابت کر دیا آج میں ابوذر کے ساتھ تمہاری ہی سرزمین پر موجود ہوں اور بالکل صحیح سلامت' تمہارے کمرے کے کسی لاک میں رکھا ہوا میرا پاسپورٹ اب کاغذ کے ایک حقیر ٹکڑے سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

اپنے پاسپورٹ کو مضبوطی سے تھام کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی' باہر گاڑی میں فردوس کے ساتھ شمریز بھی موجود تھا' نبیو نے بنا کوئی بات کیے اپنا پاسپورٹ فردوس کے ہاتھ میں دے دیا' پاسپورٹ کا حصول کامیابی کی طرف بڑھنے والے راستے پر رکھا جانے والا پہلا قدم تھا اسی سوچ سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں بے شک ایک طویل جدوجہد کے بعد وہ سبز پاسپورٹ کی مالک بن چکی تھی اس پاسپورٹ نے اسے پاکستانی ہونے کی شناخت عطا کر دی تھی وہ شناخت جو اس کے لیے باعث فخر تھی ورنہ تو وہ بے نام نشان تھی۔

"پاسپورٹ اچھی طرح اپنے ہینڈ بیگ میں رکھو میں تمہیں اسٹیشن چھوڑ دیتا ہوں تم وہاں سے سیانگ چلی جاؤ کیونکہ مجھے ابھی ایک ضروری کام سے کہیں اور جانا ہے شام کو واپسی میں میں تمہیں عبدالوہاب کے گھر سے پک کر لوں گا' اپنی رقم اور زیور یاد سے لے لینا اب تمہارا پیسہ خرچ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ تمہیں قدم قدم پر پیسوں کی ضرورت پڑے گی اور ہاں اپنے زیور کے ساتھ وہاں سے اکیلی مت نکلنا تم جانتی ہو یہاں نیگرو جگہ جگہ عورتوں کو زدوکوب کر کے لوٹ لیتے ہیں اس لیے فارغ ہوتے ہی میں تمہیں پک کر لوں گا۔" فردوس خان اسے ہدایات اچھی طرح سمجھاتے ہوئے بولا چونکہ آج اس نے ربیعہ کے گھر جانا تھا اس لیے ابوذر اس کے ساتھ ہی تھا' تیس منٹ بعد وہ ربیعہ کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑی کال بیل بجا رہی تھی۔

"کون؟"..... ملائی میں سوال کرتے ہی ربیعہ نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا' پیکنگ کی خوشبو اس کے پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی یہاں پیکنگ کا رواج بہت زیادہ تھا جس کے سبب ربیعہ بھی اچھی خاصی پیکنگ کرنے لگی تھی۔

"آپ کون....." ربیعہ نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑی ملائی عورت کو دیکھا دھوتی' لمبی سی شرٹ سر پر اسکارف بڑے سے چشمہ نے اس کا آدھا چہرہ چھپا رکھا تھا ساتھ ہی ایک تقریباً دو سالہ بچی' کسی سے ملنا ہے وہ پھر بولی۔

"دروازے پر ہی سب سوال کر لوگی یا اندر بھی آنے دوگی۔"

نبیو اسے اپنے سامنے سے ہٹاتی اندر داخل ہو گئی۔

"او میرے خدایا یہ تم ہو مائی گاڈ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔"

ربیعہ نے بمشکل اپنی آواز کو دباتے ہوئے کہا' وہ نبیو کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ لاک کر چکی تھی اگر وہ نبیو کی آواز نہ پہچانتی تو کبھی یقین نہ کرتی کہ سامنے کھڑی ملائی عورت حقیقت میں نبیو ہے۔

"دوبارہ سکندر نے تنگ تو نہیں کیا تم لوگوں کو۔"

نبیو اس سے مل کر اپنا اسکارف اتارتی صوفے پر بیٹھ گئی ربیعہ اس کے لیے جوس لے آئی تھی ابوذر ربیعہ کی بیٹی کے پاس تھا جب اسے سکندر کا خیال آیا جس نے ان دونوں میاں بیوی کو نبیو کے مسئلے میں بہت تنگ کیا تھا۔

"ارے ہاں یاد آیا دو دن قبل ہی اس نے عبدالوہاب کو فون کیا تھا۔" ربیعہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی' نبیو کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔

"کہہ رہا تھا کہ تمہاری اس سے صلح کروادی جائے۔"

"واٹ....." ربیعہ کی بات بالکل ہی غیر متوقع تھی' نبیو سن کر شاک ہی رہ گئی۔

"واٹ نان سینس طلاق کے بعد صلح بہت ہی بے غیرت آدمی ہے۔" نبیو کی سمجھ میں نہ آیا وہ سکندر کے لیے کون سا ایسا لفظ استعمال کرے جو اس کے گھٹیا ذہن کی درست نشاندہی کر سکے۔

"وہ کہتا ہے اس نے تمہیں طلاق ہی نہیں دی۔" ربیعہ ہنستے ہوئے بولی۔

پہلی بات کی طرح یہ بھی بالکل ناقابل برداشت بات تھی' جسے سنتے ہی نبیو ایک دم غصے میں آگئی۔

"پتا نہیں لوگوں نے مذہب کا اس قدر مذاق کیوں بنا رکھا ہے اور تم لوگ تو اچھی طرح جانتے ہو اس الو کے پٹھے نے مجھے ایک ایک ماہ کے وقفہ سے تین طلاقیں دی' جس کے گواہ اس کی ماں' ایدھا' انکل صالح' عمر' روزینہ' ہم' عبدالوہاب سب ہی لوگ ہو میں نے اس کے گھر اپنی عدت کے سوا چار ماہ پورے کیے' اب جب میں اس کے منہ پر جوتا مار کر ابوذر کو لے آئی ہوں تو اسے مجھ سے صلح کرنا یاد آگیا بہت خوب کیا بات ہے۔"

"دراصل وہ یہ سمجھتا ہے کہ تم ہمارے پاس ہو اس لیے عبدالوہاب اور مجھے رام کرنے کے لیے وہ یہ چالیں چل رہا ہے سمجھتا ہے اس طرح ہم تمہیں اس سے ملوا دیں گے یہ اس کی گھٹیا ترین چال ہے جس سے ہم سب بھی واقف ہیں تم خوامخواہ اتنے جوش میں مت آؤ۔" ربیعہ نے پیار سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

اس کا بیان کردہ تجزیہ سو فیصد درست تھا صرف ابوذر کے حصول کے لیے سکندر یہ سب چالیں چل رہا تھا اپنی ان چالوں سے اسے اب کوئی فائدہ پہنچنے والا نہ تھا کیونکہ نبیو اتنی ناسمجھ نہ تھی جو طلاق کے مذہبی تقاضے نہ سمجھتی ہو۔

"دراصل اس نے طلاق مجھے لکھ کر کورٹ کے ذریعے نہیں دی مجھے لگتا تھا وہ یہ گیم اپنی کسی چال میں ضرور کھیلے گا میں جانتی ہوں اگر آج میں ابوذر اس کے حوالے کردوں تو وہ مجھے طلاق کے پیپرز بھی دے دے گا بہرحال مٹی ڈالو سکندر اور اس کی کمینی چالوں پر یہ بتاؤ تم اس وقت میرے ساتھ کے ایل سی سی چل سکتی ہو مجھے شوبھا سے ملنا ہے اور ساتھ ہی ایک آخری بار حماد کو بھی دیکھ لوں پھر پتا نہیں زندگی میں دوبارہ اسے دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔"

"پاگل ہو گئی ہو اگر وہاں تمہیں کسی نے دیکھ لیا تو پولیس کے حوالے کردے گا تمہاری ایف آئی آر درج ہے وہاں کے تھانے میں ہوش کے ناخن لو زیادہ جذباتی مت بنو شوبھا کا نمبر میرے پاس ہے اس سے فون پر رابطہ کرلو اور ہاں کل شفا کا فون آیا تھا وہ عمرہ کرنے گئی ہے تمہارے لیے بہت پریشان تھی میں نے اسے بتا دیا ہے کہ تم خیریت سے ہو یہ نہیں بتایا کہ کس شہر میں ہو بہرحال فردوس خان کے بارے میں بھی بتا دیا ہے ساتھ ہی یہ ہدایت کردی تھی کہ وہ یہ سب کچھ کسی تیسرے شخص سے شیئر نہ کرے۔" ربیعہ نے اسے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا شام میں نیچے فردوس خان آگیا اس کا فون آتے ہی نبیو اٹھ کھڑی ہوئی' ربیعہ نے تمام رقم اور زیور اس کے حوالے کردیا جسے وہ اپنے بیگ میں محفوظ کر چکی تھی' عبدالوہاب بھی گھر آگیا تھا ان دونوں سے ملتے ہوئے وہ آب دیدہ ہو گئی۔

"تم دونوں نے ہر مشکل گھڑی میں میرا ساتھ دیا خدا تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا اور اب دعا کرنا میں خیر خیریت کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں۔" جاتے سے اس نے ربیعہ کے گلے لگتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"ہماری دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔" عبدالوہاب نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا۔

"یہ بہت زیادہ تو نہیں مگر کچھ رقم ہے جو ہو سکتا ہے تمہارے کسی کام آجائے ایک بھائی کی طرف سے تحفہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔"

نبیو نے عبدالوہاب کے ہاتھ میں تھما لفافہ خاموشی سے لے کر اپنے ہینڈ بیگ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا دونوں میاں بیوی اسے نیچے چھوڑنے آئے جہاں فردوس خان پہلے سے موجود تھا اور پھر روڈ کے آخری سرے تک نبیو نے کئی بار پیچھے مڑ کر دیکھا دونوں اپنے اپارٹمنٹ کی عمارت کے باہر روڈ پر کھڑے تھے جب تک گاڑی موڑ نہ مڑ گئی وہ دونوں اسے ہاتھ ہلاتے رہے۔ ربیعہ اور عبدالوہاب اس کے ملائشیا قیام کی چند اچھی یادوں میں سے ایک تھے وہ ان ہی کے خیالوں میں گم تھی جب اسے فردوس خان کی آواز سنائی دی۔

"تمہارا پاسپورٹ تو بن چکا مگر ابوذر کا ابھی باقی ہے اور یقیناً" تمہارے پاس اس کا برتھ سرٹیفکیٹ بھی نہیں ہو گا اور وہ ہے بھی ملائی شہری۔"

گاڑی ہائی وے پر آگئی تھی جب فردوس خان نے اپنے سامنے والا مرر سیٹ کر کے اس پر ایک نظر ڈالی' وہ جو پچھلی سیٹ پر بہت ہی آرام دہ حالت میں بیٹھی تھی فردوس خان کے مخاطب کرتے ہی ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔ ابوذر کے پاسپورٹ کا تو اس نے سوچا بھی نہ تھا وہ تو اپنے پاسپورٹ کو ہی فتح و کامرانی کی نشانی سمجھ بیٹھی تھی ایک دشوار ترین مرحلہ تو ابھی باقی تھا جس کا احساس اسے ابھی ابھی فردوس خان کی زبانی ہوا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرے پاس اس کا کوئی بھی کاغذ نہیں ہے یہاں تک کہ میں کسی کورٹ میں یہ بھی ثابت نہیں کر سکتی کہ وہ میرا سگا بیٹا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"دراصل میں سفارت خانے سے سیدھا اپنے ایک جاننے والے کے پاس گیا تھا' تمہیں نہ سہی مگر مجھے پتا تھا کہ اگلا قدم ابوذر کا پاسپورٹ ہے اس کے بغیر تمہارا ویزا تو لگ جائے گا مگر تمہارے بیٹے کا نہیں میرا یہ جاننے والا پاسپورٹ ایجنٹ ہے میں اس سے ساری بات کر آیا ہوں بغیر برتھ سرٹیفکیٹ کے پاسپورٹ بنانے کی فیس وہ 2000 رنگیٹ لے گا اگر تم افورڈ کر سکتی ہو تو میں اس سے رابطہ کر لوں تاکہ وہ ابوذر کا پاسپورٹ بنوا دے ضرورت ہوئی تو وہ برتھ سرٹیفکیٹ بھی بنوا دے گا۔"

اپنی بات ختم کر کے فردوس خان نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا' اس نے دل ہی دل میں حساب لگایا 2000 رنگیٹ کا مطلب پاکستانی تقریباً" پینتالیس ہزار روپے' اتنی رقم تو ابھی بھی شاید اس کے پرس میں تھی جو اسے احتشام صاحب نے پیسے بھیجے تھے وہ تو اس نے آج تک ریسیو سے لیے بھی نہ تھے' باقی اپنی جمع کردہ رقم وہ اب تک خرچ کر چکی تھی' احتشام صاحب کی بھیجی ہوئی رقم کے علاوہ عبدالوہاب کا دیا ہوا لفافہ بھی اس کے پرس میں ہی تھا اور اگر نہ بھی ہوتا تو بھی وہ اپنا زیور بیچ دیتی کیونکہ اسے واپس تو ہر حال میں جانا تھا اور اس کا کوئی بھی زیور ابوذر سے زیادہ قیمتی نہ تھا۔

"کیا سوچنے لگیں؟" اسے خاموش دیکھ کر فردوس خان نے پھر سے پکارا۔

"کچھ نہیں پیسوں کا حساب لگا رہی تھی آپ اپنے دوست کو فون کر دیں میں اس کی منہ مانگی فیس دوں گی بس وہ کسی بھی طرح مجھے ابوذر کا پاسپورٹ بنوا دے۔"

"ٹھیک ہے ابھی گھر آنے والا ہے تم چل کر کھانا وغیرہ کھاؤ میں اس سے بات کرتا ہوں تاکہ وہ جلد از جلد ہمیں ابوذر کا پاسپورٹ بنوا دے میں چاہتا ہوں جتنی جلدی ممکن ہو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے اور یہ ہی ہم سب کے لیے بہتر ہے۔"

گاڑی فردوس خان کے گھر کے سامنے رک گئی' اندر جاتے ہی اس نے پرس سے بیس ہزار رنگیٹ نکال کر اسے اپنے اٹیچی کیس میں رکھ کر لاک کر دیا کیونکہ اس پرس میں نہ صرف رقم بلکہ کل زیور بھی تھا جو جانے کس کس جگہ اس کے کام آنے والا تھا بیس ہزار رنگیٹ لے کر وہ فردوس خان کے پاس پہنچ گئی جو کھانا کھانے کے بعد کسی سے فون پر مصروف گفتگو تھا وہ وہیں قریب رکھی کرسی پر بیٹھ کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

"یہ آپ کی مطلوبہ رقم۔" اس کے فون بند کرتے ہی نبیو نے رقم کا لفافہ اس کی سمت بڑھایا۔

"گن لیں پورے بیس ہزار ہیں پلیز اپنے دوست سے کہیں جیسے بھی ہو جلد از جلد میرا کام کر دے تاکہ ہم یہاں سے نکل سکیں۔" وہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"میری بات ہو گئی ہے تم کل صبح تیار رہنا فراز اور شہریز تمہیں ملائیشین ایمبیسی لے جائیں گے جہاں سے ابوذر کا پاسپورٹ بننا ہے۔"

"ملائیشین ایمبیسی۔" وہ خوف زدہ ہو گئی۔

"اگر وہاں کسی نے مجھے پکڑ لیا تو....."

کوئی نہیں پکڑے گا۔ ایسے کیس روز جانے کتنے ہوتے ہیں ایمبیسی والوں کا کیا لینا دینا بہرحال تمہارا بیٹا یہاں کا شہری ہے اس کا پاسپورٹ بھی اسی ملک سے جاری ہو گا کل تمہارے ساتھ اس کا جانا بھی ضروری ہے اسے لڑکوں والے کپڑے پہنا لینا اور یاد سے جاتے ہوئے اس کے بال بھی چھوٹے کروا دینا تاکہ وہ لڑکا نظر آئے ان دونوں کے علاوہ میرا ایک دوست بھی تم لوگوں کے ساتھ ہو گا میں خود پارکنگ میں موجود رہوں گا کسی بھی خطرے کو محسوس کرتے ہی وہاں سے نکل آنا اس کے آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

فردوس خان نے تمام باتیں اسے تفصیل سے سمجھا دیں۔

"اب تم جاؤ جا کر آرام کرو اور صبح ٹائم پر ہی اٹھ جانا تم یہاں سے فراز اور شمریز کے ساتھ نکل جانا میں اپنے ایک دوست کے ساتھ تم سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤں گا پارکنگ میں موجود رہوں گا تاکہ خدانا خواستہ اگر کوئی خطرے والی بات ہو تو تمہیں وہاں سے نکالنا آسان رہے اور ہاں وہ پاسپورٹ ایجنٹ بھی تمہیں مل جائے گا' اس نے اپنا مرتب کردہ پروگرام اسے اچھی طرح سمجھا دیا۔

فردوس خان کی دی ہوئی اتنی تسلی کے باوجود وہ ساری رات خوف زدہ رہی خوف کے سبب وہ سو بھی نہ پائی فجر کی نماز پڑھتے ہی تیار ہو کر شمریز اور فراز کا انتظار کرنے لگی ابوذر کو اس نے سوتے میں ہی تیار کر دیا تھا اب وہ فراز اور شمریز کے انتظار میں ایک ایک پل گن گن کر گزار رہی تھی' 9 بجے شمریز گاڑی لے کر پہنچ گیا پچھلی سیٹ پر فراز کے ساتھ ایک اجنبی شخص موجود تھا جسے اس نے آج پہلی بار دیکھا تھا وہ خاموشی سے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر شمریز کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی' راستہ میں وہ تینوں آپس میں کچھ اپنی ہی باتیں کرتے رہے جس پر نبیو نے کوئی دھیان نہ دیا اس وقت وہ مکمل طور پر ٹینشن میں تھی اور دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی کچھ دیر بعد گاڑی رک گئی اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا بالکل سامنے ملائیشین ایمبیسی کی پر شکوہ عمارت کھڑی تھی۔

"تم اندر چلو ہم تینوں تمہارے ساتھ ہی ہوں گے اگر کہیں خطرہ محسوس کرو تو فوراً" وہاں سے نکلنے کی کرنا۔" شمریز نے عمارت کے اندر داخل ہونے سے قبل اسے ہدایت کی اس نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا اس کا حلق خشک ہو گیا کچھ بولا ہی نہ گیا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئی' شمریز اور اس کا دوست کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اس کے ساتھ تھے جبکہ فراز جانے کہاں تھا' گیٹ کے قریب ہی جینز ٹی شرٹ میں چھوٹی چھوٹی داڑھی والا نوجوان کھڑا تھا' جو انہیں دیکھتے ہی تیزی سے ان کی جانب لپکا غالباً" وہ ہی پاسپورٹ ایجنٹ تھا اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر نبیو رک گئی۔

"نبیو احتشام۔" وہ اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا نبیو نے صرف اثبات میں سر ہلا کر اس کے اندازے کی تصدیق کی' اس کے رکتے ہی شمریز بھی اپنی جگہ تھم گیا۔

"آج تمہارے بچے کا یہاں آنا بہت ضروری تھا کیونکہ اس کی تصویر چاہیے تھی ایک دفعہ تم سب کام کروا جاؤ پھر تمہیں دوبارہ نہیں آنا پڑے گا' آگے کے سب کام میں خود ہی کر لوں گا صرف اس کی تصویر کا مسئلہ تھا جس کے لیے تمہیں آنا پڑا مکمل اعتماد کے ساتھ کاؤنٹر پر جاؤ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اوکے" "اوکے" وہ آہستہ سے کہہ کر دھڑکتے دل کے ساتھ کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے اپنے بیٹے کا پاسپورٹ بنوانا ہے۔" کاؤنٹر پر موجود نوجوان سے اس نے ملائی زبان میں اپنا مدعا بیان کیا راستے میں آتے ہوئے وہ ابوذر کے بال بھی چھوٹے کروا لائی تھی نوجوان نے بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے اس کے ہاتھ میں نمبر کا ٹوکن تھما دیا جسے لے کر وہ اندر انتظار گاہ میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر جا بیٹھی' شمریز یا فراز دونوں میں سے کوئی بھی اس کے آس پاس موجود نہ تھا جانے کہاں تھے تقریباً" پندرہ منٹ بعد اس کا نمبر کال ہوا' وہ

جلدی سے اٹھی اور نمبر کال کرنے والی لڑکی کے کاؤنٹر کے قریب جا پہنچی' لڑکی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کس کا پاسپورٹ بنوانا ہے؟" اس کا یہ سوال ملائی میں ہی تھا وہاں کہیں انگلش نہیں بولی جاتی تھی۔

"اپنے بیٹے کا۔" نبیو نے ابوذر کو اس کے سامنے کر دیا۔

"اوکے ابھی جا کر سامنے سے اس کی ایک تصویر بنوا لاؤ۔" لڑکی کی ہدایت سنتے ہی اس نے کاؤنٹر چھوڑ دیا اور تیزی سے باہر کی جانب چل دی۔

"کیا ہوا؟" باہر نکلتے ہی جانے کہاں سے شمریز یک دم اس کے سامنے آ گیا۔

"کچھ نہیں ابوذر کی تصویر بنوانے جا رہی ہوں۔" وہ سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ گئی' کچھ ہی دیر بعد وہ تصویر بنوا کر واپس پہلے کاؤنٹر پر آ گئی جہاں موجود لڑکی کمپیوٹر پر مصروف تھی۔

"تصویر۔" اس نے نبیو کی طرف دیکھ کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا' نبیو نے تصویر تھما دی۔

"بچے کا نام۔" اس کی انگلیاں کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔

"ابوذر۔" نبیو نے حلق سے تھوک نگلا' غالباً لڑکی ابوذر کا کمپیوٹرائزڈ ڈیٹا چیک کر رہی تھی۔

"باپ کا نام۔" ظاہر ہے یہ سوال تو پوچھا جانا تھا۔

"سکندر حیات۔" جواب دیتے ہوئے نبیو کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا۔

"ماں کا نام۔" لڑکی مسلسل کمپیوٹر پر مصروف تھی۔

"نبیو احتشام۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"برتھ سرٹیفکیٹ۔" بالآخر لڑکی نے وہ سوال بھی کر دیا جس سے نبیو خوف زدہ تھیں۔

"اوہ وہ تو میں بھول آئی۔" پرس میں ہاتھ ڈال کر چیک کرنے کے بعد اس نے فردوس خان کی ہدایت کے مطابق جواب دیا۔

"ضروری ہے تو کل لیتی آؤں گی۔" لڑکی بنا کوئی جواب دیے کمپیوٹر پر مصروف رہی۔

کچھ سیکنڈ بعد اس نے اپنا سر اٹھا کر نبیو کے چہرے پر ایک نظر ڈالی جانے اس نظر میں کیا تھا جس نے نبیو کو تھوڑا سا خوف زدہ کر دیا' لڑکی نے پاس رکھے فون سے کوئی نمبر ملایا اور صرف ایک سیکنڈ کوئی بات کی جو نبیو سن نہ سکی' وہ یہ سب کام بظاہر لاپرواہی سے کر رہی تھی مگر اس کی ہر حرکت نبیو کو کچھ غلط ہونے کا احساس دلا رہی تھی اس کی چھٹی حس اسے خطرے کا سگنل دے رہی تھی۔

اسے محسوس ہوا جیسے کچھ ہونے والا ہے وہ تھوڑی سی الرٹ ہو گئی یہاں وہاں نظر دوڑائی شمریز انتظار گاہ میں ہی موجود تھا اس کی تھوڑی سی تسلی ہو گئی لڑکی کے فون رکھتے ہی' کچھ سیکنڈ میں ہی کمرے میں دو' تین افراد داخل ہوئے اور تیزی سے چلتے ہوئے سیدھے اسی کاؤنٹر پر چلے آئے جہاں نبیو پہلے سے موجود تھی' اسے اپنے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں صاف سنائی دے رہی تھیں یقیناً" وہ پھنس چکی تھی ان دونوں مردوں کے چہرے پر چھائی گرمجوشی نے اس کی سانس بند کر دی' رفتہ رفتہ اس کے پاؤں تلے سے زمین سرک رہی تھی وہ سمجھ گئی کچھ دیر قبل کاؤنٹر پر موجود لڑکی کی کال کے نتیجہ میں ہی یہ مرد کمرے میں داخل ہوئے ہیں۔

ان کے تیور دیکھتے ہی نبیو کو احساس ہوا کچھ غلط ہو گیا ہے وہ دونوں افراد کاؤنٹر کے دوسری جانب چلے گئے لڑکی کے ہاتھ سے تصویر لے کر کمپیوٹر سے دو تین بار چیک کیا ساتھ ہی ساتھ وہ آپس میں کچھ ڈسکس بھی کر رہے تھے۔

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟" ان میں سے ایک مرد سیدھا ہوا اور ڈائریکٹ نبیو سے سوال کیا وہ اس اچانک

سوال کے لیے تیار نہ تھی فوراً ہی گھبرا گئی۔
"میرے پاس کیوں؟" اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے اس نے جواب دیا۔
"تمہارے خلاف کوئی پولیس وارنٹ نکلے ہیں کیا؟"
دوسرے مرد نے کمپیوٹر سے نگاہیں ہٹا کر اس سے سوال کیا۔
"تمہارا کوئی پولیس کیس بھی چل رہا ہے نبیہ واحتشام زوجہ سکندر حیات۔" ابوذر کے ساتھ ساتھ یقیناً اس کا ریکارڈ بھی چیک کیا گیا تھا اب مزید کوئی بات کرنا بے کار تھی۔
"تمہارے بیٹے کے برتھ سرٹیفکیٹ کی سیریل بلاک ہے اس کا پاسپورٹ نہیں بن سکتا۔" اب اس کے لیے وہاں کھڑا رہنا اپنی موت کو آپ دعوت دینے کے مترادف تھا وہ پیچھے کی طرف پلٹی شمریز اس کے عین پیچھے تھا۔
"مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے جو کچھ پوچھنا ہے ان سے پوچھو یہ میرے ساتھ ہیں۔" بدحواسی میں کہتی ہوئی وہ باہر کی جانب بھاگی۔
اور تیز تیز سیڑھیاں اترتی پارکنگ میں داخل ہو گئی' فردوس خان گاڑی اسٹارٹ کر کے اندر ہی بیٹھا تھا اسے گھبراہٹ میں آتا دیکھ کر اس نے پچھلا دروازہ کھول دیا وہ تیزی سے اندر جا گری خوف کے مارے اس کی آواز بند ہو گئی۔
"یہاں سے نکلو فوراً۔" وہ حلق کے بل چلائی اسے خطرہ تھا کہیں اس کے پیچھے پولیس نہ آجائے' گاڑی ایک جھٹکے سے مین روڈ پر آگئی غالباً" فردوس خان اور اس کے ساتھی ایسی کسی بھی صورت حال سے نبٹنا جانتے تھے' اسے ابھی بھی خطرہ تھا کہیں پولیس ان کا پیچھا نہ کر رہی ہو فردوس خان مختلف راستوں سے گاڑی گزارتا بالآخر گھر پہنچ گیا سارے راستے پولیس کا خوف ان کے ساتھ رہا مگر ایسا کچھ نہ ہوا نبیہ نے راستے میں ہی فردوس کو ساری بات بتا دی وہ شمریز کے لیے بھی پریشان تھی۔
"تم شمریز کی فکر نہ کرو ان شاء اللہ وہ خیریت کے ساتھ وہاں سے نکل آئے گا اس کے ساتھ میرا دوست ملک نواز بھی ہے اس کی کافی جان پہچان ہے سفارت خانے میں اصل مسئلہ تمہارا اور تمہارے بچے کا تھا تم خیریت کے ساتھ وہاں سے نکل آئی ہو اب کوئی اور مسئلہ ہمارے لیے اتنا بڑا نہیں ہے۔" فردوس خان کی بات درست ثابت ہوئی گھر پہنچنے کے ایک گھنٹہ تک شمریز اور فراز بھی آگئے اس ایک گھنٹہ میں فردوس خان مسلسل اپنے فون پر مصروف رہا وہ کسی شخص کو تلاش کر رہا تھا ان کے آتے ہی نبیہ جاننا چاہتی تھی کہ شمریز وہاں سے کس طرح نکلا۔
"پانچ منٹ تک میں ان دونوں کو یہ تاثر دیتا رہا جیسے تم میرے ساتھ ہو پھر وہاں ملک صاحب آگئے انہوں نے بتایا کہ میں پاکستان سے کچھ دن قبل آیا ہوں اور مجھے ملائی بالکل بھی سمجھ نہیں آتی آج بھی میں ان کے بیٹے کے ویزے کے سلسلے میں ملک صاحب کے ساتھ ہی ایمبیسی آیا تھا اب جانے وہ انجان لڑکی میرا نام لے کر مجھے وہاں کیوں پھنسا گئی وغیرہ وغیرہ یہ سب سنتے ہی دونوں آفیسرز نے مجھ سے معذرت کی اور تمہاری تلاش میں اپنے بندے دوڑا دیے میں جانتا تھا اتنے ٹائم میں تم لوگ وہاں سے کافی آگے نکل چکے ہو گے۔" شمریز نے اس کے وہاں سے نکلنے کے بعد کے واقعات تمام جزئیات کے ساتھ بیان کر دیے' فردوس خان فون بند کر کے شمریز کی جانب متوجہ ہوا۔
"یہ یہاں سے قانونی طور پر نہیں نکل سکتی۔"
"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا اس سلسلے میں کاشف سے بات کر لیں مگر آپ ہی نہ مانے۔"
"ہاں تم نے ٹھیک کہا تھا مگر نہ صرف یہ خود تمہا نوجوان اور ایک خوب صورت لڑکی ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی ہے ان ہی حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے کوشش کی تھی یہ بنا کسی دشواری کے آسانی کے ساتھ یہاں

سے نکل جائے مگر میری یہ کوشش چونکہ ناکام ہو چکی ہے اس لیے اب مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا جو ہے تو غیر قانونی اور مشکل مگر اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں ہے۔"

نبیو کو مسلسل نظر انداز کیے وہ دونوں آپس میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔

"اور چونکہ یہ کام کاشف سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا اسی لیے میں اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جیسے ہی میری اس سے بات ہوا اگلا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ وہ صبح چھ بجے سے جاگی ہوئی تھی سوائے ناشتے میں دو بریڈ کے سلائس اور ایک کپ چائے کے اس نے اب تک کچھ نہ کھایا تھا مگر خوف اور ذہنی پریشانی نے اس کی بھوک و پیاس کو یکسر ختم کر دیا تھا البتہ ابوذر مسلسل ریں ریں کر رہا تھا جس کا صاف مطلب تھا کہ اسے بھوک لگی ہے' فردوس خان نے اپنی مصروفیت کے باوجود ابوذر کے اس مسلسل آہستہ آواز میں رونے کو محسوس کر لیا۔

"تم باہر جا کر کھانا وغیرہ کھاؤ اور اسے سلا دو۔" اس کا اشارہ ابوذر کی طرف تھا' نبیو فردوس خان کی بات سنتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی' ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ اسے پیچھے سے فردوس نے پکارا۔

"اور تم کھانا کھاتے ہی کمرے میں واپس آؤ تمہارا جو کچھ کرنا ہے اب جلد از جلد کرنا ہے ایسا نہ ہو پولیس تمہیں تلاش کرتی یہاں تک آجائے حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے پھر بھی احتیاط بہت ضروری ہے ویسے بھی اب مزید دیر تمہارے سارے راستہ بند کر دے گی۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئی' ابوذر کو کھانا کھلا کر سلاتے ہی وہ واپس اسی کمرے میں آئی جہاں فردوس خان اور شمریز موجود تھے وہ کرسی پر جا کر بیٹھی ہی تھی کہ فردوس خان کا فون بج اٹھا۔

پاک سرزمین شاد باد۔" قومی ترانے کی خوب صورت دھن کمرے میں پھیل گئی۔

"السلام علیکم۔" فردوس خان فون پر ہمیشہ سلام ہی کرتا تھا۔

دوسری طرف جو بھی تھا اس کی آواز سنتے ہی فردوس خان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا کچھ دیر بات کر کے اس نے فون بند کر دیا اس کی یک طرفہ گفتگو سے نبیو اندازہ لگا چکی تھی دوسری جانب یقیناً" کاشف تھا جس کا ذکر ابھی کچھ دیر قبل ہی فردوس خان نے کیا تھا اور جس سے وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور بالآخر اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔

"اتفاق کی بات دیکھو کاشف آج ہی تھائی لینڈ واپس جا رہا ہے وہ پچھلے تین دنوں سے ملائشیا میں ہے اب وہ سنبھون کے باہر کسی ہوٹل میں ہے جہاں ہمیں دس منٹ تک اس کے تمام کاغذات پہنچانے ہوں گے' دس منٹ بعد وہ تھائی لینڈ کے لیے نکل جائے گا پھر یا تو کاغذات وہاں جا کر دینے ہوں گے یا پھر انتظار کرنا ہوگا کہ وہ دوبارہ ملائشیا کب آئے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم یہ کاغذات اسے آج اور ابھی پہنچا دیں۔" بات کرتے کرتے وہ اٹھ کھڑا ہوا شمریز بھی اس کی تقلید میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا نبیو کا پاسپورٹ فردوس خان کے پاس ہی تھا۔

"کاشف کا کہنا ہے کہ ہمارا کام ہو جائے گا اس سلسلے میں ویزے کی فیس بائیس سو رنگیٹ اور کرایہ 2000 ہو گا اور یہ رقم وہ کام کرنے کے بعد ہم سے لے گا۔" یہ تفصیل اس نے نبیو کو بتائی تاکہ وہ رقم کا انتظام کر سکے فردوس خان کی بتائی ہوئی رقم اس کی اور ابوذر کی زندگی سے زیادہ قیمتی نہ تھی اس کے ہامی بھرتے ہی فردوس خان اور شمریز تیزی سے گاڑی نکالتے کاشف سے ملنے اس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گئے اس دوران وہ مسلسل دعا کرتی رہی کہ کاشف انہیں مل جائے کیونکہ اس کی تھائی لینڈ واپسی کی صورت میں اس کا کام مزید لیٹ ہو جاتا جو وہ بالکل نہ چاہتی تھی اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی کاشف اور فردوس خان کی ملاقات ہو گئی وہ نبیو کا پاسپورٹ اس کے حوالے کر آیا اب ان سب کو انتظار تھا کاشف کے فون کا جس کے ذریعے انہیں پتا چلتا کہ نبیو کا کام کہاں تک پہنچا اور اسے ملائشیا سے کب نکلنا تھا۔"

☆ ☆ ☆

نبیو نے جب سے احتشام صاحب کو اپنا نمبر دیا تھا وہ ہفتے میں ایک بار اس سے بات کر لیتے تھے صرف چند سیکنڈ کی گفتگو میں میں وہ انہیں اپنی خیریت ہی سے آگاہ کرتی اس کے علاوہ وہ کہاں ہے؟ کس حالات میں گھری ہوئی ہے؟ پاکستان کب تک واپس پہنچے گی؟ ان میں سے کسی بھی سوال کا جواب ابھی تک انہیں نہ ملا تھا یہ گفتگو بھی ان کی صرف دو بار ہی ہوئی تھی تیسری بار فون کرنے پر اس کا نمبر آف ملا احتشام صاحب گھبرا گئے' وقفہ وقفہ سے انہوں نے کئی بار نمبر ملایا مگر دوسری طرف شاید آنسرنگ مشین لگی تھی' تین چار بیل جانے کے بعد ہی کمپیوٹر آپریٹر ملائی زبان میں کچھ کہنے لگی آخر کار احتشام صاحب تھک گئے' آفس میں بیٹھنا ان کے لیے مشکل ہو گیا وہ سارا کام امان کے حوالے کر کے گھر چلے آئے وہ سخت پریشانی میں مبتلا تھے اور اپنی اس پریشانی کو وہ کسی سے بیان بھی نہ کر سکتے تھے یہاں تک کہ ردا سے بھی نہیں' دو دن اسی پریشانی میں گزرے جب تیسرے دن انہیں کسی انجان نمبر سے ایک پیغام موصول ہوا یہ پیغام ان کے سیل فون پر آیا تھا۔

"نبیو بحفاظت تھائی لینڈ پہنچ گئی ہے وہاں سے وہ جلد ہی پاکستان پہنچ جائے گی آپ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ دعا کریں اس وقت اسے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔" نیچے فردوس خان کا نام اور نبیو کا نیا نمبر بھی درج تھا' جس کا کوڈ پہلے والے سے مختلف تھا احتشام صاحب سمجھ گئے اس کی پرانی سم تھائی لینڈ کی حدود میں داخل ہوتے ہی بے کار ہو گئی تھی اس لیے ہی اس کا فون بند تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنے کے ساتھ ہی اپنی بیٹی کے بحفاظت گھر پہنچنے کی دعا دل کی گہرائیوں سے کی۔

☆ ☆ ☆

نبیو فردوس خان کے ساتھ جا کر اپنی گولڈ کی چوڑیاں اور سونے کا ایک عدد سیٹ بیچ آئی' اسے تقریباً 5000 رنگیٹ کاشف کو دینا تھے اس کے علاوہ ابھی اس نے فردوس خان کی فیس کا ایک روپیہ بھی ادا نہ کیا تھا یہ رقم بھی تھائی لینڈ پہنچ کر اس نے فردوس خان کو دینا تھی تھائی لینڈ میں بھی اسے کافی رقم کی ضرورت پڑ سکتی تھی جس کی بنا پر اس نے اپنا زیور بیچنے کا فیصلہ کیا کاشف کے تھائی لینڈ جانے کے تیسرے دن اس کا فون آ گیا ان تین دنوں کا ایک ایک پل نبیو نے جس طرح امید و نا امیدی کے درمیان لٹک کر گزارا وہ ہی جانتی تھی کاشف کے فون نے اس کے جسم میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔

"تم لڑکی کو لے کر فوراً" تھائی لینڈ پہنچو اس کے ویزے کا کام ہو گیا ہے۔" کاشف کی بات سن کر فردوس خان تھوڑا سا پریشان ہو گیا' فون بند کرنے کے بعد وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے شمریز کو فون کر کے فوراً" اپنے گھر پہنچنے کی ہدایت کی' اس کے بعد وہ کچن میں مصروف نبیو کے پاس آیا۔

"سب کام چھوڑو اپنا سامان پیک کر لو اپنی تمام رقم ہینڈ بیگ میں رکھ لو ہمیں ابھی کچھ دیر میں یہاں سے تھائی لینڈ کے لیے نکلنا ہے تمہارا ویزا لگ گیا ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی نبیو کے اندر توانائی سی بھر گئی وہ جلدی سے اس کمرے میں گئی جہاں اس کا سامان رکھا تھا اپنے سامان کی پیکنگ کرتے ہوئے کافی ایسی چیزیں جو اس کے استعمال میں نہ تھیں اس نے زرین اور اس کی بچیوں کو دے دیں مختلف این جی اوز کے دیے ہوئے بے تحاشا گفٹ پیک اس کے پاس جوں کے توں رکھے تھے اس نے وہ سب بھی زرین کے حوالے کر دیے اس کے واپسی کی خبر نے زرین کو اداس کر دیا تھا آخر اس نے ڈھائی ماہ کا عرصہ اس گھر کے مکینوں کے ساتھ گزارا تھا جنہوں نے اسے بغیر کسی رشتہ ناتے کے سگی بہن کا مان دیا جہاں اپنے گھر اپنے دیس اور اپنے پیاروں کے پاس واپس پہنچنے کی خوشی وہ محسوس کر رہی تھی وہاں بہت کچھ کھونے کا دکھ بھی اس

کے ساتھ تھا۔

حماد کی یاد آنسو بن کر اس کی آنکھ سے بہہ نکلی' زرین ایک ماں تھی اس کا دکھ بنا کہے ہی جان گئی اسے گلے لگا کر تسلی دی اس لمحہ اسے ربیعہ' عبدالوہاب' شوبھا' آنٹی لوبا' ہستی غرض ہر وہ شخص یاد آیا جن سے اس کا کوئی نہ کوئی واسطہ رہا تھا یہاں تک کہ اسے مایا بھی یاد آئی جو اس کے پیچھے جانے کتنا عرصہ WAO آکر خوار ہوتی رہی اس کا کہنا تھا "تمہارے پیپرز تیار ہو گئے ہیں تم میرے ساتھ چلو میں تمہیں تمہارے دیس بھیج دوں گی۔" مگر اس عورت کی تمام حقیقت نبیو جان چکی تھی۔

اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا جس کی بدولت اس کا یہاں تک کا سفر آسان ہوا تھا زرین نے بھی اسے ایک جوڑا گفٹ کیا جو اس نے اپنے سامان کے ساتھ پیک کر لیا فردوس خان باہر گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا وہ سب سے مل کر باہر نکلی اگلی سیٹ پر فردوس اور شمریز دونوں تھے' ملائشیا سے تھائی لینڈ کا سفر خاصا طویل تھا جس کے بارے میں اسے زرین نے بتایا تھا بقول اس کے یہاں سے تھائی لینڈ بارہ یا تیرہ گھنٹے کی مسافت پر تھا اس بنا پر اس نے ابوذر کے کھانے کا کچھ سامان اپنے ساتھ رکھ لیا اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ ہو گئی بے اختیار اس نے اپنے موبائل فون پر ٹائم چیک کیا شام کے تقریباً" پانچ بجے تھے اگر زرین کی کہی ہوئی بات درست تھی تو اسے آج کی ساری رات دو مردوں کے ساتھ تنہا سفر کرنا تھا وہ دو مرد جو اسے اپنی بہن مانتے تھے مگر پھر بھی وہ دل ہی دل میں خوف زدہ ہو گئی شیطان کہیں بھی' کسی بھی جگہ آسکتا ہے اس سوچ نے اس کے حواس مکمل طور پر بحال کر دیے اور وہ خاصی الرٹ ہو کر بیٹھ گئی فردوس شمریز سے کچھ کہہ رہا تھا وہ گاڑی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے میں مصروف تھی جب اسے شمریز نے پکارا۔

"نبیو جانتی ہو فردوس بھائی کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ گردن موڑ کر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔" ظاہر ہے نبیو نے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو نہ سنی تھی۔

"یہ ڈرا رہے ہیں کہیں تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ جب کہ میرا کہنا یہ ہے کہ مصیبتیں تم جیسی بہادر اور دلیر عورتوں کے لیے نہیں ہوتیں اس کا عملی مظاہرہ میں اس دن سفارت خانے میں دیکھ چکا ہوں تمہاری جگہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو ضرور اسی دن دھر لی جاتی مگر تم جس کمال ہوشیاری سے وہاں سے نکلی تھیں وہ قابل تحسین ہے اب بتاؤ فردوس بھائی کو میں درست کہہ رہا ہوں یا ان کا خدشہ صحیح ہے۔"

ظاہر ہے وہ درست کہہ رہا تھا مگر فردوس خان کا خدشہ بھی اپنی جگہ صحیح تھا وہ بنا کوئی جواب دیے مسکرا دی شمریز اور فردوس پھر سے گفتگو میں مصروف ہو گئے ابوذر چپس کھا کر اس کی گود میں ہی سو گیا وہ کھڑکی سے سر ٹکائے باہر بھاگتے دوڑتے نظارے دیکھ رہی تھی لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتی گاڑی کے ساتھ باہر اندھیرا اترتا آرہا تھا رنگ و روشنی کا سیلاب چاروں طرف امڈا پڑا تھا' سائن بورڈ جل اٹھے تھے باہر زندگی کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں آہستہ آہستہ یہ ساری رونقیں پیچھے رہ گئیں اب کہیں کہیں ٹمٹماتی روشنی دکھائی دے رہی تھی غالباً" رات بہت زیادہ ہو چکی تھی یا وہ شہر کی حدود سے باہر نکل آئے تھے' اس نے کھڑکی کا شیشہ ہٹا کر باہر جھانکنے کی کوشش کی شاید اس وقت وہ کسی ہائی وے پر سفر کر رہے تھے اب گاڑی میں بھی مکمل سناٹا طاری ہو چکا تھا شمریز سو گیا تھا فردوس خان نہایت خاموشی سے سامنے دیکھتا ہوا ڈرائیو کر رہا تھا نیند تو اسے بھی آرہی تھی مگر رات کی تاریکی سانپ کی طرح کنڈلی مارے اس کے دل میں بیٹھ گئی رات کی اس تنہائی کے خوف نے اس کی آنکھوں سے نیند کو یکسر اڑا دیا تھا اسے فردوس خان اور شمریز کی شرافت پر کوئی شک نہ تھا گزرتے وقت نے اسے بہت محتاط کر دیا تھا اور سکندر جیسے رشتوں نے مردوں سے اس کا اعتبار ختم کر دیا تھا' اس نے اپنے مفاد کی خاطر رنگ بدلتے مرد جگہ جگہ دیکھے تھے مگر پھر بھی دنیا میں عبدالوہاب اور فردوس خان جیسے لوگ بھی موجود تھے اور شاید اسی لیے دنیا ابھی تک باقی تھی ورنہ کب کی فنا ہو چکی

ہوتی۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی وہ اپنی سوچوں کے سمندر سے ابھر کر باہر نکل آئی کھڑکی سے جھانکا سامنے ایک چھوٹا سا ڈھابے نما ہوٹل تھا' ہوٹل کے باہر رکھی کرسیوں پر لمبے لمبے بالوں والے دو نوجوان بیٹھے گٹار بجا رہے تھے ان میں سے غالباً ایک لڑکی تھی جب اس نے گٹار کی دھن پر کسی اجنبی آواز میں گانا شروع کیا تو نبیو کو پتا چلا ورنہ ان دونوں کے حلیے میں اس قدر مماثلت تھی کہ فرق کرنا مشکل تھا گاڑی کے رکتے ہی شمریز بھی جاگ گیا' دونوں گاڑی سے باہر نکل کر ہوٹل کی طرف بڑھ گئے نبیو گاڑی میں بالکل تنہا رہ گئی کچھ ہی دیر میں شمریز واپس آیا اس کے ہاتھ میں کھانے کی ایک پلیٹ اور کوک کا ٹن تھا جو اس نے کھڑکی سے ہی نبیو کی سمت بڑھایا تھوڑے سے سفید چاول' چنے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور لال مرچوں کی چٹنی اس نے شمریز کے ہاتھ سے پلیٹ تھام لی۔

"دراصل میں اور فردوس بھائی جب بھی تھائی لینڈ جاتے ہیں اسی ہوٹل سے کھانا کھاتے ہیں جس کی وجہ حلال کھانا ہے ہمیں اس ہوٹل پر پرانا اعتبار ہے یہاں مسلمانوں کے لیے حلال غذا کا انتظام ہوتا ہے اس کے علاوہ دیگر ہوٹل نیگروز چلا رہے ہیں' کہیں کچھ انڈین بھی ہیں' کچھ تھائی بھی پورے ہائی وے پر یہ واحد ہوٹل ہے جسے ایک مسلمان پاکستانی چلا رہا ہے' آج اتفاق کی بات ہے کھانا تقریباً سارا ہی ختم ہو گیا ہے بس تھوڑا بہت جو کچھ تھا اس نے ہمیں دے دیا اب ظاہر ہے اس سے ہی گزارا کرنا ہو گا۔"

شمریز نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اسے تمام تفصیل سے آگاہ کیا۔

"کوئی بات نہیں شمریز بھائی میرے لیے یہ بھی بہت زیادہ ہے۔"

اور یہ سچ بھی تھا اس صورت حال میں کھانا اس کے حلق سے اترنا ناممکن نہیں تو خاصا مشکل امر ضرور تھا' تھوڑا تھوڑا کر کے کھانا زہر مار کرنے لگی شمریز واپس چلا گیا اس نے ایک بار پھر کھڑکی سے جھانکا وہ دونوں سامنے بیٹھے ہوئے جوڑے کے گانوں سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے' فردوس خان کی فرمائش پر وہ لڑکی کوئی گانا گا رہی تھی جس کے بول فاصلے کے سبب نبیو کو سنائی نہ دے رہے تھے گانے کے اختتام پر فردوس خان نے نہ صرف تالیاں بجا کر اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ کچھ نقد رقم بھی جیب سے نکال کر اسے دی' تھوڑی دیر میں ہی وہ دونوں واپس آ گئے شمریز کے ہاتھ میں اس کے لیے پلاسٹک کا پیپر مگ تھا جسے اس نے شکریہ کے ساتھ تھام لیا اسے واقعی اس وقت شدت سے کافی کی طلب ہو رہی تھی' اب ڈرائیونگ سیٹ شمریز نے سنبھال لی فردوس اپنی سیٹ کو آرام دہ حالت میں کر کے نیم دراز ہو گیا گاڑی کا سفر ایک بار پھر شروع ہوا وہ بیٹھے بیٹھے تھک سی گئی مگر پھر بھی لیٹنا نہ چاہتی تھی نیند کو اپنی آنکھوں سے بھگانے کے لیے اس نے پرس کی زپ کھول کر اندر کپڑے میں لپٹی چھوٹی سی یٰسین شریف نکال لی وہ گھر سے باوضو نکلی تھی اس لیے بغیر کسی قباحت کے خاموشی سے یٰسین شریف پڑھنے لگی تھوڑی دیر میں ہی صبح کی سپیدی دور سے نمودار ہونے لگی شاید دن نکل رہا تھا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے؟" اس نے شمریز کو مخاطب کیا۔

"پانچ بجنے والے ہیں بس اب ہم کچھ ہی دیر میں ترنگانو پہنچ جائیں گے وہ تھائی لینڈ کی اسٹارٹ اور ملائشیا کی اختتامی حد ہے یوں سمجھ لو ترنگانو ملائشیا اور تھائی لینڈ کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے اور یہ دونوں بھی ملکوں کا باڈر بھی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔" وہ شمریز کی بات سمجھ گئی ترنگانو وہ سرحدی مقام تھا جس کے بعد تھائی لینڈ شروع ہو جاتا ہے۔

پندرہ منٹ بعد گاڑی ترنگانو کی حدود میں داخل ہو گئی' فردوس خان بھی بے دار ہو گیا اپنے پاس موجود پانی کی بوتل سے اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور قلی کی ترنگانو داخل ہونے کے کچھ دیر بعد ہی گاڑی رک گئی سامنے ایک ہوٹل تھا شمریز اور فردوس خان کے باہر نکلتے ہی وہ بھی باہر آ گئی شمریز اس کا سامان نکال رہا تھا اس نے

پلٹ کر ایک نظر اس دور جاتی سڑک پر ڈالی جو ملائشیا سے ہوتی ہوئی ترنگانو داخل ہوئی تھی پیچھے دیکھتے ہی اس کا دل لرز اٹھا' وہ ملائشیا کی سرزمین کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی اس کے ساتھ ہی اور بھی بہت کچھ پیچھے رہ گیا تھا جسے سوچتے ہی خوف کی ایک سرد لہر اس کے وجود کو چیر گئی ان پیچھے رہ جانے والی اذیت ناک یادوں میں حماد بھی تھا جس کے خوب صورت تصور نے اس کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

شمریز اس کا سامان لے کر ہوٹل میں داخل ہو گیا' فردوس خان باہر گاڑی کے پاس تھا دس' بارہ گھنٹوں کے مسلسل سفر سے اس کا جسم اکڑ گیا تھا اس وقت اسے آرام کی شدید ضرورت تھی ہوٹل میں اس کا کمرا بک تھا' شمریز نے کاؤنٹر سے چابی لی اور اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر فرسٹ فلور پر آ گیا اس کا سامان اس کے روم میں رکھا اور قریب آ کر بولا۔

"کاشف نے تمہیں اسی ہوٹل میں پہنچانے کا کہا تھا' تم تھوڑی دیر تک آرام کر لو میں اور فردوس بھائی کسی ضروری کام سے جا رہے ہیں ان شاء اللہ جلد ہی تم سے دوبارہ ملاقات ہو گی بہرحال اپنا دروازہ اچھی طرح لاک کر لینا۔"

اسے ہدایات دے کر شمریز باہر نکل گیا' نبیو نے دروازہ اچھی طرح لاک کر لیا ابوذر سو رہا تھا وہ بھی اس کے ساتھ لیٹ کر سو گئی جانے وہ کتنی دیر تک سوئی جب اس کی آنکھ کھلی سامنے لگے وال کلاک میں ابھی صرف دس ہی بجے تھے وہ اٹھ بیٹھی اس کی سمجھ میں نہ آیا فردوس خان اسے یہاں کیوں چھوڑ گیا ہے' اسی کشمکش میں اس نے اپنی بیگ سے موبائل نکالا صبح ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے اس نے باہر کھڑے تھائی لڑکے سے ایک سم خریدی تھی جسے اس نے فوراً" ہی اپنے موبائل میں لگا لیا اس وقت وہ ربیعہ سے بات کر کے اسے تمام صورت حال بتانا چاہتی تھی اجنبی دیس اور ہوٹل کی تنہائی نے اسے پھر سے خوف زدہ کر دیا تھا تیسری یا چوتھی بیل پر ربیعہ نے فون ریسیو کر لیا نبیو کی آواز سنتے ہی وہ خوشی سے چیخ پڑی۔

"کہاں ہو تم' کچھ دن سے تمہارا نمبر بند تھا جانتی ہو یہ وقت میں نے کتنی پریشانی اور وسوسوں میں گھر کر گزارا ہے۔" ربیعہ کی سچائی اس کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔

"تم نے اپنا پہلا نمبر کیوں آف کیا ہے؟" جواب میں نبیو نے اسے ملائی سفارت خانے کی پوری کہانی سنائی۔

"دراصل جب میں افراتفری میں وہاں سے نکلی تو مجھے شک ہوا شاید میں نے اپنا سیل نمبر کاؤنٹر پر موجود لڑکی کو لکھوا دیا ہے بس اس خیال کے آتے ہی میں نے فوراً" اپنی سم نکالی اور توڑ کر پھینک دی اور پھر اپنی پریشانی میں تم سے رابطہ بھی نہ کر سکی۔"

"اوہ اچھا مگر اس وقت تم کہاں ہو؟"

"ترنگانو میں....." وہ بیڈ سے اٹھ کر کمرے کی واحد کھڑکی کے قریب آ گئی اور ذرا سا پردہ سرکا کر باہر جھانکا جہاں دن کی رونقیں پورے عروج پر تھیں۔

"ترنگانو....." ربیعہ نے حیرت سے دہرایا۔

"تم ترنگانو کب پہنچی؟ اب وہاں کس کے ساتھ ہو؟"

"میں صبح ساڑھے پانچ بجے یہاں پہنچ گئی تھی فردوس اور شمریز کے ساتھ اور اب یہاں کے کسی ہوٹل میں بالکل تنہا ہوں وہ دونوں مجھے چھوڑ کر جانے کہاں چلے گئے ہیں۔"

"بے وقوف لڑکی تم نے ان سے پوچھا نہیں وہ تمہیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں نبیو کہیں ایسا تو نہیں وہ تمہیں یہاں بیچ گئے ہوں؟"

اس کا لہجہ خدشوں سے پر تھا نبیو اس کی بات سن کر خوف سے لرز اٹھی اگر ربیعہ کا کہا درست ہوا تو.....

"پھر اب بتاؤ میں کیا کروں؟" وہ بے بسی کے آخری حدوں پر تھی۔
"کسی طرح یہاں سے نکل جاؤ۔" ربیعہ نے اپنی سمجھ کے مطابق مشورہ دیا۔
"کیا کروں کی یہاں سے نکل کر کہاں جاؤں گی میرا تو پاسپورٹ بھی فردوس بھائی کے پاس ہے اب اگر میرے نصیب میں رلنا ہی لکھا ہے تو میں کیسے اپنا نصیب بدل سکتی ہوں بہرحال جو بھی ہو اپنی قسمت کے فیصلے کا انتظار مجھے اسی کمرے میں رک کر ہی کرنا ہے کیونکہ میرے آگے بھی خندق ہے اور پیچھے بھی اس لیے بہتر یہ ہے کہ جہاں ہوں وہیں رک کر دیکھوں ہو سکتا ہے کچھ بہتری ہی ہو جائے۔"
ربیعہ سے چند ایک باتوں کے بعد اس نے فون بند کر دیا' تقریباً" دن کے گیارہ بجے اس کے کمرے میں موجود فون پر بیل ہوئی فون اٹھاتے ہی دوسری طرف شمریز خان کی آواز سن کر اس کے تن مردہ میں جان پڑ گئی۔
"تم خیریت سے تو ہو نا؟" اس کے حلق سے نکلی مری مری سی آواز نے شمریز کو اس کی خیریت دریافت کرنے پر مجبور کر دیا۔
"جی بالکل خیریت سے ہی ہوں۔"
"او کے اب ایسا ہے کچھ دیر تک کاشف تمہارے پاس پہنچ جائے گا' تمہیں وہاں سے اس کے ساتھ ہی نکلنا ہے' اپنے روم کی پے منٹ اور چابیاں کاؤنٹر پر دے دینا نکلنے سے قبل روم سروس سے ناشتا منگوا کر کر لو ساتھ ہی انہیں حلال کی تاکید ضرور کرنا۔" اس نے شمریز خان کی تمام ہدایات دھیان سے سنیں۔
"اگر اپنی سم فون میں لگالی ہو تو اس کا نمبر میرے نمبر پر سینڈ کر دو۔" اس ہدایت کے ساتھ ہی شمریز نے اسے اپنا نمبر لکھوا دیا۔
"آپ فردوس بھائی سے کہہ دیں کہ وہ میرا نیا نمبر پاپا کو بھی دے دیں۔"
اسے یاد آیا آج کئی دنوں سے اس نے احتشام صاحب سے رابطہ نہیں کیا تھا وہ یقیناً" پریشان ہوں گے۔
"ٹھیک ہے میں کہہ دوں گا تم ناشتا کر کے اپنا تمام سامان پیک کر لو۔"
سامان تو پیک ہی تھا' اس نے روم سروس سے اپنے لیے بلیک کافی منگوائی اس کے ہینڈ بیگ میں کچھ کوکیز اور سینڈوچز رکھے تھے جو اس کے اور ابوذر کے لیے کافی تھے' شمریز کے فون بند کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کے کمرے کا دروازہ کسی نے بجایا اس نے کی ہول سے دیکھا باہر ایک لمبا سا مرد کھڑا تھا جو اپنے حلیے سے ہی پاکستانی دکھائی دے رہا تھا' نبیو نے دروازہ کھول دیا "نبیو احتشام" اس کے دروازہ کھولتے ہی سامنے کھڑے مرد نے پوچھا۔
"جی اور آپ؟"
"میرا نام کاشف ہے مجھے فردوس خان نے تمہارے پاس بھیجا ہے' فردوس کی طرح تم مجھے بھی بھائی کہہ سکتی ہو۔" اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس نے نبیو کا اٹیچی تھام لیا اور بیگ کندھے پر ڈال لیا' نبیو ابوذر کی انگلی تھامے اپنا ہینڈ بیگ لیے اس کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں اتر کر کاؤنٹر پر آگئی' جہاں پہنچ کر اس نے روم چھوڑنے کی اطلاع کے ساتھ ساتھ حساب کتاب کر کے اس کمرے کے ایک دن کا کرایہ ان کے حوالے کیا اور کاشف کے ساتھ ہی ہوٹل سے باہر آگئی۔
باہر نکلتے ہی کاشف نے ایک ٹیکسی لی' جس میں بیٹھ کر وہ اس کے ساتھ ایک مارکیٹ آگئی' راستہ بھر کاشف نے کوئی بات نہ کی مارکیٹ کے سامنے پہنچ کر اس نے ٹیکسی چھوڑ دی' نبیو کا سامان اٹھا کر وہ مارکیٹ میں داخل ہو گیا نبیو بھی خاموشی سے اس کی تقلید میں چلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی' سامنے ہی ایک اسٹیشنری کی دکان تھی جہاں سے اس نے انک پیڈ اور کالی سیاہی خریدی نبیو خاموشی سے اسے یہ سب کاروائی کرتا دیکھ رہی تھی اپنا مطلوبہ سامان خرید کر کاشف مارکیٹ سے باہر آگیا' وہ ابھی بھی مکمل طور پر خاموش تھا' وہ پیدل ہی فٹ پاتھ پر اس کے آگے چلتا

دیا' کچھ دیر بعد وہ ایک بڑے اور بارونق بازار پہنچ گئے جہاں اس کے کسی رشتہ دار کی الیکٹرونکس کی دکان تھی "جلال الیکٹرونکس" نام دیکھ کر ہی نیبو اندازہ لگا چکی تھی اس کا مالک نہ صرف مسلمان بلکہ پاکستانی بھی ہے۔

"تم یہاں بیٹھو۔" اندر داخل ہوتے ہی کاشف نے سامنے رکھی کرسیوں کی سمت اشارہ کیا اس سارے سفر میں یہ پہلا جملہ تھا جو کاشف کے ہونٹوں سے ادا ہوا نیبو بنا کوئی جواب دیے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

کاؤنٹر پر کھڑا داڑھی والا شخص بھی ان کے قریب آگیا' وہ ہی غالباً" کاشف کا رشتے دار تھا کاشف نے اس سے کوئی بات کی اس نے کاشف کو ایک چھوٹا سا کالے رنگ کا چرمی بیگ تھما دیا جس کے اندر کچھ اسٹیمپ تھیں کاشف نے اپنی جیب سے ایک پیڈ نکالا' سامنے رکھے پیپر پر اسٹیمپ لگا کر کچھ چیک کیا' پھر آپس میں کوئی بات کی اور اگلے ہی پل کاشف نے اپنی قمیض کی جیب سے نیبو کا پاسپورٹ نکالا" اس کے ساتھ ہی ایک اسٹیمپ بھی نکالی "اسٹیمپ ہاتھ میں لے کر بسم اللہ الرحمن الرحیم با آواز بلند پڑھا اسٹیمپ پر انک لگائی اور اسے پاسپورٹ پر لگا دیا نیبو یہ تمام کاروائی بڑی حیرت سے دیکھ رہی تھی اسے سمجھ نہیں آیا کہ کاشف کیا کر رہا ہے۔

اسٹیمپ لگا کر اس نے وہاں سائن بھی کر دیے' سائن کرنے سے پہلے اس نے دو تین بار سامنے رکھے پیپر پر ان سائن کو چیک کر کے بھی دیکھا۔

"یہ لو تمہارا ویزا لگ گیا ہے' تمہارے ساتھ ہی تمہارے بیٹے کا ویزا بھی ہے اسے الگ سے پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہے۔"

اپنی تمام کاروائی سے فارغ ہو کر اس نے نیبو کی جانب اس کا پاسپورٹ بڑھایا جسے اس نے بے یقینی کی کیفیت میں تھام لیا۔

"حیران مت ہو یہ کام میں کوئی پہلی بار نہیں کر رہا تم سے پہلے بھی جانے کتنے لوگوں کو میں یہاں سے اسی طرح نکال چکا ہوں انشاء اللہ تم بھی ضرور نکل جاؤ گی ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے ان پاکستانی والدین پر جو بنا سوچے سمجھے اپنی ہیرے جیسی بیٹیوں کو بے غیرت مردوں کے حوالے کر دیتے ہیں ایسے مرد جنہیں عورت کے عزت و احترام کا بھی پتا نہیں ہوتا' میرا بس چلے تو میں سکندر جیسے تمام مردوں کو سولی پر لٹکا دوں جو تم جیسی جوان عورتوں کو دنیا کی اس بھیڑ میں برباد ہونے کے لیے تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور آفرین ہے تم جیسی عورتوں پر جو دنیا کی اس گندگی میں خود کو بچا کر چلتی ہیں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سکندر کو دو تین گالیاں بھی دیں کاشف کے خراج تحسین نے اسے ایک عجیب سا غرور بخش دیا اس کا سر فخر سے بلند ہو گیا یقیناً" عورت کی عظمت کو محسوس کرنے والے مرد ابھی اس دنیا میں موجود ہیں۔

"چلو اب تم اندر جا کر ہاتھ منہ دھو لو میں نے کھانا منگوایا ہے آجانے پر کھا کر نکلتے ہیں۔" کاشف کی بات ختم ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی' باتھ روم سے ہاتھ منہ دھو کر باہر نکلی سامنے رکھی چھوٹی سی ٹیبل پر کھانا موجود تھا کھانے میں "تاسی آئم" کو دیکھ کر اس کی بھوک چمک اٹھی تاسی آئم ملائشیا کی وہ واحد ڈش تھی جو نیبو کو بے حد پسند تھی چکن کی یخنی میں بنے ہوئے چاول ساتھ ہی فرائی کیا ہوا چکن اور نہایت مزے کی کھٹی میٹھی چٹنی' آج کئی دن بعد نیبو نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا کھانے کے بعد کاشف نے چائے منگوائی جسے پی کر نیبو کو کافی اچھا لگا۔

"اب ہمیں تھائی لینڈ انٹری پوسٹ جانا ہے یہاں تمہارا پاسپورٹ جمع ہو گا وہاں بالکل بھی گھبرانا نہیں ان کے ہر سوال کا جواب اعتماد سے دینا۔" چائے پینے کے دوران اس نے نیبو کو سمجھایا' چائے پی کر وہ اٹھ کھڑا ہوا نیبو کا سامان اٹھا کر دکان سے باہر نکل گیا نیبو بھی اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر مین روڈ پر آگئی جہاں سے ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ تھائی انٹری پوسٹ پہنچ گئے۔

انٹری پوسٹ تھائی لینڈ کے بارڈر پر تھی' نیبو کاشف کے ساتھ وہاں پہنچی تو دل ہی دل میں گھبرائی ہوئی تھی' وہاں

کافی لوگ کاشف کو جانتے تھے' وہ سب ہی سے ملائی میں خیریت دریافت کرتا ایک ٹیبل کی جانب بڑھ گیا' وہاں موجود تھائی آفیسر کے حوالے نبیو کا پاسپورٹ کیا اور خود کرسی کھینچ کر تھوڑا دور بیٹھ گیا۔

"تمہاری یہاں کچھ تصویریں وغیرہ بنیں گی گھبرانا مت۔"

کاشف کی ہدایت سن کر اس نے صرف اثبات میں سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلتی اس کاؤنٹر پر چلی گئی جہاں اس کا پاسپورٹ جمع ہوا تھا۔

"تمہاری تصویر بنے گی اپنے بیٹے کو لے کر سامنے کمپیوٹر کے پاس چلی جاؤ۔"

کاشف نے اسے پیچھے سے پکارا وہ فوراً" ہی سامنے موجود ٹیبل کی جانب بڑھ گئی جہاں کمپیوٹر کے ساتھ ایک چھوٹا سا کیمرہ موجود تھا۔ وہ کیمرے کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی' کمپیوٹر آپریٹر نے اس کی مختلف زاویوں سے تصاویر لیں' پھر اس کرسی پر ابوذر کو بٹھا دیا گیا اور یہ ہی عمل اس کے ساتھ بھی دہرایا گیا اس عمل کے مکمل ہونے کے بعد وہ واپس اس کاؤنٹر پر آ گئی جہاں اس کا پاسپورٹ جمع ہوا تھا۔

"تمہارا نام؟" ٹیبل کے دوسری طرف موجود مرد نے سخت لہجے میں دریافت کیا۔

"یہ ملائی نہیں جانتی۔" اس سے قبل کہ وہ جواب دیتی اسے اپنے عقب سے کاشف کی آواز سنائی دی' نبیو نے اپنی رکی ہوئی سانس کو بحال کیا کاشف کی بروقت مداخلت نے اسے مزید سوالوں سے بچا لیا' ایک بار اگر وہ اس آفیسر سے ملائی میں بات کر لیتی تو یقیناً" اس کی تفتیش کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا اس کے بعد اس آفیسر نے مزید کچھ سوالات کیے' جن کا جواب کاشف نے ہی دیا وہ بالکل اس طرح خاموش کھڑی تھی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ رہا ہو کچھ دیر بعد کاشف سے ہونے والی گفتگو کے بعد اس آفیسر نے ایک سلپ پر کچھ لکھ کر اسے کاشف کے حوالے کر دیا' کاشف کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا' آفیسر کے ہاتھ سے سلپ لے کر کوئی بات کی اور پھر نبیو کو لیتا ہوا باہر کی جانب بڑھ گیا وہ نبیو کا ٹرالی بیگ گھسیٹتا ہوا دائیں جانب مڑ گیا' نبیو بھی خاموشی سے اس کی تقلید میں چلتی گئی' کچھ ہی فاصلے پر ٹیکسی اسٹینڈ تھا جہاں سے اس نے ٹیکسی لی اور نبیو کے ساتھ پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گیا' نبیو نے دیکھا وہ جب بھی کسی ٹیکسی والے یا مقامی فرد سے گفتگو کرتا تھائی زبان میں ہی کرتا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ یہاں کا پرانا رہائشی ہے' ٹیکسی کے چلتے ہی اس نے نبیو کو مخاطب کیا۔

"ہم یہاں سے پانی کے راستے گولو جائیں گے وہ تھائی لینڈ کا پہلا گاؤں ہے جہاں پچھلے پندرہ سالوں سے میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا ہوں گولو داخل ہوتے ہی تمہارا واسطہ ملائشیا سے ختم ہو جائے گا۔" اس کی رہائش کے متعلق لگایا گیا نبیو کا اندازہ درست نکلا۔

"اور وہاں ان شاء اللہ کل شام تک تمہارا پاسپورٹ تصدیق ہو کر پہنچ جائے گا پھر میں تمہیں بتاؤں گا اگلا قدم کیا ہو گا۔" اس کی بات سن کر نبیو نے اثبات میں سر ہلایا کچھ ہی دیر کے سفر کے بعد ٹیکسی رک گئی' کاشف نے طے شدہ کرایہ رنگیٹ کی صورت میں ادا کیا یہ ایک ساحلی علاقہ تھا جہاں کافی تعداد میں کشتیاں موجود تھیں یہاں کے ساحلی علاقے پاکستان کے مقابلے میں کافی صاف ستھرے تھے' کاشف نے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ایک شخص سے کچھ گفتگو کی اور پھر نبیو کی طرف پلٹ آیا۔

"یہ ایک چھوٹا سا دریا ہے جس کے دوسری طرف گولو نامی گاؤں آباد ہے جہاں سے تھائی لینڈ شروع ہوتا ہے' ہم کشتی کے ذریعے پانچ منٹ میں ہی وہاں پہنچ جائیں گے ویسے تو یہ سفر خشکی سے بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں ٹائم بھی زیادہ لگتا اور ہو سکتا ہے وہ تمہارے لیے کچھ مشکل بھی ہو جاتا کیونکہ خشکی کے راستے کئی مقامات پر چیک پوسٹ موجود ہیں' گولو رہائش کے حساب سے بھی تمہارے لیے کافی محفوظ جگہ ہے۔"

"جی اچھا۔۔۔" نبیو نے آہستہ آواز میں اس کی ساری باتوں کا جواب دے دیا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ فوراً کشتی کے سفر سے منع کر دیتی کیونکہ اسے ہمیشہ سے ہی پانی سے ایک انجانا سا خوف محسوس ہوتا تھا یہی وجہ تھی جو وہ کبھی بھی ہاکس بے یا سی ویو کے پانی میں داخل نہ ہوئی تھی اسے اچھی طرح یاد تھا وہ کبھی منوڑہ بھی نہ گئی تھی کیونکہ وہاں جانے کے لیے اسے بوٹ میں سفر کرنا پڑتا جو وہ کسی صورت بھی نہ کر سکتی تھی اور آج وقت کے ہاتھوں تھائی لینڈ جیسے ملک کی انجان سرزمین کے ایک دریا میں موجود کشتی میں سفر کر رہی تھی بہرحال اس پانی میں اور اس میں کافی فرق تھا' وہ تاحد نگاہ تک پھیلا ٹھاٹھیں مارتا سمندر' جو اپنے اندر جانے کتنے بڑے بڑے دیوہیکل جہازوں کو نگل چکا تھا جبکہ یہ ایک چھوٹا سا پرسکون دریا جس کے چاروں سمت ہریالی ہی ہریالی تھی' تقریباً پانچ منٹ بعد ہی کشتی رک گئی گو لو آ گیا کشتی میں موجود لڑکے نے اس کا سامان ساحل تک پہنچا دیا چند سیکنڈ بعد ہی ایک ٹرالی بردار اس کے قریب آ رکا' کاشف نے اس سے کچھ بات کی اس نے نبیو کا سامان ٹرالی پر رکھا۔

"تم اس کے ساتھ جاؤ میں کچھ کام ختم کر کے تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔"

کاشف کی ہدایت کے مطابق وہ چپ چاپ ٹرالی میں سوار ہو گئی آہستہ آہستہ چلتی وہ ٹرالی باہر روڈ پر آ گئی' نبیو نے چاروں سمت نگاہ دوڑائی یہ گاؤں اس کے تصور سے خاصا مختلف تھا سڑک کے دونوں اطراف موجود بے تحاشا چھوٹی بڑی دکانیں' سڑک پر چلتے پھرتے لوگوں کا رش یہ پاکستان کے کسی چھوٹے سے شہر کا نقشہ پیش کر رہا تھا وہ نہایت دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھتی ایک پل کو بھول ہی گئی کہ وہ کن حالات میں یہ سفر کر رہی ہے۔ اس سفر نے اس کے ذہن میں پاکستانی رکشا کی یاد کو بھی تازہ کر دیا فرق صرف اتنا تھا ٹرالی بنا کسی شور کے چل رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد ٹرالی کا سفر ختم ہو گیا۔ ٹرالی چلانے والے شخص نے اس کا سامان اٹھا کر سامنے موجود گھر کی سب سے نیچے والی سیڑھی پر رکھ دیا۔

"یہ میرا گھر ہے اور اب آپ اس سیڑھی پر بیٹھ جاؤ کاشف بھائی اپنے گھر گیا ہے کچھ ہی دیر میں آ کر آپ کو لے جائے گا۔" تھائی شخص نے ٹوٹی پھوٹی ملائی میں اپنا مدعا اسے سمجھا دیا وہ اثبات میں سر ہلاتی سیڑھی پر بیٹھ گئی اپنی بوریت کو دور کرنے کے لیے اس نے سیل نکال لیا' دو مس کالز تھیں جو پاکستان سے آئی تھیں یقیناً فردوس خان نے احتشام صاحب تک اس کا نمبر پہنچا دیا تھا مگر اس وقت ان حالات میں وہ فی الحال احتشام صاحب سے کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی اس نے ربیعہ کو اپنے تھائی لینڈ خیریت سے پہنچ جانے کی اطلاع دی' جس کے فوراً بعد ہی ربیعہ کا فون آ گیا' وہ اس کے حوالے سے کافی پریشان تھی' ابھی وہ بات ہی کر رہی تھی کہ کاشف گاڑی لے کر پہنچ گیا اسے دیکھتے ہی وہ سیڑھیوں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا اللہ حافظ اب میں کسی محفوظ مقام پر پہنچ کر تم سے رابطہ کروں گی۔" اس نے جلدی جلدی خدا حافظ کر کے فون بند کر دیا کاشف نے نیچے اتر کر اس کا سامان گاڑی میں رکھا اور پھر اس کے اندر بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی' تقریباً دس منٹ کے سفر کے بعد گاڑی ایک ہوٹل کی پارکنگ میں داخل ہو گئی "ہوٹل سبورنگ" کا بڑا سا سائن بورڈ دور سے ہی نظر آ رہا تھا یہ سات منزلہ ہوٹل ایک گاؤں کے لحاظ سے کافی بہترین تھا اس کی شاندار عمارت نے ہی نبیو کو متاثر کر دیا' کاشف داخلی دروازے کے قریب اسے اتر کر گاڑی پارک کر آیا اور اس کے قریب آ کر بولا۔

"چلو آؤ...." وہ اس کی تقلید میں اندر داخل ہو گئی جہاں کاؤنٹر پر کاشف نے اس کے لیے کمرا ایک کروایا پھر کمرے کی چابی اور ریزرویشن کارڈ لے کر اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ رکھ لو مگر اوپر جانے سے پہلے بہتر ہے کہ تم کچھ کھا لو۔" وہ کاشف کے ساتھ ہی ہوٹل کے کیفے ٹیریا آ گئی جہاں تھائی ویٹرس موجود تھیں کاشف کے دیے گئے آڈر کے مطابق کچھ ہی دیر میں ہیم برگر اور کولڈ ڈرنک آ گئی۔

"یہ برگر بالکل حلال ہے اس لیے تم اطمینان سے کھا سکتی ہو۔"
وہ جان چکی تھی کہ یہ لوگ کچھ بھی کھانے سے قبل یہ یقین ضرور کر لیتے تھے کہ وہ حلال ہو' اسی بنا پر بغیر کسی قباحت کے اس نے اپنا برگر ختم کیا' ابوذر کو فرنچ فرائز اور سینڈوچ کھلایا' فارغ ہو کر وہ ساتویں منزل پر موجود اپنے کمرے میں آ گئی اسے کاشف ہی کی زبانی پتا چلا "ہوٹل سبرنگ" یہاں کا سب سے بڑا اور سیون اسٹار ہوٹل ہے۔"
"یہاں سامان رکھ کر میرے ساتھ آؤ۔" کاشف دروازے کے باہر ہی رک گیا' نبیو نے جلدی جلدی اپنا سامان کمرے میں رکھ کر صرف ہینڈ بیگ ساتھ لیا اور لاک لگا کر کاشف کے ساتھ ایک دوسرے روم میں آ گئی جس کا دروازہ بند تھا کاشف کے بجاتے ہی دروازہ کھول کر شمریز باہر نکل آیا شمریز کو اپنے سامنے دیکھ کر اسے ایک خوشگوار سی حیرت ہوئی۔
"اندر آ جاؤ فردوس بھائی تمہارا ہی انتظار کر رہے ہیں۔"
اس نے جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا سامنے بیڈ پر فردوس خان جو لیٹا ہوا تھا اسے دیکھتے ہی فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور وہیں سے پکارا۔
"آؤ آؤ بہن یہاں آ کر بیٹھو۔" فردوس خان نے سامنے رکھی کرسی کی سمت اشارہ کیا اسے فردوس خان نے آج پہلی بار بہن پکارا تھا ورنہ وہ ہمیشہ اس کا نام لیتا تھا' نبیو خاموشی سے اس کرسی پر جا بیٹھی کاشف اور شمریز آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔
"تمہیں یہاں تک کے سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔"
فردوس خان نے نبیو سے دریافت کیا جس کا جواب اس نے صرف نفی میں گردن ہلا کر دیا' وہ ویسے بھی اس وقت ذہنی اور جسمانی دونوں لحاظ سے بری طرح تھک چکی تھی جس کا اندازہ شاید فردوس خان کو بھی ہو گیا۔
"ایسا کرو تم ابھی اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔" اس نے اپنی رسٹ واچ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے نبیو کو ہدایت کی۔
"کل تک تمہارا پاسپورٹ تصدیق کے بعد مل جائے گا پھر آگے جو کچھ کرنا ہو گا وہ سب تمہیں کاشف اچھی طرح سمجھا دے گا فی الحال ابھی تم بے فکر ہو کر سو جاؤ' اپنے دروازے کی اندر سے اچھی طرح کنڈی اور لاک لگا لینا تم نے شاید کبھی سنا ہو تھائی لینڈ اکیلی عورت کے لحاظ سے ایک بدنام ترین ملک ہے' یہاں قیام کے دوران تمہیں ہر حال میں اپنی حفاظت خود کرنی ہے۔ رات کے کسی پہر اگر ہم میں سے بھی کوئی تمہارا دروازہ بجائے تو براہ مہربانی لاک مت کھولنا اب تم جاؤ ان شاء اللہ تم سے کل ملاقات ہو گی اور ہاں تمہارا رات کا کھانا بھی روم میں ہی آئے گا باہر مت نکلنا۔"
اس کے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہی فردوس خان نے اسے مزید سمجھایا وہ کمرے سے نکل کر باہر کاریڈور میں آ گئی' رات کا ملگجا سا اندھیرا پھیل چکا تھا' پورے کاریڈور کی لائٹس جل چکی تھیں' کاریڈور میں چلتی پھرتی ویٹرس کا حلیہ شام سے قطعی مختلف اور نہایت شرمناک تھا وہ دل ہی دل میں لاحول پڑھتی روم نمبر 710 کے سامنے آ گئی' لاک میں چابی لگا کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر اپنے پیچھے دروازے کو اچھی طرح بند کر لیا ابھی صرف آٹھ بجے تھے' پوری رات باقی تھی جو اسے اس ہوٹل کے کمرے میں تنہا ہی بسر کرنی تھی' وقت گزارنے کے لیے اس نے ٹی وی لگا لیا جہاں صرف تھائی اور تھائی چینل ہی آ رہے تھے پھر دیر تک وہ ایک کوکنگ پروگرام دیکھتی رہی پھر جلد ہی بور ہو گئی' باہر کا دروازہ بجایا جا رہا تھا' سامنے لگی وال کلاک رات کے دس بجا رہی تھی اس نے فوراً کاشف کو فون کیا جس نے تیسری ہی بیل پر فون اٹھا لیا۔

"میرے کمرے کے باہر کوئی ہے جو مسلسل دروازہ بجا رہا ہے۔"
اس کی آواز میں موجود تشویش کاشف نے فوراً محسوس کرلی۔
"گھبراؤ مت میں نے کھانا بھجوایا ہے لے کر دروازہ پھر سے لاک کرلو کافی بھی ساتھ ہی ہے اور تمہارے بیٹے کا کھانا علیحدہ سے ہے۔"
"شکریہ کاشف بھائی۔" تشکر سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں' دروازہ کھول کر اس نے باہر موجود ویٹر سے ٹرالی لے کر کمرے کے اندر کرلی' ابوذر کو کھانا کھلا کر سلا دیا جب کہ اس کا فی الحال کچھ کھانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا صرف کافی پی کر اپنے بستر پر جا لیٹی' وہ اپنے بیڈ پر چت لیٹی چھت کی جانب تک رہی تھی گزرے ہوئے ماضی کا ایک ایک پل اس کی آنکھوں کی اسکرین کے سامنے چل رہا تھا آنسو پانی کی طرح اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے' ان حالات میں صرف ایک امید ہی تھی جس کا دامن اس نے شروع سے ہی تھام رکھا تھا ابھی بھی امید ہی کا جگنو تھا جو اسے زندہ رکھے ہوئے تھا ورنہ تو شاید ان حالات میں کب کی مر گئی ہوتی' ان ہی خیالات میں جانے اسے کب نیند آگئی۔
ایک دم ہی باہر ہونے والے عجیب و غریب شور سے گھبرا کر اس کی آنکھ کھل گئی باہر سے آنے والی آوازوں پر دھیان دیتے ہی دروازہ پیٹنے کی آواز اس کے کان میں آئی وہ جلدی سے کمرے کے دروازے کے قریب آئی کی ہول سے باہر جھانکا پورے کاریڈور میں نہایت شرمناک حلیہ میں وہ ہی تھائی لڑکیاں موجود تھیں جو شام کے وقت ہوٹل میں ویٹرس کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں' میک اپ سے ان کے چہرے دمک رہے تھے وہ ہر کمرے کا دروازہ بجا بجا کر چیخ رہی تھیں۔
"پو میراؤ۔۔۔ پو میراؤ۔" (لڑکی چاہیے' لڑکی چاہیے۔)
رات کے سناٹے میں ان کی یہ آواز کسی چڑیل کی آواز سے مشابہہ محسوس ہو رہی تھی انہوں نے نبیو کا دروازہ بجا کر بھی آواز لگائی ان کی ہنسی کی آواز نبیو کو اپنے اعصاب پر ہتھوڑے برساتی محسوس ہوئی' عورت کی اس قدر تذلیل نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر اتر گئی جب تک باہر یہ شور سنائی دیتا رہا وہ اپنی جگہ کھڑی لرزتی رہی شور ختم ہوتے ہی اس نے وقت دیکھا رات کے دو بج چکے تھے دروازہ اچھی طرح بند کرنے کی فردوس خاں کی ہدایت اسے اب سمجھ میں آئی' وہ خاموشی سے کھانے کی ٹرالی کی جانب آگئی' سب کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا اس نے چپ چاپ ٹھنڈا کھانا کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا جس کی بدولت وہ اب تک صحیح سلامت تھی اگر اس کا ساتھ نہ ہوتا تو جانے ان حالات میں وہ کہاں ہوتی؟
اگلے دن صبح ہی اس کا پاسپورٹ مل گیا جس کی اطلاع اسے کاشف نے فون کے ذریعے دی اور ساتھ ہی جلد از جلد تیار ہونے کی تاکید بھی کی۔
"اب کہاں جانا ہے؟" وہ جاننا چاہتی تھی اگلا مرحلہ کیا ہے۔
"تھائی ایمبیسی۔" کاشف کے مختصر جواب دے کر فون بند کر دیا' بیس منٹ بعد جب وہ اس کے کمرے میں آیا وہ جانے کے لیے بالکل تیار تھی۔
"دیکھو یہاں معاملہ ذرا مختلف ہے کیوں کہ یہاں میری جان پہچان بالکل نہیں ہے اور نہ ہی اس جگہ کوئی تعلقات کام آتے ہیں بلکہ اب جو کچھ کرنا ہے تمہیں خود اپنی ذہانت سے کرنا ہے' بس اتنا ہے وہاں بالکل بھی گھبرانا نہیں تاکہ کسی کو تم پر شک نہ ہو' اندر بھی تم اکیلی ہی جاؤ گی میں باہر رہ کر تمہارا انتظار کروں گا یاد رکھنا وہاں تم نے کسی بھی جگہ میرا نام نہیں لینا ورنہ معاملہ بگڑ بھی سکتا ہے۔"
کاشف کی طرف سے ملنے والی ہدایات نے اس ڈرا دیا وہ تھوڑی سی خوف زدہ ہو گئی پھر بھی یہ سب تو اسے فیس

کرنا ہی تھا پورا راہا تھی نکل چکا تھا اب صرف دم باقی تھی اور وہ بھی نہایت ہی خطرناک قسم کی جس کا اندازہ نبیو نے کاشف کی گفتگو سے لگالیا۔ کاشف نے اسے تھائی ایمبیسی سے کچھ فاصلے پر اتار دیا۔

"جب تم باہر آؤ میں تمہیں یہیں ملوں گا مگر اندر جو کچھ ہو اسے تم نے خود ہی حل کرنا ہے میں تمہارے لیے دعا ضرور کروں گا تاکہ تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔" نبیو دل ہی دل میں آیتہ الکرسی کا ورد کرتی ہوئی اندر داخل ہو گئی ریسپشن سے معلومات حاصل کر کے وہ ایک کاؤنٹر کی جانب آ گئی' یہاں تھائی کے ساتھ ملائی زبان بھی بولی جاتی تھی جس کی بدولت نبیو کو خاصی آسانی ہو گئی۔

"مجھے اپنے ویزے کی تصدیق کروانی ہے۔"

نبیو نے پاسپورٹ کاؤنٹر پر موجود شخص کی جانب بڑھا دیا جس نے چپ چاپ اسے تھام کر کھول کر اندر سے دیکھا' نبیو کا دل دھک دھک کرنے لگا' اس شخص نے کی بورڈ پر اپنی انگلیاں چلاتے ہوئے نبیو کی جانب جتنی دفعہ دیکھا' اس کا خون خشک ہوتا گیا آیتہ الکرسی کا ورد وہ مسلسل کر رہی تھی اس شخص نے کی بورڈ پر انگلیاں چلانی بند کر دیں۔

"تمہارا نام۔" اب وہ مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھا۔

"والد کا نام۔" پہلے کا جواب ملتے ہی اس نے اگلا سوال کیا اور پھر لگاتار کیے جانے والے کئی سوالوں سے اس نے نبیو کا مکمل بائیو ڈیٹا معلوم کر لیا اس سارے عمل کے دوران اس شخص کا لہجہ خاصا کرخت تھا' اس کے علاوہ وہ مسلسل نبیو کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا' جس کے سبب نبیو کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں تقریباً" پندرہ منٹ اس نے نبیو سے سوال و جواب کیے پھر اپنے سامنے رکھی بیل بجائی' اگلے ہی سیکنڈ وہاں ایک باوردی تھائی لیڈی آ گئی' نبیو کی سانس سینے میں رکنے لگی' وہ مسلسل قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھی سامنے موجود شخص نے اس لیڈی سے کوئی بات کی جسے سن کر وہ نبیو کی جانب پلٹی۔

"آؤ میرے ساتھ تمہاری فوٹو بنے گی۔" نبیو کا رکا ہوا سانس بحال ہو گیا' تقریباً" آدھ گھنٹہ وہ اس کمپیوٹر سیکشن میں رہی جہاں اس کی مختلف تصاویر بنائی گئیں' اس کے بعد بالکل ویسا ہی عمل ابوذر کے ساتھ بھی دہرایا گیا' یہاں کسی نے اس سے کوئی بات نہ کی وہ فارغ ہو کر باہر انتظار گاہ میں آ گئی' اس کا دل مسلسل دھک دھک کر رہا تھا' اب وہ آیت کریمہ کا ورد کر رہی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہاں موجود ہر شخص اسے گھور رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اسپیکر پر اس کا نام کال ہوا وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کاؤنٹر کی جانب بڑھی' اس کی وہاں آمد رہائش کے متعلق چند سوالات کرنے کے بعد سامنے موجود شخص نے پاسپورٹ کسی مشین میں ڈال دیا شاید وہ انسپکٹر تھا۔

اسے محسوس ہوا اب وہ ضرور پھنس جائے گی' جعلی مہر اور سائن کی کہانی کھلنے والی ہے' ہر گزرتے لمحہ میں اس کا دل دھڑک دھڑک کر سینے سے باہر آنے کو تیار تھا' پاسپورٹ باہر نکل آیا سامنے موجود شخص نے شاید اس پر کوئی مہر لگائی نبیو کو پتا نہ چلا اس لیے کہ وہ اس وقت اپنے حواسوں میں بھی نہ تھی۔

"یہ آپ کا پاسپورٹ۔" پاسپورٹ اس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھا تھا اسے یقین ہی نہ آیا اپنی لرزتی انگلیوں سے اس نے جلدی سے اسے تھام کر اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالا اور تیز تیز چلتی باہر نکل آئی' تھوڑے ہی فاصلے پر روڈ کے دوسری طرف کاشف کی گاڑی موجود تھی وہ تیزی سے سڑک کراس کرتی اس تک پہنچ گئی دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہی کاشف نے گاڑی اسٹارٹ کر دی' نبیو کی بخیریت باہر واپسی اس بات کی غمازی تھی کہ وہ کامیاب لوٹی ہے بصورت دیگر اسے اندر ہی دھر لیا جاتا اس لیے اس حوالے سے کوئی بھی سوال کرنا بے کار تھا' کاشف نے ایک دو ضروری سوالات کیے اور پھر خاموشی سے ڈرائیو کرتا ہوٹل آ گیا۔

"تم اوپر جاؤ میں تمہارے ٹکٹ کا پتا کر کے آتا ہوں پھر تم بے شک اپنے گھر والوں کو اپنی واپسی کی اطلاع دے

سکتی ہو۔"

کاشف کے ان الفاظ نے نبیہ کو ایک بار پھر سے زندہ کر دیا' شام کے چار بج چکے تھے اس نے دوپہر سے کچھ نہ کھایا تھا' کاشف کے وہاں سے جاتے ہی وہ ہوٹل میں داخل ہونے کے بجائے روڈ کراس کر کے بازار کی طرف آ گئی جہاں تقریباً" سب دکان دار ہی ملائی تھے اس لیے اسے کوئی دشواری نہ ہوئی سب سے پہلے اس نے ایک چھوٹے سے کیفے ٹیریا میں بیٹھ کر کھانا کھایا پھر باہر کاؤنٹر سے کافی لے کر روڈ پر آ گئی' اس نے مختلف دکانوں سے چھوٹی موٹی شاپنگ بھی کی جلد ہی پاکستان واپسی کی خبر نے اس کے اندر بجلی سی بھر دی تھی ساتھ ہی اسے اپنوں کی یاد بھی آج کئی عرصہ بعد آئی ورنہ تو وہ اپنی ہی مصیبتوں میں اس قدر جکڑی ہوئی تھی کہ اسے کسی کا بھی ہوش نہ تھا۔

اس نے آج کافی عرصہ بعد اپنے لیے بھی میک اپ کا کچھ سامان خریدا' کچھ جیولری بھی لی شفا اور امان کے بچوں کے علاوہ رحاب کے بچوں کے لیے بھی گفٹ لیے' شاپنگ کے بعد وہ جب ہوٹل آئی تو رات کے آٹھ بج چکے تھے وہ ابوذر کے لیے بسکٹ اور مختلف طرح کے اسنیک بھی خرید لائی تھی' تمام سامان اچھی طرح پیک کر کے اس نے ربیعہ کا نمبر ملایا وہ اسے اپنی آج کے دن کی تمام کاروائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا چاہتی تھی کہ کاشف اس کے ٹکٹ کا معلوم کرنے گیا ہے' اس کی واپسی کا سن کر ربیعہ بھی خاصی خوش ہوئی۔

"ارے یاد آیا کل تمہاری مما کا فون آیا تھا۔"

فون بند کرتے کرتے ربیعہ کو یک دم ہی کل ہونے والی اپنی اور رد کی گفتگو یاد آئی۔

"اچھا کیا کہہ رہی تھیں؟" جانے کتنا وقت بیت گیا تھا اسے اپنی ماں کی آواز سنے ہوئے۔

"کچھ خاص نہیں بس ناراض ہو رہی تھیں کہ تم کیوں سکندر کا بچہ لیے دنیا بھر میں رلتی پھر رہی ہو۔" وہی پرانا رونا "سکندر کا بچہ" "تمہارے لیے یہ بھی پیغام دیا کہ اگر تم اس بچے کو اپنے ساتھ لے کر واپس آئیں تو کل کو تمہیں دوسری شادی کرنے میں کس قدر پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے بہتر ہے اکیلی وطن واپس آؤ' یہاں آ کر شادی کر لو سنان آج بھی تمہارا انتظار کر رہا ہے اور جانے کیا کیا مجھے تو بہت کچھ یاد بھی نہیں۔"

"ان سے کس نے کہا کہ میں اب دوبارہ شادی کروں گی۔" وہ استہزائیہ ہنسی۔

"میرے لیے شادی کا ایک تلخ تجربہ ہی بہت ہے مرد سکندر ہو یا سنان مجھے اب کوئی فرق نہیں پڑتا میرے دل سے کسی بھی مرد کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش اب بالکل ختم ہو چکی ہے۔" زندگی کی تلخیاں اس کے لہجے کو بھی تلخ کر چکی تھیں۔

"تم جیسی جوان اور خوب صورت لڑکی تنہا زندگی نہیں گزار سکتی کیونکہ دنیا کی باتیں اسے جینے نہیں دیتیں میری مانو تو واپس جا کر سب کچھ بھول بھال کر سنان سے شادی کر لو ویسے بھی یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے طلاق یافتہ عورت کی شادی فوراً" کر دی جائے۔" ربیعہ نے اسے خلوص نیت سے سمجھایا۔

"اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے حکم ہیں بہرحال چھوڑو یہ ایک لمبی بحث ہے اور مجھے اب نیند آ رہی ہے اللہ حافظ ان شاء اللہ ہو سکتا ہے اب میں تمہیں پاکستان پہنچ کر ہی فون کروں۔" فون بند کر کے اس نے کھانا منگوایا' تھوڑا سا ہی کھا کر اس کا پیٹ بھر گیا اور وہ سونے کے لیے لیٹ گئی' آج کافی عرصہ بعد اسے ساری رات خواب میں سکندر کا ہیولہ روپ بدل بدل کر ڈراتا رہا اس نے حماد کو بھی خواب میں دیکھا اور پھر کل کی طرح آدھی رات کو ہونے والے شور نے اس کی نیند خراب کر دی' باہر سے آنے والی وحشت ناک ہنسی کی آوازوں نے اسے دوبارہ سونے ہی نہ دیا وہ بستر پر لیٹی کروٹیں بدل رہی تھی جب اسے کاشف کا فون آ گیا۔

"اپنا ضروری سامان لے کر کمرا لاک کر دو اور روم نمبر 786 میں آ جاؤ جہاں کل آئی تھیں۔" یہ روم اسی فلور پر واقع تھا' اس سات منزلہ ہوٹل کے ہر فلور پر سوہی کمرے تھے ابوذر سو رہا تھا نبیہ نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے سے

لگایا اس کی تمام رقم ہینڈ بیگ میں ہی تھی اسے اچھی طرح چیک کر کے وہ روم نمبر 786 آ گئی جہاں ان تینوں کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا جسے نبیو نہیں جانتی تھی یہ ہی وجہ تھی جو وہ کمرے کے دروازے پر ہی جھجک کر رک گئی۔

"آؤ' آؤ اندر آجاؤ گھبراؤ مت یہ میرا دوست ہے تمہارا واپسی کا ٹکٹ اس نے ہی کروا کر دینا ہے اور ویسے بھی جن حالات سے گزر کر تم یہاں تک آئی ہو میں نہیں سمجھتا کہ اب تمہیں ہم جیسے مردوں سے گھبرانا چاہیے' تمہیں تو خود پر فخر ہونا چاہیے کہ اتنے مردوں کی موجودگی میں تم جیسی تنہا عورت کو کوئی غلط نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔" وہ اندر داخل ہو گئی اور کاشف کے سامنے رکھی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گئی کمرے میں موجود اتنے سارے مرد اور وہ تنہا عورت یہ خوف بھی اس کے دل سے یکسر دور ہو گیا۔

"گڈ گرل تمہارا یہ اعتماد اور بہادری تو تھی جو تم نے سکندر جیسے کمینے کو شکست دی میں آج تک جانے کتنے لوگوں کو یہاں سے نکال کر ان کے ملک واپس بھیج چکا ہوں مگر یقین کرو جب بھی کبھی میں نے تمہارے جیسی کسی لڑکی کی مدد کی ہے مجھے ہمیشہ دل کی گہرائیوں سے خوشی حاصل ہوئی ہے عورت کی مدد کرتے ہوئے میں نے کبھی پیسے کو اہمیت نہیں دی بلکہ ہمیشہ اس عورت کو اہمیت دی ہے جس کی میں مدد کرتا ہوں۔"

کاشف کے الفاظ قابل تعریف تھے شاید اس کا یہ ہی جذبہ اسے آج تک اپنے مقصد میں کامیاب رکھے ہوا تھا جس کا اندازہ نبیو کو ہو چکا تھا۔

"بہرحال اپنے ٹکٹ کی رقم دے دو سبحان آج ہی تمہاری سیٹ کنفرم کروا دے گا۔" کاشف کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اپنے پرس سے وہ لفافہ نکالا جس میں پہلے سے ہی 5000 رنگیٹ موجود تھے اور اسے فردوس خان کی جانب بڑھا دیا فردوس خان نے رقم گن کر لفافہ کاشف کے حوالے کر دیا۔

"اس میں ٹکٹ کے علاوہ تمہارے پیسے بھی ہیں کاشف نے لفافہ کھول کر 2000 رنگیٹ سبحان کے حوالے کیے اور باقی رقم گنے بغیر لفافہ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا سبحان ٹکٹ کی رقم لے کر کمرے سے چلا گیا۔

"تمہارا ٹکٹ بنکاک سے ہو گا جہاں تمہیں بالکل تنہا بس کے ذریعے جانا ہے ہمارا ساتھ صرف یہاں تک کا تھا' اس سے آگے ہم میں سے کوئی بھی تمہارے ساتھ نہ جائے گا بنکاک بھی تھائی لینڈ جیسا خطرناک ملک ہے وہاں تمہیں اپنی حفاظت خود کرنی ہے اس وقت تک' جب تک کہ تم پاکستان کی فلائٹ پر سوار نہ ہو جاؤ۔" فردوس خان نے اسے آگے کی تمام صورت حال سمجھائی۔

"مجھے بنکاک کب جانا ہو گا؟" فردوس خان کے خاموش ہوتے ہی اس نے سوال کیا۔

جیسے ہی تمہارا ٹکٹ اوکے ہو گا اسی حساب سے کاشف تمہیں یہاں سے بس پر بٹھا دے گا کیونکہ ابھی تھوڑی دیر تک میں اور شمریز ملائشیا واپس جا رہے ہیں وہاں ہمارا کافی کام رکا ہوا ہے۔ اب تم مکمل طور پر کاشف کے حوالے ہو یہ جانتا ہے کہ تم میری بہن ہو اس لیے میں سمجھتا ہوں جب تک تم یہاں رہو گی یہ تمہاری حفاظت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کرے گا۔"

"بے فکر ہو کر جاؤ تمہارے بعد اس کی حفاظت کی مکمل ذمہ داری اس وقت تک میری ہے جب تک یہ یہاں ہے البتہ میں کوشش کروں گا اسے بنکاک تک بھی کسی جاننے والے کے ساتھ ہی بھیجوں۔"

فردوس اٹھ کھڑا ہوا' اس کے اٹھتے ہی نبیو نے جلدی سے ہینڈ بیگ میں ہاتھ ڈال کر وہ لفافہ برآمد کیا جس میں فردوس خان کے کمیشن کی طے شدہ رقم موجود تھی اور جس کا آج تک فردوس خان نے کبھی ذکر بھی نہ کیا تھا۔

"فردوس بھائی یہ آپ کا لفافہ۔" وہ لفظ رقم استعمال کرتے ہوئے جھجک سی گئی فردوس خان نے جھجکتے ہوئے لفافہ اس کے ہاتھ سے تھام لیا' کھول کر اس میں سے 200 رنگیٹ نکالے اور نبیو کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے رنگیٹ کو دیکھتے ہوئے فردوس خان سے سوال کیا۔
"ایک بھائی کی طرف سے بہن کے لیے تحفہ اور مجھے بہت اچھا لگے گا جب تم وطن واپس جا کر بھی مجھ سے اور میری فیملی سے رابطہ میں رہو۔"
"ان شاء اللہ ضرور۔" نبیو نے صدق دل سے عہد کیا' فردوس خان اور شمریز اس سے الوداعی ملاقات کر کے کمرے سے نکل گئے اب اس کمرے میں صرف وہ اور کاشف موجود تھے' فردوس خان کے کمرے سے باہر نکلتے ہی وہ نبیو کی طرف پلٹا۔
"میں اور فردوس کئی سالوں سے مل کر یہ کام کر رہے ہیں مگر مجھے نہیں یاد پڑتا اس سے قبل وہ کسی کے ساتھ اس طرح آیا ہو آج پہلی بار وہ اپنا تمام کاروبار اور گھر بار چھوڑ کر چار دن تک تمہارے ساتھ رہا ہے' اپنے کام کے لیے تو وہ کئی کئی دنوں تک باہر رہتا ہے مگر کسی دوسرے کے لیے نہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے تمہیں بہن صرف کہا ہی نہیں بلکہ مانا بھی ہے اور اسی لیے تمہاری عزت ہم پر بھی فرض ہے۔ بہرحال تم اپنا کمرا خالی کر دو' تاکہ اس کی جو بے منٹ بنتی ہے وہ ادا کر دی جائے جب تک تمہارا ٹکٹ او کے نہ ہو تم اس روم میں رہو گی فردوس خان اس کی آج کی بے منٹ بھی کر گیا ہے اور ہو سکتا ہے تمہیں آج ہی یہ روم چھوڑنا پڑے بصورت دیگر اگر آج کا ایک دن تمہیں اور رکنا پڑا تو اس کمرے کی مزید بے منٹ تمہیں کرنا ہو گی۔"
"او کے۔۔۔" نبیو نے مختصر سا جواب دیا' ظاہر سی بات تھی جب اس نے رہنا تھا تو رقم بھی اسے ہی دینی تھی' وہ کسی دوسرے کی ذمہ داری ہرگز نہ تھی۔
"میں چلتا ہوں تم اپنا سامان پیک رکھو جیسے ہی سبحان کا فون آئے تمہیں یہاں سے نکلنا ہو گا اپنے بچے کے لیے کچھ کھانے پینے کا سامان ضرور رکھ لینا تھائی لینڈ سے بنکاک تقریباً" بارہ گھنٹے کا سفر ہے تمام ریفرشمنٹ تمہیں بس میں ملے گی مگر حلال اور حرام کی تمیز کے بعد کچھ کھانا ہو سکے تو اپنے ساتھ ہی کھانے پینے کا کچھ سامان رکھ لو چھوٹے بچے کا ساتھ ہے راستے میں کچھ پریشانی نہ ہو۔" کاشف اسے سمجھا کر جا چکا تھا وہ اپنا تمام سامان اس کمرے میں لے آئی' اپنے ہینڈ کیری بیگ میں اس نے ابوذر کے دو جوڑے اور ایک اپنا سوٹ رکھنے کے ساتھ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی رکھ لیا تقریباً" چار بجے اسے کاشف کا فون آ گیا۔
"تمہارا ٹکٹ ہو گیا ہے تمہیں ابھی پانچ بجے والی بس سے بنکاک کے لیے نکلنا ہے جلدی سے تیار ہو کر نیچے لابی میں آ جاؤ میں پندرہ منٹ تک پہنچ رہا ہوں۔" کاشف کے فون بند کرتے ہی اس نے ہوٹل کی ریسپشن پر فون کر کے ایک ویٹر بلوایا جس کی مدد سے اپنا تمام سامان لے کر وہ نیچے لابی میں آ گئی چار بیس پر کاشف وہاں پہنچ گیا جلدی جلدی اس کا سامان گاڑی میں رکھا اور پندرہ منٹ بعد ہی وہ بس اسٹینڈ پر تھے۔
"یہ تمہارا پاکستان کا ٹکٹ ہے کل رات بارہ بجے کی فلائیٹ ہے تم کل صبح تقریباً" پانچ بجے تک بنکاک پہنچ جاؤ گی اس کے بعد تمہیں اپنا انتظام خود کرنا ہو گا ہو سکے تو ایئرپورٹ پر ہی رک جانا مگر بہت زیادہ احتیاط کے ساتھ کیونکہ بنکاک چوروں کا شہر ہے۔"
نبیو نے خاموشی سے اپنا ٹکٹ تھام لیا' اس پر ایک نظر ڈالی اب وہ یقین اور بے یقینی کی کیفیت سے نکل چکی تھی بغیر کسی احساس کے اس نے وہ ٹکٹ اپنے ہینڈ بیگ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اس وقت اس کے اعصاب پر وہ بارہ گھنٹے سوار تھے جو اسے بنکاک میں تنہا گزارنے تھے جہاں اس کے ساتھ فردوس خان جیسے لوگ نہ تھے' اس کی مدد کے لیے شمریز اور کاشف کا ساتھ نہ تھا وہاں وہ بالکل تنہا تھی مگر اب گزرتے وقت نے اسے خاصا نڈر اور بے خوف کر دیا تھا یہ ہی سبب تھا جو وہ اتنی پریشان نہ تھی جتنا اسے ہونا چاہیے تھا۔
"یہ تمہارا بس کا ٹکٹ۔"

ٹکٹ اندر رکھتے ہی کاشف نے ایک اور ٹکٹ اس کی جانب بڑھایا جس پر سورنگمٹ درج تھا' نبیو نے پرس کھول کر ٹکٹ پر درج شدہ رقم کاشف کے حوالے کردی جو اس نے خاموشی سے تھام لی' نبیو کا سامان پورٹر لے جا چکا تھا بس چلنے والی تھی کاشف اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بس کے قریب پہنچا جب اچانک سامنے کھڑے ایک باریش شخص پر پڑی۔

"ایک منٹ رکو میں آیا۔" کچھ ہی دیر بعد کاشف اس شخص کو لیے نبیو کی جانب واپس آگیا۔

"ان سے ملو یہ عبدالباری صاحب ہیں' پاکستان کے کسی گاؤں سے ان کا تعلق ہے یہ بھی کل تمہارے ساتھ ہی بنکاک سے پاکستان جا رہے ہیں اور آج اتفاق سے اسی بس کے مسافر ہیں جس میں تم سفر کرنے جا رہی ہو میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ تم فردوس خان کی بہن ہو اور یہ فردوس خان کا بہت اچھے جاننے والے ہیں لہٰذا کل رات فلائیٹ تک یہ تمہارے ساتھ ہی رہے گا۔"

کاشف کی کمبی چوڑی تمہید ختم ہوتے ہی نبیو نے سامنے کھڑے شخص پر نظر ڈالی جس نے ایک ہاتھ میں کچھ قرآنی نسخے تھام رکھے تھے جبکہ دوسرے ہاتھ میں تسبیح تھی ایک اور آسمانی بلا' اس ساٹھ' پینسٹھ سالہ بزرگ کی شکل میں اسے نظر آگئی۔ وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی مشکور ہو گئی اتفاق سے عبدالباری صاحب کی سیٹ بھی بس کے اوپر والے فلور میں تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئی دروازے پر کھڑی ہوسٹس نے خندہ پیشانی سے اسے خوش آمدید کہا بس کے اندر داخل ہونے سے قبل اس نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا کاشف ابھی بھی نیچے ہی تھا نبیو نے اسے الوداعی ہاتھ ہلایا اور بس میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ کسی انڈین شخص کی تھی جس نے نبیو کی ذاتی درخواست پر وہ سیٹ عبدالباری کے حوالے کردی بس کا سفر شروع ہو گیا جس کے ساتھ ہی نبیو نے تھائی لینڈ کی سرزمین کو خدا حافظ کہہ دیا' سامنے بڑی سی اسکرین پر کوئی فلم چل رہی تھی جس کی زبان نبیو کے لیے نا آشنا تھی اس نے ابوذر کو کھانے کے لیے بسکٹ کا ایک پیکٹ تھما دیا' عبدالباری اس دوران اس کا تمام انٹرویو لے چکے تھے جو کچھ اس کے نزدیک بتانا چاہیے تھا وہ اس نے بتا دیا باقی بہت سی باتیں وہ ایک اجنبی شخص سے ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"آپ یہاں کسی سلسلے میں آئے تھے؟"

عبدالباری کا انٹرویو ختم ہوتے ہی اس نے بر سبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

"میں یہاں بزنس کے سلسلے میں آتا جاتا رہتا ہوں۔"

عبدالباری نے اپنی داڑھی میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فخریہ کہا۔

"اوہ اچھا کیا بزنس کرتے ہیں آپ۔"

"یہ یہاں روڈ پر کھڑا ہو کر قرآنی نسخہ جات فروخت کرتا ہے۔"

اپنے پیچھے سے آنے والی آواز سن کر نبیو نے پلٹ کر دیکھا' ایک تقریباً" ساٹھ سالہ سوٹڈ بوٹڈ شخص' نہایت قیمتی فریم کا سلور چشمہ اور ملائی ٹوپی میں ملبوس عین عبدالباری کی سیٹ کے پیچھے تھا' چھوٹی فرنچ کٹ داڑھی کے ساتھ وہ نہایت ہی معزز دکھائی دے رہا تھا اس کی شستہ اردو اس بات کی غمازی تھی کہ اس کا تعلق پاکستان یا انڈیا سے ہے۔

"محنت سے کیے گئے کسی کام میں کوئی عار نہیں۔" عبدالباری نے فوراً" سے پیشتر جواب دیا۔

"محنت کا کام۔" وہ شخص استہزائیہ انداز میں زور زور سے ہنسا۔

"اسے محنت نہیں بھیک مانگنا کہتے ہیں مولانا صاحب۔"

"مولانا کا صیغہ غالباً" اس نے عبدالباری کی داڑھی کو دیکھ کر لگایا تھا۔

"اصل میں جب ان سے کوئی یہ نسخہ یا تسبیح نہیں خرید تا تو ان کی بزرگی پر ترس کھاتے ہوئے ان کے ہاتھ میں کچھ روپے تھما دیتا ہے جسے یہ اپنی محنت کی کمائی کہتے ہیں اس طرح کے پاکستانی تمہیں دنیا کے ہر گوشے میں محنت کرتے نظر آئیں گے اور ان کی اس طرح کی محنت نے ہمیں دوسرے ممالک میں ڈی گریڈ کیا ہوا ہے۔"

اس شخص نے نبیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' نبیو نے پلٹ کر ایک نظر اپنے برابر بیٹھے عبدالباری پر ڈالی جو بڑی لاپرواہی سے آنکھیں موندے بس کی سیٹ سے ٹیک لگا چکے تھے وہ اس طرح کے عملی مظاہرے ملائشیا میں جگہ جگہ دیکھ چکی تھی جہاں اکثر و بیشتر سڑک کنارے کھڑے پاکستانی لوگوں سے مدد کے طلب گار ہوتے جنہیں دیکھ دیکھ وہ بڑی شرمندگی محسوس کرتی خاص کر جب سکندر ساتھ ہوتا۔

"تم بنکاک کس کے پاس جا رہی ہو؟" اس شخص نے اپنی جیب سے سگار نکالتے ہوئے نبیو سے سوال کیا۔

"کسی کے پاس بھی نہیں دراصل میری کل رات کی فلائیٹ ہے میں بنکاک سے اسلام آباد جا رہی ہوں۔" نبیو نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہم تو صبح چھ بجے تک بنکاک پہنچ جائیں گے پھر تم رات تک وہاں کس کے پاس رہو گی۔" اس سوال کا نبیو کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"پتا نہیں شاید کسی ہوٹل وغیرہ میں یا ایئرپورٹ پر ہی ٹائم گزار لوں گی۔"

"دونوں باتیں ہی ناممکن ہیں کیونکہ وہاں تنہا عورت کے لیے ان میں سے کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں ہے بنکاک' تھائی لینڈ' ملائشیا' سنگاپور یہ سب میرے دوسرے گھر ہیں' جہاں ہر جگہ میری ایک عدد بیوی بھی موجود ہے پھر بھی میں یہ سمجھتا ہوں ان میں سے بنکاک اور تھائی لینڈ کسی تنہا عورت کی چند منٹ کی رہائش کے لیے بھی قابل بھروسہ نہیں جگہ جگہ چور اچکے اور بدمعاش گھات لگائے بیٹھے ہیں۔"

"دراصل عبدالباری صاحب میرے ساتھ ہی ہوں گے۔"

"تم اس کو چھوڑو صرف اپنی بات کرو یہ تو وہاں بھی سڑک کنارے کھڑا کچھ نہ کچھ بیچنے کی کوشش میں روپیہ کمانے میں مصروف ہو جائے گا۔" اس کی بات کافی حد تک درست تھی۔

"میں نے اتنی باتیں تم سے کر لیں اور اپنا تعارف تو کروایا ہی نہیں۔"

بات کرتے کرتے غالباً اس شخص کو یاد آیا کہ نبیو اس سے قطعی ناواقف ہے۔

"مجھے برہان الدین نینی کہتے ہیں میں کراچی کا رہائشی ہوں وہاں میرا مچھلیوں کا بہت بڑا بزنس ہے دنیا کے ہر ملک میں ہم مچھلی سپلائی کرتے ہیں اور....." کچھ کہتے کہتے وہ رک گیا' عبدالباری پر ایک نظر ڈالی جو بظاہر سو رہا تھا اور تھوڑا سا آگے کی جانب کھسک آیا ساتھ ہی اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی تھیلی بھی برآمد کر لی ہے جسے کھول کر نبیو کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ جس کے اندر سے آنے والی ننھی ننھی کرنوں نے چند پل کو نبیو کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔

"جانتی ہو یہ کیا ہے؟"

"ڈائمنڈ....." نبیو نے جواب دے کر برہان الدین کی جانب دیکھا۔

"بالکل یہ ہیرے ہیں اور میں ان کی اسمگلنگ بھی کرتا ہوں' بنکاک کا چھوٹا موٹا ڈان مانا جاتا ہوں یہاں کے لوگ میری جوتی کی نوک تلے رہتے ہیں میں ان سے بھیک نہیں مانگتا بلکہ بڑی شان سے ان پر حکمرانی کر کے کماتا ہوں۔"

ملائشیا سے بنکاک تک کے سفر میں نبیو جانے کتنے کرداروں سے آشنا ہوئی تھی اور کتنی کہانیاں اسے سننے کو ملی تھیں ان ہی کرداروں میں اب ایک نیا کردار برہان الدین بھی شامل ہو چکا تھا۔

"ملک ملک گھومنا اور عیاشی کرنے کے علاوہ جانتی ہو میرا ایک اور یونیک شوق کیا ہے؟" بات کرتے کرتے رک کر اس نے نبیو سے سوال کیا۔

ظاہر ہے نبیو اس کے بارے میں فی الحال کچھ نہ جانتی تھی۔

"نت نئی شادیاں کرنا۔" نبیو کو انکار میں سر ہلاتے دیکھ کر اس نے خود ہی جواب بھی دے دیا۔

"ابھی تک کوئی پندرہ سولہ شادیاں کر چکا ہوں' تین بیویاں موجود ہیں باقی سب سے فارغ ہوں آخری والی یہ ہی کوئی تمہاری عمر کی ہی ہے۔"

"میری عمر کی۔۔۔" نبیو نے حیرت سے دوہرایا۔

"مائنڈ مت کیجئے گا مگر میں یہ ضرور پوچھوں گی اس نے اپنے باپ کی عمر کے شخص میں وہ کون سی خوبی دیکھی جو نکاح کر بیٹھی۔" نبیو نے پر اعتماد لہجے میں پوچھا۔

"پیسہ جو دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔" فخر برہان الدین کے لہجے سے چھلک رہا تھا۔

"اپنی اپنی سوچ کی بات ہے ورنہ میرے نزدیک پیسہ کبھی بھی اتنا پاور فل نہیں ہوا کہ اس کی خاطر اپنے جذبات و احساسات کو قربان کر دیا جائے۔"

"تم پاکستان غیر قانونی طریقہ سے جا رہی ہو؟ آئی مین جعلی ویزا۔" اس کی بات کو یکسر نظر انداز کر کے برہان الدین نے ایک بالکل مختلف سوال کر دیا جس کی اس وقت کم از کم نبیو کو امید نہ تھی جواب میں اس نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا' بس کی لائٹس آن ہو گئیں' ہوسٹس نے مائیک پر درخواست کی۔

"تمام مسلمان مسافر اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں کیونکہ کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔" یہ ہدایت غالباً حلال اور حرام کے سلسلے میں تھی نبیو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہی بس میں چاروں طرف ایک نظر ڈالی اس کے عبدالباری اور برہان الدین کے علاوہ بھی وہاں پانچ مسلمان افراد اور تھے' کھانا سرو کیا جانے لگا ہوسٹس نے اس کی سیٹ کی سائیڈ سے ایک چھوٹا ٹیبل برآمد کر کے اس پر کھانے کی ٹرے سیٹ کر دی "میگی گورنگ" کا پہلا ہی چمچہ منہ میں ڈالتے اسے ابکائی سی آ گئی جانے یہ اس کا وہم تھا یا حقیقت اسے کھانے میں کچھ عجیب سی بو محسوس ہو رہی تھی' اس نے ٹرے پرے کھسکا کر بیگ سے اپنے کھانے کے لیے کچھ اسنیکس نکال لیے اس کے برابر میں عبدالباری بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا نبیو نے اپنی ٹرے بھی اس کے پاس رکھ دی۔

کھانا ختم ہوتے ہی بس کی لائٹس پھر سے مدھم ہو گئیں' بس میں میوزک کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی نبیو سیٹ سے ٹیک لگا کر سو گئی' تقریباً چھ بجے وہ بنکاک کے بس اسٹینڈ پر پہنچ گئی جہاں عبدالباری کے ساتھ وہ باہر روڈ پر آ گئی عبدالباری کے انداز نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ یہاں بھی کسی ہوٹل میں نہیں رکا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم ٹیکسی کر کے یہاں سے سیدھے ایئرپورٹ چلے جاتے ہیں۔"

"چھ بجے سے رات بارہ بجے تک ہم ایئرپورٹ پر کیا کریں گے؟" عبدالباری کا سوال بھی معقول تھا۔

"ایسا کرو تم میرے ساتھ آ جاؤ میں تمہیں رات کو بحفاظت ایئرپورٹ پہنچا دوں گا۔" برہان الدین ہاتھ پر کوٹ ڈالے اس کے قریب آن پہنچا۔

"ہاں مگر یہ شخص میرے ساتھ نہیں جائے گا اگر منظور ہے تو آ جاؤ۔" وہ اپنے سامنے کھڑی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ چکا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں تمہیں رات کو ایئرپورٹ پر ہی مل جاؤں گا۔"

ایک لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر بنکاک کی سڑکوں پر پھرنے سے' بہتر تھا کہ اسے برہان الدین کی ذمہ داری میں دے دیا جائے اس سوچ نے عبدالباری کو مطمئن کر دیا' نبیو بیس منٹ بعد ہی "ہوٹل رما دا پلازہ" پہنچ گئی' ہوٹل کی

عظیم الشان عمارت کو دیکھتے ہی نبیو کو برہان الدین کی دولت کا اندازہ ہو گیا' ہوٹل ابھی بند پڑا تھا' کاؤنٹر پر کوئی بھی نہ تھا وہ برہان الدین کے ساتھ وہیں لابی میں بیٹھ گئی' تقریباً" نو بجے وہاں کا اسٹاف آنا شروع ہوا' برہان الدین نے کاؤنٹر پر جا کر روم بک کروایا' نبیو وہیں لابی کے صوفے پر بیٹھی رہی' ابوذر بھی جاگ چکا تھا اسے اس وقت شدت سے بھوک محسوس ہو رہی تھی' ابوذر بھی بھوکا تھا۔

چند منٹوں بعد برہان الدین واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا جس کے گلے میں لٹکا کارڈ ظاہر کر رہا تھا وہ اسی ہوٹل کا ملازم ہے۔

اس کے ساتھ اپنا سامان لے کر اوپر روم میں چلی جاؤ' شام چار بجے تک وہاں آرام کرو مجھے کسی کام سے جانا ہے' واپس آ کر تمہیں ٹیکسی کروا کر ایئرپورٹ بھیج دوں گا' ابھی اگر ناشتا کرنا ہے تو میرے ساتھ ڈائننگ ہال آجاؤ ورنہ روم سروس سے آڈر دے کر منگوا لو جو تمہیں کھانا ہے۔"

"تھینک یو سر۔۔۔" نبیو برہان الدین کا شکریہ ادا کرتی اس کے دیے ہوئے روم میں آ گئی سب سے پہلے خود نہائی' ابوذر کو نہلا دھلا کر کپڑے تبدیل کروائے پھر کمرے میں رکھے روم فریج کی جانب آ گئی جو طرح طرح کے لوازمات سے بھرا ہوا تھا' وہیں سے جوس اور بلیک فاریسٹ کیک نکال کر اس نے ناشتا کیا۔ اور سو گئی وہ سو ہی رہی تھی جب دو بجے کے قریب برہان الدین نے اس کے کمرے کا دروازہ بجایا نبیو نے دروازہ کھول دیا۔

"مجھے نہانا ہے تم اگر چاہو تو کمرے میں ہی رکو کیونکہ میں کبھی کسی ایسی عورت کی جانب غلط نگاہ نہیں ڈالتا جو خود مجھے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش نہ کرے اور میں بند آنکھوں سے عورت کا کردار جانچ سکتا ہوں۔ پھر بھی اگر اعتبار نہ ہو تو نیچے لابی میں جا کر بیٹھ سکتی ہو۔"

"نہیں نہیں سر مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے آپ اندر آجائیں۔"

نبیو نے دروازے کے سامنے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا' اس کا بیگ صبح صبح ہی روم میں آ گیا تھا برہان الدین اس میں سے اپنے کپڑے نکال کر باتھ روم چلا گیا نبیو باہر رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں تمہارے لیے اوپر ہی کچھ کھانے کو بھیج دیتا ہوں اس کے بعد تم تیار ہو جاؤ تمہیں یہاں سے پانچ بجے نکلنا ہو گا تاکہ چھ بجے تک ایئرپورٹ پہنچ جاؤ۔"

برہان الدین نہا کر اپنے گیلے بالوں میں کنگا کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ کھانا کھا کر نبیو تیار ہو گئی اور تقریباً" پانچ بجے وہ نیچے ہوٹل کی لابی میں تھی برہان الدین نے ہوٹل سے ہی گاڑی ہائیر کی اور اسے چھوڑنے باہر تک آیا' باوردی ڈرائیور نے انہیں دیکھتے ہی پیچھے کا دروازہ کھول دیا۔

"یہ میری بھتیجی ہے یعنی بھائی کی بیٹی اسے بحفاظت ایئرپورٹ پہنچا کر مجھے واپس آ کر بتاؤ اگر یہ لڑکی کہیں یہاں وہاں ہوئی تو ذمہ دار تم ہو گے۔"

برہان الدین نے ڈرائیور کو انگلش میں سمجھایا اور پھر نبیو کی جانب پلٹا۔

"یہاں قدم قدم پر دھوکا ہے' مگر یہ سب مجھے بہت اچھی طرح جانتے ہیں اب کوئی تمہارے ساتھ غلط ہاتھ نہیں کرے گا تم اطمینان سے اس کے ساتھ ایئرپورٹ جا سکتی ہو ورنہ تو یہ ٹیکسی والے بھی لڑکیاں بیچ کر نکل جاتے ہیں اور ان بیچاریوں کو پتا بھی نہیں چلتا۔"

"شکریہ سر میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئی' ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر اس کی آخری منزل کی جانب چل دی جہاں سے کچھ گھنٹوں بعد اس کا یہ طویل اور دشوار ترین سفر ختم ہونے والا تھا اور وہ ان کٹھنائیوں سے گزر کر اپنے ملک پہنچنے والی تھی یا اپنا دیس جہاں سارے اس کے اپنے تھے۔

☆ ☆ ☆

وہ اور امان پچھلے دو گھنٹوں سے کراچی ایئرپورٹ پر موجود تھے' نبیو کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق اسے آج صبح اسلام آباد پہنچ جانا چاہیے تھے جہاں سے ڈائریکٹ فلائیٹ لے کر اسے کراچی آنا تھا' انکوائری سے حاصل شدہ معلومات کے بعد وہ دو گھنٹہ قبل ایئرپورٹ پہنچ گئے' اب تک دو مختلف ایئرلائن کے جہاز اسلام آباد سے کراچی آ چکے تھے اور اب تیسری اور آخری ایئرلائن کے جہاز کی کراچی آمد کو بھی تقریباً پچیس منٹ ہو چکے تھے امان لاؤنج کے بالکل سامنے موجود اندر سے آنے والے ایک ایک مسافر کو دیکھ رہا تھا' احتشام صاحب کچھ دور فاصلے پر مسلسل ٹہل رہے تھے' رفتہ رفتہ آگے بڑھتی گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ وہ مایوسی کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔ ٹہلنے سے جہاں ان کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں' وہیں مایوسی نے ان کے اعصاب کو بھی شل کر دیا تھا ان کے حساب سے نبیو چھ گھنٹے قبل اسلام آباد پہنچ چکی تھی پھر وہ کہاں تھی؟ اب تک کراچی کیوں نہیں آئی' اسلام آباد پہنچ کر اس نے احتشام صاحب کو فون کیوں نہیں کیا؟ ان تمام باتوں کو سوچتے ان کی بے چینی میں اضافہ ہو جاتا' ابھی بھی تھک کر انہوں نے قریبی دیوار کا سہارا لیا ہی تھا کہ امان تیزی سے لپک کر ان کی جانب آیا۔

"پاپا اب باہر رکھے بینچ پر چل کر بیٹھیں۔" اس نے انہیں کندھے سے تھام لیا۔

"نہیں آئی؟" امان کی بات کو قطعی نظرانداز کر کے انہوں نے امید و ناامیدی کی کیفیت میں گھرتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی تک تو نہیں مگر ان شاء اللہ آ جائے گی آپ پریشان مت ہوں اگر وہ وہاں سے بخیریت اسلام آباد پہنچ سکتی ہے تو یقیناً" کراچی بھی آ جائے گی۔"

"کیسے پتا چلے کہ وہ اسلام آباد پہنچی بھی ہے یا نہیں' اس نے تو پاکستان آ کر مجھ سے ابھی تک رابطہ بھی نہیں کیا اور یہ ہی بات میری گھبراہٹ کا سبب بن رہی ہے تمہارے سامنے ان تینوں فلائٹس میں وہ نہیں ہے' اگلی فلائٹس شام میں آنا شروع ہوں گی' اب بتاؤ اس صورت حال میں کیا کیا جائے؟" انہوں نے پرسوچ نگاہوں سے امان کے چہرے کی جانب تکتے ہوئے سوال کیا۔

"ایسا کریں آپ ٹیکسی کر کے گھر چلے جائیں میں انکوائری سے معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں یا پھر میرا ایک دوست ہے اسلام آباد میں اسے فون کرتا ہوں وہ وہاں سے معلوم کرے بہرحال میں رات آنے والی آخری فلائیٹ چیک کر کے ہی گھر واپس آؤں گا۔"

"ایک منٹ اپنے پیچھے دیکھو۔" امان کو خاموش کرواتے ہی انہوں نے پیچھے لاؤنج کے داخلی دروازے کی سمت اشارہ کیا' ان کے متوجہ کرواتے ہی پیچھے دیکھتے ہوئے امان بالکل ساکت ہو گیا' اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے حقیقت ہے یا اس کا وہم یقینی طور پر ایک ہی جیسا دو ہم دو لوگوں کو بیک وقت نہیں ہو سکتا' وہ احتشام صاحب کو وہیں چھوڑ کر پیچھے کی جانب تیزی سے بھاگا' پاس سے گزرتے لوگ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

چھ بج کر تیس منٹ پر وہ ایئرپورٹ پہنچ گئی' ٹیکسی والے کو اس کا طے شدہ کرایہ ادا کر کے اس نے اپنا سامان باہر نکالا اور سامنے رکھی ٹرالی میں تمام سامان رکھ لیا' ابوذر کے ساتھ وہ ٹرالی گھسیٹتی عمارت کے اندر داخل ہو گئی چیکنگ کے مختلف مراحل سے گزر کر وہ ایئرپورٹ کے لاؤنج میں آ گئی اس تمام عمل میں اس کا ایک گھنٹہ صرف ہو چکا تھا۔

اپنے سامان کی ٹرالی گھسیٹتی وہ انتظار گاہ میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی' یہاں وہاں نظر دوڑائی' انتظار گاہ بھانت بھانت کے مسافروں سے بھری ہوئی تھی' کچھ ہی فاصلے پر عبدالباری بھی موجود تھا جس نے نبیو کو دیکھتے ہی زور و شور سے ہاتھ ہلایا اور اٹھ کر اس کے پاس رکھی کرسی پر ہی آ بیٹھا نبیو کا پاسپورٹ اور ٹکٹ اس کے ہاتھ

میں ہی تھا جو وہ باہر کاؤنٹر پر چیک کروا چکی تھی باہر تقریباً تین مختلف مقامات پر پاسپورٹ چیک کرنے کے عمل نے نبیو کو ذہنی طور پر تھکا سا دیا تھا اس نے خاموشی سے ہاتھ میں پکڑی دونوں چیزیں ہینڈ بیگ کی زپ کھول کر اندر رکھ لیں اور عبدالباری کو مخاطب کیا۔

"پلیز انکل آپ ذرا میری ٹرالی کا خیال رکھیں میں سامنے کاؤنٹر سے کچھ کھانے کے لیے لے کر آتی ہوں۔"

"ہاں ہاں ضرور ہو سکے تو میرے لیے بھی ایک کافی کا کپ لے آنا۔"

عبدالباری نے دانت نکالتے ہوئے فرمائش کی 'وہ اگر نہ بھی کہتا تو بھی وہ ضرور اس کے لیے کچھ لے کر ہی آتی' نبیو اٹھ کر سامنے والے کاؤنٹر پر آ گئی ابوذر کو کھانے کا مختلف سامان لے کر دیا' ساتھ ہی وہاں سے کچھ چھوٹے چھوٹے مختلف اقسام کے کھلونے بھی اسے خرید کر دیے' اپنے لیے حلال کے ٹیگ کے ساتھ سینڈوچ اور کافی کا کپ تھام کر واپس اپنی جگہ آ گئی جہاں عبدالباری کافی کا منتظر تھا کپ اس کے حوالے کیا۔ خود کرسی پر بیٹھ کر کولڈ ڈرنک کا ٹن کھول لیا ٹھنڈی ٹھار کولڈ ڈرنک نے اس کے اعصاب کو کافی حد تک پرسکون کر دیا وہ بڑے اطمینان سے بیٹھی وقت گزرنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ ان کی فلائیٹ تھوڑی لیٹ ہو چکی تھی اور اب جہاز نے بارہ بجے کے بجائے ایک بجے یہاں سے روانہ ہونا تھا جانے اسے کتنا ٹائم وہاں بیٹھے ہوئے ہو چکا تھا جب اچانک ہی ایک باوردی شخص تیزی سے اس کی جانب بڑھتا نظر آیا' اسے اپنی طرف اس طرح آتے دیکھ کر وہ یک دم گھبرا اٹھی' اسے محسوس ہوا شاید وہ پکڑی جا چکی ہے' انہونی کے احساس نے اس کے اوسان خطا کر دیے۔ اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ شخص عین اس کے سامنے آ کر رک گیا نبیو نے ابوذر کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"پاکستان جانے والے تمام مسافروں سے گزارش ہے کہ وہ بورڈنگ کے لیے آجائیں ان کی فلائیٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔"

وہ شخص یہاں وہاں نظر دوڑاتے ہوئے با آواز بلند یہ سب کچھ کہہ کر وہاں سے جا چکا تھا' اس کے جاتے ہی نبیو نے اپنا دیر سے رکا ہوا سانس بحال کیا اور پھر سامان کی بورڈنگ کے بعد سے جہاز میں سوار ہونے کا ایک ایک پل اسے ایک صدی کے برابر لگ رہا تھا' جیسے تیسے یہ تمام عمل مکمل ہوا وہ بحفاظت جہاز کے اندر داخل ہو گئی اور جب تک جہاز نے رن وے نہ چھوڑا وہ مسلسل آیت الکرسی کا ورد کرتی رہی اتفاق کی بات تھی اسلام آباد پہنچتے ہی اسے پہلی ہی فلائیٹ کا ٹکٹ مل گیا جس کے ذریعے اسے کراچی جانا تھا وہ صرف چار گھنٹے بعد ہی اسلام آباد سے کراچی پہنچ گئی' اسلام آباد سے کراچی تک کا سفر اس نے مکمل ٹرانس کی سی کیفیت میں گزارا اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ وہ پاکستان پہنچ چکی ہے اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنے آس پاس موجود لوگوں کو پکڑ پکڑ کر بتائے کس طرح وہ سکندر کے منہ پر طمانچہ مار کر آئی ہے' وہ چیخ چیخ کر کہنا چاہتی تھی کہ عورت کو کبھی کمزور مت سمجھو نہ ہی اسے اتنا تنگ کرو کہ وہ تم سے انتقام لینے پر مجبور ہو جائے' کراچی ایئرپورٹ پر پہنچتے ہی اپنی سرزمین کے احساس نے اس کی گردن کو فخر سے تان دیا' تمام مسافر اپنا اپنا سامان حاصل کر کے باہر نکل رہے تھے اس کا بیگ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا' کاؤنٹر پر موجود شخص کا کہنا تھا شاید اسلام آباد سے لوڈ ہی نہیں ہوا' بالآخر آدھے گھنٹے بعد اس کا بیگ مل گیا۔

وہ جانتی تھی کہ یہ تمام وقت باہر بیٹھے اس کے گھر والوں نے کتنی اذیت میں گزارا ہو گا مگر چونکہ اس کا سیل آف ہو چکا تھا اس لیے وہ ابھی تک کسی کو اپنے پہنچنے کی اطلاع نہ دے سکی تھی' بیگ ملتے ہی سامان ٹرالی میں رکھ کر وہ جلدی جلدی باہر کی جانب چل دی' ہر طرف پھیلی یدنظمی بھانت بھانت کی زبان بولتے مختلف طرح کے لوگ' ان کا سارا سامان بکھیر کر چیکنگ کرتے عملہ کے افراد یہ سب کچھ دوسرے ممالک سے قطعی مختلف تھا مگر پھر بھی اسے اچھا لگ رہا تھا' اپنائیت کے احساس نے اس کے اندر سرخوشی سی بھر دی تھی باہر نکلتے ہی وہ سکندر کو فون کرنا چاہتی تھی تاکہ اسے بتا سکے۔

"کہ وہ ابوذر کے ساتھ اپنی پیاری سرزمین پر پہنچ چکی ہے' وہ اس کا بیٹا اس دیس لے آئی ہے جس کا نام وہ ہر بار حقارت سے لیتا تھا مگر وہ اپنے بیٹے کو کبھی بھی دوسرا سکندر نہ بننے دے گی۔" یہ سب سوچتے اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں' لاؤنج سے باہر نکلتے ہی وہ اپنے جذبات پر قابو کھو بیٹھی اور بے اختیار جھک کر اپنی سرزمین کو بوسہ دیا' آس پاس کھڑے تمام مسافر جینز' ٹی شرٹ میں ملبوس اس دبلی پتلی سی لڑکی کو حیرت سے دیکھ رہے تھے جو زمین کو بوسہ دینے کے بعد وہیں نیچے بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔

امان نے اسے نیچے بیٹھتے دور سے ہی دیکھ لیا تھا یہ ہی وجہ تھی جو وہ تیزی سے بھاگتا اس کی سمت آیا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی اسے کندھے سے تھام کر اٹھانے کی کوشش کی' نبیو نے روتے ہوئے اپنا سر اٹھایا اس کے سامنے اس کا اپنا بھائی کھڑا تھا' اپنا سگا بھائی جسے جانے وہ کتنے عرصے بعد دیکھ رہی تھی امان کے اٹھاتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بلک بلک کر روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی' آج کتنے زمانے کے بعد وہ اس طرح روئی تھی کیونکہ اسے رونے کے لیے کسی اپنے کا کندھا نصیب ہو گیا تھا اور آنسو ہمیشہ اپنوں کے سامنے ہی گرتے اچھے لگتے ہیں کیونکہ وہ انہیں دل کی گہرائیوں سے پونچھتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

جانے آج کتنے دنوں بعد وہ ایسی پرسکون اور گہری نیند سوئی کہ اسے کچھ ہوش بھی نہ رہا ابھی بھی شاید وہ اور سوتی جو اچانک باہر سنائی دینے والی تیز شور سے اس کی آنکھ نہ کھل جاتی' پہلے تو دیر تک اسے سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ کہاں ہے؟ پھر جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے وہ یک دم اٹھ بیٹھی' ابوذر اس کے دائیں پہلو میں گہری نیند سو رہا تھا وہ بھی اس کی طرح کئی ماہ کی ذہنی اور جسمانی تھکن کا شکار تھا بے شک وہ بچہ تھا مگر ماں کے ساتھ دربدر پھرتے ہوئے تھک گیا تھا۔

وہ بڑے پیار سے اس کے چہرے کو اپنی نگاہوں میں لیے تک رہی تھی جب ایک بار پھر امان کی تیز آواز بند دروازے سے اندر سنائی دی نبیو فوراً" گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی جلدی جلدی بیڈ سے دوپٹا اٹھا کر اوڑھا اور ننگے پاؤں ہی کمرے کا دروازہ کھول کر باہر لاؤنج میں آ گئی جہاں صوفے پر ردا کے بالکل برابر میں جنید بیٹھا تھا جبکہ کچھ فاصلے پر نہایت ہی غصے کے عالم میں امان کھڑا تھا جس نے نبیو پر ایک نظر ڈالتے ہی اپنے ہاتھ میں تھاما موبائل صوفے پر بیٹھے جنید کی گود میں پھینک دیا۔

اسے چوبیس گھنٹے ہو گئے تھے گھر آئے ہوئے اور ان چوبیس گھنٹوں میں پہلی بار جنید دکھائی دیا تھا جس کے چہرے پر آج بھی اس کے لیے ویسی ہی بے حسی نظر آ رہی تھی جیسے کئی سال قبل اس نے سنان کے لیے دیکھی تھی۔

"کیا ہوا امان تم کیوں اس قدر غصے میں دکھائی دے رہے ہو؟ خیریت تو ہے نا۔" جنید کو مکمل طور پر نظرانداز کرتے ہوئے اس نے امان سے دریافت کیا۔

"اسے چھوڑو یہ تو بغیر کسی وجہ کے جذباتی ہو رہا ہے تمہیں میں بتاتا ہوں اصل بات کیا ہے؟" امان کے جواب دینے سے قبل ہی جنید صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا اس کے مدمقابل آ گیا۔

"ابھی ابھی میرے پاس سکندر کا فون آیا تھا' دراصل آنٹی فاطمہ نے ابوذر کی گم شدگی کے دکھ کو دل میں ایسا لیا کہ اسپتال جا پہنچیں انہیں شدید قسم کا اٹیک ہوا ہے اور اس حالت میں بھی وہ صرف ابوذر کو ہی یاد کر رہی ہیں' سکندر کا کہنا ہے کہ تم ہم سب کی ملی بھگت سے پاکستان پہنچی ہو' اپنی ماں کی اس حالت کا ذمہ دار بھی وہ تم کو ہی ٹھہرا رہا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اگر ابوذر واپس ملائشیا نہ گیا اور فاطمہ کو کچھ ہو گیا تو وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔"

اس نے حیرت کے عالم میں سامنے کھڑے جنید پر ایک نگاہ ڈالی اور دوسری نظر اس کے پیچھے کھڑے امان پر'

جس کے چہرے پر چھائی سرخی اس کے اندرونی غصے کو واضح کر رہی تھی وہ حیران تو اس بات پر تھی کہ اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی سکندر میں اتنی جرات تھی کہ وہ اس کے سگے بھائی کو فون کر رہا تھا؟ اور اس کا سگا بھائی جانے کس منہ سے سکندر کے فون سن رہا تھا؟ اسے شدید قسم کا دکھ اور صدمہ ہوا۔

"آپ شاید جانتے نہیں ابوذر میرا بیٹا ہے آنٹی فاطمہ کا نہیں۔" دل تو چاہ رہا تھا خوب کھری کھری سنائے مگر جب بولی تو صرف یہ ہی اک جملہ باقی تمام الفاظ اس کے حلق میں ہی گھٹ سے گئے۔

"میں جانتا ہوں وہ تمہارا بیٹا ہے مگر آخر وہ بھی تو دادی ہیں نا اس کی اور پھر سکندر باپ' میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم اس معصوم کو کیوں یہاں لے آئی ہو رلنے کے لیے' جہاں اس زمانے میں کسی کا مستقبل محفوظ نہیں میری مانو تو اسے واپس کر دو اس کی ذمہ داری نبھانا تمہارے بس کی بات نہیں ہے اس کو اس کے باپ کے حوالے کر دو یہ میرا تمہیں بہترین مشورہ ہے۔"

"جنید بھائی آپ پلیز اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں' اسے اب آپ کے کسی بھی مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" امان کے جواب نے اس کی مشکل حل کر دی۔

"دیکھو امان وہ کہہ رہا ہے کہ میں پاکستانی سفارت خانہ پر کیس کر دوں گا جن کی مدد سے نبیو اس ملک سے فرار ہوئی' وہ کہتا ہے کہ وہ عالمی سطح پر اپنے بیٹے کا کیس لڑے گا اب بتاؤ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر بھی تو یہ بچہ واپس جائے گا۔" جنید کے الفاظ سن کر نبیو کو حیرت ہوئی جانے یہ کیسا شخص تھا جس کی ہمدردی اپنی بہن کے بجائے ایک ایسے مرد کے لیے تھی جس کی ہٹ دھرمی' خود سری اور ضد نے ایک جوان عورت کو بھری دنیا میں تنہا رول دیا وہ تو شاید اس کا نصیب اچھا تھا جو وہ بغیر کسی نقصان کے واپس اپنوں تک پہنچ گئی ورنہ تو۔۔۔۔ آگے سوچ کر ہی اسے جھرجھری سی آ گئی۔

"آپ بے فکر رہیں وہ اب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا یہ سب گیدڑ بھبکیاں ہیں اگر وہ کوئی اتنا ہی شیر دل مرد تھا تو مجھے اپنے ملک میں روک کر دکھاتا جب میں وہاں سے اپنا بیٹا لے کر واپس آ سکتی ہوں نا تو اس بچے کی حفاظت بھی بہت اچھی طرح کر لوں گی اسے کہیں کہ اب صرف حماد کی سوچے ابوذر کو بھول جائے ویسے بھی میں نے وکیل سے مشورہ کر لیا ہے اب ہمارا کچھ نہیں کر سکتا یہ بچہ اس کی ماں کا نہیں ہے بلکہ میرا ہے اور کوئی عالمی قانون چھین نہیں سکتا مجھ سے۔"

"بہرحال میرا مقصد تو صرف تم لوگوں کو سمجھانا تھا باقی جو تم لوگوں کی مرضی۔"

یہ کہہ کر جنید وہاں رکا نہیں بلکہ تیزی سے باہر نکل گیا' اس کے باہر نکلتے ہی وہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور امان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اسے امید نہ تھی کہ سکندر ابھی بھی اس کا پیچھا کرے گا اپنی طرف سے تو وہ سکندر نامی کتاب بند کر چکی تھی مگر آج جنید کی گفتگو سے اندازہ ہوا یہ کتاب بند کرنا شاید اتنا آسان نہیں جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"نبیو نیچے آ جاؤ تم سے ملنے شبنم آنٹی آئی ہیں۔"

شفا اسے دروازے سے ہی اطلاع دے کر واپس پلٹ گئی پہلے تو اس کا دل چاہا جائے ہی نہیں مگر جانے کیا سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی' ایک نگاہ آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر خود پر ڈالی' ملگجا حلیہ الجھے ہوئے بال' وہ اس حال میں نیچے نہیں جانا چاہتی تھی لہٰذا پہلے کپڑے تبدیل کیے' اپنے بال بنائے اور چپل پہن کر نیچے آ گئی سامنے ہی صوفے پر شبنم بیٹھی تھیں جو اسے دیکھتے ہی فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اسلام علیکم آنٹی۔" اس کے سلام کے جواب میں شبنم نے اسے گلے لگا لیا۔ "کیسی ہو بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں جی شکر الحمد اللہ میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسی ہیں کچھ کمزور دکھائی دے رہی ہیں" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی جبکہ رحاب سامنے رکھی کرسی پر نہایت ہی خاموشی سے بیٹھی تھی اس کی گود میں موجود ابوذر کو دیکھ کر وہ تھوڑا سا حیران ضرور ہوئی مگر کچھ بولی نہیں اسے محسوس ہوا جیسے شبنم اس سے کچھ کہنا چاہتی ہیں مگر کہہ نہیں پاتیں اور اسی وقت جب وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ آیا شبنم آنٹی کو اس سے کوئی کام ہے؟ یک دم ہی لاؤنج کے دروازے سے سنان اندر داخل ہوا جسے دیکھتے ہی اسے کرنٹ سا لگا اور وہ فوراً" سے پیشتر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایکسکیوزمی آنٹی مجھے ابوذر کو کھانا کھلانا ہے اس لیے پلیز آپ برا مت مانیے گا میں جا رہی ہوں۔"

شبنم کا کوئی بھی جواب سنے بغیر وہ رحاب سے ابوذر کو لیتی ہوئی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی' اسے اس طرح وہاں سے جاتے دیکھ کر لاؤنج کے دروازے پر کھڑے سنان کا دل ایک دم ہی دکھ سے بھر گیا وہ تو صرف اور صرف اسے دیکھنے کے لیے ہی وہاں آیا تھا مگر اس نے تو اسے اس قابل بھی نہ سمجھا کہ رک کر خیریت ہی دریافت کر لیتی اس کے اس طرح شدید ردعمل نے سنان کو تھوڑا سا مایوس کر دیا اسے اندازہ ہوا اب یہ معاملہ پہلے سے بھی زیادہ بگڑ چکا ہے اس کے باوجود اس کے دل میں کہیں امید کا جگنو ضرور چمک رہا تھا کہ شاید وہ زندگی میں کبھی نہ کبھی نبیو کے دل میں موجود تمام غبار کو دھو کر وہاں پھر سے اپنی محبت کو بھر دے گا اور اسی ایک دن کے انتظار میں اسے جینا تھا۔

☆ ☆ ☆

"مجھے انصاف چاہیے' میری بیوی اپنے سفارت خانے کی مدد سے بغیر پاسپورٹ کے اس ملک سے فرار ہوئی اور ساتھ ہی میرا بیٹا بھی اغوا کر کے لے گئی جب کہ میرے بیٹے کا پاسپورٹ بلاک تھا' پھر وہ کس طرح پاکستان پہنچا؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟"

"میں اپنے بھائی کے بغیر بالکل تنہا ہوں' میری ماں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ دیس بھاگ گئی اور ساتھ ہی میرا بھائی بھی لے گئی جو میرے بغیر سو تا نہ تھا مجھے میرا بھائی واپس چاہیے۔"

نبیو کے سامنے مختلف ملائی اخبار بکھرے پڑے تھے جن کے تراشے آج صبح ہی کوریئر کے ذریعے ربیعہ نے بھیجے تھے' اسے یہ اطلاع تو کئی دن قبل ہی مل گئی تھی کہ سکندر حماد اور رفیدا کے ساتھ مل کر پاکستانی سفارت خانے اور ایئرپورٹ کے باہر مظاہرے کر رہا ہے' اس کے ساتھ کچھ سماجی تنظیمیں بھی شامل تھیں جن کے نزدیک سکندر ایک مظلوم مرد تھا اس کے علاوہ اس نے وہاں پریس کانفرنس بھی کی تھیں جس میں وہ نبیو پر کسی نامعلوم مرد کے حوالے سے رکیک ترین الزامات لگا رہا تھا۔

سکندر اس پر کیا الزامات لگا رہا تھا؟ اس سے اب نبیو کو کوئی فرق نہ پڑتا تھا مگر اس کے لیے دکھ کی بات تو صرف یہ تھی کہ ان مظاہروں میں حماد بھی اس کے ساتھ شریک تھا جس کی برین واشنگ اس طرح کی گئی کہ اب وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر اپنے ہاتھوں میں سنگ اٹھائے نبیو کے تعاقب میں تھا۔

اخبار میں نبیو کی تصاویر کے ساتھ ساتھ اس کے پاسپورٹ کی تصویریں تھیں جو سکندر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پریس والوں کو دکھا رہا تھا' وہ پاسپورٹ جس کی حیثیت اب ایک معمولی سے کاغذ کے ٹکڑے سے بڑھ کر نہ تھی' سکندر نے اپنے تمام بیانات میں خود کو نہایت ہی مظلوم ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اپنی مظلومیت کو ثابت کرنے کے لیے اس نے حماد کا کندھا استعمال کیا مگر پھر بھی اسے یقین تھا کہ ایک دن ضرور آئے گا جب حماد کو اپنی ماں کی بے گناہی اور اپنے باپ کے ظلم کا ضرور علم ہو گا اور پھر وہ اپنی ماں اور بھائی سے ملنے ضرور آئے گا اسے اپنے خدا پر یقین کامل تھا جس نے اتنی مشکلات کے باوجود اسے یہاں تک بحفاظت پہنچا دیا تو یقیناً" وہ بھی ایک دن حماد کو بھی اس تک ضرور لائے گا۔

☆ ☆ ☆

"نہیں امی اب یہ سب کچھ بالکل ہی ناممکن ہے میری زندگی میں نہ سنان اور نہ ہی کسی اور مرد کی گنجائش بالکل ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا برائے مہربانی آپ آئندہ اس حوالے سے مجھ سے کوئی بھی بات مت کیجئے گا۔"

یہ سب کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں بلکہ تیزی سے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آئی سامنے ہی عین سیڑھیوں کے قریب رحاب کھڑی تھی جو یقیناً "ردا اور نبیو کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن چکی تھی جس کا اندازہ اس کے چہرے پر چھائی شرمندگی سے لگایا جا سکتا تھا' نبیو بنا اس پر توجہ دیے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر اپنے کمرے میں آئی اسے رہ رہ کر اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ اب کس طرح آنٹی شبنم نے اس کے رشتے کی بات کی' اس وقت جب یہ سب کچھ اس کی چاہ میں شامل تھا تو ان تمام لوگوں نے مل کر سنان کو اس کی زندگی سے نکال باہر پھینکا اور اب جب وہ عشق و عاشقی کے تمام اسباق زمانے کی تلخیوں میں گھول کر پی چکی تھی تو جانے کیوں ان ہی تمام لوگوں کو اس کی زندگی کا وہ بنجر پن نظر آنے لگا تھا جسے وہ اللہ کی رضا جان کر راضی تھی۔

اسے محسوس ہوا شاید اس کے آس پاس رہنے والے تمام لوگ اس پر ترس کھانے لگے ہیں اور اس ترس کے سبب رحاب اور اس کی ماں نے سنان نامی گڑے مردے کو اکھاڑ کر پھر سے کھڑا کر دیا تھا یہ جانے بغیر کہ اب ایسا ہونا نہ صرف مشکل بالکل ناممکن بھی ہے۔

☆ ☆ ☆

"رفیدا اور اس کی ماں کو تو ایدھا نے جانے کب کا گھر سے نکال دیا ہے اب دونوں ماں بیٹیاں الگ فلیٹ لے کر رہ رہی ہیں۔" اس نے آج ہی ربیعہ کو فون کیا تھا جس کا مقصد صرف اور صرف حماد کی خیریت جاننا تھا اسے رفیدا یا اس کی ماں سے کوئی دلچسپی نہ تھی' مگر حماد کا پوچھتے ہی ربیعہ نے اسے یہ تمام تفصیل بھی سنانی شروع کر دی جو اس کے لیے بالکل ہی بے کار تھی۔

"اوہ اچھا اب حماد کس کے ساتھ رہتا ہے؟"

"فی الحال تو ایدھا کے ساتھ ہی ہے۔ رفیدا کا فلیٹ اس کے اسکول سے کافی دور ہے ہاں البتہ ہر ویک اینڈ پر وہ فاطمہ کی طرف رہنے ضرور جاتا ہے۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتا آخر سکندر ایدھا یا نور ہلیز ادونوں میں سے کسی ایک لڑکی سے شادی کیوں نہیں کر لیتا ان عورتوں کے لیے ہی تو اس نے اپنا گھر اور بچے برباد کیے پھر کیوں اتنے ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک بغیر شادی کے وقت گزار رہا ہے۔"

یہ بات اس کے ذہن کو اکثر ہی الجھا دیتی تھی' اس لیے بھی آج اپنی اس الجھن کا اظہار وہ ربیعہ کے سامنے بھی کر بیٹھی۔

"دراصل اگر وہ حماد کے بالغ ہونے سے قبل دوسری شادی کرے گا تو حماد کو لازمی طور پر اس کی ماں کے حوالے کرنا پڑے گا اسی سبب وہ شاید اس کے بالغ ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔" ربیعہ نے جتنی معلومات خود حاصل کی تھیں وہ آگے پہنچا دیں۔

"اور ہاں آنٹی نوما کا فون آیا تھا تمہاری خیریت دریافت کر رہی تھیں۔ تمہارا نمبر بھی مانگا مگر میں نے نہیں دیا اب اگر تم کہو تو دے دوں وہ سب تم سے بات کرنا چاہ رہی ہیں اور ہاں آنٹی نوما کے علاوہ شوبھا اور سمتی بھی تمہارے لیے بے قرار ہیں۔"

"ہاں ضرور دے دو بلکہ ایسا کرو مجھے بھی ان کا نمبر دو میں خود بھی فون کر کے انہیں اپنے خیریت سے پاکستان پہنچنے کی اطلاع دے دیتی ہوں یہ ہی تو وہ لوگ تھے جنہوں نے میری مشکل کو آسان بنانے میں میرا ساتھ دیا اور پھر اگلے پل ربیعہ سے آنٹی نوما اور شوبھا نمبر لے کر اس نے فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

کیسے کاریگر ہیں یہ ' آس کے درختوں سے
لفظ کاٹتے ہیں اور سیڑھیاں بناتے ہیں

کیسے با ہنر ہیں یہ ' غم کے بیج بوتے ہیں
اور دلوں میں خوشیوں کی کھیتیاں لگاتے ہیں

کیسے چارہ گر ہیں یہ ' وقت کے سمندر میں
کشتیاں بناتے ہیں ' آپ ڈوب جاتے ہیں

"دیکھو نبیو ہماری بات مان لو اسی میں ہی تمہاری اور ابوذر کی بھلائی ہے۔"

آج ردا کے ساتھ ساتھ شفا اور رحاب بھی اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

"تم نہیں جانتیں بیٹا یہ پہاڑ جیسی زندگی ایک مرد کے سہارے کے بغیر گزارنا کس قدر مشکل اور دشوار ترین ہے اور وہ بھی تم جیسی خوب صورت اور کم عمر لڑکی کے لیے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ میں اب تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ میرا بیٹا موجود ہے اور اس کے علاوہ مجھ جیسی تنہا اور خوب صورت لڑکی اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر تھائی لینڈ جیسے ملک میں اپنا وقت گزار کر خیریت کے ساتھ وطن لوٹ سکتی ہے تو یقیناً" اپنے وطن میں اپنوں کے درمیان رہ کر اسے آگے بھی کوئی دشواری نہ ہوگی اور اس سلسلے میں میرا خدا پر یقین کامل ہے وہ اب بھی ہر مقام پر میری مدد کرے گا ویسے بھی میں اب جاب کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں تاکہ اپنی رقم سے اپنے بیٹے کی کفالت کروں اور اسے اس معاملے میں کسی بھی قسم کے احساس محرومی سے بچا کر رکھوں کہ کوئی دوسرا اس کی ذات پر اپنا پیسہ خرچ کر رہا ہے۔"

وہ جیسے ہر بات کا فیصلہ کیے ہوئے تھی' حالات کی سختیوں نے اسے بھی پتھر کی طرح سخت کر دیا تھا ردا کے ساتھ ساتھ شفا کو بھی ایسا ہی محسوس ہوا جیسے اب نبیو کو سمجھانا بے حد مشکل ترین امر ہو چکا تھا۔

"نبیو میں اور جنید بھی تم سے بہت شرمندہ ہیں یہاں تک کہ امی بھی تم سے معافی مانگنا چاہتی ہیں وہ تمہارے ساتھ ساتھ ابوذر کی ذمہ داری نبھانے کو بھی تیار ہیں پلیز تم ہم سب کو معاف کر دو اور ہماری غلطیوں کی سزا سنان کو مت دو وہ مر جائے گا۔"

بھابھی مجھے نا صرف آپ بلکہ جنید بھائی اور آنٹی کسی بھی فرد سے کوئی گلہ نہیں ہے لہٰذا آپ لوگ معافی مانگ کر مجھے مزید شرمندہ نہ کریں دراصل میرا واسطہ زندگی میں صرف دو ہی مردوں سے پڑا ایک سنان اور دوسرا سکندر اور مجھے دونوں نے ہی مایوس کیا' مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان دونوں مردوں میں ذرا برابر بھی فرق نہیں ہے دونوں ہی اپنے اپنے مفاد کے لیے عورت کو قربان کرنا جانتے ہیں پہلے ماں اور بہن کے لیے سنان نے میرا استحصال کیا اور اس کے بعد وہ ہی کام سکندر نے بھی بخوبی انجام دیا اور سچ تو یہ ہے کہ جس طرح میری زندگی میں سکندر کی گنجائش بالکل ختم ہو چکی ہے ویسے ہی میرے نزدیک سنان بھی ایک ایسا اجنبی مرد ہے جس سے میرا دوبارہ کوئی رشتہ استوار ہونا بالکل ہی ناممکن ہے۔"

"دیکھو نبیو اس نے صرف تمہاری خاطر اپنی بیوی کو چھوڑا' وہ مرینہ کو طلاق دے چکا ہے۔"

رحاب شاید ہار ماننا نہ چاہتی تھی یا پھر آج وہ سنان کا مکمل دفاع کرنے کا ٹھانے ہوئے تھی۔

"یہ کون سا ایسا نیکی یا فخر کا کام ہے جسے آپ بڑھا چڑھا کر سنا رہی ہیں یہ ہی تو وہ وجہ ہے جس نے سکندر اور سنان کو ایک ہی لائن میں کھڑا کر دیا ہے دو ایک ہی جیسے مرد جنہوں نے عورت کو اپنے مفاد کے لیے اپنایا اور اپنے ہی مفاد کی خاطر چھوڑ دیا' سکندر نے اگر مجھے طلاق دی تو نور بلیزا کے لیے تو کیا سنان نے مرینہ کو طلاق نہیں دی میرے لیے

تو پھر بتائیں کیا فرق ہے۔ ان دونوں مردوں میں جس کے باعث میں سنان کو سکندر پر فوقیت دوں' ویسے بھی فی الحال مجھے ابھی شادی کرنی ہی نہیں ہے اس لیے برائے مہربانی آپ لوگ بار بار اس مسئلے پر بات کر کے مجھے مجبور نہ کریں کہ میں یہ گھر بھی چھوڑ دوں اور کسی ہوسٹل یا دارالامان کی راہ لوں جہاں میری زندگی میں کسی کا عمل دخل نہ ہو۔"

اور اگر وہاں سکندر تم تک پہنچ گیا اپنے بیٹے کے حصول کے لیے پھر کیا کرو گی۔" رجاب نے سکندر کا نام محض اسے خوف زدہ کرنے کے لیے استعمال کیا "میں جب سکندر کے ملک میں تنہا اور بے یار و مددگار رہ کر اس سے مقابلہ کر سکتی ہوں تو اب یہاں مجھے سکندر کا کوئی خوف نہیں ہے میں خود میں اس کا مقابلہ کرنے کا پورا حوصلہ رکھتی ہوں آپ اس سلسلے میں میری بالکل بھی فکر مت کریں۔"

ایک بدلی ہوئی نبیو جس کا انداز و اطوار پہلے والی نبیو سے قطعی مختلف تھا جسے دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اب وہ زمانے میں تنہا جینے کا فن جان چکی ہے اور شاید اب دنیا میں سفر کرنے کے لیے اسے کسی مرد کی ضرورت نہیں تھی۔

☆ ☆ ☆

"میں تو سمجھ رہا تھا تمہاری ضد اور غصہ والی عادت اب ختم ہو چکی ہو گی مگر تم سے بات کر کے اندازہ ہوا کہ بجائے ختم ہونے کے یہ عادتیں تم میں مزید پختہ ہو چکی ہیں۔"

وہ ہی نرم لہجہ جس میں وہ ہمیشہ سے نبیو سے گفتگو کرنے کا عادی تھا' نبیو کی سماعتوں سے گزرتا اس کے دل میں اترتا چلا گیا مگر اب شاید وہ دل کے بجائے سوچنے کے لیے دماغ استعمال کرنے لگی تھی یہ ہی سبب تھا جو صرف ایک سیکنڈ لگا اسے سنان کے لہجے کے ٹرانس سے باہر آنے میں اور اگلے ہی پل وہ فوراً "نارمل ہو گئی۔

"چلو شکر ہے تمہارا میرے بارے میں لگائے جانے والے اندازے اب بھی درست ثابت ہوتے ہیں ورنہ میں تو سمجھی تھی وقت کے ساتھ جہاں سب کچھ ختم ہوا وہاں یہ عادت بھی ختم ہو گئی ہو گی بہرحال جو بھی ہے اس سلسلے میں' میں اپنے فیصلے سے تقریباً "تمام ہی لوگوں کو آگاہ کر چکی ہوں پھر تم نے کیوں زحمت کی جبکہ تم جانتے ہو کہ میرا جواب اب ہاں میں کبھی بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔"

جب وہ بولی تو سابقہ ہٹ دھرمی ابھی بھی اس کے لہجے میں موجود تھی اور سنان جو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اسے اپنے سامنے پا کر پگھل جائے گی اس کا یہ اندازہ سو فیصد غلط ثابت ہوا' اسے نبیو سے اس لب و لہجہ کی بھی امید نہ تھی جس میں وہ بات کر رہی تھی اس نے تو ہمیشہ سے ہی اپنی ہر بات کے جواب میں اس کا سر تسلیم خم ہی دیکھا تھا جب کہ آج کی صورت حال پہلے سے کافی مختلف تھی۔

"دیکھو نبیو میں مانتا ہوں تمہارے ساتھ ہونے والی ہر زیادتی میں ہم سب شامل تھے ہم لوگوں کے سبب ہی تم دیار غیر میں ان لوگوں کے ہاتھوں اذیت اٹھا کر واپس آئی ہو مگر اب اس غلطی کا اندازہ تقریباً "تمام ہی لوگوں کو ہو چکا ہے اور سب فرداً "فرداً "تم سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہیں ہم سب دل و جان سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری کھوئی ہوئی خوشیاں واپس مل جائیں اور یہ صرف اس وقت ہی ممکن ہے جب تم ہماری بات مان لو۔"

سنان اس سے ہر حال میں اپنی بات منوانے کا فیصلہ کر کے ہی یہاں آیا تھا جس کا اندازہ اس کی گفتگو اور لہجے میں چھپی امید سے لگایا جا سکتا تھا۔

"یہاں ہم کا صیغہ غالباً "تم اپنی ماں اور بہن کے لیے استعمال کر رہے ہو۔"

اپنی بات کو درمیان سے ہی روک کر اس نے سنان کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور پھر بنا اس کا جواب سنے بات کو آگے جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"جانتے ہو سنان سکندر بھی جب کوئی بات کرتا تھا تو ہمیشہ ہم ہی کا صیغہ استعمال کرتا تھا جس سے اس کی مراد آنٹی فاطمہ اور رفید اہوتیں اور میں دو دفعہ دو مردوں کے ہاتھوں اس "ہم" سے ہی تو برباد ہوئی ہوں یاد ہے تم کو اپنی

آخری گفتگو جب تم نے مجھ سے محض اس لیے قطع تعلق کیا کہ تمہاری وجہ سے تمہاری بہن کا گھر برباد ہو رہا تھا اب سوچو ذرا اگر آگے آنے والے چند سالوں میں صورت حال آج سے مختلف ہو جائے اور تمہارے سامنے پھر میں اور رحاب آن کھڑے ہوں اور تمہیں ہم میں سے کسی ایک کا گھر بچانا پڑے تو کیا کرو گے' میری خاطر اپنی بہن کو برباد کرنے کا حوصلہ ہے تم میں۔"

"ایسا اب نہیں ہو گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی نہیں آئے گا۔"

اس نے فاتحی لہجہ میں نبیو کو یقین دہانی کرانے کی کوشش کی۔

"نہیں سنان اب یہ سب کچھ ناممکن ہے میں کسی بھی ایسے مرد پر اب اعتبار نہیں کر سکتی جو سوچنے کے لیے اپنی ماں اور بہن کا دماغ استعمال کرتا ہو ویسے بھی یقین جانو پیار محبت 'عشق و عاشقی جیسے الفاظ میری زندگی سے نکل چکے ہیں۔ میں اب وہ جذباتی سی نبیو نہیں رہی جو محبت کے نام پر سب کچھ وارنے پر تیار رہتی تھی میں تو اب ایک پختہ دل و دماغ کی مالک نبیو ہوں جس کی زندگی کا محور صرف اور صرف اس کا بیٹا ابوذر ہے اب میرا جینا مرنا سب میرے بیٹے کے لیے ہے اس کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی مرد میرے نزدیک ثانوی حیثیت کا مالک ہے خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو

"تم مجھے ہر بار دنیا کے ان مردوں میں کیوں شامل کرتی ہو جو تم سے محبت کرنے والے نہ تھے جب کہ تم اچھی طرح جانتی ہو اس محبت ہی کے نام پر تو میں نے اپنی ساری زندگی وار دی ہے وہ زندگی جو میں تمہارے بنا جیا ہوں موت سے بھی بدتر تھی۔ نبیو نہ کرو میرے ساتھ ایسا ظلم۔" وہ رو دینے کو تھا۔

"سنان تم شاید نہیں جانتے میرا آٹھ سالہ بیٹا حماد اپنے ہر ملنے والے سے برملا یہ کہتا ہے کہ اس کی ماں اس کے بھائی کو اغوا کر کے اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ بھاگ گئی اب خود سوچو بھلا میں اگر تم سے شادی کر بھی لیتی ہوں تو میرے بیٹے پر میرا کیا امیج بنے گا کیا وہ سب کچھ جو سکندر نے اس کے دماغ میں بٹھایا ہے درست ثابت نہ ہو جائے گا اس کے دل میں پلتی میری نفرت دوگنا ہو جائے گی اور پھر یہاں آ کر میری ساری محنت' قربانی رائیگاں جائے گی جو میں نے اس کے لیے اور ابوذر کے لیے دی' اس مقام پر تو یقیناً" ابوذر بھی مجھ سے بدظن ہو کر اپنے باپ اور بھائی کا ساتھ دے گا تم سے شادی سکندر کے بیان پر تصدیق کی مہر ثابت ہو گی جو میں ہرگز نہ چاہوں گی۔"

"دیکھو نبیو دوسروں کی خاطر اپنی زندگی برباد نہ کرو کہنے دو جو کچھ سکندر تمہارے بارے میں کہہ رہا ہے' کل کو جب تمہارے بچے بڑے ہوں گے انہیں خود ہی سب حقیقت کا علم ہو جائے گا اور اس سلسلے میں میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔"

سنان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کس طرح نبیو کے انکار کو اقرار میں تبدیل کر دے وہ جب آج نبیو سے بات کرنے آیا تھا تو اپنی محبت کے زعم میں مبتلا تھا مگر اب آہستہ آہستہ اس کا یہ زعم ختم ہوتا جا رہا تھا مگر پھر بھی وہ اس کا دامن تھامے ہوئے تھا۔

"نہیں سنان جو تم چاہتے ہو وہ اب کبھی نہیں ہو سکتا تم اور تمہارے ساتھ بے شک سب دنیا والے مجھے ڈھیٹ اور بے حس لڑکی کا خطاب دے دیں مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا مگر میرے لیے اب دوسری شادی کسی بھی صورت میں ممکن نہیں ہے' اگر مجھے شکست دینے کے لیے سکندر بنا شادی کے وقت گزار رہا ہے تو میں بھی ابوذر کی پرورش تنہا کر کے یہ ثابت کر دوں گی کہ دنیا میں عورت کمزور نہیں ہے وہ بھی اگر چاہے تو مرد ہی کی طرح تن تنہا اپنا بچے کی پرورش کر سکتی ہے جانتے ہو سنان تم سے شادی کرنا میری شکست اور سکندر کی جیت ہو گی اس نے جگہ جگہ تمہارے نام کے ساتھ مجھے بدنام کیا ہے مگر اب جب میں تم سے شادی نہیں کروں گی تو یقین جانو وہ ایک بار پھر مجھ سے ہار جائے گا اور اس کی یہ ہی شکست دیکھنے کے لیے میں اپنی تمام جوانی تیاگ کر اپنے بیٹے کی پرورش کروں گی بالکل اسی طرح جس طرح وہ حماد کی کر رہا ہے بلکہ ہو سکتا ہے اس سے بھی اچھی ہی کروں کیونکہ مجھے یقین ہے

ایدھا کی تربیت کے مقابلے میں 'میری تربیت بہترین ہوگی' میں حماد پر بھی ثابت کروں گی کہ اس کے باپ نے جو کچھ میرے بارے میں اس سے کہا وہ سراسر جھوٹ کا پلندہ تھا اور یہ صرف اور صرف اس وقت ہی ممکن ہے جب میں بنا کسی سہارے کے اپنے بیٹے کو پال پوس کر کسی اعلا مقام تک پہنچا دوں ویسے بھی شاید اب میں خود کو ذہنی طور پر کبھی بھی شادی کے لیے آمادہ نہیں کر سکوں گی لہٰذا میرا تمہیں بہترین دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ تم کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کر شادی کر لو میرے انتظار میں اپنی جوانی برباد نہ کرو۔"

اس کے لہجے کی ثابت قدمی اس کے ارادے کے اٹل ہونے کو ظاہر کر رہی تھی اور شاید اب وہ مزید کچھ سننا بھی نہ چاہتی تھی اسی سوچ کے تحت سنان شکست خوردہ انداز میں کمرے سے باہر نکل آیا سامنے ہی رحاب اور شفا کسی اچھی خبر کے انتظار میں کھڑی تھیں مگر سنان کی حالت نے بنا پوچھے ہی انہیں سب کچھ سمجھا دیا اور آج رحاب کو خود پر غصہ اور سنان پر دل کھول کر دکھ ہوا کاش وہ اور جنید اپنی جھوٹی انا کے لیے یہ سب کھیل نہ کھیلتے تو یقیناً" سب کچھ اتنا خلط نہ ہوتا مگر شاید کاتب تقدیر نے جو کچھ ان سب کے نصیب میں لکھا تھا وہ ایسا ہی ہونا تھا اس میں کسی کا کوئی قصور نہ تھا مگر پھر بھی سنان کو یقین تھا کہ گزرتے وقت کے ساتھ وہ نبیو کو رام کر لے گا شاید وہ اپنی محبت کا اعتماد کھونا نہیں چاہتا تھا۔

جب کہ اس کے پیچھے کھڑی نبیو بالکل مطمئن اور پر سکون تھی' ویسے بھی وہ زندگی میں صرف ایک بار ہی فیصلہ کرنے کی عادی تھی فیصلے کر کے بدلنا اس کے فطرت میں شامل نہ تھا' وہ چال جو آج سے کچھ سال قبل رحاب نے چل کر اسے بے دست و پا کیا تھا آج اسی پر واپس پلٹ گئی اور اس میں یقیناً" نبیو کا کوئی عمل دخل نہ تھا بلکہ شاید یہ تو مکافات عمل تھا اور وقت کی الٹی چال نے آج اس مقام پر رحاب کے ساتھ ساتھ ایک بار پھر سنان کو کھڑا کر دیا تھا جہاں کبھی نبیو تن تنہا کھڑی تھی اسے یقین تھا اگر سنان اپنی بہن کے بجائے خود اپنی کسی مجبوری کے تحت اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا یا پھر نبیو میں موجود کوئی عیب اسے راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کرتا تو آج یقیناً" اس کی واپسی نبیو کے لیے ایک اعزاز ہوتی پھر شاید وہ حماد کا خود کے لیے استعمال لفظ "بوائے فرینڈ" کے ساتھ فرار" بھی بھول جاتی مگر جن حالات میں سنان نے اسے بیچ راہ میں چھوڑ کر اپنا راستہ تبدیل کیا تھا اب اس کے لیے سنان جیسے مرد کو اپنانا بھی ممکن نہ رہا تھا اور یہ بات اس کے علاوہ شفا بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ اب اگر وقت نے کبھی نبیو کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور بھی کیا تو یقیناً" وہ دوسرا مرد پھر بھی سنان نہ ہوگا کیونکہ وہ جس طرح اپنی زندگی سے سکندر کو نکالنے میں کامیاب ہوئی تھی بالکل اسی طرح اس کا دل بھی سنان کی محبت سے خالی ہو چکا تھا وہ سکندر اور سنان نامی دونوں مردوں کو بالترتیب اپنی زندگی اور دل سے نکال چکی تھی اور اب شفا کو انتظار تھا اس وقت کا جب کوئی تیسرا شخص نبیو کی زندگی میں داخل ہو کر پورے خلوص نیت' دیانت داری اور محبت کے ساتھ اس کی دنیا ہی بدل دے اور اسے یقین تھا ایسا ضرور ہوگا دیر سے ہی صحیح مگر ایک رائٹ مین اس کی زندگی میں آئے گا ضرور۔۔۔۔

جیتی جاگتی دنیا کے ہنگاموں میں
یوں لگتا ہے جیسے میں ایک سایہ ہوں

کھویا ہے وہ جیسے ہاتھ کی لکیروں میں
ایسے اپنے ہاتھ کو تکتا رہتا ہوں

❁❁❁❁❁

دل رُبا

اس کے چاروں طرف پھیلے آگ کے شعلے اسے ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے سانپ اپنی لمبی لمبی زبانیں لیے اس کی جانب لپک رہے ہوں' اس کا خوب صورت جسم ان شعلوں کی زد میں آکر دھڑا دھڑ جل رہا تھا اور چربی کی بو اس کے نتھنوں میں آرہی تھی' چیخ چیخ کر اس کی آواز بیٹھ گئی تھی' تکلیف کی شدت سے بند ہوتی اپنی آنکھوں کو بمشکل کھول کر اس نے آخری بار اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑے ان افراد کو دیکھا جو اس کی بے بسی اور اذیت ناک موت کا نظارہ ایسی خاموشی سے کر رہے تھے جیسے یہ حقیقت نہ ہو' بلکہ کسی فلم کی شوٹنگ کے لیے فلمایا جانے والا کوئی سین ہو اور وہ سب سیٹ پر کھڑے ہوئے تماشائی۔

ان کی آنکھوں میں نظر آنے والی بے حسی اور سرد مہری نے اس کی آخری امید کو بھی ختم کر دیا اور زمین پر گرتے گرتے اسی آخری پل میں اس نے دوزخ کی آگ کا تصور بھی کیا' جس کی شدت اس آگ سے کئی گنا زیادہ ہوگی' لیکن دنیاوی عیاشی میں مشغول بے خبر انسان اپنی چار روزہ زندگی میں گم ہو کر سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ "واہ رے انسان تیری بے خبری۔"

☆ ☆ ☆

وہ بے تحاشا تھک چکی تھی' تھکن سے اس کی پنڈلیاں دکھ رہی تھیں' اس نے صوفے پر بیٹھ کر اپنی ٹانگیں سامنے پڑی ٹیبل پر رکھ لیں اور جھک کر اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی پنڈلیاں دبانے لگی' ڈریسنگ روم میں اے سی کی کولنگ بھی معمول سے کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی یا شاید اسے ہی ٹھنڈ زیادہ لگ رہی تھی' اس نے یہاں وہاں نظر دوڑائی اور کچھ فاصلے پر رکھا بڑا سا دوپٹہ جو جانے کس کا تھا' اٹھا کر اپنے گرد لپیٹ لیا' اسی دم زوردار آواز سے دروازہ کھول کر امیر بھٹی اندر داخل ہوا' ساتھ ہی نصیبو لعل کے تیز گانے کی آواز بھی اندر تک سنائی دی' وہ یک دم ہی کوفت میں مبتلا ہو گئی۔

"اوہو دل ربا جی جلدی آجائیں آپ کا ڈانس ہے۔"

"میرا ڈانس؟" دل ربا نے اس کی جانب سوالیہ انداز سے تکا۔
"ابھی تو میں ڈانس کر کے آئی ہوں بمشکل پانچ منٹ پہلے' اب میرا نہیں انمول کا نمبر ہے۔" اس کا انداز ناگواری لیے ہوئے تھا۔
"وہ تو ٹھیک ہے جی پر تماشائی صرف اور صرف آپ ہی کو دیکھنا چاہتے ہیں' مسلسل آپ کے نام کی آواز گونج رہی ہے ہال میں۔" امیر بھٹی نے اپنے لہجے کو قدرے خوشامدانہ بناتے ہوئے لجاجت سے کہا۔
"تو میں کیا تمہیں پاگل نظر آرہی ہوں' ابھی مسلسل ایک گھنٹہ کی پرفارمنس کے بعد آکر بیٹھی ہی ہوں کہ پیچھے ہی تم آگئے ہو۔" وہ تنک کر بولی۔
"مجھے تو جی۔۔۔" امیر بھٹی کی بات درمیان میں ہی رہ گئی' ڈریسنگ روم کا دروازہ کھول کر میڈم روبی اندر داخل ہوئی اور ایک تیز اور کٹیلی نظر امیر بھٹی پر ڈالی۔
"نہ تو میں نے کیا تمہیں یہاں آرام کرنے کے لیے بھیجا تھا؟ دل ربا جانی لوگ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں' بس جلدی سے آجاؤ' پھر ہم شو ختم کریں۔" امیر بھٹی کو لتاڑنے کے ساتھ ساتھ میڈم نے بڑے پیار بھرے انداز سے دل ربا کو مخاطب کیا' جبکہ ان کے لہجے کا مصنوعی پن دل ربا سے چھپا نہ رہ سکا' اب دل ربا کے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی' وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی' خود پر لیا ہوا دوپٹہ اتار کر پھینکا اور کمرے میں موجود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا بھرپور تنقیدی جائزہ لیا' اسکن کلر کا اسکن ٹائیٹ لباس اس کے خوب صورت سراپے پر کسا ہوا اس کے وجود کے ہر عضو کو نمایاں کر رہا تھا' وہ جانتی تھی کہ اس حالت میں اس کا ہیجان خیز رقص تماشائیوں کا کیا حشر کرتا تھا' یہ ہی وجہ تھی کہ وہ اس کے بعد کسی اور کو دیکھنے سے انکار کر دیتے تھے اور اس کی اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے پچھلے کچھ عرصے سے میڈم کا رویہ بھی اس کے ساتھ کافی تبدیل ہو چکا تھا' اب جب وہ دل ربا سے بات کرتی تو لہجے میں خوامخواہ ہی چاپلوسی کی حد تک شیرینی سمو لیتی تھی' جس سے کبھی کبھی تو دل ربا کو کافی الجھن ہوتی تھی' لیکن زیادہ تر میڈم کا یہ انداز اس کی دلی مسرت کا باعث بنتا۔
"ڈارلنگ ذرا جلدی چلی جاؤ تاکہ شو کو ختم کیا جا سکے' سچی اب تو بہت نیند آرہی ہے۔" میڈم نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنی جمائی کو روکتے ہوئے کہا اور وہیں صوفے پر بیٹھ گئی' جبکہ دل ربا تھکے تھکے قدموں کے ساتھ دروازہ کھول کر ڈریسنگ روم سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"بس بھئی اب نہیں' اب میں بہت تھک گئی ہوں۔" دریاب نے اپنی کمر کے گرد لپیٹا دوپٹا کھولا اور چہرے پر آئے ہوئے پسینے کو صاف کرتی ہوئی دھپ سے کرسی پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔
"پلیز یار ایک ڈانس اور۔۔۔" سی ڈی پلیئر کے پاس بیٹھی ہوئی رائمہ نے کسی قدر لجاجت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا' لیکن دریاب نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اور اپنے پاس کھڑی دسویں جماعت کی شمائل سے باتیں کرنے لگی' ان کے اسکول میں آج عید ملن پارٹی تھی' جس کے لیے لڑکیاں اپنے اپنے گھروں سے ٹیپ ریکارڈر اور سی ڈی پلیئر لے کر آئی تھیں اور اپنی اپنی کلاسز میں خوب انجوائے کر رہی تھیں' لیکن سب سے زیادہ رش دریاب کی کلاس میں تھا' وجہ تھی دریاب کا رقص' جسے دیکھنے کے لیے دوسرے سیکشن اور کلاسز کی لڑکیاں بھی یہاں جمع تھیں۔
"سنا ہے آج دریاب گل نے بڑا خوب صورت ڈانس کیا ہے۔" سندھی کی مس مومل راشدی نے کلاس روم میں داخل ہوتے ہوئے با آواز بلند پوچھا' مس مومل راشدی ابھی اسکول میں نئی اپائنٹ ہوئی تھی' نوجوان سی یہ ٹیچر اسکول کی بچیوں میں خاصی مقبول تھی۔

”چلو دریاب اب ایک ڈانس ہمیں بھی دکھاؤ۔“ مس مومل نے کرسی پر بیٹھی ہوئی دریاب کو بڑی بے تکلفی سے مخاطب کیا۔

”نو مس اب نہیں‘ میں اب بہت تھک گئی ہوں۔“ دریاب نے بغیر کسی لحاظ و مروت کے صاف انکار کرتے ہوئے کہا‘ جبکہ مس مومل‘ دریاب کے اس جواب سے خاصی شرمندہ ہوئی۔

”چلو کوئی بات نہیں‘ میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔“ مس نے اپنی شرمندگی اور خفت کو چھپاتے ہوئے کہا۔

دریاب نے مس مومل کی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اور خاموشی سے شمائل کا ہاتھ تھامے کلاس سے باہر نکل گئی‘ وہ ایسی ہی تھی اپنے دل کی سننے والی‘ ہمیشہ وہ کام کرتی جس پر اس کا دل آمادہ ہوتا‘ ورنہ بنا کسی لحاظ و مروت کے انکار سامنے والے کے منہ پر دے مارتی اور یہ جرات و بے باکی غالباً اس کی فطرت کا ایک حصہ بن چکی تھی‘ جس سے فرار اب کم از کم اس کے لیے ناممکن ہو چکا تھا۔

✡ ✡ ✡

”بھئی جس جس کو مجھ سے آٹوگراف لینا ہے لے لو‘ بہت جلد میں ایک بہت بڑی سپر اسٹار بن جاؤں گی‘ پھر تم سب دیکھ کر کہو گی او ہو یہ تو دریاب ہے‘ اے کاش ہم نے اس سے ایک آٹوگراف ہی لے لیا ہوتا۔“ بریک ٹائم میں وہ گراؤنڈ میں اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی خوب زور‘ زور سے بول رہی تھی۔

”کیوں کیا سپر اسٹار بننے کے بعد تم اپنی دوستوں کو بھی بھول جاؤ گی‘ تف ہے یار‘ ہمیں تم سے یہ امید نہ تھا۔“ یہ یقیناً شمائل تھی۔

”ہو نو یار ہمارے ملک میں تو فلموں کا کوئی فیوچر نہیں ہے‘ اس لیے لازمی سی بات ہے مجھے اپنا یہ شوق پورا کرنے کے لیے بالی ووڈ جانا پڑے گا‘ اب بتاؤ بھلا تم آٹوگراف لینے پڑوسی ملک آؤ گی۔“ دریاب کی تیز ہنسی میں اس کی ساری دوستوں نے اس کا ساتھ دیا اور وہ سب مل کر کوئی گانا گا رہی تھیں‘ ساتھ ہی تالیوں کی آواز بھی تھی‘ اس شور شرابے کی بنا پر گراؤنڈ میں موجود ہر لڑکی نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور تھی۔

”یار لگتا نہیں یہ دریاب گل تمہاری کزن ہے۔“ کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی سجیہ نے کوک کا سپ لیتے ہوئے سمرن کے سانولے سلونے سنجیدہ سے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اظہار خیال کیا‘ جبکہ سمرن نے جواب میں صرف ایک نظر ذرا فاصلے پر موجود دریاب پر ڈالی اور خاموشی سے سموسہ کھانے میں مشغول ہو گئی‘ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ نا صرف رہن سہن اور عادات کے حوالے سے بلکہ شکل و صورت کے حوالے سے بھی اس میں اور دریاب میں زمین و آسمان کا فرق تھا‘ حالانکہ دریاب اس کے سگے چچا کی بیٹی تھی‘ نا صرف یہ بلکہ وہ ایک ہی گھر میں جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتی تھیں‘ بے شک ان کے پورشنز مختلف تھے‘ لیکن گھریلو ماحول تو تقریباً یکساں ہی تھا‘ اس کے باوجود ان کی کوئی عادت یکساں نہ تھی۔

”ویسے ایک بات تو بتاؤ تمہاری اس کزن کے اتنے بگاڑ میں کس کا ہاتھ ہے۔“ سجیہ نے ہنستے ہوئے ایک نظر دریاب پر ڈالی جو اپنے پاس سے گزرنے والی ہر لڑکی پر آوازیں کسنے میں مشغول تھی‘ اسی بنا پر لڑکیاں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے [illegible] ہو رہی تھیں۔

”میری ماں کا۔“ سمرن اپنی آہستہ آواز میں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑائی کہ اس کی آواز صرف وہ خود ہی سن سکی‘ جبکہ سجیہ بریک ختم ہونے کی بیل سن کر کلاس کی جانب بڑھ چکی تھی۔

✡ ✡ ✡

”امی پلیز مجھے کھانا دے دیں‘ بھوک لگی ہے۔“ سمرن نے کوئی چوتھی دفعہ شہ پارا کو پکارا‘ لیکن سمرن کی اس پکار

کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ نہایت انہماک سے کیبل پر آنے والی کوئی انڈین فلم دیکھنے میں مشغول رہی۔

"امی۔۔۔" سمرن سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے شہ پارا کو کندھے سے تھام کر ہلایا۔

"کیا مصیبت ہے' لے لو کچن سے جا کر خود' اب بچی تو نہیں۔" شہ پارا نے اپنے تسلسل میں رخنہ اندازی پر بری طرح جھنجلاتے ہوئے اسے اچھی طرح تاڑ دیا اور جواباً سمرن خاموشی سے کھڑی ہو گئی' اس کی آنکھوں میں یک دم ہی آنسو آ گئے اور گلے میں گولہ سا پھنس گیا' اس نے خاموشی سے ایک نظر کارپٹ پر سر کے نیچے فلور کشن رکھ کر لیٹی ہوئی اپنی ماں اور اس کے کندھے سے لگی دریاب پر ڈالی اور کمرے سے نکل کر کچن کی جانب آ گئی۔

بوائل گوشت دیگچی میں ڈھکا رکھا تھا' جبکہ چھلے ہوئے آلو قریبی باؤل میں پڑے سیاہ ہو رہے تھے' اس نے باؤل اٹھا کر سنک کے نیچے رکھا اور اس میں اتنا پانی بھر دیا جس میں آلو ڈوب جائیں' اب باؤل اپنی جگہ پر واپس رکھ کر وہ فریج کی جانب آ گئی' فریج میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کھا کر وہ اپنا پیٹ بھر سکتی' یہاں تک کہ گندھا ہوا آٹا بھی موجود نہ تھا' اس نے خاموشی سے فریج کا دروازہ بند کر دیا' وہ جانتی تھی کہ اب اس کی ماں شام تک ٹی وی کے آگے سے نہیں اٹھے گی کیونکہ اس کے بابا رات کو دیر سے دکان بند کر کے آتے ہیں۔ لہٰذا اب یہ کھانا رات کو ہی مکمل ہونا تھا' وہ چپ چاپ سیڑھیاں چڑھتی اوپر تائی کے پورشن میں آ گئی' جہاں تائی جی اور فاریہ بھابھی کچن میں رکھی ٹیبل پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں۔

"آجاؤ سمرن کھانا کھاؤ۔" فاریہ بھابھی نے اسے دیکھتے ہی آواز دی' کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اس وقت نیچے کچھ بھی نہ بنا ہو گا شہ پارا رات کا بچا ہوا سالن اطمینان سے بنا سمرن کا سوچے پراٹھے کے ساتھ کھا چکی ہو گی' جبکہ دریاب دوپہر کا کھانا نیچے اپنی امی کے ساتھ کھاتی تھی' رہ گئی سمرن تو اس کی پروا کسے تھی' سمرن خاموشی سے کرسی پر آ کر بیٹھ گئی اور پلیٹ میں سالن نکال کر کھانا شروع کر دیا۔

"دریاب کہاں ہے؟" تائی نے سرسری سا پوچھا۔

"امی کے پاس غالباً' کوئی فلم دیکھ رہی ہے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بتانا پڑا۔

"کئی بار ارم کو سمجھایا ہے' بچی کو پارو کے پاس اتنا نہ جانے دیا کرے' مگر مجال ہے جو اس کی سمجھ میں کوئی بات آئے' لڑکی ذات ہے' کل کلاں کو کچھ ہو گیا تو دیکھنا' سر پکڑ کر روئے گی۔" تائی جی نے بنا سمرن کا لحاظ کیے غصّے سے کہا اور ان کے کہے گئے الفاظ نے سمرن کے حساس دل کو اپنی ماں کے حوالے سے خاصا دکھایا' لیکن وہ جانتی تھی کہ تائی کے الفاظ بے شک سخت سہی' لیکن کافی حد تک درست بھی ہیں۔

☆ ☆ ☆

آغا رحمان گل کے تین بیٹے تھے سب سے بڑے جہانگیر' پھر سرفراز اور شہباز۔ جبکہ ایک بیٹی فریحہ تھی جو شادی کے بعد اسلام آباد میں رہائش پذیر تھی سب کی شادیاں انہوں نے اپنی مرضی سے کیں ماسوائے سرفراز کے' ویسے تو ان کی ساری اولاد ہی بہت فرماں بردار تھی لیکن عادات و اطوار کے حوالے سے تینوں بھائی ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھا۔

جہانگیر سب سے بڑا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی ذمہ دار تھا کم عمری سے ہی وہ کاروبار میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتا تھا جبکہ سرفراز نا صرف لاابالی بلکہ قدرے عیاش فطرت کا حامل نوجوان تھا اور ان دونوں کے برعکس شہباز اپنے کام سے کام رکھنے والا گم سم سا شخص تھا جس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اعلا تعلیم کا حصول تھا اسے اپنے باپ کے کاروبار سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ مقامی یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

سرفراز نا صرف شکل و صورت کے اعتبار سے واجبی سی شخصیت کا حامل تھا بلکہ تعلیمی میدان میں بھی کوئی خاص حیثیت نہ رکھتا تھا بڑی مشکل سے گھسیٹ گھسیٹ کر اس نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی اس کے باوجود آغا

جی کے ساتھ سپر اسٹور پر جا کر بیٹھنا وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا ہاں البتہ جب پیسوں کی ضرورت ہوتی تو وہ اسٹور ضرور جاتا اور پھر ضرورت کے مطابق پیسے حاصل کرنے کے بعد پندرہ بیس دن تک وہ سوائے رات کے گھر میں بھی دکھائی نہ دیتا۔

یہ ہی وجہ تھی کہ آغا صاحب اور سکینہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس کی شادی کر دی جائے عام روایتی ماں باپ کی طرح ان کی بھی سوچ تھی کہ شاید اسی طرح ان کا بیٹا سدھر جائے دوسرے بیٹوں کی طرح انہوں نے اس کا رشتہ بھی خاندان میں ہی طے کر رکھا تھا شازیہ ان کی بڑی بہو سادیہ کی چھوٹی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی سادہ مزاج اور قوت برداشت رکھنے والی لڑکی تھی۔ آغا جی کا خیال تھا کہ سرفراز جیسے اتھرے آدمی کے لیے اس سے بہتر لڑکی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی سرفراز کی دن بہ دن بگڑتی ہوئی حرکات و سکنات نے انہیں مجبور کیا کہ وہ جلد از جلد شازیہ کو بیاہ کر گھر لے آئیں اور ابھی انہوں نے اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا سوچا ہی تھا کہ سرفراز نے از خود ہی دھماکہ کر ڈالا۔

☆ ☆ ☆

پچھلے کچھ دنوں سے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے نادرن ایریاز گیا ہوا تھا اس دوران آغا جی کے حکم کے مطابق سادیہ اور سکینہ نے مل کر بالا ہی بالا اس کی شادی کی ہلکی پھلکی تیاریاں شروع کر دی تھیں کہ اچانک ہی ایک دن وہ ایک نہایت حسین و جمیل اور طرحدار لڑکی کا ہاتھ تھامے آن موجود ہوا۔

"یہ میری بیوی پارو ہے۔"

الفاظ تھا یا کوئی بم پورا گھر لرز کر رہ گیا پارو کے انداز و اطوار یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ اس کا تعلق کس علاقہ سے ہے۔ آغا جی فوری طور پر انہیں گھر سے نکال دینا چاہتے تھے غصے کی شدت سے ان کی آنکھوں میں لہو اتر آیا تھا۔

"اس گندگی کے ڈھیر کو لے کر نکل جاؤ میرے گھر سے۔"

بے تحاشا غصے سے وہ ہولے ہولے کانپ رہے تھے اور ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا لیکن سرفراز جو شہہ پارا کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکا تھا اس پر باپ کی اس حالت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

"کیوں نکل جاؤں میں اس گھر سے' آپ کی وراثت کا پورا پورا حق دار ہوں میں اور مجھے امید ہے کہ آپ جیسا دین دار آدمی اتنی بڑی بے دینی کی بات نہیں کر سکتا اگر آپ نے مجھے نکالا تو جہانگیر اور عمر کو بھی نکالیں۔"

یہ کہہ کر وہ نہایت اطمینان سے پارو کا ہاتھ تھامے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا اس کی اس جرات اور بد تمیزی نے آغا جی کو بالکل خاموش کر دیا اس طرح سرفراز کو اس گھر میں رہنے کی اجازت تو مل گئی لیکن اس کا کھانا پینا فی الفور علیحدہ کر کے اسے اوپر والے پورشن میں شفٹ کر دیا گیا کیونکہ اس مسئلے کا فوری اور بہتر حل اس کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

پارو کون تھی؟ کہاں سے آئی تھی؟ کوئی نہ جانتا تھا لیکن یہ دیکھ کر سب حیران ہوتے تھے کہ پارو جیسی حسین و جمیل لڑکی کو سرفراز جیسے کم رو شخص میں کیا نظر آیا جو نا صرف شکل و صورت بلکہ مالی اعتبار سے بھی کوئی ایسا مستحکم نہ تھا کہ اس کی خاطر پارو جیسی لڑکی سب کچھ تیاگ دے لیکن شاید ان دونوں کا ملن نصیب میں لکھا تھا سو ہو گیا کیسے ہوا؟ یہ شاید کوئی بھی نہ جان پایا اور نہ ہی کبھی کسی نے جاننے کی کوشش کی لیکن یہ سچ تھا کہ پارو میں سوائے شکل و صورت کے کوئی دوسری ایسی خوبی نہ تھی جو گھریلو عورتوں میں پائی جاتی ہو اور اس کا اندازہ جلد ہی سرفراز کو بھی ہو گیا۔

وہ صبح سویرے اٹھنے کی عادی نہ تھی یہ ہی وجہ تھی کہ جب دن چڑھے جاگتی تو بجائے کوئی کام کرنے کے نہا دھو کر

خوب نک سک سے تیار ہو جاتی شروع شروع میں تو سرفراز اسے دیکھ دیکھ کر جیتا اور کسی حسین مورتی کی مانند نظر آنے والی پارو کی پوجا کرتا اور چاہتا کہ سامنے بٹھا کر اسے تکا کرے لیکن کب تک؟ حسن و آتشی کا یہ خمار جلد ہی اتر گیا جب روز بازار کا پکا جیب اور پیٹ پر بھاری پڑنے لگا تو سرفراز کے ماتھے پر نمایاں طور سے بل نمودار ہونے لگے اور اس حوالے سے گھر میں ایک نئی تو تکار شروع ہو گئی لیکن وہ پارو بھی کیا جس پر رتی برابر اثر ہو اور ایسے میں سکینہ کو مدد کے لیے آگے آنا پڑا اور پھر ان کے ساتھ ساتھ سادیہ کی پر خلوص کوششوں کے زیر اثر شہر پارا نے تھوڑا بہت پکانا تو سیکھ لیا لیکن کبھی اس نے یہ کام روایتی عورتوں کی طرح دلچسپی سے نہ کیا اس کی دلچسپی گھریلو امور سے زیادہ شاپنگ، سینما اور ہوٹلنگ کے علاوہ سارا دن وی سی آر پر نت نئی انڈین فلموں تک محدود تھی اور اس کی ان حرکتوں کے باعث جلد ہی سرفراز کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن اب اس احساس کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ پارو اس کی بیٹی سمن کی ماں بن چکی تھی اور اولاد واحد چیز ہے جو مرد و عورت دونوں کو جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے سو سرفراز بھی صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور اپنی اولاد کو دیکھتے ہوئے اسے جلد ہی اس زیادتی کا احساس بھی ہو گیا۔

جو وہ اپنے ماں باپ سے روا رکھتا تھا اور اس زیادتی کے ازالے کے لیے وہ آغا جی کے ساتھ سپر اسٹور جانے لگا لاابالی سے سرفراز کی جگہ ایک سمجھدار شخص ابھر کر سامنے آیا جسے کاروباری شعور اپنے دونوں بھائی کے مقابلے میں زیادہ تھا اس کی انتھک محنت اور حکمت عملی سے سپر اسٹور نے ایک بڑے ڈپارٹمنٹل اسٹور کی شکل اختیار کر لی سرفراز کی اس محنت اور کوشش کو اس کے گھر کے ہر فرد نے عملی طور پر سراہا اور لاشعوری طور پر کوشش کی جانے لگی کہ سرفراز کی بیوی کو بھی گھر میں وہ ہی مقام دیا جائے جو سادیہ اور شہاب کی بیوی ارم کو حاصل ہے لیکن جانے کیوں شہر پارا کو کبھی بھی کسی کے ساتھ مل کر بیٹھنا پسند نہ تھا وہ شروع سے ہی علیحدہ پورشن میں رہنے کی عادی ہو چکی تھی اس کے میکے سے تو کبھی کوئی آیا نہ تھا اور سسرال والوں سے اس کا اتنا ملنا جلنا نہ تھا لہٰذا وہ ہمیشہ اکیلے رہنے کو ترجیح دیتی یہاں تک کہ بازار بھی اکیلی ہی چلی جایا کرتی ہاں البتہ سال میں ایک ہفتہ کے لیے وہ لاہور ضرور جاتی اور یہ سفر ہمیشہ سرفراز کے سنگ ہی ہوتا عام خیال تھا کہ شاید لاہور میں اس کا میکا آباد ہے لیکن تجسس کے باوجود اس بارے میں کبھی کسی نے کریدنے کی کوشش نہ کی وجہ غالباً "شہر پارا کا لیا دیا رویہ تھا۔

سمن کے دو سال بعد ہی سمرن پیدا ہو گئی یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ دونوں لڑکیاں شکل و صورت اور رنگ و روپ کے اعتبار سے ماں سے قطعی مختلف تھیں سمن تو بالکل اپنے باپ جیسی تھی البتہ سمرن کے نقش و نگار ماں جیسے جبکہ رنگت تھوڑی سی دبتی ہوئی سرفراز جیسی تھی لیکن حقیقت تھی کہ وہ دونوں شہر پارا کی بیٹیاں تو معلوم ہی نہ ہوتی تھیں اور حسن کی دلدادہ شہر پارا کو کبھی اپنی بیٹیوں سے کوئی دلی لگاؤ محسوس نہ ہوا یہ ہی وجہ تھی کہ دونوں بچیوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش میں زیادہ تر ہاتھ دادی یا پھر تائی سادیہ کا رہا سادیہ کے چونکہ اپنے تینوں بیٹے ہی تھے لہٰذا انہوں نے بیٹی کی تشنہ خواہش ان دونوں بہنوں سے پوری کر لی سمن اور سمرن کی طبیعت کا رکھ رکھاؤ اور ٹھہراؤ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ ان کی تربیت سادیہ جیسی سلیقہ شعار عورت کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

عمر کی شادی اپنی کزن ارم سے سرفراز کی شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد ہو گئی تھی ارم کے پہلے دونوں بیٹے پیدائش کے فوراً" بعد ہی فوت ہو چکے تھے سمرن تقریباً" دو سال کی تھی جب ارم نے دو جڑواں بیٹیوں کو جنم دیا۔ دریا سے اور نایاب اور تخلیق کے اس عمل کے دوران ارم کو بمشکل بچایا گیا اور اب اس کی اتنی تشویش ناک حالت کے سبب دو بچوں کو سنبھالنا ایک نہایت ہی مشکل امر تھا جبکہ سکینہ اپنی ضعیف العمری اور بیماری کے سبب بچیوں کی ذمہ داری اٹھانے سے قاصر تھیں اور سادیہ پہلے ہی اپنی تینوں بیٹوں کے ساتھ سمن اور سمرن کو بھی سنبھالے ہوئے تھیں ایسے میں شہر پارا کو جانے کیا ہوا دریاب کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں جسے سن کر ہر کوئی حیران رہ گیا کہاں اپنی بچیاں تو سنبھال نہ سکی کجا دوسرے کی بچی، لیکن بہرحال شہر پارا کی

یہ پیش کش نا صرف پر خلوص بلکہ بر محل تھی اس لیے کسی کے پاس اعتراض کی گنجائش نہ تھی۔

دریاب بے انتہا سرخ و سفید اور نہایت ہی خوبصورت بچی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ اسے دیکھتے ہی شہر پارا کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا اور جھٹ پٹ اپنی خدمات پیش کر دیں جبکہ اپنی دونوں بیٹوں کو تو پیدائش کے وقت دیکھتے ہی وہ ہکا بکا رہ گئی تھی اور یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھی کہ اتنی سانولی سلونی بچیاں اس کی ہو سکتی ہیں ایسے میں دریاب کا سرخ و سفید رنگ و روپ شہر پارا کی توجہ کا مرکز بن گیا کوئی اور وقت ہوتا تو شاید اہل خانہ کو اعتراض ہوتا کیونکہ اس کی کی جانے والی تربیت سے تو سرفراز ہی مطمئن نہ تھا تو دوسروں کی بات تو پھر بعد کی تھی لیکن وہ جو سیانے کہہ گئے کہ مجبوری کا نام شکریہ تو اس کی عملی تفسیر اس موقع پر دیکھنے میں آئی جب اپنی سگی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری ماں اور بھابھی کو سونپنے والے سرفراز نے بھائی کی بیٹی کی تربیت بیوی کے ہاتھوں ہوتے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور وہ جو کہتے ہیں کہ خون سے زیادہ گود اپنا اثر دکھاتی ہے تو اس کا عملی نمونہ بھی جلد ہی سامنے آگیا۔

☆ ☆ ☆

شہر پارا کی شروع سے عادت تھی صبح سویرے تیار ہو کر گھر سے نکل جانا یا پھر سارا دن کیبل پر آنے والی نت نئی فلموں سے لطف اندوز ہونا' گھریلو ذمہ داریاں صرف اس حد تک تھیں کہ رات کو گھر آنے پر میاں کو کھانا مل جائے خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو جبکہ دونوں بیٹیاں اکثر و بیشتر اوپر تایا کے گھر سے ہی کھا لیا کرتی تھیں البتہ دریاب کی ذمہ داری شہر پارا میں تبدیلی لانے کا سبب بنی سدا کی لاپروا اور خود میں مگن رہنے والی شہر پارا ایک دم سے ہی ذمہ دار ماں بن گئی وہ راتوں کو جاگ کر سگی اولاد کی طرح اس کی دیکھ بھال کرتی چونکہ وہ فیڈر پیتی تھی لہٰذا ہمیشہ اس کے فیڈر کی صفائی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا اس کے لیے خریدے گئے قیمتی اور رنگ برنگے کھلونوں سے پارو کا کمرا بھر چکا تھا پھر بھی وہ دریاب کے لیے شاپنگ کرتے نہ تھکتی تھی یہاں تک کہ اگر دن میں کچھ وقت وہ نیچے ارم کے پاس ہوتی تو یہ وقت شہر پارا کے لیے کانٹا و شوار ترین ہو جاتا جانے یہ خدا کی کون سی مصلحت تھی کہ اپنی بیٹیوں کو منہ نہ لگانے والی پارو میں دریاب کی تو مانوں جان تھی یہ ہی وجہ تھی کہ جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی مکمل طور پر پارو ہی کے رنگ میں رنگتی گئی۔

بچپن میں اس کی ہر وقت ٹی وی اور فلم میں بے تحاشا دلچسپی کسی نے محسوس ہی نہ کی اور ویسے بھی جب تک دادا' دادی زندہ رہے دریاب کی یہ دلچسپی کھل کر کبھی سامنے ہی نہ آئی لیکن ان کے آنکھیں بند ہوتے ہی دریاب کی شکل میں ایک دوسری شہر پارا ابھر کر سامنے آگئی فیشن کی دلدادہ' رقص کی شوقین نماز روزے سے غافل ہر وقت فلم کی طرف ہی توجہ مرکوز رکھنے والی دریاب گل جس نے جانے رقص میں کب اور کیسے مہارت حاصل کی پتا ہی نہ چلا' شروع شروع میں تو سب سے چھپ کر پارو کے سامنے کسی انڈین گانے پر کرتی پارو کے کمرے میں اب اکثر ہی نور جہاں اور ناہید اختر کے تیز چیختے ہوئے گانے سنائی دیتے شروع شروع میں سب سے چھپ کر کیا جانے والا یہ عمل رفتہ رفتہ سب کے سامنے آنے لگا اور دریاب کی اس خوبی کا ادراک سب سے پہلے سمن پر ہی ہوا تھا کیونکہ سمن کے مقابلے میں اس کی کوشش ہوتی کہ وہ تائی سے زیادہ اپنی ماں کے قریب رہے اور اسی کوشش کے نتیجے میں اکثر و بیشتر وہ دریاب کا وہ رقص دیکھنے سے مستفید ہو جاتی جو وہ شہر پارا کے کہنے پر اس کے کمرے میں کر رہی ہوتی دریاب کے اس شوق کو ہمیشہ بچی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا لیکن اس شوق کے اتنے بھیانک اور دور رس نتائج نکلیں گے یہ کوئی نہ جانتا تھا ورنہ شاید اس وقت اس کے شوق کی روک تھام کے لیے کوئی ایسا عملی قدم ضرور اٹھایا جاتا جو آگے چل کر دریاب کو اس ذلت بھرے گڑھے میں گرنے سے بچانے کا سبب بن سکتا جو مستقبل میں دریاب کا مقدر بننے والا تھا۔

جہانگیر اور سادیہ کے تین ہی بیٹے تھے بڑا زوہب' پھر شاہ زیب اور سب سے چھوٹا شاہ ویز' زوہب کی شادی اپنی

خالہ زاد فاریہ سے ہو چکی تھی اور ان کے ماشاء اللہ سے دو بچے بھی تھے جبکہ شاہ زیب کا رشتہ بچپن میں ہی سکینہ بی بی اور آغا جان کی خواہش کے عین مطابق سمن سے طے تھا اور اس نسبت پر کبھی کسی کو کوئی اعتراض بھی نہ ہوا یہ ہی وجہ تھی کہ جب شاہ زیب نے مزید تعلیم کے حصول کے لیے کینیڈا جانے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا تو جہانگیر صاحب نے اپنی اجازت کو سمن کے ساتھ نکاح سے مشروط قرار دے دیا اور ان کی اس شرط پر شاہ زیب سمیت کسی کوئی اعتراض نہ تھا لہٰذا جھٹ منگنی پٹ بیاہ کے تحت فوری طور پر اس شادی کا اہتمام کیا گیا اور شاہ زیب کے ساتھ ہی سمن کے کاغذات بھی جمع کروا دیئے گئے ویزا لگتے ہی سمن کو اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر شاہ زیب کی ہمراہی میں کینیڈا روانہ ہونا پڑا سمن کے جانے کے بعد سمرن بالکل تنہا رہ گئی غیر ارادی طور پر وہ دونوں بہنیں ماں کی نسبت ایک دوسرے سے زیادہ قریب تھیں۔ دادی کے بعد سمن نے ہمیشہ سمرن کو جذباتی طور پر سہارا دیا وہ اس کی چھوٹی چھوٹی خواہش بن کہے جان جایا کرتی تھی وہ دونوں بہنیں اپنا زیادہ تر وقت تایا ہی کے گھر گزارا کرتی تھیں جبکہ ان کے گھر اور ماں پر دریاب کی حکمرانی تھی۔

دریاب ہمیشہ سمرن سے ضد باندھے رکھتی اس کی کاپی کتابیں خراب کر دینا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا ہمیشہ سمرن کی کوئی نہ کوئی چیز اسے پسند آجاتی جو وہ ضد کر کے سمرن سے ہتھیا لیا کرتی حالانکہ شہر یار نے اپنی بیٹیوں کے مقابلے میں ہمیشہ اسی کو فوقیت دی تھی اس کی پسند' اس کی خواہشات پر اور کے لیے زندگی کی علامت تھیں اس نے کبھی بھی کسی چیز کی خواہش یا طلب کے لیے دریاب کو نہ ترسایا تھا اس کے باوجود دریاب ہمیشہ اسی چیز میں زیادہ دلچسپی لیتی جو سمرن کے لیے اس کے بابا' سمن یا کوئی دوسرا شخص لے کر آتا اور سمرن اپنی صلح جو طبیعت کے باعث خاموشی سے ہر چیز دریاب کے حوالے کر دیتی جب تک سمن رہی اس نے ہمیشہ سمرن کا دفاع کیا وہ کبھی بھی کوئی چیز دریاب کو دینے نہ دیتی کیونکہ بقول اس کے سمرن کا یہ عمل دریاب میں خود پسندی کی سطح کو خطرناک حد تک بڑھانے کا سبب بن رہا ہے لیکن سمرن کے خیالات بالکل مختلف تھے وہ دریاب کو ہمیشہ اپنی چھوٹی بہن ہی سمجھتی تھی حالانکہ دریاب کے طرز عمل نے ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی کی۔ لیکن جانے کیوں اپنی خوبصورت ماں سے بے تحاشا محبت کرنے کے باعث اس سے وابستہ ہر چیز سے محبت اور عقیدت خود بخود سمرن کے دل میں پیدا ہو جاتی تھی جبکہ دریاب تو پھر ایک جیتا جاگتا وجود تھا جو اس کی ماں سے وابستہ تھا نا صرف وابستہ بلکہ اس کی ماں کے چہرے پر مسرت بکھیرنے کا سبب بھی تھا۔

اس کی ماں نے ہمیشہ دریاب کے لیے اعلا سے اعلا چیز خریدی۔ اس عمل نے دریاب کے دماغ کو ساتویں آسمان پر پہنچا دیا کوئی کم قیمت چیز اس کی نظروں میں جچتی ہی نہ تھی اور یہ سب شہر یار ہی کی بدولت ممکن ہوا تھا ورنہ اس کی سگی ماں کو اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ وہ دریاب کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کا اس قدر احساس رکھ سکے یہ بھی شاید قدرت ہی کی کوئی مصلحت تھی کہ دریاب کی جڑواں بہن نایاب کو ایک سال کی عمر میں اتنا شدید بخار ہوا کہ اس کے اترنے تک نایاب کو ذہنی طور پر بالکل مفلوج کر دیا اس کے مہنگے ترین علاج نے ارم کی کمر ہی توڑ ڈالی تھی لیکن اس کے باوجود بچی مکمل طور پر ٹھیک نہ ہو سکی نایاب کے بعد آرزو اور پھر ولید بھی ارم کی وہ توجہ حاصل نہ کر سکے جو ان کا حق تھی کیونکہ ارم کا زیادہ تر وقت نایاب پر ہی صرف ہو جاتا ایسے میں دریاب کو مکمل طور پر شہر یار کے سپرد کر کے وہ مطمئن ہو چکی تھی۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ دریاب کے ٹھاٹ باٹ نے اس کے فیصلے پر درستگی کی مہر ثبت کر دی تھی۔ دریاب کی رقص میں دلچسپی کا کچھ کچھ اندازہ تو سمرن کو ہو ہی چکا تھا لیکن وہ اس قدر رقص کی دلدادہ ہے یہ سمرن کو پارٹی والے دن پتا چلا جب اسکول میں ہر طرف دریاب کے ڈانس کی دھوم مچی ہوئی تھی اور یقیناً" اس سب کے پس پردہ کردار اس کی اپنی ماں کا تھا سمرن جب بھی اپنی ماں کو بے خیالی میں چلتا پھرتا دیکھتی جانے کیوں اسے کسی

اسٹیج ڈانسر کا گمان ہوتا اور اس کی تائی تو کئی دفعہ ڈھکے چھپے الفاظ میں کہہ بھی چکی تھیں کہ۔ "شہہ پارا کا تعلق ضرور کسی ناچنے گانے والے خاندان سے ہے" حیرت کی بات یہ تھی کہ ان دونوں بہنوں نے ننھیال کے نام پر کبھی اپنا کوئی رشتہ دار نہ دیکھا تھا صرف ایک بار بچپن میں جب وہ اپنی ماں کے ساتھ لاہور گئی تھی تو ہوٹل ہی کے کمرے میں ایک ادھیڑ عمر عورت اور برقعہ پوش جوان لڑکی اس کی ماں سے ملنے آئی تھیں وہ دونوں عورتیں اسے دیکھنے میں بھی اچھی نہ لگی تھیں لیکن سمرن سے ان کی والہانہ محبت یہ ضرور بتاتی تھی کہ ان کا سمرن سے ضرور کوئی نہ کوئی رشتہ ہے۔ وہ رشتہ کیا تھا آج تک سمرن کو معلوم ہی نہ ہو سکا اور نہ ہی اس نے کبھی جاننے کی کوشش کی۔ ایک دفعہ شہہ پارا نے خود ہی ترنگ میں آکر سمرن کو بتایا تھا کہ اس کی پرورش اس کی خالہ نے کی تھی جب اس کی ماں چھ ماہ کی پارو کو چھوڑ کر اپنے کسی آشنا کے ساتھ بھاگ گئی تھی اپنی ماں کے بارے میں بتاتے ہوئے پارو کو کسی بھی قسم کی شرمندگی کا احساس تک نہ تھا جبکہ اپنی نانی کے بارے میں یہ سب جان کر سمرن کا دل اس قدر خراب ہوا کہ پھر اسے مزید کچھ جاننے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

اس دن کے بعد اس نے اپنی ماں سے کبھی بھی کوئی سوال نہ کیا وہ جان چکی تھی کہ اس کی ماں کے ماضی پر پڑا ہوا پردہ ہی ان دونوں بہنوں کے حق میں بہتر ہے۔

☆ ☆ ☆

وہ جیسے ہی کالج سے گھر آئی کچن سے آنے والی اشتہا انگیز خوشبوؤں نے اسے پل بھر کو حیران کر ڈالا۔

"یا الٰہی میں کسی غلط گھر میں تو نہیں آگئی۔" پہلا خیال اس کے ذہن میں یہ ہی آیا اور پھر اپنے خیال پر خود ہی ہنستی ہوئی تیزی سے کچن کی جانب بڑھی جہاں حیرت کا دوسرا اور شدید ترین جھٹکا اس کا منتظر تھا شہہ پارا بیگم دوپہر کے اس سمے نہایت گرمی میں بے حال بڑی تندہی کے کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

"خیریت ہے امی کوئی آرہا ہے۔؟"

سمرن نے حیرت سے دریافت کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اپنے سسرالی عزیزوں کے لیے اس کی ماں نے کبھی بھی ایسا اہتمام کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی ویسے بھی آنے والا ہر مہمان ہمیشہ تائی جی کے گھر ہی ٹھہرتا تھا اور جو کبھی کوئی ملنے کے لیے نیچے آتا تو ہمیشہ بازاری لوازمات سے ہی اس کی خاطر کی جاتی ایسے میں اتنی بھری دوپہر میں شہہ پارا کی کچن میں موجودگی واقعی اچنبھے کا سبب تھی۔

"ہاں۔" مختصر سا جواب دے کر شہہ پارا ہانڈی میں چمچہ چلانے میں مصروف ہو چکی تھی سمرن نے کچھ دیر تو انتظار کیا کہ شاید آگے بھی کچھ بتایا جائے لیکن پارو کی بے نیازی یہ بتا رہی تھی کہ ابھی وہ مزید بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے سمرن نے آگے بڑھ کر دیگچیوں کے ڈھکن اٹھا کر جھانکا اور چکن بریانی دیکھتے ہی اس کی بھوک چمک اٹھی۔

"واؤ زبردست آج تو آپ نے میری فیورٹ ڈش بنائی ہے۔" ایک مان بھرے لاڈ سے اس نے ماں کی جانب دیکھا۔

"ہاں دریاب کو بھی چکن بریانی بہت پسند ہے ورنہ میرا ارادہ تو پلاؤ بنانے کا تھا۔"

سنک پر ہاتھ دھوتے ہوئے پارو نے جواب دیا اور تولیہ سے ہاتھ صاف کر کے چولہے کی آگ کو مدھم کر دیا اور باہر کی جانب چل دی جبکہ اس کے اس جواب نے جانے کیوں سمرن کے جوش و خروش کو بالکل ماند کر دیا اس کی بھوک کا احساس ایک دم ہی ٹھنڈا ہو گیا ایسے جیسے کسی نے جلتے ہوئے کوئلوں پر پانی ڈال دیا ہو اس نے خاموشی سے دیگچی کا ڈھکن واپس رکھ دیا یہ جانے بغیر کہ بریانی کے علاوہ اور کیا پکا ہے وہ خاموشی سے کچن سے باہر نکل آئی۔

"کیا تھا جو اماں ایک بار میرا دل رکھنے کے لیے ہی کہہ دیتی کہ آج بریانی میرے لیے ہی بنی ہے۔" اس کا حلق

نمکین پانی سے بھر گیا پا رو کی دی گئی وضاحت سے اس کا دل اس قدر برا ہوا کہ یہ بھی نہ معلوم کر سکی کہ ان کے گھر آج کون مہمان آرہا تھا؟ خاموشی سے ہاتھ منہ دھو کر یونیفارم تبدیل کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی۔

شام میں جب اس کی آنکھ کھلی تو حسب معمول ٹی وی لاؤنج سے تیز میوزک کی آواز آرہی تھی شروع شروع میں سمن کے جانے کے بعد جب وہ اپنے فلور پر زیادہ رہنے لگی تھی تو اسے ہر دم میوزک کا یہ کھٹ راگ بہت پریشان کرتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ رفتہ رفتہ وہ اسی ماحول کی عادی ہوتی جارہی تھی ابھی بھی خاموشی سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کچن میں آگئی ٹھنڈی بریانی پلیٹ میں نکالی اور وہیں ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے لگی۔

"تھینک گاڈ یار تم یہاں بیٹھی ہو پلیز ذرا ایک کپ اچھی سی چائے تو بنا دو۔" ایک دم ہی دروازے سے دریاب کی آواز سنائی دی وہ چونک اٹھی۔

"چائے؟ کس کے لیے۔"

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں اور دریاب شام میں کبھی بھی چائے نہیں پیتیں۔

"ارے کمال ہے تمہیں نہیں پتا زوار آیا ہوا ہے۔"

"زوار۔" سمرن نے حیرت سے زیر لب دہرایا۔

"وہ کب آیا۔؟"

"رات میں آیا تھا آج دوپہر میں مما جی نے نیچے لنچ پر بلایا تھا ابھی بھی نیچے ہی ہے حیرت ہے تمہیں تائی کے گھر میں کسی نے نہیں بتایا کہ زوار آرہا ہے؟ بہر حال ایک کپ چائے بنا کر لے آؤ تمہاری بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ شان بے نیازی سے کہتی ہوئی واپسی کے لیے مڑ چکی تھی۔

"پلیز چائے ضرور بنا دینا ورنہ مجھے آنا پڑے گا۔" وہ کوئی جواب نہ دے سکی نوالہ نگلتے ہوئے چاول اس کے حلق میں ہی کہیں پھنس گئے جسے اس نے پانی کے گھونٹ سے مشکل سے نیچے اتارا "زوار" نا صرف اس کی پھپھو فریحہ کا بیٹا تھا بلکہ بچپن سے سمرن سے منسوب تھا حالانکہ بہت کم کراچی آتا لیکن جب بھی آتا سمرن اپنے اور اس کے درمیان موجود رشتے کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتی اور اس دفعہ تو اپنی تعلیمی مصروفیات کی بنا پر وہ تقریباً" دو سال پہلے کراچی آیا تھا جب وہ نویں کلاس میں تھی تب صرف ایک ہفتہ کے لیے زوار اور پھپھو کراچی آئے تھے اس وقت پھپھو اس کے لیے ڈھیروں ڈھیر تحائف لے کر آئی تھیں۔ اسے آج بھی یاد تھا وہ وقت جب زوار دریاب کو دیکھ کر حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔

"ارے مامی آپ کی بیٹی تو دریاب نظر آتی ہے سمن اور سمرن تو بالکل آپ کی بیٹیاں ہی نہیں لگتیں۔"

سترہ اٹھارہ سالہ زوار کے اس جملے میں جانے ایسا کیا تھا کہ اچانک ہی سمرن کو اپنا آپ ایک دم ہی حقیر سا لگنے لگا اور وہ خود بخود ہی اپنا موازنہ دریاب سے کرنے لگی اور جیسے جیسے وہ موازنہ کرتی اس کا احساس کمتری عروج پاتا گیا اور یہ ہی وجہ تھی کہ اپنی پڑھائی کا بہانہ بنا کر وہ پورا ہفتہ اپنے کمرے میں ہی محدود رہی جبکہ دریاب اور زوار حسن کے قہقہوں سے گھر گونجتا رہا تحیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے اس گریز کو سوائے تائی سادیہ اور شاہ ویز کے کسی نے محسوس نہ کیا یہاں تک کہ پھپھو نے بھی نہیں اور یہ ہی بات پھانس کی مانند سمرن کے دل میں گڑ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"زہے نصیب آج سورج کہاں سے نکلا تھا بی بی سمرن کے بھی دیدار نصیب ہو گئے۔" وہ کچن میں فاریہ بھابھی کے پاس کھڑی کوئی بات کر رہی تھی جب اسے شاہ ویز کی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہوتی ہو کزن آج کل اوپر بھی نہیں آتیں۔"

"یہیں ہوتی ہوں بس ذرا کالج میں سمسٹر ہو رہے تھے اسی کی تیاری کر رہی تھی۔"

"چلو اب آ ہی گئی ہو تو ذرا جلدی سے میرے اور زوار کے لیے اچھی سی چائے تو بنا دو۔" آرڈر دے کر وہ واپس اپنے کمرے کی جانب مڑ چکا تھا۔

اور مجبوراً "مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق سمرن نے خاموشی سے چائے بنائی اور ٹرے میں بسکٹ کا جار رکھ کر شاہ ویز کے کمرے کی جانب چل دی دروازہ کھلا ہوا تھا اور پردہ دروازے کے پیچھے ہونے کے باعث سامنے کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا سامنے ہی زوار اور شاہ ویز ایک ہی بیڈ پر نیم دراز غالباً "ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"آجاؤں رک کیوں گئیں؟"

شاہ ویز نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا جب کہ زوار ٹی وی کے چینل سرچ کرنے میں مصروف رہا۔

"السلام علیکم۔" سمرن نے آہستہ آواز میں سلام کیا اور خاموشی سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھ کر واپسی کے لیے پلٹ گئی۔

"وعلیکم السلام! تم سارا دن کہاں ہوتی ہو نظر نہیں آتیں۔"

بظاہر ریموٹ سے مصروف زوار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر سوال کیا۔

"آپ کو سوائے دریاب کے نظر ہی کون آتا ہے۔" دل چاہا یہ ہی جواب دے لیکن اپنی عادت کے برخلاف کہہ نہ سکی اور جب بولی تو صرف یہ۔

"یہیں ہوتی ہوں گھر پر۔"

پر جانے کیوں اس کی آواز رندھ گئی اور جلدی سے باہر نکل گئی۔

"اسے کیا ہوا ہے۔" پیچھے سے زوار کی تحیر آمیز آواز سنائی دی جانے شاہ ویز نے کیا جواب دیا اس نے کچھ سنا ہی نہیں اور تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے اپنے پورشن میں چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

شام میں وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کل کا ٹیسٹ یاد کر رہی تھی جب اچانک ہی کمرے کا دروازہ کھول کر زوار اندر داخل ہوا۔

"یہ تم کیوں نہیں چل رہیں ہمارے ساتھ۔" وہ عین اس کے سر پر آ کھڑا ہوا۔

"کہاں؟" اس نے کتاب سے نظر اٹھا کر سوال کیا۔

"باہر گھومنے پھرنے کے لیے۔" بات کرتے کرتے اس کی نظر سمرن کے چہرے پر پڑی۔

"کیوں تمہیں مامی جی نے نہیں بتایا تھا اپنے پروگرام کا۔"

"نہیں" جواب دے کر وہ دوبارہ کتاب میں گم ہو چکی تھی۔

"او کم آن یار بور مت کرو چلو شاباش جلدی سے تیار ہو کر آجاؤ۔"

"مجھے نہیں جانا کل میرا بیالوجی کا ٹیسٹ ہے۔"

"واٹ!" وہ واپس جاتے جاتے رک گیا۔

"چلو جلدی تیار ہو جاؤ تم جانتی ہو مجھے انکار سننے کی عادت نہیں ہے۔"

"بھلا میں تمہاری عادتوں کے بارے میں کیسے جان سکتی ہوں۔" سمرن کے دل میں آیا کہہ دے مگر کہہ نہ سکی اور خاموشی سے اپنی کتابوں میں مصروف رہی۔

"چلو جلدی اٹھو۔" ایک دم ہی اس نے سمرن کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

"تمہارے پاس صرف پانچ منٹ ہیں تیار ہو کر نیچے نہ آئیں تو میں تمہیں اسی حلیے میں لے جاؤں گا اوکے۔"

اس نے سمرن کے حلیے پر نظر ڈال کر گویا دھمکی دی اور پھر پنار کے تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل

گیا اور وہ کتنی دیر تک اپنی جگہ کھڑی اس کی انگلیوں کا لمس اپنے بازو پر محسوس کرتی رہی۔

عشق کے علاقے میں حکم یار چلتا ہے، ضابطے نہیں چلتے
حسن کی عدالت میں عاجزی تو چلتی ہے، مرتبے نہیں چلتے
دوستی کے رشتوں کی پرورش ضروری ہے
سلسلے تعلق کے خود سے بن تو جاتے ہیں
لیکن ان شگوفوں کو ٹوٹنے بکھرنے سے
روکنا بھی پڑتا ہے
چاہتوں کی مٹی کو آرزو کے پودے کو سینچنا بھی پڑتا ہے
رنجشوں کی باتوں کو بھولنا بھی پڑتا ہے

جب وہ تیار ہو کر باہر نکلی تو زوار حسن گاڑی نکال چکا تھا اور خوب سجی سنوری دریاب اس کے ساتھ اگلی نشست پر براجمان تھی بلکہ شہر یار اپیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔

"اوہو بھئی جلدی آجاؤ دیر ہو رہی ہے۔"

اسے دیکھتے ہی دریاب نے آواز لگائی وہ بنا کوئی جواب دیئے خاموشی سے دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھ گئی۔

"تمہیں جانا ہی تھا تو پہلے ہی تیار ہو جاتیں۔" شہر یار کی ناگوار اور کوفت زدہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"آپ نے کب کہا تھا مجھ سے تیار ہونے کے لیے۔" اس نے سوچا ضرور لیکن پلٹ کر اپنی ماں سے کہہ نہ سکی۔

"تمہیں جب ہمارے ساتھ جانا ہی تھا تو ذرا اچھا سا تیار ہی ہو جاتیں۔"

پیچھے کی طرف مڑ کر دریاب نے اس کا بھرپور تنقیدی جائزہ لے کر مشورہ دینا ضروری سمجھا۔

"ٹھیک ہی تو لگ رہی ہے۔" زوار نے بیک ویو مرر سے اس پر ایک نظر ڈالی۔

"ہاں ہاں بتائیں پہلے کہاں جانا ہے؟"

"پہلے کسی اچھے سے ریسٹورینٹ سے کھانا پیک کروالو کیونکہ سینما میں تو تمہیں پتا ہی ہے کبھی کوئی ڈھنگ کی چیز نہیں ملتی اور ہاں تم نے ٹکٹ تو لے لیے تھے نا۔"

پارو نے سینما میں لگی ایک انڈین فلم کا نام لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی۔" زوار نے جواب دے کر ایک نظر لاتعلقی سے باہر دیکھتی سمرن پر ڈالی جس کی طبیعت سینما جانے کا سنتے ہی خاصی مکدر ہو چکی تھی۔

"افوہ! زوار ذرا جلدی گاڑی چلاؤ سچی مجھے تو ابھی سے بڑی بھوک لگ رہی ہے۔" اس سے قبل کہ وہ سمرن سے کوئی بات کرتا اس کی توجہ دریاب نے اپنی جانب مبذول کروالی اور پھر اس سارے پروگرام کے دوران وہ خود کو ان سب کے ساتھ خاصا مس فٹ محسوس کرتی رہی۔

اس کی ماں جو اس سے زیادہ دریاب گل کی ممانی تھی اس پر دریہ اور زوار کی بے جا بے تکلفی کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا بلکہ وہ ان دونوں کو اتنا قریب دیکھ کر بھرپور خوشی کا اظہار کر رہی تھی اور سمرن اس سے اس پل کو پچھتا رہی تھی جب اس نے ان کے ساتھ آنے کا فیصلہ کیا تھا ان تینوں کی مثلث کے درمیان تو سمرن کی گنجائش ہی نہ تھی کاش اس بات کا احساس اسے پہلے ہو گیا ہوتا حالانکہ اس کی کھوئی کھوئی سی کیفیت دیکھ کر شروع شروع میں ایک دو بار زوار نے ٹوکا بھی لیکن پھر دریاب کی کمپنی میں وہ اسے یکسر فراموش کر گیا۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں نہیں لگتا کہ دریاب آج کل زوار میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی ہے۔" فاریہ بھابھی نے پنکی کی فراک تبدیل کرتے ہوئے اچانک ہی سمرن سے سوال کیا اور وہ جو جانے کس خیال میں گم تھی ان کے مخاطب کرنے پر ایک دم ہی بوکھلا اٹھی۔

"کہاں گم ہو تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

"کیا۔" اس نے یکسر غائب دماغی سے سوال کیا۔

"افوہ ایک تو پتا نہیں تم کیوں اپنی ذات سے اس قدر لاپروا ہو کہیں سے بھی پارو چاچی کی بیٹی نہیں لگتیں۔" اور وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر خاموشی سے پنکی کے ساتھ کھیلنے لگی فاریہ بھابھی کچھ دیر تو کھڑی اسے دیکھتی رہیں پھر پنکی کا فیڈر لے کر کچن کی جانب چل دیں۔

"تم نہیں گئیں اپنی اماں اور دریاب کے ساتھ گھومنے پھرنے دونوں ابھی ابھی زوار کے ساتھ گئی ہیں۔" شاہ ویز نے اندر داخل ہوتے ہی اس پر ایک نظر ڈال کر سوال کیا۔

"نہیں میرا کل ٹیسٹ ہے۔" اپنی عزت کی سرخروئی کے لیے جھوٹ کا سہارا لینا ضروری تھا ورنہ وہ تو یہ بھی نہ جانتی تھی کہ اس کی ماں' دریہ اور زوار کے ساتھ کہیں گئی ہے۔

"یار یہ ٹیسٹ وغیرہ صرف تمہارے ہی ہوتے ہیں دریاب کے نہیں ہوتے جب دیکھو خوب تیار ہو کر گھومتی ہی نظر آتی ہے۔" شاہ ویز نے اس کے ستے ہوئے چہرے پر ایک نظر ڈال کر اظہار خیال کیا۔

"وہ ویسے بھی کون سا پڑھتی ہے جو اسے کسی ٹیسٹ کی فکر ہوگی اسے تو اگر کوئی فکر ہے تو صرف فیشن اور اپنی تیاری کی اس کے علاوہ دنیا کی ہر فکر اس کے لیے بے کار ہے۔"

بھابھی فیڈر لے کر واپس آگئی تھیں اس لیے اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھتے ہوئے اظہار خیال کر بیٹھیں۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔" شاہ ویز نے ٹی وی آن کرتے ہوئے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"بھابھی میں جا رہی ہوں۔" وہ اچانک ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور جلدی سے پاؤں میں چپل پہن کر سیڑھیوں کی جانب چل دی۔

"رکو تو سہی نیچے جا کر کیا کرو گی نیچے تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

لیکن وہ تائی کی بات کو یکسر نظر انداز کرتی خاموشی سے نیچے اتر آئی۔ جہاں پھیلا سناٹا اسے اپنے اندر تک اترتا محسوس ہوا۔

☆ ☆ ☆

زوار جا چکا تھا گھر کی زندگی اپنے معمول پر آگئی تھی۔ شہر یار پھر سے اپنی روز مرہ کی مصروفیات میں گم ہو چکی تھی اور ان مصروفیات میں دریہ ہمیشہ ان کی ہم قدم تھی اور سمرن آج تک یہ ہی نہ جان پائی کہ اس کی اصل جگہ کہاں ہے؟ اپنے گھر یا اوپر تائی کے گھر جہاں کا ہر فرد ہمیشہ اس کے لیے دیدہ دل فرش راہ کیے ہوتا جبکہ اپنی سگی ماں اس سے اتنا سرسری سا ملتی جیسے کوئی جاننے والی ہو پہروں آئینہ کے سامنے کھڑی سمرن سوچتی رہ جاتی کہ اس کے اس دبتے ہوئے رنگ و روپ کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا وہ خود یہ چاہتی تھی کہ اس کی رنگت اتنی سانولی ہو' اور اگر یہ اللہ کی رضا تھی تو پھر کیوں۔ اس کی ماں کے دل میں اس کی محبت کا احساس نہ جاگا۔

ہر گزرتے دن اس نے خود کو زیادہ سے زیادہ کتابوں کی دنیا میں گم کر لیا وہ پہلے ہی کافی کم گو تھی لیکن اب تو بالکل بولنا ہی بھول چکی تھی ایسے میں جب اکثر سمن کا فون آتا تو اس کی ہوں ہاں اسے بھی پریشان کر دیتی لیکن وہ کیا

کر سکتی تھی اتنی دور پردیس میں رہتے ہوئے بہن کی دل جوئی کرنا اس کے لیے ممکن نہ تھا جبکہ وہ اپنی بہن کے دکھ سے بھی واقف تھی اسی طرح کئی بے کیف دن گزرتے چلے گئے جو صرف سمرن کے لیے بے کیف تھے جبکہ دریاب کے لیے تو ہر نیا دن پہلے سے بڑھ کر کیف انگیز ہوتا جا رہا تھا جانے وہ اور شہر پارا خوب تیار ہو کر جانے کہاں کہاں گھومتی پھرتیں اب تو دریاب نے گاڑی بھی چلانا سیکھ لی تھی کالج وہ برائے نام جاتی کیونکہ اسے پڑھائی سے کوئی خاص شغف نہ تھا البتہ نت نئے کورسز کرنے کے لیے وہ خوب شام میں تیار ہو کر گھر سے باہر نکل جاتی اور اس مقصد کے لیے شہر پارہ نے ایک مہران خرید رکھی تھی جو شروع سے ہی در پہ کے زیر استعمال تھی۔

☆ ☆ ☆

زندگی اپنے مخصوص ڈگر پر رواں دواں تھی۔ وہ بھی صبح سورج طلوع ہونا اور شام میں غروب ہو جانا دن کا آغاز اور رات کا آجانا غرض کہ کچھ بھی ایسا نہ تھا جو قابل ذکر ہو' وہ بھی روکھے پھیکے دن جو اپنی مخصوص اور روزمرہ کی رفتار سے گزر رہے تھے سمرن نے آنرز کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا جبکہ دریاب ابھی بھی کالج ہی جاتی تھی گزرتے وقت نے جہاں سمرن کو مزید سنجیدہ کر دیا تھا وہاں دریاب کی طبیعت کی جولانی بھی کھل کر سامنے آگئی کچھ تو اللہ نے حسن ہی بے تحاشا دیا تھا دوسرا وہ اپنے حسن کی حفاظت بھی باخوبی جانتی تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے حسن کو سنوارنے کا سلیقہ بھی اس میں خوب سے خوب تر بنا رہا تھا اور یہ یقیناً" اس نے شہر پارا سے سیکھا تھا۔

سرفراز صبح سے گئے رات میں گھر آتے تو ایسے میں ہمیشہ انہیں سمرن پڑھتی ہی دکھائی دیتی سنجیدہ اور کم گو سی سمرن اپنے باپ کے آرام اور کھانے پینے کا ہر ممکن خیال رکھتی' جانے کیوں گزرتے وقت نے شہر پارا اور سرفراز صاحب کے درمیان ایک ان دیکھی دیوار سی حائل کر دی تھی ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ دونوں ایک دوسرے سے یکسر اجنبی ہو چکے تھے سرفراز صاحب کی گھر میں موجودگی کے دوران یا تو وہ خوب اہتمام سے کوئی فلم دیکھ رہی ہوتی یا پھر دریاب کے ساتھ واک کرنے نکل جاتی سرفراز صاحب کو اگر کوئی پریشانی تھی تو وہ دریاب کے حوالے سے تھی جانے کیوں انہیں اب کچھ عرصہ سے یہ احساس ستانے لگا تھا کہ شہر پارا کے ساتھ نے دریاب کی اصل شخصیت کو مسخ کر دیا ہے وہ دریاب کو دیکھتے تو سوائے خود نمائی' غرور و تکبر کے انہیں اس میں کوئی خوبی دکھائی نہ دیتی اور اسی حوالے سے انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی شہباز کو بھی ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی تھی جسے اس نے درخور اعتناء ہی نہ جانا شہر پارا کے توسط سے دریاب جن گلیمرس سہولیات کو اپنا لائف اسٹائل بنا چکی تھی ان کے تصور نے شہباز اور ارم کی آنکھیں مکمل طور پر بند کر رکھی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ دریاب کی منہ زور خواہشوں کو پورا کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا اس لیے اس مسئلے کا بہترین حل چشم پوشی تھا جسے انہوں نے مکمل طور پر اختیار کر رکھا تھا جبکہ جہانگیر اور تائی سادیہ سمیت ان کی پوری فیملی بھی سرفراز صاحب کی ہم خیال ہونے کے باوجود محض اس لیے خاموش تھی کہ جب سگے ماں باپ کو کوئی احساس نہیں تو "میں اور تو" کون ہوتے ہیں بات کرنے والے یہ ہی وجہ تھی کہ خاندان کے ہر فرد نے جان بوجھ کر اس سارے معاملے سے پردہ پوشی اختیار کر رکھی تھی اور شہر پارا' دریاب کے حوالے سے مکمل طور پر خود مختار زندگی گزار رہی تھی اور رہی دریاب تو اپنی زندگی کے اٹھارہ سال شہر پارا کی سرپرستی میں گزارنے کے بعد خاصی آزاد خیال اور بے باک ہو چکی تھی۔ بے انتہا منہ پھٹ دریاب بنا کسی لحاظ سے ہر بات منہ پر دے مارنے کی عادی ہو چکی تھی۔

سچ ہے خون سے زیادہ تربیت شخصیت پر مکمل طور سے اثر انداز ہوتی ہے سمرن شہر پارا کی بیٹی ہونے کے باوجود انتہائی سلیقہ شعار' با اخلاق' سلجھی ہوئی' رکھ رکھاؤ کی حامل شخصیت کی مالک تھی جبکہ اس کے برعکس دریاب بے انتہا بدتمیز' خود غرض' اپنی نفس کی ماری ہوئی شخصیت اختیار کر چکی تھی جہاں سمرن قناعت پسندی کی

قائل تھی وہاں دریاب کے نفس کا پیمانہ لالچ اور طمع جیسی بیماریوں کا شکار ہو چکا تھا مزید کی خواہش نے اس میں سے اچھے برے کی تمیز یکسر ختم کر دی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ خاندان کے علاوہ بھی جو لوگ دریاب کی شخصیت کے اس تاریک پہلو سے تھوڑا بہت واقف ہو چکے تھے اس سے دور رہنا ہی پسند کرتے تھے لیکن اسے اس کی خود پسندانہ فطرت نے کبھی اس بات کا احساس نہ ہونے دیا۔ اپنی خوبصورتی کے حوالے سے کالج میں لڑکیوں کی ہر وقت کی قصیدہ خوانی نے اس کے فخر و غرور میں بے تحاشا اضافہ کر دیا تھا ایسے میں اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کی پروا ہی نہ کی سوائے شہہ پارا کے جانے کیسے وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزم قرار پا چکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

گھر والوں کے علم میں لائے بغیر دریاب نے ڈانس اکیڈمی جوائن کر لی تھی اور اس عمل میں اسے مکمل طور پر پارو کی پشت پناہی حاصل تھی ڈانس کا شوق دریاب کی زندگی میں جنون کی سی کیفیت اختیار کر چکا تھا اور پردہ ڈانس کے ذریعے وہ شوبز کی دنیا میں اوپر تک جانے کا فیصلہ کر چکی تھی اور کسی بھی نتیجہ کی پروا کیے بغیر اس کے ہر فیصلے میں ہمیشہ شہہ پارہ اس کے ساتھ ہی کھڑی نظر آتی اب بھی ایسا ہی ہوا ڈانس اینڈ آرٹ اکیڈمی میں ہفتہ میں دو دن رقص کی کلاس ہوتی دریاب ہمیشہ شہہ پارا کے ساتھ ہی اکیڈمی جایا کرتی جہاں دو' دو گھنٹے پارو اس کے انتظار میں باہر لابی میں بیٹھا کرتی اور تقریباً" رات آٹھ بجے کے بعد جب یہ دونوں واپس آتیں تو اول تو کبھی کسی نے ان سے جواب طلبی ہی نہ کی اور جو کبھی اتفاق سے کبھی کسی نے پوچھ بھی لیا تو ایک سو ایک بہانے گھڑے گھڑائے' ان کی پٹاری میں موجود ہوتے جن کا بروقت استعمال انہیں ہر طرح کی پریشانی سے محفوظ رکھنے کا موجب بنتا۔

ویسے بھی اپنی زندگی کے تیئس سال اس خاندان میں گزارنے کے بعد پارو کے دل میں کسی کا وہ ڈر و خوف یا لحاظ مروت باقی نہ رہا جو ابتدائی چند سالوں میں اس کی شخصیت کا خاصہ رہا تھا حقیقت یہ تھی کہ آغا جی اور سکینہ بی بی کی موت اور سرفراز صاحب کی بے اعتنائی نے اسے مکمل طور پر باغی کر دیا تھا شاید یہ ہی وجہ تھی کہ اپنی محرومی کا بدلہ وہ دریاب کی ذات سے لے رہی تھی اور یہ بات شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی بہر حال جو بھی تھا سچ یہ تھا کہ ان کا ہر قدم دریاب کو بدترین تباہی کی جانب لے جا رہا تھا جس کا احساس کسی کو بھی نہ تھا یہاں تک کہ پارو کو بھی نہیں وہ نہیں' جانتی تھی کہ اس کی بے تحاشا محبت' بے جا لاڈ پیار نے دریاب کو بے راہ روی کے راستوں پر ڈال دیا ہے بہت اوپر جانے کی خواہش میں کچھ بھی کھو دینا دریاب کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا شوبز کی چکا چوند نے بے خبری میں ہی اسے گھیر لیا تھا کچی عمر میں اس کی آنکھوں میں بسنے والا خواب وقت گزرنے کے ساتھ حقیقت کا روپ دھارنے کے لیے بے قرار ہو چکا تھا اور اسی خواب کے حصول نے دریاب کے دل سے اپنی روایات' خاندانی وقار اور جاہ و جلال کو بھی بالکل فراموش کر دیا تھا۔

وہ تو بچی تھی بروقت سمجھایا جاتا تو شاید سمجھ جاتی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کی کچی آنکھوں کو یہ خواب بخشنے والی پارو تھی شاید ایک بڑی فلمی اداکارہ بننا کبھی پارو کی خواہش رہا ہو جو وقت نے پوری نہ ہونے دی اور اب اپنی وہ خواہش پوری شدت کے ساتھ وہ دریاب کے خون میں اتار چکی تھی۔ لاشعوری طور پر اپنی پہلے دن کی اس گھر میں آمد پارو کبھی نہ بھولی تھی آغا جی کے کہے گئے الفاظ "گندا خون" آج بھی اس کا بلڈ پریشر بڑھانے کا سبب بن جاتے تھے اور پھر اپنے لیے سب کی آنکھوں میں ہتک آمیز تاثرات کی اذیت بھی اسے آج تک یاد تھی اپنی سگی اولاد کے پرورش دوسروں کے ہاتھوں ہونے والی بات بھی وہ کبھی نہ بھولی تھی اور اس سب کے رد عمل میں اس کے دل میں پیدا ہونے والی نفرت شاید دریاب کی محبت سے بھی کم نہ ہو سکی پارو کے زخم وقت نے مندمل ضرور کیے لیکن شاید۔۔۔

☆ ☆ ☆

پچھلے ایک گھنٹہ سے فون کان سے لگائے دریہ جانے کس سے باتیں کر رہی تھی آواز اس قدر دھیمی تھی کہ کچھ فاصلے پر بیٹھی سمرن کو بھی کچھ سنائی نہ دے رہا تھا شہہ پارا صوفے پر دریہ کے بالکل قریب ہی بیٹھی تھی فون پر مصروف ہونے کے باعث نا صرف ٹی وی کی آواز کم تھی بلکہ دونوں میں سے کوئی بھی ٹی وی کی جانب متوجہ نہ تھی یہ ہی وجہ تھی کہ سمرن کوئی نیوز چینل لگائے بیٹھی تھی ورنہ عام حالات میں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی موجودگی میں نیوز چینل لگایا جانا بذات خود ایک جرم تھا۔

"یہ لو مما جی سے بات کرو۔" دریہ کی بات سن کر سمرن لاشعوری طور پر ان کی جانب متوجہ ہو گئی اور یہ جاننے کا فطری تجسس کہ دوسری سمت کون ہے اس نے غیر ارادی طور پر ٹی وی کی آواز کو قدرے کم کر دیا حالانکہ کسی کی ٹوہ لینا اس کی فطرت نہ تھی لیکن اس وقت وہ اپنے شک کو یقین میں بدلنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں بیٹا وعلیکم السلام، تم تو ایسا کراچی سے گئے کہ دوبارہ پلٹ کر پوچھا تک نہیں۔"

تو سمرن کا شک درست نکلا دوسری طرف یقیناً" زوار حسن ہی تھا۔ سمرن کا دل ایک دم ہی ساری دنیا سے اچاٹ ہو گیا اس نے نہایت خاموشی سے ریموٹ صوفے پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی ایک نظر صوفے پر بے حد مصروف دریہ اور پار و پر ڈالی اور اپنے کمرے کی سمت جانا ہی چاہتی تھی کہ اچانک لاؤنج کا دروازہ کھول کر شاہ ویز بڑی تیزی سے اندر داخل ہوا اور کمرے میں موجود دونوں ہستیوں کو مکمل طور پر نظر انداز کرتا ہوا سمرن کے عین مقابل آ کھڑا ہوا۔

"جلدی سے باہر آؤ مجھے تمہیں کچھ دکھانا ہے۔" خلاف توقع وہ بے حد ایکسائیٹڈ تھا۔

"کیا دکھانا ہے۔" کچھ دیر قبل والی بے زاری اور اپنی شخصیت کو نظر انداز کرنے کا دکھ ابھی بھی اس کی آواز میں جھلک رہا تھا۔

"ایک تو تم سوال جواب بہت کرتی ہو جلدی چلو۔"

سمرن خاموشی سے لاؤنج کا دروازہ کھول کر شاہ ویز کی ہمراہی میں باہر نکل گئی جبکہ خود کو نظر انداز کرنے کا شاہ ویز کا یہ عمل دریہ کو اندر تک جلا کر بھسم کر گیا۔

"تمہیں پتا ہے میرا بی بی اے کا لاسٹ سمسٹر بہت اچھے نمبروں سے کلیر ہوا ہے۔" وہ سیڑھیوں سے تیز تیز اترتا ہوا بول رہا تھا۔

"مجھے کیسے پتا چلتا جب تم نے بتایا ہی نہیں۔" وہ ذرا سا خفگی سے بولی۔

"اصل میں کچھ ایسا ہے ڈیئر کزن کہ بھائی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اچھے رزلٹ کے سبب وہ مجھے گاڑی کے لیے پیسے بھیجیں گے اور میں جانتا تھا کہ ان شاء اللہ اپنی محنت کے ذریعے یہ دونوں کامیابیاں میں ضرور حاصل کر لوں گا لہٰذا اچھا رزلٹ اور گاڑی یہ دو سرپرائز تھے جو میں نے تمہیں دینے تھے بس اسی لیے نہیں بتایا۔" وہ سامنے کھڑی سلور مہران کا دروازہ کھولتے ہوئے قدرے وضاحت کرتا ہوا سب کچھ بتاتا گیا۔

"چلو بہت بہت مبارک ہو اب جلدی سے مٹھائی کھلاؤ۔" وہ ایک دم ہی سب کچھ فراموش کر کے خوش و خرم ہو گئی۔

"تم بیٹھو گاڑی میں، میں تمہیں مٹھائی کھلانے ہی لے کر جا رہا ہوں۔"

اس نے فرنٹ ڈور سمرن کے لیے کھول دیا اور دروازہ تھام کر منتظر نگاہوں سے اس کی جانب تکنے لگا جبکہ وہ ایک دم ہی کنفیوز ہو گئی۔

"میں اکیلی۔" وہ گھبرا کر بولی (جانے تائی اور سب کیا سوچیں۔)

"میں امی کو بتا چکا ہوں، بھابھی نے خود جانے سے منع کر دیا ہے کیونکہ فریال (بھابھی کی بیٹی) کو ٹمپریچر ہے اب

کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی جلدی سے بتا دو' ورنہ بیٹھ جاؤ۔"

"وہ دراصل میں نے اسکارف نہیں لیا اور ہاں۔" جیسے اسے کچھ یاد آیا۔

"ایسے کرو دریہ کو بھی بلا لاؤ جانے وہ کیا سوچے۔"

"اسکارف کے بغیر بھی تم بہت اچھی لگ رہی ہو اور اچھا ہی ہوا جو اسکارف لے کر نیچے نہیں آئی ہو' یقین جانو اسکارف میں تم میری کزن کم آنٹی زیادہ لگتی ہو۔"

دریہ کے ذکر کو مکمل طور پر نظر انداز کرتا ہوا وہ ہنس کر بولا۔

"بری بات شاہ ویز دوبارہ میرے اسکارف کا مذاق مت اڑانا۔" وہ سخت برا مان کر بولی۔

"وہ سوری یار تم جانتی ہو میں مذاق کر رہا تھا ویسے بھی تم نے سر پر دوپٹا اتنی اچھی طرح اوڑھا ہے کہ اسکارف کی کمی محسوس ہی نہیں ہو رہی۔" وہ ستائش بھری نظروں سے اس کا بھرپور جائزہ لیتا ہوا بولا جبکہ شاہ ویز کے اس طرح دیکھنے سے وہ بری طرح چرنل ہو گئی اور شاید پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ شاہ ویز کے ساتھ آگے بیٹھتے ہوئے اس کی خود اعتمادی کو بحال ہونے میں کچھ وقت لگا اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کا دل شاہ ویز کی محبت کی روشنی سے جگمگانے لگا ہے اور اس حقیقت کا ادراک ہوتے ہی وہ شاہ ویز کے ساتھ ساتھ خود سے بھی نظریں چرانے لگی۔

وہ دونوں سی ویو آ گئے جہاں بنا کوئی بات کیے دونوں نے ایک لمبی چہل قدمی کی نہ جانے الفاظ دونوں کے پاس ختم ہو گئے تھے یا دلوں میں تازہ سر اٹھانے والے چور جذبوں نے ان کی زبان بندی کر دی تھی۔ پھر وہاں سے واپسی میں وہ پراہٹ آ گئے جہاں کے تر و تازہ ماحول میں دونوں آہستہ آہستہ اپنی پرانی جون میں واپس آ گئے پراٹھا کھانے کے بعد سمرن کا دل آئس کریم کھانے کا چاہا جس کا اظہار اس نے برملا شاہ ویز سے کر دیا اور چند ہی لمحوں میں شاہ ویز اس کے لیے آئس کریم کپ پارسل کی صورت میں لے آیا۔

"ایسا کرو تم آئس کریم گاڑی میں بیٹھ کر کھا لو' میں ذرا فاریہ بھابھی کے لیے پراٹھا پیک کروا لوں۔" گاڑی کی چابی سمرن کو دے کر وہ واپس پلٹا۔

"بات سنو شاہ ویز ایک پراٹھا دریاب کے لیے بھی پیک کروا لو اسے پراٹھا بہت پسند ہے۔" اس نے اکثر و بیشتر پراٹھا ڈیلوری اپنے گھر ہوتے دیکھی تھی' اسی لیے بول پڑی' جبکہ شاہ ویز بنا کوئی جواب دیے اندر چلا گیا اور جب تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو خالی ہاتھ تھا۔

"بھابھی کھانا کھا چکی ہیں' میں نے فون کر کے پوچھا تھا' انہوں نے منع کر دیا۔" اپنے خالی ہاتھ آنے کی وضاحت اس نے بنا پوچھے ہی کر دی۔

"اور دریاب۔" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی' جانے کیوں دریاب کے سامنے شاہ ویز کے ساتھ اس طرح رات کو اکیلے آنا اسے کچھ اچھا محسوس نہ ہو رہا تھا اور اپنے اس گلٹ کو کم کرنے کے لیے وہ چاہتی تھی کہ دریاب کے لیے بھی کچھ لے کر ہی گھر جائے۔

"تم ہر وقت دریاب' دریاب کیوں کرتی رہتی ہو' کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ۔" وہ سخت چڑ کر بولا۔

"یاد رکھنا دوبارہ جب بھی میرے ساتھ آؤ تو پلیز اس خود غرض لڑکی کا نام بھی مت لینا' جانتی ہو اتنی بے باک لڑکیاں مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہیں' وہ تو کزن ہونے کے ناتے تھوڑی بہت بات کر لیتا ہوں' ورنہ ایسی لڑکیوں کے پاس سے گزرنا بھی میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

گاڑی کو تیزی سے ریورس کرتے ہوئے وہ سخت غصے میں تھا' جبکہ دریاب کے حوالے سے اس کے خیالات اور چہرے پر پھیلی ہوئی نفرت نے سمرن کو حیرت زدہ کر دیا' وہ حیران تھی کہ دریاب جیسی حسین ترین لڑکی سے بھی بھلا نفرت کی جا سکتی ہے' وہ جو یہ سمجھتی تھی کہ دریاب جیسی لڑکیاں ہر شخص کے دل پر راج کرنے کا گر جانتی ہیں'

اپنے خیال کی پہلے ہی مرحلے پر ناکامی پر حیرت زدہ تھی' لیکن سچ یہ تھا کہ شاہ ویز کے الفاظ نے سمرن کے اندر سکون ہی سکون بھر دیا تھا' اس نے بے حد مطمئن ہو کر گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگالی۔ دریاب جو انجانے میں سمرن سے اس کا ہر رشتہ چھینتی آئی تھی۔ شاہ ویز کو اس سے کبھی نہ چھین سکے گی اور شاہ ویز جیسے اچھے اور با اخلاق دوست کا ساتھ سمرن کے لیے نعمت خداوندی تھا جس کے لیے وہ جتنا اپنے رب کا شکر ادا کرتی کم تھا' گاڑی کی خاموشی اور خنک فضا اچانک ہی استاد غلام علی کی خوب صورت آواز سے گونج اٹھی۔

اب میں سمجھا تیرے رخسار پر تل کا مطلب
دولت حسن پر دربان بٹھا رکھا ہے

سمرن نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اپنے گال پر موجود تل تک آگیا۔ اسی پل شاہ ویز نے اس پر ایک نظر ڈالی جانے اس کی نظر میں ایسا کیا تھا سمرن گھبرا کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی اور غلام علی کی آواز ماحول کو مزید پر فسوں بنا رہی تھی۔

وہ جیسے ہی یونیورسٹی سے گھر واپس آئی اپنے گیٹ کے بالکل قریب کھڑی بلیک لینڈ کروزر کو دیکھ کر لمحہ بھر کو حیران رہ گئی' شاید زوہیب بھائی یا شاہ ویز سے ملنے کوئی آیا ہو' ورنہ ان کے گھر تو اس سے قبل اتنی بڑی گاڑی میں کبھی کوئی مہمان نہ آیا تھا' گیٹ سے ذرا ہٹ کر کھڑا موٹی موٹی مونچھوں والا شخص غالباً" اس گاڑی کا ڈرائیور تھا۔ سمرن کو دیکھتے ہی اس شخص نے گیٹ دانستہ چھوڑ دیا اور قدرے دور جا کر کھڑا ہو گیا' سمرن حیران پریشان جیسے ہی اپنے فلور تک پہنچی لاؤنج سے آنے والی آوازیں سن کر دنگ رہ گئی' اسی دم خوب تک سک سے تیار پا روا اپنے کمرے سے نکل کر تیزی کے ساتھ لاؤنج کے دروازہ کی جانب بڑھ گئی' وہ اس قدر ایکسائیٹڈ تھی کہ سیڑھی کے قریب کھڑی سمرن پر بھی نظر نہ ڈالی' سمرن خوامخواہ ہی تجسس میں مبتلا ہو گئی اور بجائے اپنے کمرے کی جانب بڑھنے کے باہر کرسی پر بیگ رکھ کر خود بھی لاؤنج ہی میں آگئی' پردہ اٹھا کر جیسے ہی اندر داخل ہوئی' لاؤنج میں موجود ہر شخص نے حیرت بھری نظر سے اس کی جانب تکا۔

"السلام علیکم۔" وہ ایک دم ہی گھبرا اٹھی' اپنی گھبراہٹ کے باوجود اس کی پہلی نظر سامنے بیٹھے سوٹڈ بوٹڈ شخص پر پڑی' تقریباً" پینتیس سال کی عمر کا مرد گندمی رنگت درمیانہ قد' گھنا ہوا جسم' کندھوں تک آتے گھنگھریالے بال' گلے میں قیمتی چین' ہاتھ میں بریسلٹ وہ بالکل قریب ایسے بیٹھا تھا جیسے کوئی بھکاری بارگاہ حسن میں نذرانہ عقیدت پیش کر رہا ہوں یا شاید کوئی دیو' پری کو اپنی قید میں کرنے کے لیے روپ بدل کر آیا ہو اور اپنی دوسری تشبیہ سمرن کو بالکل درست اور بروقت معلوم ہوئی' کیونکہ اس وقت سفید شیفون کی فراک میں سجی سنوری دریہ بالکل پری ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"وعلیکم السلام' آجاؤ بیٹا' یہیں بیٹھ جاؤ میرے پاس۔" شہہ پارا نے بڑی محبت سے سمرن کے لیے اپنے قریب جگہ بناتے ہوئے پکارا' اتنے محبت بھرے انداز کے باوجود سمرن ان کے انداز میں موجود اکتاہٹ محسوس کر چکی تھی' اسی لیے بنا کوئی جواب دیے واپس پلٹ جانے کو ہی بہتر جانا۔

"بھئی دانش صاحب سے تو ملتی جاؤ۔" سمرن اپنے عقب میں آتی شہہ پارا کی آواز سن کر تھم گئی اور ذرا سی گردن موڑ کر پیچھے صوفے پر بیٹھے شخص پر ایک نظر ڈالی۔

"یہ دانش سہگل ہیں معروف فیشن ڈیزائنر۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے' لیکن یہ یہاں ہمارے گھر کس رشتے سے آئے بیٹھے ہیں؟" اپنے ہوش سنبھالنے سے

لے کر آج تک سمرن نے کبھی کسی غیر مرد کو اپنے گھر اس طرح بیٹھے نہ دیکھا تھا' شہریار اجیسی بھی تھی اس کے حوالے سے کبھی کوئی اس گھر تک نہ آیا تھا' پھر آج ایسا کیا ہو گیا جو ایک اجنبی مرد اتنے استحقاق سے دریاب کے قریب بیٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور اس ماحول میں دریاب کی خاص الخاص کی جانے والی تیاری سمرن کو سخت ناگوار گزر رہی تھی اور اس درجہ ناگواری کا احساس ہی تھا جو وہ اپنی ماں سے جواب طلب کر بیٹھی۔

"دراصل تمہیں نہیں پتا دریاب آج کل آرٹ اینڈ ڈانس اکیڈمی سے رقص کی کلاسز لے رہی ہے۔" مزید نیا انکشاف ہوا۔

"اور اس اکیڈمی کے مالک بھی دانش صاحب ہی ہیں' پچھلے ہفتے ہی دریہ کو کلاسیکل رقص کے مقابلے میں پہلا انعام ملا ہے' بس اسی تقریب کے موقع پر میری دانش صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا یہ میرے دور پار کے رشتے دار نکل آئے۔ دراصل ان کی والدہ میری کزن تھیں۔"

نظریہ ضرورت کے تحت بولا جانے والا جھوٹ ایک ہی پل میں ان کے لہجہ سے عیاں ہو گیا' لیکن سمرن کو ان کے سچ جھوٹ سمیت دانش سہگل سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لہٰذا بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے باہر نکل آئی' اس کی بھوک بھی ایک دم ہی ختم ہو گئی۔ کرسی سے بیگ اٹھا کر اپنے کمرے میں آ گئی اور پھر بنا کھانا کھائے ہی سو گئی' عصر کے قریب جب اس کی آنکھ کھلی تو بھوک کی شدت سے پیٹ دکھ رہا تھا۔ وہ کھانا لینے کے لیے کچن میں آ گئی' جہاں سنک میں برتنوں کا ڈھیر اس بات کا غماز تھا کہ مہمان کی خاطر داری خوب دل سے کی گئی ہے۔ سلیب پر بنا ڈھکے مختلف لوازمات گواہی دے رہے تھے کہ خاطر تواضع کے لیے سب سامان اسپیشل طور پر بازار سے منگوایا گیا ہے اور پھر سہگل صاحب کی آمد ان کے گھر رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئی۔

اس آمد و رفت پر شاویز شدید طیش میں تھا' لیکن جہانگیر صاحب کی طبیعت کی خرابی کے باعث اسے اتنی فرصت ہی نہیں مل رہی تھی کہ وہ اس سلسلے میں شہریار یا دریاب سے کچھ باز پرس کرتا اس کے علاوہ سادیہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ اس مسئلے میں شاویز الجھا ہو۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ اس کی ہدایت کے عین مطابق جب بھی سہگل آتا سمرن خاموشی سے اوپر تائی کے فلور پر چلی جاتی' اسے اچھا لگتا تھا کہ شاویز اس کے حوالے سے اتنا حساس ہے۔

☆ ☆ ☆

سمرن خاموشی سے باہر برآمدے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی' مغرب کی اذان کی آواز نے اس کے دل کو رقت سے بھر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے سر پر دوپٹا اوڑھے عقیدت و احترام سے اذان کے کلمات کو اپنی روح میں جذب کر رہی تھی۔ جب اچانک ہی سرفراز صاحب آ گئے' وہ کبھی بھی اس وقت گھر نہیں آتے تھے سمرن انہیں دیکھ کر خاصی حیران ہوئی۔

"تمہاری ماں کہاں ہے؟" مزید حیرت کیونکہ پچھلے کئی سالوں سے تو انہوں نے کبھی گھر آ کر شہریار کا نہ پوچھا تھا' لیکن سمرن کے جواب دینے سے قبل ہی وہ شہریار کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اس جانب بڑھ چکے تھے۔ شہریار اپچھلے کئی سالوں سے علیحدہ کمرے میں رہ رہی تھی۔

"یہ لینڈ کروزر میں ہمارے گھر کون آتا ہے؟" ان کی بارعب اور غصیلی آواز کمرے سے باہر تک سنائی دی' اس کا مطلب ہے بابا میں ابھی بھی دم خم باقی ہے' ان کی اس جواب طلبی نے سمرن کے اندر سکون ہی سکون بھر دیا۔

شہریار بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں پر کیوٹکس لگا رہی تھی' جبکہ دریہ سرفراز صاحب کے کمرے میں داخل ہوتے ہی خاموشی سے باہر نکل کر برآمدے میں رکھی کرسی پر نہایت اطمینان سے بیٹھ گئی تھی' بالکل اس طرح جیسے اسے فراز صاحب کی جواب طلبی سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ سمرن نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اس پر نظر

ڈالی۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔" انہوں نے اپنی آواز کو حتی الامکان مدھم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا' جبکہ شہر پارا ان کی بات کو بنا کوئی اہمیت دیے خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔ پھر نیل پالش کا ڈھکن بند کر کے اپنے ناخنوں پر پھونک مارتے ہوئے بالکل اس طرح کھڑی ہوئی جیسے کمرے میں کوئی دوسرا فرد موجود ہی نہ ہو نیل پالش کی بوتل ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اور پلٹ کر نہایت اطمینان سے چلتی ہوئی عین ان کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

"مجھ سے کچھ کہا ہے آپ نے؟" اس کی بے نیازی عروج پر تھی۔

"ہاں تم سے ہی کہہ رہا ہوں' کون ہے یہ شخص جو آج کل ہمارے گھر آ رہا ہے۔"

"میری کزن کا بیٹا' بھانجا لگتا ہے میرا۔" اس کا اطمینان دیدنی تھا۔

"یہ تمہاری ایسی کون سی کزن پیدا ہو گئی' جس کا بیٹا لینڈ کروزر کا مالک ہو۔" سرفراز صاحب کا انداز استہزائیہ تھا۔

"کیوں کیا ہم جیسوں کی کوئی کزن نہیں ہوتی یا ان کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا' آپ کو اعتراض کس بات پر ہے' کزن پر' بیٹے پر یا لینڈ کروزر پر۔"

وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی تھیں' جانے ان کے لہجے میں ایسا کیا تھا کہ ایک دم ہی سرفراز صاحب گھبرا اٹھے' وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس بڑھاپے میں آ کر تیس سال قبل اٹھایا جانے والا غلط قدم ان کی بدنامی کا باعث بنے۔ انہیں اپنے سے زیادہ اپنی بیٹی کی فکر تھی اور یقیناً "شہر پارا کا ماضی ان کی بیٹی کے مستقبل کو داغ دار کر سکتا تھا۔

"دیکھیں سرفراز صاحب اگر آپ کے بہن' بھائی اس گھر میں آ سکتے ہیں آپ سے مل سکتے ہیں تو پھر میرا بھانجا کیوں نہیں' اگر آج تیس سال بعد میرا کوئی رشتے دار آپ کے گھر آ بھی گیا ہے تو آپ کی غیرت ایک دم جاگ اٹھی۔ اگر میرا بھانجا ایک مرد ہے تو کیا آپ کے بھانجے' بھتیجے مرد نہیں ہیں یا وہ غیرت کے زمرے میں نہیں آتے' آپ کا قانون سب مردوں کو ایک برابر نہیں سمجھتا؟ کیا اس میں میرے رشتہ داروں اور آپ کے خاندان والوں میں کوئی فرق ہے' آپ کا بھانجا آئے تو ٹھیک میرا آئے تو گناہ۔۔۔ واہ جی واہ۔" وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن میں تو صرف دریہ کی وجہ سے۔"

"آپ دریہ کی فکر نہ کریں۔" وہ تیزی سے ان کی بات کاٹ کر بولی۔

"اللہ خیر کرے' اس کے ماں' باپ دونوں موجود ہیں' اپنی بیٹی کا بھلا برا سب دیکھنے کے لیے' آپ صرف اپنی بیٹی کا خیال کریں جو آپ کی ذمہ داری ہے۔" اس نے سمن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا' اب سرفراز صاحب کے پاس مزید بات کرنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔

"شادی کرتے وقت تو دیکھتے نہیں کہ کس خاندان میں کر رہے ہیں' اس وقت عشق کا بخار دماغ پر چڑھ جاتا ہے' بعد میں دنیا دکھاوے کے لیے پارسا بن بیٹھتے ہیں ڈرامہ باز لوگ یاد رکھیے گا' سرفراز صاحب میں جو بھی ہوں جیسی بھی ہوں اللہ کا شکر ہے آپ کے لیے اپنے گھر سے بھاگ کر نہیں آئی' خود بیاہ کر لائے تھے مجھے آپ اور پھر ساری عمر ایک کونے میں ڈال کر اپنے فرض سے آزاد ہو گئے اور میری زندگی گزر گئی آپ کی عزت بچاتے ہوئے اونہہ۔" انہوں نے ایک نخوت بھری نظر سرفراز صاحب پر ڈالی جو ایسے کھڑے تھے جیسے وہاں موجود ہی نہ ہوں ندامت سے گردن جھکائے' اپنے ماضی پہ شرمسار اس غلطی پر نادم جس کے نتیجہ میں شہر پارا ان کی دو بیٹیوں کی ماں بننے کی حق دار ٹھہری کاش یہ سب آج سے تیس سال قبل سوچا ہوتا تو آج اتنی ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑتا" اے کاش

میں اپنی محبت کے زور پر اس عورت ہی کو بدلنے کی ایک کوشش کرلیتا' لیکن اب لاحاصل۔ اب وقت میرے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل گیا' نہ میں نے اپنے ماں' باپ کو کوئی خوشی دی اور نہ ہی اس عورت کو وہ بھرپور توجہ دی جو شاید آج اس کے دل میں موجود زہر کو تریاق میں بدل دینے کے کام آتی۔" وہ مرے مرے قدموں سے واپس مڑے۔

"اور ہاں ایک بات اوریا در کھیے گا میں نے دریاب کو ماں بن کر پالا ہے' سگی ماں سے بڑھ کر اس سے محبت کی ہے۔ راتوں کو اس کے ساتھ جاگی ہوں' اس کی ہر دکھ اور تکلیف کو اپنے دل پر محسوس کیا ہے' میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گی جس سے اسے تکلیف پہنچے۔"

شہر یار کی نخوت بھری آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی' وہ خاموشی سے باہر نکل آئے۔

جہاں دروازے کے قریب ہی سمرن کھڑی تھی' آنکھوں میں ڈھیروں سوال لیے۔ اس کا دل چاہا آج ضرور اپنے باپ کو روک کر پوچھے کہ اس کی ماں کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ کیا جو لوگ کہتے ہیں وہ سچ ہے؟ کیا اس کی ماں کا تعلق ریڈ لائٹ ایریا سے ہے؟ لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کا باپ ان میں سے کسی بھی سوال کا جواب نہ دے پائے گا اور وہ جاننا بھی نہیں چاہتی تھی' کیونکہ "شک" اور "یقین" میں کتنا فرق تھا۔ وہ اسے آج صحیح معنوں میں معلوم ہوا اور اس آگہی کی اذیت نے اسے اندر تک چیر دیا' شاہ ویز جو ابھی ابھی باہر سے آیا تھا اندر سے آنے والی تیز و تند گفتگو سن کر پل بھر میں ہی ساری بات جان گیا اور دانش سہگل سے متعلق شہر یار اسے کسی بھی جواب طلبی پر لعنت بھیج کر خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے فلور کی جانب بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

شام میں جب اس کی آنکھ کھلی تو گھر میں حسب معمول خاموشی کا راج تھا۔ یقیناً" دریہ اور اماں کہیں باہر گئی ہوں گی' یہ سوچ کر وہ باہر برآمدے میں آگئی۔ پہلے چاہا اوپر چلی جائے' لیکن شاہ ویز کی موجودگی کے خیال سے ارادہ بدل دیا اور جانے کیا بات تھی آج کل وہ شاہ ویز کے سامنے زیادہ جانے سے گریز کرتی تھی' وجہ شاہ ویز کی حال دل بیان کرتی آنکھیں تھیں' اس کی بولتی نگاہوں سے وہ گھبرا اٹھتی تھی۔ عورت ہونے کے ناتے وہ بنا کہے ہی شاہ ویز کی دل کی آواز سن چکی تھی اور یہ ہی وجہ تھی کہ وہ اس سے کترانے لگی تھی' اسی لیے خاموشی سے نیچے ارم چچی کے پاس آگئی' جو اس وقت نایاب کو کھانا کھلا رہی تھیں' اپنی بیماری کی بدولت وہ اٹھارہ' انیس سال کی عمر میں بھی بچوں ہی کی طرح ری ایکٹ کرتی تھی' اسی وجہ سے آرزو اور ولید ہمیشہ اپنی ماں کی عدم توجہی کا شکار رہے۔

"اچھا ہوا آپی آپ آگئیں اب مجھے میتھ کا یہ والا سوال سمجھا دیں۔" ولید اسے دیکھتے ہی اپنی کاپی لے کر آگیا' جبکہ ارم' نایاب کا کھانا ختم کرنے کے بعد اس کا منہ ہاتھ گیلے تولیے سے اچھی طرح صاف کر رہی تھیں۔

"چلو تم ولید کو ہوم ورک کروا دو' میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔" ارم چچی نے فارغ ہو کر تمام برتن سمیٹے اور کچن کی جانب بڑھتے ہوئے سمرن کو مخاطب کیا۔

"رہنے دیں چچی میں پی کر آئی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں میرے ساتھ ایک دفعہ اور پی لو۔" وہ ولید کو سوال سمجھا رہی تھی' جب شاہ ویز دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈ رہا ہوں' تم یہاں چھپی بیٹھی ہو۔" وہ کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"خیر چھپی تو نہیں بیٹھی' ویسے ہی تنہا دل گھبرا رہا تھا' اسی لیے سوچا نیچے چلوں ذرا بچوں میں دل ہی بہل جائے گا۔" وہ اپنے اندر کی کیفیت کو چھپا کر بڑے نارمل انداز میں بولی۔

"چلو خیر تمہاری مرضی' ورنہ دل تو مجھ سے بھی بہل سکتا ہے۔" اس نے سفید دوپٹے کے ہالے میں موجود سمرن

کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے شوخی سے کہا' اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی ارم آگئیں' ہاتھ میں پکڑی ٹرے سمرن کے سامنے رکھی۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ شاہ ویز بھی آیا ہوا ہے' چلو اب تم بیٹھو میں ایک کپ چائے اور بنا لاؤں۔" یہ کہہ کر وہ واپس کچن کی جانب مڑ گئیں' جبکہ شاہ ویز کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے سمرن کچھ کنفیوز سی ہو گئی' اسی لیے منہ نیچے کیے جلدی جلدی ولید کو سوال سمجھانے لگی اور شاہ ویز بڑی دلچسپی سے اس کی حرکات کو نوٹ کرتا رہا۔

گھبراہٹ میں سمرن نے گرم گرم چائے کا ایک بڑا سا گھونٹ لے لیا اور پھر جلدی سے کپ واپس ٹرے میں میں رکھ دیا شاہ ویز بے اختیار ہی مسکرا دیا اور جانے کیا سوچ کر سمرن کی چائے کا کپ اٹھا لیا۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھتی شاہ ویز نے بڑے مزے سے اس کی بچی ہوئی چائے کے سپ لینے شروع کر دیے' ارم چچی ایک اور کپ لے کر واپس آچکی تھیں اور نایاب کی جانے کون سی بات سننے میں مصروف تھیں۔' دو تین سپ لے کر اس نے کپ واپس ٹرے میں رکھ دیا۔

"یہ باقی چائے تم پی لینا میں اوپر سے پی کر آیا تھا۔" بچی ہوئی چائے کا کپ اس نے سمرن کے سامنے رکھ دیا۔

"اب یہ مت کہہ دینا میں تمہارا جھوٹا نہیں پیوں گی۔" نہایت آہستہ سے کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے تم کہاں جا رہے ہو چائے تو پی لو۔" نایاب میں ابھی ارم چچی نے شاہ ویز کے کھڑے ہوتے ہی اس کی توجہ چائے کی جانب مبذول کروائی۔

"بس چچی مجھے کہیں جانا تھا میں تو ویسے بھی ولید سے ملنے نیچے آگیا تھا۔" اس نے ولید کے بالوں کو آہستہ سے چھو کر سمرن پر ایک نظر ڈالی اور باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

شہریار کے دو ہی شوق تھے ایک شاپنگ' دوسرا فلم بینی' لیکن جانے آج کل ایسا کون سا قارون کا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا تھا کہ جب بھی دونوں گھر سے جاتیں واپسی میں خوب لدی پھندی ہوتیں قیمتی ملبوسات' ہینڈ بیگ' امپورٹیڈ جوتے' پرفیوم اور جیولری سے دونوں کی مشترکہ الماری لدی پڑی تھی' ڈریسنگ ٹیبل پر موجود میک اپ کے قیمتی سامان میں ہونے والے دن بہ دن اضافہ نے بھی سمرن کو دنگ کر رکھا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں موجود موبائل ان کے بیش قیمت ہونے کا اعلان کرتے۔ اس سلسلے میں استعمال ہونے والی اضافی رقم کا ذریعہ کیا تھا' شاید یہ سوال سمرن کو مزید کچھ عرصہ پریشان رکھتا' اگر ایک دن یونیورسٹی سے واپسی پر وہ اپنی ماں اور دریہ کو دانش سہگل کے ساتھ نہ دیکھ لیتی۔

"تو قارون یہ شخص ہے جس کے خزانے سے میری ماں اور دریہ فیض یاب ہو رہی ہیں۔" جیولر شاپ سے باہر آتی دریہ پر ایک تاسف بھری نظر ڈال کر اس نے سوچا۔

☆ ☆ ☆

اچانک ہی اس کی نگاہ سفید یونیفارم میں ملبوس اس لڑکی پر پڑی تو واپس پلٹنا بھول گئی۔ "اپسرا" اس لڑکی کو دیکھتے ہی پہلی تشبیہ مہر علی کے دل نے دی جسے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہوئے مہر علی نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یونیفارم پر بڑی بے نیازی سے دوپٹہ گلے میں ڈالے اپنی دوست سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی' وہ مہر علی کی جانب بڑھتی آرہی تھی اور اس کا اٹھتا ہوا ہر قدم مہر علی کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا' جانے وہ لڑکی واقعی اپنے قیامت خیز حسن کی تجلیوں سے بے خبر تھی یا اپنی بے نیازی کے زور پر دلوں کو تسخیر کرنے کا فن جانتی تھی۔ مہر علی کو یکسر نظر انداز کرتی وہ اس کی گاڑی کے پاس سے ایسے گزری جیسے سبک رفتار ہوا کا جھونکا۔ مہر علی کو ایسا محسوس ہوا

جیسے وہ زمین پر نہیں بلکہ پانی پر چل رہی ہو نہایت ہی دلکش اور دل کو موہ لینے والی چال چلتی ہوئی جیسے ہی وہ سڑک کا موڑ مڑ کر مہر علی کی نظروں سے اوجھل ہوئی ایسا محسوس ہوا جیسے ایک دم ہی سارے عالم پر اندھیرا چھا گیا ہو اور پھر مہر علی کا دل وہاں ایک پل بھی نہ لگا۔

وہ اپنے دوست عمر لغاری کے ساتھ مقامی گرلز کالج آیا تھا جہاں عمر کی والدہ پرنسپل تھیں' عمر کو اپنی والدہ سے کوئی کام تھا' اسی لیے وہ زبردستی مہر کو بھی اپنے ساتھ لے آیا' اب پچھلے پندرہ منٹ سے وہ اندر اپنی والدہ کے پاس تھا' جبکہ مہر گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا اس کے انتظار میں سخت بور ہو رہا تھا کہ اچانک ہی اس "اپسرا" کے دیدار نے مہر علی کی بوریت کو اڑن چھو کر دیا اور وہ دل کی گہرائیوں سے عمر لغاری کا مشکور ہوا' جس کی بدولت ایسے حسن جہاں سوز کا نظارہ اس کے لیے ممکن ہو سکا۔

☆ ☆ ☆

آج کل اسلام آباد سے پھوپھو اور زوار آئے ہوئے تھے' زوار تو ویسا ہی تھا خوش و خرم اور ہشاش بشاش' لیکن جانے کیا بات تھی اسے پھوپھو پہلے جیسی دکھائی نہ دے رہی تھیں' سمرن نے جب بھی انہیں دیکھا افسردہ اور بجھی بجھی ہی نظر آئیں' نیچے تو خیر وہ ویسے ہی کم آتی تھیں' لیکن جب وہ تائی سادیہ کے پاس اوپر گئی پھوپھو کو کسی گہری سوچ میں غرق ہی پایا' جب تک وہ اوپر رہتی پھوپھو خالی خالی نظروں سے اس کی جانب تکا کرتیں اور پھوپھو کی اس حالت نے اسے حقیقتاً "پریشان کر دیا۔

"بھابھی یہ پھوپھو واقعی ہی پریشان ہیں یا صرف مجھے محسوس ہو رہا ہے۔" اس سے رہا نہ گیا اور فاریہ بھابھی سے پوچھ ہی بیٹھی۔

"پریشان نہیں بلکہ کافی پریشان ہیں۔" فاریہ بھابھی دھیمے سے جواب دے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئیں اور وہ جو ان کی پریشانی جاننا چاہتی تھی منتظر ہی رہی کہ فاریہ بھابھی مزید کچھ بتائیں لیکن بھابھی کی طرف سے طاری ہنوز خاموشی کسی سنجیدہ بات کی سمت اشارہ کر رہی تھی۔

"پریشانی کی وجہ۔" کریدنے کی عادت نہ ہوتے ہوئے بھی وہ پھر سے پوچھ بیٹھی۔

"زوار حسن۔" بھابھی نے پلٹ کر اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر اس کے سوالیہ انداز کو سمجھتے ہوئے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"وہ ایسا ہے سمرن۔" بھابھی کی سمجھ میں نہ آیا بتائیں کہ نہیں۔

"زوار' وریاب سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" آخر کار بھابھی نے بتانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

"تو اس میں اس قدر پریشانی والی کیا بات ہے۔ ایسا تو ہونا ہی تھا۔" وہ حیران ہو کر بولی۔

"دریہ نا صرف ان کے بھائی کی بیٹی ہے بلکہ ان کے بیٹے کی پسند بھی ہے اور اتنی خوبصورت لڑکی کی خواہش تو کوئی بھی شخص کر سکتا ہے اس میں زوار حسن کا کیا قصور ہے بھلا۔"

"ہر شخص تو خیر نہیں ہاں البتہ ہر بے وقوف شخص ضرور کہا جا سکتا ہے۔"

بلاشبہ یہ آواز شاہ ویز کی تھی جو غالباً "ابھی ابھی آفس سے آیا تھا۔

"اور میرا خیال ہے کہ زوار کا شمار بھی ان ہی بے وقوف لوگوں میں ہوتا ہے ورنہ کم از کم میرے جیسے پریکٹیکل آدمی کے لیے صورت سے زیادہ سیرت اور مضبوط کردار اہمیت کا حامل ہے اور مجھے آج تک دریہ میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آئی جس کی بنا پر اس کے دائمی ساتھ کی خواہش کی جائے۔"

"تمہاری بات بھی ٹھیک ہے لیکن پھر بھی سب کا اپنا اپنا نظریہ ہوتا ہے کچھ لوگ صورت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔" بھابھی نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔

"لیکن پھوپھو کے نزدیک صورت سے زیادہ سیرت اہم ہے وہ ایک حسین مجسمہ سے زیادہ سگھڑ بہو کی خواہش مند ہیں جبکہ زوار اپنی ضد پر مکمل طور سے اڑا ہوا ہے اب دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔"

بھابھی نے ہاتھ دھو کر تولیہ سے صاف کیے اور پلٹ کر سمرن کی جانب دیکھا۔

"ویسے ایک بات بتاؤ سمرن تمہیں کبھی برا نہیں لگا کہ زوار 'دریہ' میں اتنا انٹرسٹڈ ہے جبکہ وہ تم سے منسوب تھا اور یہ بات تقریباً سب ہی جانتے تھے۔"

سمرن کے لیے بھابھی کے دل میں موجود فطری محبت تاسف کی صورت میں ان کے لہجے میں در آئی جبکہ شاہ ویز کی موجودگی میں سمرن کے لیے اس بات کا جواب دینا خاصا دقت طلب تھا اور وہ بھی اس صورت میں جب وہ جان چکی تھی کہ شاہ ویز بھی اس کا جواب جاننے کے لیے بے قرار ہے۔

"بات دراصل یہ ہے بھابھی میرے نزدیک کبھی بھی وہ شخص عزت اور اہمیت کا حامل نہیں ہو سکتا جس کے نزدیک میری کوئی حیثیت نہ ہو اور یہ تو زیادہ اچھا ہوا کہ زوار نے خود ہی اپنی زندگی کے فیصلہ سے سب کو آگاہ کر دیا ورنہ دوسری صورت میں مجھے خود اس کے رشتے سے انکار کرنا پڑتا کیونکہ میں خود بھی ذہنی طور پر خود کو شاید اس رشتے کے لیے آمادہ نہ پاتی تھی۔"

وہ اطمینان سے جواب دے کر کچن سے باہر نکل گئی اور خاموشی سے سیڑھیاں اتر کر اپنے فلور پر آ گئی۔

یہ سچ ہی تھا کہ بھابھی کی دی گئی خبر سے اس کے دل میں دریہ یا زوار کے متعلق کوئی بھی ملال یا منفی خیال نہ آیا تھا زوار حسن اس کے بچپن کی ایک ایسی خواہش تھی جو دو سروں کے احساس دلانے سے اس کے دل میں ابھری ضرور تھی لیکن زوار کے رویہ نے اس خواہش کو سرے سے ختم کر کے اسے حقیقت پسندی کی دنیا میں لا کھڑا کیا تھا اور اب زوار 'دریہ' سے شادی کرتا یا کسی اور سے اسے کم از کم اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا پھوپھو نے اپنے چھوٹے بھائی شہباز کے سامنے دریاب گل کے لیے دست سوال دراز کیا تو تقریباً" ہر وہ شخص حیران رہ گیا جو سمرن اور زوار حسن کے متوقع رشتے سے باخبر تھا اور ایسے موقع پر پھوپھو کو نہایت شرمندگی سے اعتراف کرنا پڑا کہ زوار خود دریاب کے ساتھ کا خواہش مند ہے اور پھوپھو کی اس وضاحت نے ہر شخص کو خاموش کر دیا جبکہ شہباز اس رشتے کی قطعی حمایت میں نہ تھے ان کے نزدیک یہ سراسر سمرن کے ساتھ ناانصافی تھی لیکن سرفراز صاحب کے سمجھانے بجھانے پر وہ بھی نیم رضامند ہو ہی گئے سرفراز صاحب کے خیال میں دریاب کے بہتر مستقبل کے لیے ضروری تھا کہ اس کی شادی جلد از جلد کر دی جائے ان کے نزدیک شادی دریاب کو تحفظ فراہم کرنے کا ایک بہترین ذریعہ تھی۔

اس طرح لاشعوری طور پر ان کی کوشش تھی کہ دریاب کو شہر یار سے دور کر دیا جائے اور اس کے لیے زوار سے بہتر رشتہ کوئی اور نہیں مل سکتا تھا رسمی کارروائی کے طور پر ارم نے شہر یار سے دریاب کی رضامندی جاننے کے لیے رابطہ کیا کیونکہ وہ سب سے زیادہ شہر یار کے ہی قریب تھی اور اس کی پسند ناپسند اس سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا تھا دریاب اور زوار کے درمیان موجود رابطہ کو دیکھتے ہوئے سب کو ہی یقین تھا کہ زوار نے یہ قدم دریاب کی مکمل رضامندی کے بعد ہی اٹھایا ہے لہٰذا پھوپھو نے منگنی کی شاپنگ کی غرض سے بازار کا ایک چکر بھی لگا لیا تھا خیال تھا کہ ہفتے تک پھوپھا جان اور دوسرے گھر والے بھی پہنچ جائیں گے اور ان کے آتے ہی منگنی کی باقاعدہ رسم کر دی جائے گی اور اس وقت جب سب ہی اس فیصلے کو اللہ کی رضا جان کر خوش اور مطمئن ہو چکے تھے دریاب نے ایک ایسا دھماکہ کیا جسے سن کر ہر شخص حیران رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ آپ نے کس سے پوچھ کر پھوپھو کو ہاں کی ہے؟"

وہ ارم کے سامنے تنی کھڑی اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالے نہایت بدتمیزی سے جواب طلب کر رہی تھی جبکہ حیران پریشان ارم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی بات کا کیا جواب دیں وہ تو ابھی تک اس کی اس قدر دیدہ دلیری پر ہی حیران ہو رہی تھیں جس نے ماں اور بیٹی کے درمیان ادب واحترام ہی ختم کر دیا تھا۔

"بولیں چچی آپ نے کس سے پوچھ کر پھوپھو کو ہاں کی ہے۔"

وہ شروع سے ہی شہہ پارا کو۔ مما اور ارم کو چچی کہنے کی عادی تھی۔

"ہاں میں نے نہیں تمہارے ابو نے کیا ہے جا کر ان سے پوچھو۔" وہ بالآخر اپنا غصہ برداشت کرتے ہوئے بولیں۔

"اور یہ تم مجھ سے بات کس طرح کر رہی ہو تمیز بھول گئی ہو کیا۔"

"میں اسی طرح بات کرتی ہوں آپ نے کبھی کی ہو تو آپ کو پتا چلے آپ کو تو ہمیشہ اپنے بچوں سے ہی فرصت نہیں ملی آپ نے صرف نایاب کو پیدا کیا تھا مجھے نہیں اور ہاں منع کر دیجئے گا اپنے میاں کو میری شادی کی فکر میں انہیں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ تیزی سے کہہ کر واپس پلٹی اور سیڑھیاں چلتی چلی گئی جبکہ ارم اپنی جگہ پر کھڑی ہکا بکا اس کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں جانتی تھیں کہ وہ بہت زبان دراز اور بدتمیز ہے لیکن اس کا عملی مظاہرہ آج پہلی بار دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور پھر دریاب گل نے سب کے سامنے نہایت بے باکی اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے زوار سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اس انکار کو سن کر ہر شخص دنگ رہ گیا۔ شاہ ویز کا کہنا تھا کہ وہ بے باکی کی آخری حد ہے جس پر دریاب کھڑی ہے اور اس کی یہ بے باکی آنے والے وقتوں میں یقیناً اسی کے لیے ایک عذاب ثابت ہوگی۔ جیسے ہی دریاب نے انکار کیا پھوپھو کے من کی گویا مراد پوری ہوئی انہوں نے جھٹ پٹ سمرن کے لیے دامن پھیلا دیا ان کا کہنا تھا کہ زوار خود سمرن سے شادی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کی آنکھوں پر بندھی دریہ کے عشق وحسن کی پٹی اتر چکی ہے پھوپھو کی اس خواہش کا علم جیسے ہی سمرن کو ہوا وہ اپنے باپ سرفراز صاحب کے پاس پہنچ گئی۔

"بابا آپ کا جہاں اور جس سے دل چاہے میری شادی کر دیجئے، لیکن پلیز زوار حسن سے نہیں اور آپ مجھ سے اس انکار کی وجہ پوچھیے گا بھی مت کیونکہ میری پاس اس کا کوئی جواز نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں دریاب کی ٹھکرائی ہوئی چیزوں کو اپنانے کا حوصلہ شاید اب خود میں نہیں پاتی۔"

نہایت خود اعتمادی سے بات کرتے کرتے اس کا لہجہ بھرا گیا اور آنکھوں میں پانی بھر آیا اس لمحہ سرفراز صاحب کو اپنی اس بیٹی پر ٹوٹ کر پیار آیا انہوں نے نہایت خاموشی سے اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ کر اسے اپنے ساتھ کی یقین دہانی کروائی اور پھر اس کے عملی ثبوت کے طور پر اپنی بہن کو انکار کر دیا اور اس انکار میں انہوں نے سمرن کا کوئی ذکر نہ کیا زوار نے بہت کوشش کی کہ وہ ایک دفعہ اس کی بات سن لے لیکن سمرن نے صاف انکار کر دیا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ بات تب سنی جاتی ہے جب دلوں میں کوئی گنجائش موجود ہو یا فیصلوں میں لچک ہو لیکن جب ایسا نہ ہو تو بات سننے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اور یہ ہی بات فاریہ بھابھی سے کہہ کر جب وہ نیچے اتری تو آخری سیڑھی پر اسے شاہ ویز کھڑا دکھائی دیا۔ چاہتی تھی کہ نظر انداز کر کے نکل جائے لیکن اس نے دیوار پر ہاتھ رکھ کر اس کا راستہ مسدود کر دیا ناچار اسے رکنا پڑا۔

"تھینک یو یار۔"

"کس بات کا۔۔۔" اس کی حیرانی بجا تھی۔

"زوار کے رشتے سے انکار کا، جانتی ہو مجھے تم سے اتنی جرات مندی کی امید نہیں تھی لیکن تمہاری اس جرات

نے تو مانو مجھے نئی زندگی بخش دی ہے۔"
"وہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے بابا نے شاہ ویز کو وجہ بتا دی ہے۔" اس نے سوچا۔
"اچھا لیکن میرے انکار سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"
وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے بولی۔
"تم نہیں جانتیں؟" وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
"نہیں۔۔۔۔ اچھا اب ہٹو آگے سے بابا آنے والے ہیں مجھے کھانا بنانا ہے۔" وہ شاہ ویز کی نظروں سے خائف ہوتے ہوئے بولی۔
"ہٹ جاتا ہوں لیکن پہلے وعدہ کرو میرے پرپوزل پر تو انکار نہیں کرو گی نا۔" وہ یک دم ہی بنا کسی تمہید کے بولا اور سمرن کچھ بول ہی نہ پائی۔
"ویسے تو بڑے کہتے ہیں خاموشی نیم رضامندی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے جواب سننا چاہوں گا جو یقیناً "ہاں" ہی ہوگا۔"
"جب تمہیں پتا ہے تو پھر کیوں پوچھ رہے ہو؟ اور چلو اب ہٹو آگے سے۔" وہ اپنے اعتماد کو بحال کرتے ہوئے تیزی سے بولی۔
تھینک یو یار۔۔۔ تھینک یو سوچ اور ہاں یاد رکھنا تم میری سیکنڈ چوائس نہیں ہو بلکہ پہلی اور آخری پسند ہو کیونکہ مجھے کم از کم دریاب جیسی لڑکیاں کبھی پسند آ ہی نہیں سکتیں۔" وہ اسے راستہ دیتا ہوا بولا۔
"جانتی ہوں۔" یہ کہہ کر سمرن تیزی سے آگے کی جانب بڑھ گئی۔

✡ ✡ ✡

موسم بدل رہا تھا ہلکی ہلکی خنکی کے ساتھ فضا میں ہر طرف ایک نامعلوم سی اداسی چھائی ہوئی تھی سمرن اپنے کمرے میں بیٹھی بظاہر تو پڑھ رہی تھی لیکن اس کی ساری توجہ برابر والے کمرے میں مرکوز تھی جہاں دانش سہگل اپنی کسی آنٹی کے ساتھ آیا بیٹھا تھا اور اس کی یہ آمد بلا مقصد نہ تھی بلکہ وہ دریاب کا پرپوزل لے کر آیا تھا اس کی اس جرات پر جہاں شہباز صاحب سخت حیران تھے وہاں سرفراز صاحب نہایت ہی غصے میں تھے دانش سہگل دریہ سے دوگنی عمر کا ایک معمولی شکل وصورت کا بندہ تھا جس کی واحد خوبی شاید اس کا بینک بیلنس اور لمبی چوڑی گاڑی تھی جس نے دریہ اور شہر پارا کو اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا اور اس میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جس کی بنا پر دریہ جیسی کم عمر اور حسین لڑکی اس کا مقدر بنائی جاتی۔
یہ ہی وجہ تھی کہ دونوں بھائیوں نے متفقہ فیصلہ کرتے ہوئے صاف انکار کر دیا جیسے ہی شہر پارا نے کچھ کہنے کی کوشش کی سرفراز صاحب نے اسے جھڑک کر خاموش کروا دیا اور شاید وہ بھی موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے خاموش ہو گئی تایا جی کی طبیعت کی خرابی کے باعث تایا جی اور تائی سادیہ بھی نیچے نہ آئے تھے جبکہ ارم چچی دُریاب کی اس دن کی بدتمیزی سے خاصی کبیدہ خاطر تھیں یہ ہی وجہ تھی کہ انہوں نے بھی نایاب کی بیماری کا بہانہ بنا کر اوپر آنے سے معذرت کر لی تھی۔ اور دریاب شاید اپنے اور شہر پارا کے مشترکہ کمرے میں تھی سمرن کی کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا جب اس نے دانش سہگل کو ایک نہایت ہی الٹرا ماڈرن سی خاتون (جن کا جسم ساڑھی پہننے کے باوجود عریاں تھا) کے ساتھ واپس جاتے دیکھا دانش سہگل کے چلنے کا انداز اس کے اندرونی غصہ کا غمازی کر رہا تھا جبکہ وہ خاتون شہر پارا سے جانے آہستہ آہستہ کیا باتیں کر رہی تھیں جن کے جواب میں شہر پارا کی صرف گردن ہی ہل رہی تھی اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں اتر گئیں اور سمرن نے یہ خبر سن کر اطمینان کا سانس لیا کہ چچا جان نے اس رشتے سے انکار کر دیا ہے لیکن اس کا یہ اطمینان چند روزہ ہی ثابت ہوا۔

وہ جو کہتے ہیں نا کہ رشتے تو آسمان پر بنتے ہیں تو شاید درست ہی تھا حالانکہ خاندان کا کوئی بھی فرد اس رشتے پر دل سے راضی نہ تھا کہاں زوار حسن جیسا خوبرو نوجوان اور کہاں دانش سہگل جیسا گھاگ اور منجھا ہوا مرد جو سمرن کو کم از کم ایک ایسا گھاگ شکاری نظر آتا جو معصوم پرندوں کو اپنے جال میں پھانسنے کا فن بخوبی جانتا تھا اور اس کی نزدیک دریہ بھی ایک ایسا ہی معصوم پرندہ تھا جو اپنی بے وقوفانہ خواہشات کے حصول کے لیے دانش کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسنے کے لیے باخوشی تیار تھی یہ ہی وجہ تھی کہ سب کے انکار کے باوجود وہ شہباز صاحب سے جواب طلبی کے لیے نیچے پہنچ گئی۔

"آپ نے دانش کے رشتے سے انکار کیوں کیا ہے؟ کیا خرابی ہے اس میں؟" وہ ابھی ابھی گھر آئے تھے اور ہاتھ دھو کر کھانا کھانے ٹیبل کی جانب بڑھ رہے تھے جب اچانک دریاب ان کے راستے میں آگئی۔

"کیا بدتمیزی ہے دریہ آرام سے بیٹھو پہلے اپنے باپ کو کھانا کھانے دو پھر بات کرنا۔" ارم نے اسے کندھے سے تھام کر سمجھانا چاہا۔

"پلیز آپ میرے معاملے میں نہ ہی بولیں تو اچھا ہے۔ ورنہ آپ جانتی ہیں کہ میں کسی کا لحاظ کرنے کی عادی نہیں ہوں اور خاص طور پر آپ سے تو میری کوئی ایسی رواداری بھی نہیں ہے جس کی باعث میں آپ کا لحاظ کر جاؤں۔" وہ اپنے کندھوں سے ارم کے ہاتھ جھٹکتی ہوئی بولی تو نا صرف ارم بلکہ شہباز بھی اس کی اس قدر بدتمیزی پر ششدر رہ گئے۔

"تمہاری ماں ہے یہ معافی مانگو فوراً اس سے۔"

وہ حتی الامکان اپنے غصے کو دباتے ہوئے آہستہ آواز میں بولے۔

"میری ماں یہ نہیں شہر پارا مما ہیں یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں یہ صرف نایاب' آرزو اور ولید کی امی ہیں اور ویسے بھی میں آپ سے یہ نہیں پوچھنے آئی کہ میری ماں کون ہے؟ اور نہ ہی مجھے اب اس کی ضرورت رہی ہے میں تو آپ سے صرف آپ کے انکار کی وجہ پوچھنے آئی ہوں۔"

اس کے لہجے میں ارم کے لیے اس قدر زہر بھرا ہوا تھا کہ ارم بھی ہکا بکا رہ گئیں۔

"اور ہاں اگر دانش میں کوئی برائی ہے تو بھی مجھے وہ قبول ہے اس لیے پلیز آپ کی عزت اسی میں ہے کہ آپ اپنی رضامندی کا بھی اظہار کردیں۔"

وہ بے باکی سے اپنے باپ کے سامنے تن کر کھڑی تھی اور شہباز تو زمین میں گڑ کر رہ گئے ان کا رعب اور طنطنہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ اب اگر انہوں نے مزید کوئی بات کی تو شاید دریہ ان کی اتنی بھی عزت نہ کرے جتنی اب تک کر چکی ہے اور اسی پل انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی عزت بچانے کا واحد حل یہ ہے کہ بیٹی کو اپنے ہاتھوں رخصت کردیا جائے بیہ جانے بغیر کہ دانش سہگل کے ساتھ وہ خوش رہ سکے گی یا نہیں اور اسی میں ان کی عافیت تھی ورنہ دریہ سب کچھ ختم کرنے کا حوصلہ رکھتی تھی۔ اور اس سب میں اس کے باپ اور خاندان کی عزت بھی شامل تھی جس کی اس کے نزدیک ذرا بھی وقعت نہ تھی اور پھر ایک پل لگا شہباز کو فیصلہ کرنے میں۔

"تم اوپر جاؤ میں ابھی بھابھی کے پاس آتا ہوں باقی بات وہیں ہوگی۔"

وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح بولے دریہ ارم پر ایک تیز نظر ڈال کر دروازے سے باہر نکل گئی جبکہ شہباز بغیر کھانا کھائے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے اور آج اٹھارہ سال بعد ارم کو اس خسارے کا احساس ہوا جو انہوں نے اپنی اولاد کی طرف سے غفلت برت کر حاصل کیا تھا اور شاید یہ پہلا دن تھا جب وہ نایاب کو کھانا کھلانا بھی بھول گئیں وہ تو جب نایاب نے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں واویلا کرنا شروع کیا تو انہیں ہوش آیا۔

"یا خدا ایک لڑکی اس حال میں اپنی بیماری کے ہاتھوں زندہ درگور اور دوسری خود اپنے ہاتھوں زندہ درگور ہونے جارہی ہے یا میرے مالک ہم پر رحم کر۔" وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں پر گرائے ساکت بیٹھی تھیں جبکہ آنسو خود بخود ان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

اور پھر دانش سہگل کا پرپوزل قبول کرلیا گیا۔ اس پرپوزل پر سوائے دریاب اور شہپارا کے کوئی خوش نہ تھا۔ دریاب تو بے حد خوش تھی دانش کے روپ میں اسے اپنی منزل قریب نظر آرہی تھی شوبز کی چکاچوند نے بنا دیکھے ہی اس کے دل و دماغ پر قبضہ جمار کھا تھا وہ خود کو ہمیشہ کسی ایسی بڑی اداکارہ کے روپ میں دیکھتی جس سے آٹوگراف لینے والوں کی قطاریں لگی ہوں اپنے اس خواب کے حصول کے لیے دانش سہگل سے بہتر شخص اس کی نظر میں کوئی نہ تھا دانش کے تعلقات شوبز کے حلقوں میں اوپر تک تھے اور نا صرف اپنے ملک بلکہ پڑوسی ملک کے بھی کئی ڈائریکٹر اور ہدایتکار اس کے جاننے والے تھے۔ اور اسی چیز نے دریہ کو اس کا دیوانہ بنا رکھا تھا۔ دریہ نے اپنی شادی کی ساری شاپنگ شہپارا کے ساتھ جاکر مکمل کی یہاں تک کہ اپنی بری کی خریداری بھی اس نے خود شہر کے بہترین ڈریس ڈیزائنر اور بوتیک کی تھی اس کی بارات کا سوٹ جانے کتنے لاکھ کا تھا جو خود دانش کی اپنی پسند کا تھا غرض کہ اس کی ہر چیز اعلا معیار اور کوالٹی کی تھی یہاں تک کہ اس کی بری دیکھ کر خاندان کی دیگر خواتین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور سب نے ہی ظاہری نمود نمائش دیکھ کر دریاب کے مقدر کو خوب سراہا اور ان کے رشک سے بھرے جملے سن سن کر دریاب کی گردن فخر و غرور سے تن سی گئی اور اسے ایسا لگا یہ بازی وہ پورے اعزاز کے ساتھ جیت چکی ہے اور اسی فخر و غرور کے ساتھ وہ دانش سہگل کی ہمراہی میں رخصت ہو کر اس کی طویل و عریض کوٹھی میں پہنچ گئی جہاں اس کا استقبال کرنے کے لیے سوائے چند ملازمین کے کوئی نہ تھا اسے ایک سجے سجائے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

"میم آپ آرام سے بیٹھیے۔"

اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس نہایت اسمارٹ سی ملازمہ نے اسے تکیہ سے ٹیک لگا کر آرام سے بٹھایا۔

"میم آپ کیا لینا پسند کریں گی جوس یا کافی۔"

"کچھ بھی نہیں" وہ دھیمے سے بولی جبکہ احساس تفاخر واضح طور پر اس کی آواز سے چھلک رہا تھا۔

"میں آرام کروں گی تم جاؤ۔"

"ٹھیک ہے میم صغرا نے آپ کے کپڑے نکال کر باتھ روم میں رکھ دیئے ہیں آپ کو جب چینج کرنا ہو یہ بیل بجا دیجئے گا صغرا آپ کی مدد کو آجائے گی۔"

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔"

"بے وقوف عورت بھلا دانش کے دیکھے بغیر میں کیسے اس ڈریس کو چینج کر سکتی ہوں اتنا پیسہ خرچ کر کے میں جس کے لیے تیار ہوئی ہوں وہ ہی نہ دیکھے تو کیا فائدہ ہوا۔" وہ تنفر سے سوچتی کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی دروازے پر ہونے والے کھٹکے سے وہ یک دم ہڑبڑا کر اٹھی تو پہلے تو یہ ہی یاد نہ رہا کہ وہ کہاں ہے؟! اور جیسے ہی اندر آتے دانش پر نظر پڑی ایک دم بوکھلا کر اٹھ بیٹھی فوراً اپنا دوپٹا درست کیا جو بھی تھا تھی تو وہ ایک کم عمر اور شریف خاندانی لڑکی تھی۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا وہ لاکھ بے باک سہی لیکن پھر بھی اس کے جذبات میں کبھی پہلے کسی غیر مرد نے کوئی ایسی ہلچل نہ مچائی تھی دانش تھکا تھکا سا کمرے میں داخل ہوا۔

"تم نے ابھی تک اپنا ڈریس چینج نہیں کیا۔" وہ حیرانی سے بولا اور اس دم دریہ کی نگاہ سامنے دیوار پر لگے بیش قیمت وال کلاک پر پڑی جو پانچ کا ٹائم دے رہی تھی۔

"اوہائی گاڈ کہیں تم عام مڈل کلاس لڑکیوں کی طرح میرا انتظار تو نہیں کر رہی تھیں۔" وہ اس کے قریب ہی نیم دراز ہوتا ہوا بولا۔

"بٹ سوری میری جان میں ان تمام فارمیلٹیز کا عادی نہیں ہوں بہرحال تمہاری منہ دکھائی تمہیں دینا ضروری تھی اسی لیے آیا ہوں ورنہ کس کافر کا دل چاہتا تھا کہ اتنی حسین رقاصہ کو چھوڑ کر۔۔۔"

جملہ ادھورا چھوڑ کر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور گاڑی کی چابی نکال کر اس کی گود میں رکھ دی وہ کچھ سمجھ ہی نہ پائی۔

"یہ تمہاری گاڑی کی چابی ہے لیکن یہ یاد رکھنا تم میری مرضی کے بغیر گاڑی لے کر باہر نہیں جاؤ گی کیونکہ اب تم کوئی عام عورت نہیں بلکہ دانش سہگل کے نام سے منسوب ہو۔" وہ سرخ سرخ آنکھوں سے دریہ کو گھورتا ہوا بولا۔

اور دریہ جو اپنے لیے ستائشی جملے اور تعریفی کلمات سننے کی منتظر تھی ایک بالکل نئی صورت حال کا سامنا کرنے پر حیران ٹکر ٹکر اس کی شکل دیکھے جا رہی تھی اپنی تعریف کی شوقین دریہ حیران تھی کہ یہ کس قسم کا مرد ہے جسے اپنی بیوی کی خوبصورتی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اور ہاں۔" وہ یک دم دریہ کے قریب ہوا تو اس کے منہ سے آنے والے بدبو کے بھبھکے نے دریہ کو احساس دلایا کہ وہ نشے میں ہے۔

"تم بھی ڈریس چینج کر کے باہر ہی آجاتیں ہال میں۔ آکر دیکھتیں تارا بائی کو کیا زبردست ناچتی ہے اس کا رقص مانو مردہ جسم میں جان ڈال دیتا ہے قیامت ہے قیامت۔"

وہ آنکھیں بند کر کے تصور ہی تصور میں تارا بائی کے لچکیلے بدن کا تصور کرتا ہوا بولا۔

"لیکن پھر بھی تمہاری والی بات نہیں ہے تم تو جب میدان میں آؤ گی نا میری جان تو یقین کرنا تمہارے سامنے تو کوئی بھی نہ ٹک سکے گا بلیوی۔"

وہ اچانک ہی دریہ کا دوپٹا کھینچ کر بولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خود سے قریب کر لیا اور دریہ جو اس کی کچھ دیر قبل کی گئی گفتگو سے خاصی بدمزا ہوئی تھی ایک دم ہی اس کی قربت کے احساس سے دہک اٹھی اسے اپنے دل کی دھڑکن اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"تم بہت خوبصورت ہو میری جان بہت خوبصورت بالکل کسی گڑیا کی مانند باربی ڈول۔" وہ دریہ کو کندھوں سے تھام کر بولا۔

"لیکن جانتی ہو گڑیا صرف اس وقت تک اچھی لگتی ہے جب تک شوکیس میں سجی ہو اگر اسے باہر نکال کر کھیل لیا جائے تو وہ جلد ہی میلی ہو جاتی ہے اور میلی گڑیا جلد ہی کوڑے دان کا حصہ بن جاتی ہے اور پھر اس کی جگہ کوئی اور خوبصورت اور نئی گڑیا لے لیتی ہے لیکن میں اتنا کم ظرف نہیں ہوں جو تم سے کھیل کر تمہیں کوڑے دان میں پھینک دوں۔۔۔" پھر وہ رک کر تھوڑا سا مسکرایا۔

"یاد رکھنا تم ہمیشہ ایک قیمتی اور خوبصورت تمغہ کی مانند میری الماری میں ہی سجی رہو گی۔" وہ دریہ کے بالکل قریب ہو کر بولا لیکن دریہ تو اس وقت ہوش میں ہی نہ تھی یہاں تک کہ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بھی نظر انداز کر چکی تھی اس کا سپر اسٹار بننے کا خواب کہیں دور رہ گیا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی کہ اچانک ہی دانش کے ہاتھوں کی حرکت تھم گئی اور وہ بالکل ساکت سے ہو گئے۔ صرف اس کی سانسوں کی آواز تھی جو دریہ کے کانوں میں سنائی دے رہی تھی اس نے کسی انہونی کے احساس کے تحت یک دم آنکھیں کھول کر دیکھا دانش سوچکا تھا اس کے بازو پر اپنا سر دھرے بے خبر اور بدمست دریہ کو ایسا لگا جیسے وہ تپتے

صحرا میں ننگے پاؤں کھڑی ہے اس کے اندر آگ کے جلتے بھانبھڑ تھے جن پر پانی ڈالنے والا بھی کوئی نہ تھا وہ یک دم ہی بے بسی کے احساس تلے دب کر رونے لگی۔

☆ ☆ ☆

صبح تقریباً" دس بجے اس کے گھر سے ناشتا آگیا شہہ پارا' سمرن اس کی خالہ زاد نورین خلاف توقع شاہ ویز کے ساتھ ناشتا لے کر آئیں تو سہگل ابھی سو ہی رہا تھا جبکہ دریہ کو ایک ماہر بیوٹیشن تیار کر کے جا چکی تھی اس کا گھر اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر اس کی کزن نورین خاصی حیران ہوئی جبکہ سمرن اور شاہ ویز بالکل ہی خاموش تھے دانش کی غیر موجودگی کا عذر پیش کرتے ہوئے دریہ نے چپکے سے شہہ پارا کو بتایا کہ وہ صبح ہی سوئے ہیں شہہ پارا اس کی وضاحت کو اپنی مرضی کے معنی پہنا کر خوش ہو گئی دریہ نے سب کو اپنی گاڑی دکھائی جو اسے منہ دکھائی میں ملی تھی اور شاہ ویز کی خاموشی محسوس کر کے دل ہی دل میں خوب اترائی۔

"ہو نہہ دیکھا کیسا جلا میرے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر۔"

وہ ایسی ہی تھی ہمیشہ لوگوں کے بارے میں غلط اور جلدی اندازے لگانے والی اور جانتی تھی کہ ہمیشہ شاہ ویز کے سلسلے میں لگایا جانے والا اس کا اندازہ غلط ہوتا ہے لیکن پھر بھی باز نہ آئی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات شہر کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں اس کا ولیمہ تھا اور دریہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی دانش کی ہدایت کے مطابق بے حد ڈیپ گلے کی سلیولیس میرون کلر کی میکسی پہننا پڑی جس پر اونچا کر کے بنایا گیا ہیر اسٹائل اس پر خوب کھل رہا تھا گلے اور کانوں میں پہنی ہوئی ڈائمنڈ جیولری اپنی عجیب ہی بہار دکھا رہی تھی جب ماہر حسن نے تیار کر کے اسے آئینہ کے سامنے کھڑا کیا تو اپنا روپ دیکھ کر وہ خود بھی مبہوت سی ہو گئی ایسے میں اپنے لباس کی عریانی کا احساس اس کی پیشانی کو عرق آلود کر گیا اسے رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ اس کے گھر والے کیا سوچیں گے لیکن جب دانش کی ہمراہی میں اس نے بنکویٹ ہال میں قدم رکھا تو خود پر پڑنے والی ستائشی نظروں اور تعریفی جملوں نے ایک دم ہی اس کے احساس عریانی کو زائل کر دیا ہر طرف سے اس کے کانوں میں پڑنے والی جملوں نے اسے احساس دلایا کہ شاید وہ کوئی اپسرا ہے جو آسمان سے اتری ہو پارو تو اسے دیکھتے ہی کھل اٹھی' تائی سادیہ کے گھر سے صرف فاریہ بھابھی اور بھائی ہی آئے تھے۔ فاریہ بھابھی اور سمرن نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار شرم سے اپنی نظریں جھکالیں ارم بے تاثر چہرہ لیے بیٹھی شکر ادا کرتی رہیں کہ شاہ ویز اور شہباز نہیں آئے جبکہ پھوپھو اور ان کی فیملی کا کوئی بھی فرد شادی میں شریک نہ ہوا تھا ایسے میں سرفراز صاحب نہایت ہی شرمندہ دکھائی دیئے انہیں شدت سے یہ احساس ہوا کہ بے راہ روی اور بے حیائی کا جو پودا وہ شہہ پارا کی شکل میں لائے تھے اس نے دریہ نامی بیل کو اپنے گرد لپیٹ کر خوراک ضرور فراہم کی تاکہ وہ زندہ رہ سکے لیکن اس بیل کا اپنا وجود بالکل ختم کر دیا جبکہ دریہ کسی بھی احساس سے عاری دانش کی سنگت اور ہمراہی میں خود کو آسمانوں پر اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

تقریب میں بے حیائی' رقص و سرور اور ام الخبائث کا دور اپنے عروج پر تھا یہ ماحول سرفراز صاحب اور ان کی فیملی کے باقی لوگوں کے لیے تقریباً" ناقابل برداشت تھا یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ بغیر کھانا کھائے تایا جی کی طبیعت کی خرابی کا عذر پیش کر کے جا چکے تھے لیکن دریہ کو کسی کی بھی کوئی پروا نہ تھی وہ تو دانش کی بہکی بہکی نظریں محسوس کر کے اسی احساس سے سرشار تھی کہ یقیناً" آج دانش سہگل اس کے قدموں میں ہو گا اور اسے تسخیر کر لے گا لیکن رات کے بڑھتے سایوں نے اس کی اس غلط فہمی کو جلد ہی دور کر دیا ہوٹل سے واپس آتے ہی دانش اپنے بار روم میں چلا گیا تھا جو کہ اس نے اپنے گھر کی بیسمنٹ میں بنایا ہوا تھا۔

"پلیز ابھی ڈریس چینج نہ کرنا۔" وہ دریہ کے ہاتھ تھام کر حسن کے حضور درخواست پیش کرتا ہوا بولا۔
"میں ابھی آتا ہوں۔" دریہ آنے والے خوش کن لمحات کے تصور میں گھر کے اس کا انتظار کرنے لگی اس کا انتظار ابھی طویل نہ ہوا تھا کہ اچانک ہی کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھول کر کوئی اندر داخل ہوا وہ اس کی میڈ میری تھی۔
"میم آپ کو صاحب نیچے بلا رہے ہیں اپنے بار روم میں۔" اطلاع دے کر وہ جواب کے انتظار میں مودب کھڑی تھی۔
"کیوں؟" وہ حیرت زدہ تھی۔
"پتا نہیں میم آپ آئیں میں آپ کو وہاں تک چھوڑ دوں۔" وہ خاموشی سے اٹھ کر میری کے پیچھے سیڑھیاں اتر کر نیچے آگئی بیسمنٹ کا شیشے کا دروازہ میری نے کھولا تو وہ خاموشی سے اندر داخل ہو گئی میری دروازہ بند کر کے واپس جا چکی تھی بیسمنٹ میں بکھری ہوئی رنگین روشنی میں اس نے دیکھا کہ سارے ہال میں صرف قالین ہی بچھا ہے جبکہ دیوار کے ساتھ کچھ گاؤ تکیے رکھے ہوئے ہیں ایک دیوار کے ساتھ چند کرسیاں بھی دھری تھیں جونی الوقت ساری ہی خالی تھیں اے سی کی خنکی محسوس کرتے ہی اسے اپنی کم لباس کا احساس ہوا قیمتی ایئر فریشنر کی خوشبو بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی وہ خاموشی سے آگے بڑھی دیوار گیر الماریوں میں مہنگے برانڈڈ مشروبات رکھے تھے۔
"آجاؤ یہیں آجاؤ میرے پاس۔" دانش سامنے ہی گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا "ام الخبائث" پی رہا تھا نہایت ہی نفیس اور بلوریں گلاس اس کے پاس دھرے تھے وہ خاموشی سے اس کے قریب آکر بیٹھ گئی۔
"پیو گی....." اس نے خالی جام اٹھاتے ہوئے دریافت کیا۔
"پلیز دانش میں نہیں پیتی۔" وہ یک دم گھبرا گئی اس کی گھبراہٹ دیکھ کر دانش بہت محظوظ ہوا اور دھیرے سے ہنسا۔
"کوئی بات نہیں خود ہی پینے لگو گی ہمارے ساتھ رہو گی تو ضرور پیو گی جانتی ہو میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا تھا۔" اس نے آہستہ سے اپنی گردن نفی میں ہلا دی۔
"آج میں نے تارا بائی کو منع کر دیا کیونکہ آج میں تمہارا رقص دیکھنا چاہتا ہوں صرف تمہارا میری جان۔"
"یا خدا یہ کیسی فرمائش تھی جو اس کا شوہر شادی کی دوسری رات اس سے کر رہا تھا بغیر یہ جانے کہ اس کے جذبات کیا ہیں اس کے دہکتے اور کنوارے جذبوں کی اسے کوئی پروا نہ تھی وہ صرف اپنے نفس کا بندہ تھا اپنی خواہشات کا غلام..... اور تم؟" کوئی اس کے اندر دھیرے سے ہنسا۔
"تم کون ہو؟ تم نفس کی غلام نہیں ہو؟ ناچنا گانا تو خود تمہارا بھی شوق رہا پھر اب کیا ہوا جو تمہارے شوہر نے تم سے فرمائش کر دی غیروں کے سامنے بھی تو ناچنا ہی ہے نا۔" اس کا ضمیر دل کھول کر ہنس رہا تھا اس کا مذاق اڑا رہا تھا وہ ایک دم گھبرا اٹھی۔
"اب انتظار نہ کرواؤ۔ تم نہیں جانتیں جب شراب کا نشہ مجھ پر چڑھتا ہے تو رقص اس کو دوچند کر دیتا ہے اسی لیے آج کی میری اس محفل کو صرف تم سجاؤ گی صرف تم۔" اب کوئی چارا نہ تھا وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی دانش سی ڈی پلیئر پر گانا لگا کر تکیے کے سہارے لیٹ گیا اور اس ساری رات ناچ ناچ کر دریہ کا انگ انگ ٹوٹ گیا تھکن سے اس کا جسم چور ہو گیا لیکن جانے دانش کا شوق کیسا تھا جب تک صبح پانچ بجے تک وہ نہ سویا اس نے دریہ کے پیروں کو تھمنے نہ دیا اور آج پہلی بار اسے پتا چلا اپنے شوق سے کوئی کام کرنا اور کسی جبر کے تحت وہ ہی کام کرنا دونوں کس قدر مختلف امر ہیں لیکن بہر حال یہ ایک ایسا راستہ تھا جس کا انتخاب اس نے خود کیا تھا بنا کسی نتیجہ کی پروا کیے

اور ظاہر ہے اب اس راستے پر اسے آگے تک کا سفر اکیلے ہی طے کرنا تھا بنا کسی سہارے کے بغیر تھکے۔۔۔

☆ ☆ ☆

"تم ایک گھنٹے تک تیار ہو کر میرے آفس آجانا تمہارا پاسپورٹ بنوانا ہے اور ہاں اپنے تمام ضروری پیپرز بھی ساتھ لے آنا۔"

دانش نے تیار ہو کر خود پر پرفیوم کا اسپرے کیا اور ایک اچٹتی سی نظر خاموش بیٹھی دریہ پر ڈالی اور شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی ٹائی کی ناٹ درست کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ اپنے بال درست کرتی بستر سے اتر آئی اور خاموشی سے باتھ روم کی جانب بڑھ گئی بنا کوئی سوال و جواب کیے۔ ایک پل کے لیے تو دانش بھی حیران ہوا اور پلٹ کر دریہ پر ایک نظر ڈالی لیکن اسے اپنی جانب متوجہ نہ پا کر پھر سے اپنی تیاری میں مشغول ہو گیا اور پھر اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر دریاب کا پاسپورٹ بن کر آگیا۔

"اپنی پیکنگ کر لو ہم کل شام کی فلائٹ سے ملائشیا جا رہے ہیں۔"

دانش نے رات اس کا پاسپورٹ چیک کر کے اپنے کاغذات میں رکھتے ہوئے اسے اطلاع دی اور وہ جو بڑی بے دلی سے گلاس پر گلاس چڑھاتے دانش کو تک رہی تھی اس اطلاع پر حیران رہ گئی جو یقیناً" اس کے لیے غیر متوقع تھی۔

"اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟ دراصل میں ملائشیا میں کپڑے کی مارکیٹ چیک کرنا چاہتا ہوں عام خیال ہے کہ وہاں پڑوسی ملک کے ڈریسز خاصے مقبول ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہاں اپنے کچھ نئے ڈریسز متعارف کرواؤں بس اسی لیے ایک ہفتے کا وزٹ ہے سوچا تمہیں بھی لے چلوں اسی بہانے ہمارا ہنی مون بھی ہو جائے گا۔"

دریاب تو ملائشیا جانے کا سن کر ہی اس قدر خوش ہو گئی تھی کہ اسے مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہی نہ رہی تھی اس کا دل چاہا فوراً گھر پر فون کر کے شہر یار کو اطلاع دے تاکہ سارے گھر میں یہ خبر نشر ہو جائے کہ دریاب سہگل ملائشیا جا رہی ہے وہ اونچائی جس کے خواب بچپن سے وہ دیکھتی آئی تھی اس کی پہلی سیڑھی پر اس نے قدم رکھ دیا تھا اور اب جلد ہی اس کے خواب کی تعبیر اسے ملنے والی تھی دولت کے بعد شہرت اور پہچان بھی جلد ہی اس کا مقدر بننے والی تھی اسے یقین تھا جلد ہی شوبز کی دنیا کا وہ ایک چمکتا دمکتا ستارہ بننے والی تھی جس کے آٹوگراف کے لیے لوگ اس کے پیچھے بے قرار پھریں گے اس کے اسکول اور کالج کی فرینڈز اسے دیکھ کر حسرت سے کہا کریں گی۔

"کاش ہم نے دریاب سے ایک آٹوگراف لے لیا ہوتا اے کاش۔"

یہ خیال آتے ہی اسے خود ہی ہنسی آگئی یقیناً" یہ ہی تو وہ خواب تھا جس کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے اس نے دانش سہگل کا انتخاب کیا تھا وہ جانتی تھی کہ اس جیسی معمولی سابیک گراؤنڈ رکھنے والی لڑکی کو یہ مقام صرف اور صرف دانش کی جان پہچان سے ہی حاصل ہو سکتا ہے دانش کے سنگ ہی وہ بلندی کا یہ سفر بہ خوبی طے کر سکتی تھی ورنہ اپنے گھر کے دقیانوسی ماحول میں تو سوائے شادی اور بچوں کے اس کے لیے کسی تیسری چیز کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ فیض محمد سے ملنے آرٹ اکیڈمی آیا تھا لیکن فیض محمد کو اپنے کمرے میں موجود نہ پا کر اسے ڈھونڈتا ہوا اوپر ہال میں آگیا جہاں غالباً" کوئی رقص کا پروگرام تھا جس کی اطلاع اسے فیض محمد پہلے ہی دے چکا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ

مہر علی اچھے رقص کا شیدائی تھا۔ ایک وڈیرا ہونے کے باوجود مہر علی آرٹسٹک ذہن رکھنے والا بندہ تھا خوبصورت' کلاسیکل رقص اس کی کمزوری تھے حالانکہ جس فیلڈ سے اس کا تعلق تھا وہاں تو اتنی نازک مزاجی کا کوئی عمل دخل ہی نہ تھا لیکن مہر علی کو اپنے پیشہ سے زیادہ آرٹ سے دلچسپی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ آرٹ سے منسلک لوگوں سے اس کی ہمیشہ اچھی دوستی رہی اسی بنا پر فیض محمد اس کے بہترین دوستوں میں شمار ہوتا تھا ابھی بھی جیسے ہی وہ ہال میں داخل ہوا اس کی نگاہیں ہال کے ملگجے اندھیرے سے گزر کر فوراً" سامنے اسٹیج پر مرکوز ہو گئیں۔ جہاں سفید فراک اور چوڑی دار پاجامہ میں ملبوس "اپسرا" کو محو رقص دیکھ کر اس کی نظریں ساکت ہو گئیں اور آج اس کی سمجھ میں آیا کہ اس کی چال اس قدر دلکش کیوں تھی؟ یقیناً" وہ ایک فنکارہ تھی اور پھر اس کا ہر اٹھتا قدم مہر علی کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہوا' جانے کب پروگرام ختم ہوا اس لڑکی کو غالباً" پہلا انعام بھی دیا گیا لیکن مہر علی کو کچھ پتا نہ چلا جب ہوش آیا تو ہال تقریباً" خالی ہو چکا تھا اور وہ اسی اپسرا کے خیال کو دل میں بسائے خاموشی سے فیض محمد کے ہمراہ ہال سے باہر آ گیا۔

☆ ☆ ☆

جیسے ہی اس نے کے ایل ایئرپورٹ پر قدم رکھا اس کی گردن فخر و غرور سے تن گئی کون کہہ سکتا تھا کہ دریاب گل جس نے کبھی اسلام آباد بھی اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہو آج ایک شان سے کوالپور ایئرپورٹ پر کھڑی ہو گی جہاں باہر نکلتے ہی باوردی ڈرائیور اور شہر کے بہترین فائیو اسٹار ہوٹل کا ایک بہترین سویٹ اس کا منتظر ہو گا کہ کاش شاہ ویز دیکھ سکتا میں کس قدر شان سے یہاں کھڑی ہوں شاہ ویز جسے مجھ جیسے لڑکیاں ناپسند تھیں اونہہ۔۔۔" نخوت سے سوچتے ہوئے اس نے اپنی گردن کو جھٹکا دیا اور فخر و غرور کے احساس میں گھری ہوٹل کی جانب رواں ہو گئی اور پھر پورا ایک ہفتہ اس نے ملائشیا کا چپا چپا گھوما اور خوب شاپنگ کی دانش تو سارا دن اپنے کام میں مصروف رہتا جبکہ دریاب کو اس نے گاڑی اور ڈرائیور کی سہولت فراہم کر رکھی تھی جس کا دریہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔

وہ کے ایل سی سی گئی تو وہاں کی خوبصورتی نے اسے اپنے سحر میں جکڑ لیا آئی لینڈ اس کے خوابوں کا جزیرہ جہاں آ کر وہ کئی پل بیہوت رہی اور پھر لنکاوی جسے دیکھتے ہی اسے احساس ہوا کہ واقعی دنیا حسن و خوبصورتی سے بھری ہوئی ہے یہ سات دن کس طرح گزرے اسے احساس ہی نہ ہوا اور جس دن وہ واپس آئی اس کے قدم ہی زمین پر نہ تھے اس کا دل چاہا آج ہی گھر جائے اور سب کو اپنی تصاویر دکھائے تاکہ گھر کا ہر فرد اس کی قسمت پر رشک کرے وہ یقیناً" ان لوگوں میں سے تھی جن میں خود نمائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور جو دوسروں سے تعریف و توصیف سمیٹنا اپنا حق سمجھتے ہیں ان ہی سوچوں میں گھری وہ اپنے بیڈ روم تک آ گئی دانش فریش ہوتے ہی بیسمنٹ میں چلا گیا تھا جہاں اس کا بار روم تھا جبکہ اس کے ساتھ صغرا اسی کے روم میں آ گئی تھی۔

وہ فریش ہو کر ڈھیلا سا گاؤن پہن کر باہر آئی تو صغرا کو اپنا منتظر پایا وہ جانتی تھی کہ صغرا کیوں بیٹھی ہے؟ اس کے بستر پر بیٹھتے ہی صغرا نے اس کے پاؤں اپنی گود میں رکھ لیے اور نہایت ہی پیار سے اس کے نرم و نازک پاؤں کا مساج شروع کر دیا اسے ایک عجیب سی راحت ملنے لگی اس سے قبل کہ وہ سوجاتی مس میری اس کے لیے تازہ اورنج جوس لے آئی جو اسے بے حد پسند تھا اس نے بڑی نزاکت سے جوس کا گلاس تھاما اور اپنے لبوں سے لگا لیا گھونٹ گھونٹ جوس اس کے حلق کو تر کرنے لگا اس تمام عرصہ میں میری نہایت مودب سی اس کے پاس کھڑی رہی جوس ختم کر کے اس نے خالی گلاس میری کے ہاتھ میں موجود کرسٹل کی نازک سی ٹرے میں دھر دیا اور خود ٹشو سے اپنا منہ صاف کیا صغرا اب اس کے کندھے دبا رہی تھی جبکہ میری ابھی بھی اپنی جگہ پر کھڑی تھی یقیناً" کوئی خاص بات تھی جو وہ اس سے کرنا چاہتی تھی۔

"کوئی کام ہے تمہیں مجھ سے۔"

"جی میم دراصل آپ کے کزن آئے تھے آپ سے ملنے کے لیے شاہ ویز آئی تھنک یہ ہی نام انہوں نے بتایا تھا۔"

"کتنا جلا ہو گا جب اسے پتا چلا ہو گا میں ملائیشیا گئی ہوں اپنے ہنی مون ٹرپ کے لیے۔" اپنے ایک وزٹ کو ہنی مون ٹرپ کا نام دے کر اس نے خود ہی لطف لیا اور اب اپنی عادت کے مطابق شاہ ویز کے سلسلے میں غلط اندازے لگا کر خود ہی خوش ہو رہی تھی۔

"میم وہ آپ کے لیے مٹھائی دے کر گئے ہیں۔"

میری نے اسے خیالوں کی دنیا سے باہر نکالا اور خوب پیٹ بھرا ہونے کے باوجود مٹھائی کا سن کر اس کا دل للچا گیا کیونکہ وہ بچپن سے ہی مٹھائی بہت شوق سے کھاتی تھی جبکہ شادی کے تقریباً ایک ماہ بعد سب کچھ میسر ہونے کے باوجود اس نے مٹھائی نہ چکھی تھی کیونکہ دانش کا خیال تھا کہ مٹھائی اور سوفٹ ڈرنک عورت کے فیگر کو خراب کر دیتے ہیں اور یہ ہی سوچ کر اس نے بھی دل پر جبر کر لیا کہ اپنا حسن اور جسمانی خوبصورتی اس کا بھی جنون تھا۔

"بتایا نہیں مٹھائی کس خوشی میں لایا تھا۔"

وہ تکیے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند چکی تھی۔

"جی میم غالباً ان کی انگیجمنٹ ہوئی ہے آپ کی کزن سمرن کے ساتھ۔" میری نے سب کے نام اچھی طرح رٹ رکھے تھے۔

بظاہر یہ کوئی ایسی بات نہ تھی پھر بھی جانے کیوں دریاب کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا اور اس کے دل میں اک پھانس سی چبھ گئی۔

"اونہہ بڑا آیا نیک پاکباز' نیک پروین سے شادی کرنے کا خواہشمند کنویں کا مینڈک۔"

"بس صغرا اب مجھے سونا ہے تم جاؤ اور ہاں جاتے ہوئے کچن سے مٹھائی لے جانا تمہارے بچے کھا لیں گے میں اور تمہارے صاحب مٹھائی بالکل پسند نہیں کرتے اور میری اب تم بھی جا سکتی ہو جاتے ہوئے لائٹ آف کر دینا۔"

صغرا سے بات ختم کر کے اس نے میری کو ہدایت دی اور تکیے سے ٹیک لگا کر خاموشی سے آنکھیں موند لیں۔

☼ ☼ ☼

وہ چاہتی تھی کہ ملائیشیا سے لائے گفٹ گھر جا کر خود دے آئے ویسے بھی شہر یارا کے دو تین فون آ چکے تھے وہ دریہ سے ملنے کے لیے بے قرار تھی وہ گھر جانے کے لیے خوب نک سک سے تیار ہو کر لاؤنج میں داخل ہوئی تو سامنے بیٹھے دانش پر نظر پڑ گئی جو نہایت اطمینان سے صوفے پر نیم دراز سگریٹ پی رہا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" دانش نے اس کے دلکش سراپے پر ایک نظر ڈالی اور بلیک اور وائٹ سوٹ میں اس کے کھلتے ہوئے حسن کو دل ہی دل میں سراہا۔

"گھر۔" مختصر سا جواب دے کر اس نے ڈرائیور کو فون کر کے گاڑی نکالنے کا حکم دیا اس دوران دانش بڑی خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔

"میرا خیال ہے تم یہ تمام تحائف نور محمد کو دے دو وہ تمہارے گھر پہنچا دے گا۔" دریہ کے موبائل آف کرتے ہی دانش نے سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے تحائف پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر حکم نامہ جاری کیا۔

"کیوں....؟" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے دانش کی طرف دیکھا۔

"مجھے صرف تحائف ہی نہیں دینے بلکہ اپنے گھر والوں سے ملنا بھی ہے مما کئی بار فون کر چکی ہیں۔"

"مل لینا میری جان گھر والوں سے بھی مل لینا ایسی بھی کیا جلدی ہے مگر آج نہیں آج میں نے تمہاری پیوٹیشن کو ٹائم دے رکھا ہے وہ بس آنے ہی والی ہوگی۔ دیکھو تمہاری اسکن کتنی رف ہو رہی ہے۔"

دانش اسے رام کرنے کے تمام گر جان چکا تھا۔

"آج کا پورا دن تمہارا ہے اسے خوب ریلیکس ہو کر گزارو آرام کرو کیونکہ کل میں نے فارم ہاؤس پر چوہدری عبدالباری کے اعزاز میں ایک شاندار فنکشن ارینج کر رکھا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس فنکشن میں تم سب سے نمایاں نظر آؤ کیونکہ چوہدری صاحب کے تعلقات بہت اوپر تک ہیں اور پھر وہ ایک فلم بھی پروڈیوس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو خوش کر کے نا صرف مجھے انگلینڈ میں ملبوسات کا ایک بڑا آرڈر مل سکتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں اپنی نئی فلم میں بطور ہیروئن بھی سائن کر لیں ویسے تو خیر ہمارے ملک میں فلم کا کوئی اچھا مستقبل نہیں ہے لیکن پھر بھی آگے جانے کی ابتدا تو یہیں سے ہی کرنا ہوگی۔"

دانش نے دریہ کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے قائل کرنے کی کوشش کی اور اس طرح دانش سہگل نے خوبصورت الفاظ میں لپیٹ کر کونین کی کڑوی گولی کو بھی میٹھا بنا دیا جو با آسانی دریاب کے حلق سے اتر گئی اور نا صرف دریاب نے اسے نگلا بلکہ اس نے دریاب کے جسم میں کیف و سرور سا بھر دیا اس نے تمام سامان ڈرائیور نور محمد کے ہاتھ گھر بھیج دیا اور پھر اس کا سارا دن بے حد مصروف گزرا کیونکہ آنے والا کل اس کے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا اسے خراج وصول کرنا تھا اپنے حسن و خوبصورتی کا۔

☆ ☆ ☆

یقیناً" آج وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی بہت مختصر سا نیٹ کا ریڈ ٹاپ جس کا قدرے ڈیپ گلا ایک لمحے کے لیے اسے بھی شرمسار کر گیا تھا لیکن جلد ہی وہ اپنی شرمساری کے حصار سے نکل کر پر اعتماد ہو گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس فنکشن میں اس سے بھی زیادہ مختصر لباس دکھائی دیں گے ٹاپ کے نیچے نہایت مختصر سا بلیک اسکرٹ اس کے ٹانگوں کے حسن کو مزید نمایاں کر رہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ آج کی رات صرف اس کی ہے اور وہ سب کچھ جو وہ اور دانش سہگل حاصل کرنا چاہتے تھے با آسانی حاصل کر لیں گے اور ایسا ہی ہوا چوہدری عبدالباری اسے دیکھتے ہی پاگل سا ہو گیا جس کا اندازہ اسے فارم ہاؤس میں داخل ہوتے ہی ہو گیا تھا دانش اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتا ہوا اسے چوہدری صاحب کے قریب لے گیا جو اپنے قریب کھڑے کسی شخص سے باتیں کرنا بھول کر یک ٹک دریہ کی جانب تک رہا تھا۔

"چوہدری صاحب ان سے ملیں یہ دریاب سہگل ہیں مائی وائف۔" چوہدری کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی اس نے ستائشی انداز میں اپنی باچھوں کو مزید پھیلا لیا اور دریہ کو اس کے منہ سے باقاعدہ طور پر رال ٹپکتی محسوس ہوئی۔

"بے شرم پچاس سال کی عمر میں بھی یہ حال ہے۔"

دریہ نے سوچا ضرور مگر کہا نہیں۔

"آیئے۔ آیئے دریاب میرے پاس بیٹھیں۔" وہ دریاب کو بازو سے تھام کر قدرے اندھیرے گوشے میں رکھے صوفے کی جانب بڑھ گیا اور دریہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی صرف اپنے مفاد کے پیش نظر کوئی مزاحمت نہ کر سکی اور نہایت خاموشی سے صوفے پر اس کے پہلو سے لگ کر بیٹھ گئی۔ اور پھر ایک پچاس سالہ شخص کو بیس سالہ عاشق کا رول پلے کرتے دیکھ کر دریہ کی گردن فخر و غرور سے اکڑ گئی اور آج پہلی بار اس نے دانش کے کہنے پر سب کے سامنے ایک مختصر سا رقص بھی پیش کیا جو صرف اس کے فن کے اظہار کے طور پر تھا۔ اور اس مختصر رقص کے دوران اس نے نا صرف چوہدری عبدالباری بلکہ آس پاس موجود تمام افراد کو حیرت سے گنگ کھڑے دیکھا اور لوگوں کے چہرے پر نظر آنے والی ستائش نے اس کے اندر بجلی سی بھر دی اور پھر رقص کے اختتام پر اسے اتنی

داد تحسین ملی کہ پل بھر کو وہ آسمان کی بلندیوں پر پہنچ گئی اور محفل میں جو رنگ دریہ کے رقص نے بھرا پھر وہ بعد میں آنے والی کمرشل رقاصائیں بھی نہ بھر سکیں۔

چوہدری نے اس رات دریہ کے حصول کی بہت کوشش کی لیکن دانش سہگل نے اس کی اس کوشش کو کسی طور بھی بار آور ثابت نہ ہونے دیا دانش جیسا گھاگ شخص دریہ کی قیمت بڑھانا جانتا تھا اور ویسے بھی وہ اس کے نزدیک ایک نرم و نازک گڑیا کی حیثیت رکھتی تھی جو زیادہ ہاتھوں میں جا کر مسلی جا سکتی تھی اس کی اپنی ذاتی رائے تھی کہ ایسی قیمتی اور نایاب چیزوں کو بہت سوچ سمجھ کر استعمال کیا جانا چاہیے اور وہ بھی اس وقت جب آنے والے وقتوں میں اس سے دگنا منافع حاصل کیا جا سکے اسی خیال کے پیش نظر بالکل مدہوش چوہدری کو اپنی بلائی ہوئی ایک رقاصہ کے حوالے کر کے وہ نہایت خاموشی سے دریہ کو وہاں سے نکال لایا اس کے اس عمل نے دریہ کو اندر تک مطمئن کر دیا اور وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئی کہ شاید دانش سہگل نے یہ قدم دریہ کو اپنی عزت سمجھ کر اٹھایا ہے آخر تھی تو مڈل کلاس کی پست ذہن عورت بجو یہ سمجھتی تھی کہ مرد اپنی عورت کا محافظ و نگران ہوتا ہے اسے کیا پتا تھا ایسے مرد تو صرف اس معاشرے میں پائے جاتے ہیں جسے وہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی اب تو جس معاشرے کو وہ اپنا چکی تھی یہاں تو عورت صرف ایک کھلونا تھی ایک قیمتی اور نایاب کھلونا جسے صرف اپنے مفاد اور ضرورت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اس سے زیادہ اس سوسائٹی میں عورت کی کوئی عزت نہ تھی۔

☆ ☆ ☆

"میڈم چوہدری صاحب کا فون ہے۔" وہ جانے کب تک بے خبری سے سوئی رہتی اگر چوہدری کی مسلسل آنے والے کال کی بنا پر میری کو اسے بے دار نہ کرنا پڑتا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے۔" کارڈلیس میری کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے دریافت کیا۔

"میم سکس او، کلاک۔"

"او مائی گاڈ مجھے تو دانش کے ساتھ فنکشن میں جانا تھا۔" یہ خیال دماغ میں آتے ہی وہ بجلی کی سی پھرتی سے اٹھی اور فون کو کان سے لگا لیا۔

"جی چوہدری صاحب کیسے یاد کر لیا۔" اپنے لہجے میں حتی الامکان شیرینی گھولتے ہوئے اس نے دریافت کیا۔

"وہ جی آپ آج رات میرے ساتھ ڈنر کر رہی ہیں نا۔"

چوہدری کا خوشامد بھرا لہجہ اس کے کان سے ٹکرایا۔

"ڈنر۔۔۔ لیکن مجھے تو آج دانش کے ساتھ۔۔۔۔"

"گولی مارو دانش کے ساتھ کو آپ نے میرے ساتھ جانا ہے میں ابھی دانش کو فون کر کے بات کر لیتا ہوں۔"

چوہدری نے اس کی بات درمیان سے کاٹتے ہوئے بڑی بے قراری سے کہا اور پھر چوہدری کے فون رکھنے کے صرف چند سیکنڈز ہی دانش کا فون آگیا جس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دریہ نے خود کو ڈنر کے لیے اچھی طرح تیار کیا تقریباً نو بجے چوہدری صاحب کا ڈرائیور اسے لینے آگیا اور پھر باوردی ڈرائیور کی ہمراہی میں وہ شہر کے مشہور فائیو اسٹار ہوٹل پہنچی جہاں اس کا استقبال باری نے بڑی ہی بے صبری اور بے قراری سے کیا۔

"اتنی دیر ہم تو آپ کے انتظار میں جان سے ہی گزر گئے تھے۔"

باری نے اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"بس باری صاحب میری طبیعت ٹھیک نہ تھی آپ نے بلایا تو انکار نہ کر سکی۔" دریہ نے کرسی سنبھالتے ہوئے نزاکت سے کہا۔

"چلیں پھر پہلے آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلیں۔"
"نہیں نہیں پلیز آپ بیٹھیں میں میڈیسن لے کر آئی ہوں۔"
دریہ نے جلدی سے گھبراتے ہوئے کہا اور پھر اس ڈنر کے بعد دریہ نے بمشکل باری سے اپنی جان چھڑوائی اور تقریباً ایک بجے کے قریب گھر واپس آئی۔

☆ ☆ ☆

"جانتی ہو عبدالباری نے میرے ساتھ مل کر انگلینڈ میں ملبوسات کی نمائش پر سرمایہ لگانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"
دانش غالباً اس کے انتظار میں ہی بیڈ روم میں موجود تھا یہ خبر دریہ کو سناتے ہوئے خوشی اس کے لہجے سے چھلک رہی تھی دریہ نے ایک نظر اس کے خوشی سے بھرپور چہرے پر ڈالی اور اپنا پرس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہیں صوفے پر نیم دراز ہوگئی صغرا نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے پاؤں کو جوتے کی قید سے آزاد کیا۔
"لیکن اس کی ایک شرط ہے۔"
دریاب نے آنکھیں کھول کر دانش کی جانب دیکھا جو بیڈ سے اٹھ کر اس کے قریب صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔
"وہ تمہیں بھی ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے اس کا خیال ہے کہ تمہیں بھی ان ملبوسات کی نمائش میں بطور ماڈل حصہ لینا چاہیے تاکہ تمہاری خود اعتمادی کو مزید جلا ملے۔"
"لیکن میں تو ماڈلنگ کر ہی نہیں سکتی یہ کیٹ واک میرے بس کا کام نہیں ہے۔" دریہ نے قطعی انداز اختیار کیا۔
"پھر بھی کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔"
دانش نے سگریٹ سلگاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔
"اور دیکھو نا اس میں فائدہ بھی سراسر تمہارا ہی ہے اسی بہانے تم نا صرف میڈیا بلکہ شوبز سے وابستہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بھی بن جاؤ گی کیونکہ اس فیشن شو میں تقریباً تمام ہی ممالک حصہ لے رہے ہیں اور ہو سکتا ہے اس طرح میڈیا میں کلک ہونے کے بعد تمہیں وہ پذیرائی حاصل ہو جس کا تم نے تصور بھی نہ کیا ہو۔"
دانش کے لب و لہجے میں ایسا ضرور کچھ ہوتا تھا جو دریہ کو پل بھر میں اپنی مرضی کے راستہ کی جانب گامزن کرلیتا تھا لہٰذا ابھی بھی ایسا ہی ہوا اور اس فیشن شو میں دریاب کے تین رقص شامل کرلیے گئے اس کے کلاسیکل رقص کے لیے سلوائے گئے مشرق و مغرب کے امتزاج کے ساتھ تیار کردہ بہترین ملبوسات کا شمار قیمتی برائیڈل ڈریسز میں ہوتا تھا اور پھر دریاب کے حسین جسم پر سج کر ان ملبوسات کی قیمت کئی سو گنا بڑھ گئی یہ ایک اہم شو تھا جس پر دانش سہگل اور چوہدری عبدالباری نے دل کھول کر پیسہ خرچ کیا اور اس پیسے کو سو فیصد منافع کے ساتھ واپس حاصل کرنے میں بھی وہ دونوں اتنے ہی پرامید تھے یہ ہی وجہ تھی کہ اس شو کی تیاری بڑے اہتمام سے کی جارہی تھی دانش کا زیادہ تر وقت اپنے اسٹوڈیو میں گزرتا جہاں وہ مختلف ماڈلز کو اس شو کے متعلق بریفنگ دیتا ایسے میں دریاب بھی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی ویسے تو اس نے باقاعدہ ڈانس اکیڈمی سے رقص سیکھا تھا لیکن پھر بھی یہاں ایک ڈانس ڈائریکٹر کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا جو ماڈلنگ کے لحاظ سے دریاب کو رقص کی پریکٹس کروا رہا تھا۔
دریہ کو ہر لباس کے حساب سے رقص کا تار چڑھاؤ سکھایا جارہا تھا اس تمام عرصہ میں چوہدری بھی ہمہ وقت وہیں پایا جاتا جہاں دریہ ہوتی اور اس کی پیاسی نگاہیں ہر دم دریہ کا طواف کرتی رہتیں۔ جس دن صبح چھ بجے کی اس کی لندن کی فلائٹ تھی اسی رات اس کے پاس شہپار کا فون آگیا۔
"کہاں غائب ہوتی ہو تم نہ کوئی اتا نہ پتا۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میں کتنی تنہا ہو چکی ہوں۔" دریاب

سے شکوہ کرتے ہوئے خود بخود اس کی آواز بھرا گئی۔
"جذباتی بلیک میلنگ۔" اس نے نخوت سے سوچا۔
"کہیں نہیں ہوتی مما بس آج کل کچھ بزنس کی مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔" اور بزنس کی مصروفیات کیا ہیں؟ یہ جاننے سے زیادہ شہریار کے لیے اس بات کی اہمیت تھی کہ دربیہ' دانش سہگل کے ساتھ خوش ہے۔
"مصروفیات سے تھوڑا وقت نکال کر گھر کا ایک چکر لگالو کیونکہ نایاب کی طبیعت کافی خراب ہے دو دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہ کر کل ہی گھر آئی ہے" نایاب بیمار تھی یہ کوئی ایسی خبر نہ تھی جو دریاب کے دل کے تاروں کو چھوتی کیونکہ اسے نایاب سے تو کیا اپنے گھر کے کسی بھی فرد سے کوئی جذباتی لگاؤ نہ تھا اس نے تو آنکھیں کھولتے ہی اپنے پاس رشتہ کے نام پر صرف شہہ پارہ کو ہی دیکھا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ وہ صرف شہہ پارہ ہی کے لیے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھ سکتی تھی ورنہ تو باقی سب اس کے لیے ایک ہی جیسے لوگ تھے لیکن پھر بھی دنیا داری نبھانا بھی ایک فن ہے جیسے وقت کے ساتھ ساتھ دربیہ بھی سیکھ چکی تھی۔
"کیا ہوا نایاب کو۔" یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ شروع سے ہی دماغی عارضہ کا شکار ہے الفاظ خود بخود اس کے منہ سے پھسل گئے۔
"اسے پھر بہت زیادہ ٹمریچر ہے شاید دماغ پر بخار چڑھ گیا ہے اکثر ہی دورے پڑ رہے ہیں اب تو بیٹھے بیٹھے بے ہوش بھی ہو جاتی ہے۔"
"اگر مما مجھے نہ بتائیں تو شاید گھر کا کوئی دوسرا فرد مجھے کبھی بھی اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھے ایک دم ہی یہ شکوہ اس کے دل میں ابھرا۔
جب میرے اپنے ماں باپ نے مجھے اطلاع دینا ضروری نہ سمجھا تو پھر میں وہاں کیوں جاؤں۔"
اس کی انا نے نایاب کو دیکھنے کی خواہش کو پیدا ہونے سے قبل ہی ختم کر دیا۔
"وہ ایسا ہے مما کہ میں کل انگلینڈ جا رہی ہوں۔ ان شاء اللہ دو ہفتے تک واپس آجاؤں گی پھر گھر آؤں گی اس سے قبل تو میرا آنا تقریباً "ناممکن ہے اور ہاں اگر آپ کو کچھ چاہیے تو بتادیں میں لیتی آؤں گی۔" اور محبت کے اس اظہار نے شہریار کا خون سیروں سیر بڑھا دیا وہ کھل اٹھی۔
"نہیں بیٹا مجھے کچھ نہیں چاہیے بس تم خیریت سے واپس آجاؤ میرے لیے یہ ہی کافی ہے۔"

✲ ✲ ✲

لاکھ کوشش کے باوجود مہر علی کو آخری کیس بھگتاتے' دوپہر کے دو بج ہی گئے اس نے اپنی گھڑی پر ایک نظر ڈالی اور کورٹ سے نکل کر تیزی سے اپنے چیمبر کی جانب بڑھ گیا جہاں اس کی سکریٹری مس نین تارا غالباً اسی کی منتظر تھی۔
"ایکسکیوزمی سر آپ کے ٹکٹ آگئے ہیں۔"
کمپیوٹر پر مصروف نین تارا مہر علی کو دیکھتے ہی اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔
"گڈ۔ کب کی فلائٹ ہے۔" مہر علی نے وہیں کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہو کر دریافت کیا۔
"جمعے کو صبح چھ بجے۔" نین تارا نے ٹیبل کی دراز سے ٹکٹ نکال کر دیکھتے ہوئے کہا۔
"آج منگل ہے۔ یعنی ٹھیک تیسرے دن اس کا مطلب ہے کہ میرے پاس گاؤں جانے کے لیے صرف یہ ہی دو دن ہیں۔" مہر علی نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ جانے بابا جان کو مجھ سے کیا کام پڑ گیا ہے جو اس قدر ایمرجنسی میں بلاوا بھیجا ہے۔
"تارا میرے اگلے دو دن کی اپائنمنٹ کینسل کر کے نئی تاریخ دے دیں کیونکہ میں گاؤں جا رہا ہوں۔" نین تارا

کو یہ اطلاع فراہم کر کے وہ باہر نکلا جہاں اللہ بخش گاڑی لے کر اس کا منتظر تھا۔

گاؤں سے اس کی کوئی بھی ایسی جذباتی وابستگی نہ تھی کہ اسے وہاں جا کر خوشی حاصل ہوتی گاؤں کے ساتھ ہی صدوری کا تصور اس کے ذہن میں آ کر اس کی طبیعت کو خاصا مکدر کر گیا۔ صدوری نا صرف اس کی بیوی اور دو بیٹیوں کی ماں تھی بلکہ اس کے چچا کی اکلوتی بیٹی اور سات بھائیوں کی اکلوتی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی دو بہنوں کی نند بھی تھی یہ ہی نہیں بلکہ وہ مہر علی کے بابا نواز علی کی خاص منظور نظر بھی تھی مہر علی جیسے آرٹسٹک بندے کے ساتھ صدوری جیسی بے تحاشا موٹی اور کھانے کی شوقین عورت ذرا نہ جچتی تھی لیکن کیا کیا جائے خاندانی رسم و رواج میں جکڑے ہوئے لوگ لاکھ چاہنے کے باوجود اپنے پیروں کو ان زنجیروں سے آزاد نہیں کر سکتے جو جائیداد کی حریصانہ خواہش نے ان کے پیروں میں ڈال رکھی تھیں۔

مہر علی کو اپنے گاؤں کے رسم و رواج اور جاگیردارنہ نظام سے سخت نفرت تھی یہ ہی وجہ تھی کہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہونے کے باوجود اس نے کبھی بھی جاگیر کے معاملے میں دلچسپی نہ لی تھی بلکہ یہ کام اس کے چچا کا بیٹا اور اس کا بڑا سالا منصور علی لغاری ہی کرتا تھا اس کی بہ نسبت منصور اس کے باپ کا نہ صرف دست راست بلکہ نہایت منہ چڑھا بھی تھا یہ ہی وجہ تھی کہ مہر علی اس سے بہت کم بات چیت کرتا تھا۔ اور اب بھی گاؤں جا کر گزارنے والے چوبیس گھنٹے اس کے لیے سوہان روح تھے۔ اسے ہر حال میں جمعرات کو واپس آنا تھا تاکہ جمعہ کی صبح لندن کے لیے روانہ ہو سکے جہاں اہم کلائنٹ سے اس کی ملاقات طے تھی۔

عبدالرب گوندل ایک اعلا حکومتی عہدیدار ہونے کے علاوہ قومی اسمبلی کے ممبر بھی تھے پاکستان میں ان کی کچھ جائیداد تھی جس کے سلسلے میں انہیں مہر علی کی خدمات درکار تھیں اسی سلسلے میں مہر علی کو ایک ہفتے کے وزٹ پر لندن جانا تھا اس کے علاوہ بھی وہاں اس کو اپنا بھی کوئی ذاتی کام تھا اور چونکہ اگلا پورا ہفتہ کورٹ متوقع ہڑتال کے سبب بند تھا۔ اس لیے مہر علی کے پاس اس سے بڑھ کر کوئی اچھا موقع نہ تھا۔ گاؤں کی حدود شروع ہوتے ہی مہر علی کو ایک عجیب سی تھکن نے گھیر لیا اور اس نے اپنی آنکھیں موند کر خاموشی سے اپنا سر گاڑی کی سیٹ سے ٹکا لیا۔

☆ ☆ ☆

آنے والے چوبیس گھنٹوں نے دریاب کی زندگی کو یکسر تبدیل کر دیا وہ انگلینڈ کی سرزمین پر پہنچ چکی تھی ہوٹل مون لائٹ کے سویٹ میں پہنچ کر بھی اسے یقین نہ آیا کہ وہ لندن جیسے عظیم الشان شہر میں موجود ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان سے آئی ہوئی دوسری ماڈلز بھی تھیں لیکن وی آئی پی کمرا اس کے پاس تھا اور یہ بات اس کے لیے بہر حال اعزاز کی تھی کہ وہ مسز دانش سہگل تھی لیکن اپنے اس اعزاز پر فخر و غرور کرنے کا موقع اسے بہت کم ہی نصیب ہوا اور جلد ہی اس کی ملاقات مشہور ماڈل نشاء سے ہو گئی نشاء نے ان کے گروپ کو لندن میں ہی جوائن کیا تھا اور دوسری ماڈلز کی نسبت وہ خاصی منہ پھٹ اور صاف گو شخصیت کی مالک تھی دریاب سے اس کی ملاقات فیلکن ہال میں ہوئی جہاں یہ نمائش منعقد ہوئی تھی اس نمائش میں حصہ لینے کے لیے مختلف ممالک کے علاوہ، پاکستان سے بھی دو سرے اور لوگ آئے ہوئے تھے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی ملبوسات اور جیولری کی نمائش تھی اور اس وقت جب وہ دانش کی ہمراہی میں ہال کے ڈریسنگ روم میں موجود ماڈلز کی آخری تیاریاں دیکھ رہی تھی اچانک ہی نشاء آ گئی دانش اس سے اسی طرح ملا جیسے دوسری ماڈلز سے ملتا تھا یہ سب اس کلچر کا حصہ تھا جس میں دریاب قدم رکھ چکی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ اسے یہ سب بالکل بھی برا نہ لگتا تھا۔

"میٹ ہرشی ازمائی وائف دریاب سہگل۔"

اس نے بڑی ترنگ سے دریاب کا تعارف نشاء سے کروایا اور نشاء اس تعارف پر حیران سی رہ گئی اور جیسے ہی دانش وہاں سے ہٹا وہ دریاب کے قریب آ گئی۔

"تمہارے ماں باپ نہیں ہیں۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر دریہ سے سوال کیا۔
"کیوں؟" اس کا سوال ہی ایسا تھا کہ دریاب کا حیران ہونا بجا تھا۔
"حیرت ہے میری جان تم جیسی معصوم اور خوبصورت ہرنی کو کون سے ماں باپ ہوتے ہیں جو دانش جیسے مرد کے ہاتھوں میں سونپ دیتے ہیں۔" وہ سگریٹ کا دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے تلخی سے ہنسی۔
"میں شاید غلط کہہ گئی دانش تو مرد کہلانے کے قابل بھی نہیں ہے کیونکہ مرد تو وہ ہوتا ہے جو کسی عورت کو عزت، سائبان، تحفظ اور محبت دے سکے جبکہ دانش کے پاس تو دینے کے لیے ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے یہاں تک کہ وہ تو کسی عورت کے قابل بھی نہیں ہے پھر تم اتنے ماہ سے کیسے اس کے ساتھ رہ رہی ہو حیرت ہے مجھے۔"
تاسف اس کے لہجے سے جھلک رہا تھا اور اس کے الفاظ دریاب کو کسی نیزے کی انی کی مانند لگ رہے تھے۔
"جانتی ہو عورتوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر انہیں اسٹیج پر چلنا سکھاتے سکھاتے اس میں خود وہ تمام خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں جو دیگر مردوں کو اس کی جانب متوجہ کرتی ہیں یقین نہ آئے تو کبھی آزما کر دیکھ لینا۔"
الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو اس نے دریاب کے کانوں میں انڈیل دیا اور پھر بنا اس کے درد کا درماں کیے اس پر ایک تاسف بھری نظر ڈال کر کچھ دور کھڑے پریس فوٹوگرافر شکیل کی جانب بڑھ گئی جبکہ دریاب اس نئے انکشاف کے بعد زمین میں ہی گڑ گئی دانش کا گریز آج اس کی سمجھ میں آیا وہ بھرم جو اس نے اپنے اور دانش کے درمیان پچھلے کئی ماہ سے قائم کر رکھا تھا ریت کی دیوار ثابت ہوا اور اس کو اپنا آپ جلتی دھوپ میں جھلستا محسوس ہوا۔
"تو کیا دانش کے تمام ملنے والے اس حقیقت سے واقف ہیں؟ سب جانتے ہیں کہ دانش میرے حقوق پورے نہیں کر سکتا۔؟" یہ ایسے سوال تھے جنہوں نے اس سے اس کا فخر و غرور سب چھین لیا۔
"میں جو دنیا کے سامنے فخر و غرور سے گردن اکڑائے گھومتی ہوں کہ میں مسز دانش سہگل ہوں تو یہ سب لوگ مجھ پر کتنا ہنستے ہوں گے؟ سوچتے ہوں گے آسائشات کی ماری عورت ایک ادھورے مرد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔" لاکھ خود کو سمجھانے کے باوجود وہ اندر سے بالکل ٹوٹ گئی اس رات فیلکن ہال میں پیش کیا جانے والا فیشن شو ہر لحاظ سے بہت کامیاب رہا دریاب کے تینوں رقص بے حد پسند کیے گئے اسے لوگوں نے بے حد سراہا اس کا انداز فیشن ماڈلنگ میں بالکل ایک نیا لک تھا۔ ان ڈریسز کی مانگ سب سے زیادہ رہی جنہیں دریاب نے دوران رقص استعمال کیا تھا لیکن پھر بھی جانے کیوں اس سب سے بھی دریاب کو دلی خوشی حاصل نہ ہوئی وہ اندر سے بالکل بکھر چکی تھی اسے رونے کے لیے ایک کندھا درکار تھا جیسے ہی ان کا شو ختم ہوا وہ خاموشی سے باہر نکل کر لابی میں آ گئی اور یقیناً آج اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ لابی میں بالکل تنہا کھڑی تھی جب کسی کام سے باہر آتے چوہدری عبدالباری کی نگاہ اس پر پڑی۔
"زہے نصیب سرکار آپ کدھر جا رہے ہیں۔"
وہ اپنی حریصانہ نظریں اس کے جسم کے پار اتارتے ہوئے بولا۔
"اپنے روم میں۔" وہ تھکی تھکی آواز میں بولی۔
"گولی مارو جی اپنے روم کو آؤ میرے ساتھ۔" چوہدری نے اس کی کمر کے گرد اپنا بازو حمائل کر کے اسے سہارا دیا اور وہ کوئی احتجاج بھی نہ کر سکی کیونکہ اس وقت وہ اپنے حواسوں میں ہی نہ تھی بنا کسی مزاحمت کے نہایت خاموشی سے وہ چوہدری کے روم میں آ گئی اور یہ پہلی رات تھی جب اس نے ام الخبائث کو منہ لگایا اور پھر پیتی چلی گئی اسے اپنے دکھ درد دور کرنے کے لیے چوہدری کا کندھا نصیب ہو گیا تھا اور چوہدری نے اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی محبت کی پھوار سے وہ گوہر مقصود حاصل کر لیا جس کے لیے شطرنج کی یہ بساط بچھائی گئی تھی یہاں بھی وہ اپنی بے خبری کے ہاتھوں ماری گئی صبح کے طلوع ہوتے سورج نے رات کے گناہ کو اپنی لپیٹ میں لے

لیا اور صبح جب وہ بے دار ہوئی تو اسے پہلا خیال دانش کا ہی آیا دانش کا خیال آتے ہی وہ متضاد کیفیات میں گھر گئی
کہیں دانش ناراض ہی نہ ہو جائے۔ پہلا خیال اسے یہ ہی آیا میں دانش کو اس رات کا کیا جواز دوں گی؟ وہ گھبرا اٹھی
شاور لیتے ہوئے بھی اس کی ذہنی رو بہک کر دانش کی سمت ہی جا رہی تھی اسے حیرت تھی کہ اس کی غیر حاضری کو
محسوس کرتے ہوئے دانش نے اب تک اسے تلاش کیوں نہ کیا؟

اس کے موبائل پر دانش کی کوئی ایک مس کال نہ تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ چوہدری کے ساتھ گزارا جانے والا
وقت دانش کی مرضی کے مطابق ہی تھا جس کے لیے وہ ایک بڑی اور معقول رقم معاوضے کی شکل میں چوہدری سے
حاصل کر چکا تھا جبکہ وریہ اپنی بے خبری کے سبب دانش کا سامنا کرتے ہوئے سخت شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔
اپنے اسی گلٹ اور احساس شرمندگی کے بوجھ تلے دبی جب وہ دانش سے ملی تو اس کے نارمل رویے نے جلد ہی اس
کے احساس شرمندگی کو زائل کر دیا۔

"افوہ میں تو ایسے ہی گھبرا رہی تھی اسے تو کچھ پتا ہی نہیں چلا۔"

وہ سمجھ رہی تھی کہ رات غالباً" دانش اس کے کمرے میں آیا ہی نہ تھا۔ ابھی وہ اس سوسائٹی کی روایات اور
تقاضوں سے بے بہرہ تھی ورنہ جان جاتی کہ یہاں اس طرح کے واقعات پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی جاتی بلکہ
اپنے عاشقی کے ایسے واقعات کو سجی محفلوں میں فخریہ بیان کیا جاتا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ جو کچھ ان کے ماحول کے
حساب سے بے راہ روی اور بے حیائی میں شمار ہوتا تھا وہ اس جدید معاشرے کا فیشن تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ جیسے ہی رائل اپارٹمنٹ کی لفٹ سے باہر نکلا سرد ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا اس نے فوراً" اپنے
کوٹ کے کالر کھڑے کر لیے اور تیزی سے پارکنگ کی جانب بڑھ گیا جہاں گوندل صاحب کا شوفر اسی کا منتظر تھا
گوندل صاحب سے اس کی آج کی یہ ملاقات کاروباری اعتبار سے کافی کامیاب رہی تھی تمام ضروری معاملات
ڈسکس کر کے وہ ان کا کیس لینے کا فیصلہ کر چکا تھا اس سلسلے میں تقریباً" تمام کاغذی کارروائی اس نے مکمل کر لی
تھی ان کی جائیداد کے ضروری کاغذات اس کے ہاتھ میں موجود فائل میں لگے ہوئے تھے جس کا گھر جا کر اس نے
اچھی طرح مطالعہ کرنا تھا تاکہ کیس کی شروعات کے سلسلے میں مدد مل سکے ابھی وہ گاڑی تک پہنچا ہی تھا کہ اس کے
موبائل کی مخصوص دھن بجنے لگی موبائل کوٹ کی اندرونی جیب میں تھا جسے نکالتے نکالتے بھی کال منقطع ہو گئی
شوفر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا اس سے قبل کے وہ اندر بیٹھتا فون بجنے لگا
اس نے اسکرین پر ایک نظر ڈالی۔

"شعانل کالنگ۔" اسکرین پر جگمگا رہا تھا اس نے فوراً" اس کا بٹن دبا کر فون کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔"

"کہاں ہو مہر علی تم ابھی تک میری exhibition میں نہیں پہنچے۔"

میر علی نے بے اختیار اپنی گھڑی پر نظر ڈالی جہاں سات بج رہے تھے پھر اس نے گاڑی کے شیشے سے باہر جھانکا
جہاں چھائی ہوئی دھند کے سبب سارا شہر لندن تیز روشنیوں میں نہا سا گیا تھا۔

"شو کتنے بجے شروع ہو گا؟"

"تقریباً" آٹھ بجے تک۔"

"او کے میں آ رہا ہوں۔" اس نے ایک پل کو سوچا اور جواب دے کر فون بند کر دیا۔

"ایسا کرو مجھے وکٹوریہ روڈ پر فیلکن ہال کے پاس ڈراپ کر دو۔"

آج اگر شعانل نے فون کر کے یاد دہانی نہ کروائی ہوتی تو یقیناً" میں اس کا یہ شو بھول چکا تھا اس نے دل ہی دل

میں شعازل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکا لیا۔
شعازل نا صرف اس کی بہترین دوست تھی بلکہ ایک مشہور ڈریس ڈیزائنر بھی تھی لیکن اس کے شو میں شرکت کی اصل وجہ فیض محمد سے کیا ہوا وعدہ تھا شعازل مسز فیض محمد تھی۔ اور فیض محمد اپنے کسی آفیشل کام کی بدولت لندن نہ آسکا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ اس نے مہر علی کو اس شو میں شرکت کرنے کی خاص ہدایت کی تھی اور اگر آج وہ اپنا وعدہ بھول جاتا تو فیض محمد یقیناً ناراض ہوتا اور اسے یقین تھا کہ تقریباً ایک گھنٹے تک وہ فلیکن ہال پہنچ جائے گا۔

☆ ☆ ☆

وہ جیسے ہی یونیورسٹی سے واپس آئی گھر میں پھیلے ہوئے سناٹے نے اس کا استقبال کیا یقیناً تمام لوگ ہسپتال گئے ہوئے تھے کیونکہ رات سے نایاب کی حالت کافی خراب تھی جس کی بنا پر اسے آئی سی یو میں منتقل کر دیا گیا تھا نیچے کے فلور پر صرف آذر اور ولید تھے وہ خاموشی سے اوپر آئی کچن میں جا کر کھانا گرم کیا ابھی کھانے ہی بیٹھی تھی کہ موبائل پر ایس ایم ایس کی مخصوص دھن سنائی دی یقیناً سمن کا میسج ہوگا کیونکہ آج کل سب نایاب کی وجہ سے خاصے پریشان تھے اس نے فوراً موبائل اٹھا کر چیک کیا میسج تو سمن کا ہی تھا لیکن کیوں کیا تھا یہ فوری طور پر سمن کی سمجھ میں نہ آیا میسج میں کسی ویب سائٹ کا ایڈریس دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی اس ویب سائٹ کو جلد از جلد سرچ کرنے کی ہدایت بھی درج تھی۔
"اتنی کیا ایمرجنسی ہوگئی اس ویب سائٹ کو سرچ کرنے کی۔"
سمن نے حیرانی سے سوچا ویب سائٹ کسی فیشن شو کے متعلق تھی جبکہ سمن کو کبھی بھی کسی ایسی ویب سائٹ سے دلچسپی نہ تھی اور یہ بات سمن اچھی طرح جانتی تھی پھر بھی اگر اس نے سمن کو چیک کرنے کی ہدایت کی تھی تو ضرور کوئی خاص بات ہی تھی سمن کو کسی انجانی بے چینی نے گھیر لیا اس نے جلدی جلدی کھانا ختم کیا اور فوراً کمپیوٹر آن کر دیا۔ کمپیوٹر کے آن ہوتے ہی وہ فوراً سمن کی بتائی ہوئی ویب سائٹ سرچ کرنے لگی جو تھوڑی ہی دیر میں اسے مل گی لندن میں کیے ہونے والے مختلف فیشن شوز اسٹیج پر کیٹ واک کرتی ماڈلز کچھ بھی ایسا نہ تھا جو سمن کی دلچسپی کا سبب بنتا اس سے قبل کہ وہ کمپیوٹر بند کر دیتی۔ اسکرین پر نظر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر اس کی انگلیاں کی بورڈ پر چلنا بھول گئیں۔
"او میرے خدا۔" اسے یقین ہی نہ آیا کہ جو وہ دیکھ رہی ہے سچ ہے۔
"دریاب۔۔۔۔ یہ دریاب ہے نا۔"
عقب سے آتی شاہ ویز کی آواز سن کر وہ کرنٹ کھا کر پلٹی اس کی طرح شاہ ویز بھی غیر یقینی کیفیت میں گھرا اسکرین کی جانب یک ٹک دیکھ رہا تھا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا اس کے قریب آگیا۔
"تمہیں اس ویب سائٹ کا کس نے بتایا۔"
"سمن نے۔۔۔" سمن نے تھکی تھکی آواز میں جواب دیا۔
"کمپیوٹر بند کرو اور کسی سے اس بات کا ذکر مت کرنا کیونکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ارم چچی پہلے ہی نایاب کی وجہ سے سخت ٹینشن کا شکار ہیں اب انہیں کچھ اور مت بتانا۔"
اسے سختی سے ہدایات دیتا ہوا شاہ ویز تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ وہ کئی دیر حیران کن کیفیت میں گھری ہوئی اپنی جگہ سن بیٹھی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

اتفاق کی بات تھی کہ آج تیسری دفعہ بھی مہر علی نے اسے اسٹیج پر ہی دیکھا تھا بے حد خوبصورت پرفارمنس دیتے ہوئے لیکن جانے کیوں وہ مہر علی کو پچھلی دوبار کی دیکھی ہوئی "اپسرا" سے قطعی مختلف لگی نہایت گم سم اور کھوئی کھوئی۔

"آج میں ضرور اس سے بات کروں گا۔" اپنی سیٹ پر بیٹھتے بیٹھتے مہر علی دل ہی دل میں پکا ارادہ کر چکا تھا لیکن شاید اس کے نصیب میں ابھی یہ ملاقات نہ تھی یہ ہی وجہ تھی کہ شو ختم ہونے کے بعد وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی مہر علی نے اپنے طور پر اسے کافی تلاش کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکا اس لیے بنا کسی سے کچھ پوچھے خاموشی سے اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آگیا۔

"اب مجھے یہ ضرور معلوم کرنا ہے کہ یہ لڑکی کون ہے۔" مہر علی اسے کھوجنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

گھر واپس آتے ہی اسے پہلی خبر یہ ملی کہ نایاب فوت ہو گئی۔

"اچھا ہی ہوا اس زندگی سے موت اچھی ہے۔" اس نے اپنے دل میں اطمینان محسوس کیا بے شک وہ اپنے گھر کے ہر فرد سے لاتعلق رہ کر زندگی گزارتی آئی تھی لیکن یہ بھی سچ تھا کہ نایاب کی حالت دیکھ کر وہ دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی اور اکثر ہی سوچتی تھی کہ اس کا مستقبل کیا ہو گا اگر اس سے پہلے ارم چچی کو کچھ ہو گیا تو؟ یہ وہ سوال تھے جو دریاب جیسے بے حس اور رشتوں سے بے بہرہ لڑکی کے ذہن میں بھی کبھی کبھی آہی جاتے تھے لیکن پھر بھی نایاب کی وفات کا سن کر اسے وقتی طور پر دکھ ضرور ہوا جو بھی تھا جیسی بھی تھی، تھی تو ایک انسان اور پھر اس کی بہن جس نے ہوش سنبھالتے ہی دنیا میں دیکھا ہی کچھ نہ تھا۔

"میرا کوئی سا بھی وائٹ کاٹن کا سوٹ نکال کر رکھو مجھے ابھی اپنے گھر جانا ہے۔" صغرا کو ہدایات دے کر وہ واش روم کی جانب بڑھ گئی شاور لیتے ہوئے بھی نایاب ہی اس کے ذہن پر سوار رہی جانے کیوں آج اسے گھر جانے کی بھی جلدی تھی وہ جیسے تیسے شاور لے کر باہر نکلی تو سامنے بیڈ پر نیم دراز دانش کو دیکھ کر ساکت سی رہ گئی دانش کا رویہ اس سے ہمیشہ ہی فارمل سا رہا تھا وہ جب بھی کمرے میں آتا صوفے پر بیٹھ کر خوب پیتا اور اکثر وہیں ڈھیر ہو جاتا دریہ کوئی روایتی بیوی تو تھی نا جو اس کی خدمت کرتی اور جوتے اتار کر ٹانگیں سیدھی کر دیتی لہٰذا اس کام کے لیے وہ فوراً" سے بیشتر صغرا کو بلاتی اور خود نہایت اطمینان اور بے نیازی سے اپنے بیڈ پر سو جاتی آج شاید یہ پہلا موقع تھا کہ دانش اس کے روم میں اس کے بیڈ پر نیم دراز تھا وہ مکمل طور پر اسے نظر انداز کرتی ڈریسنگ کے سامنے آکر اپنے بال سلجھانے لگی اسے احساس ہو گیا تھا کہ دانش نہایت باریک بینی سے اس کا جائزہ لے رہا ہے اور ابھی کچھ پوچھنے والا ہے۔

"کہیں جا رہی ہو؟" بالآخر اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔

"ہاں! اپنے گھر میری بہن کی ڈیتھ ہو گئی ہے آج سے تقریباً" دس دن قبل جب میں لندن میں تھی۔" اس نے تفصیلی جواب دینا مناسب سمجھا اسے خدشہ تھا کہ کہیں دانش اسے جانے سے منع ہی نہ کر دے اور جلد ہی اس کا یہ خدشہ درست ثابت ہوا۔

"ویری سیڈ یار بہت افسوس ہوا۔" وہ آہستہ آہستہ چلتا دریہ کے قریب آگیا نہایت قریب یہاں تک کہ اس کی سانس کی آواز دریہ کو اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی لیکن جانے کیوں آج دریہ کو اس کا اس قدر قریب آنا ذرا اچھا نہ لگ رہا تھا۔ اس کے کلون اور سگریٹ کی ملی جلی خوشبو جس نے شادی سے قبل دریہ کو اپنا دیوانہ بنا رکھا تھا اب اپنی اہمیت کھو چکی تھی کیونکہ اب دریاب کسی حد تک اس کی شخصیت کے گھناؤنے کردار سے واقف ہو چکی

تھی بے شک وہ جس قدر گھٹیا شخص تھا اتنا تو دریاب شاید کبھی بھی نہ جان پاتی لیکن جو اس نے جانا وہ بھی اس کے لیے قابل نفرت ہی تھا بظاہر اوپر سے نظر آنے والا ایک صحت مند مرد اندر سے کیا تھا یہ تو صرف وہ ہی جانتی تھی یا وہ لوگ جو دانش سہگل کے قرب کا شرف رکھتے تھے دریاب اپنی چین گلے میں ڈال کر لاک لگانے کی کوشش کر رہی تھی دانش نے خاموشی سے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر لاک بند کر دیا۔

"شکریہ۔" وہ اپنی جوتی کی جانب بڑھی اس کی کوشش تھی کہ جلد از جلد اس کمرے سے باہر نکل جائے۔

"وہ ایسا ہے دریاب جان تم اپنے گھر کل چلی جانا۔"

اسے اپنے عقب سے دانش کی پرسکون آواز سنائی دی وہ کرنٹ کھا کر پلٹی۔

"واٹ ڈیو یو مین؟ دانش صاحب میں نے ابھی آپ کو بتایا ہے کہ میری بہن کو فوت ہوئے دس دن ہو چکے ہیں پورے دس دن میرے گھر والے میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اس بات کا احساس ہے آپ کو؟ تبھی میں اتنی بے حس ہو چکی ہوں کہ اپنی سگی بہن کی عیادت تو نہ کر سکی اب تعزیت بھی نہ کروں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جان لیکن آج رات چوہدری صاحب نے مقامی فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک تقریب کا اہتمام کیا ہے جس کی مہمان خصوصی تم ہو۔" وہ نہایت ڈھٹائی سے اسے خود سے قریب کرتا ہوا بولا۔

"اور جانتی ہو اس تقریب میں لاہور سے ایک دو فلمی پروڈیوسر بھی خاص طور پر شرکت کرنے آ رہے ہیں جنہیں اپنی فلم کے لیے نئے اور فریش چہروں کی تلاش ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں اپنی فلم میں بطور ہیروئن منتخب کر لیں اس لیے رات تمہارا فریش ہونا نہایت ضروری ہے۔" وہ نہایت گھاگ شکاری تھا اس نے دریاب کو اس کی پسند کا دانہ ڈال دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم ابھی اچھا سا ناشتا لو میں ایرج کو فون کر دیتا ہوں وہ آ کر تمہاری سروس کر دے گی دوپہر میں اچھی نیند لینا تاکہ رات کو تمہارے چہرے پر تھکن کے آثار نہ ہوں تمہارے ڈریس اور میک اپ کے لیے بھی میں نے ایرج کو ہدایات دے دی ہیں اس کی ایکسپرٹ رات آٹھ بجے تک آئے گی تمہیں تیار کرنے میں چاہتا ہوں آج کا پورا دن تم مکمل ریلیکس ہو کر گزارو تاکہ تمہارے چہرے پر ایک فریش لک آئے جہاں تم نے دس دن تعزیت نہیں کی وہاں ایک دن اور رک جاؤ۔" اس نے رک کر دریاب پر ایک نظر ڈالی۔

"ویسے کوئی زبردستی نہیں ہے اگر تم جانا چاہو تو تمہاری مرضی۔"

وہ جانتا تھا دریاب کو اپنا مفاد دنیا کے ہر رشتے سے زیادہ عزیز ہے۔

"ٹھیک ہے میں کل چلی جاؤں گی۔" شوبز کی متوقع چکا چوند نے اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا تھا۔

"گڈ گرل۔" وہ آہستہ آہستہ اسے اپنے ساتھ لگائے بیڈ تک لے آیا اور دریاب بالکل بھول گئی کہ اس کی سگی بہن کو فوت ہوئے محض دس دن ہوئے ہیں۔

اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ اپنی ماں جائی کی تعزیت کے لیے جانا چاہتی تھی اس یاد رہا تو صرف اتنا کہ آج کی رات اس کی زندگی میں روشنیاں بھرنے والی تھی آج کی رات اس کی زندگی کو کامیابیوں کی راہ پر گامزن کر دینے والی ایک رات تھی جس کا ہر لمحہ اس نے کشید کرنا تھا۔ اپنی پہچان اپنا نام بنانے کے لیے اسے صرف ایک فلم چاہیے تھی ایک فلم کے بعد کامیابی اس کا مقدر بن جانے والی تھی وہ جانتی تھی کہ اوپر جانے کے لیے پہلا اسٹیپ مل جائے تو پھر اونچائی پر پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

رات چوہدری صاحب کی منعقد کردہ پارٹی میں اس کی ملاقات مشہور فلمی پروڈیوسر فاضل کریم سے ہوئی جو دریاب کو دیکھ کر حقیقی معنوں میں دنگ رہ گیا دریاب کرنکل شیفون کی ریڈ عریبن میکسی میں غضب ڈھا رہی تھی

میکسی کے دونوں جانب سے اوپر تک کھلے چاک اس کے جسم کی خوبصورتی کو واضح طور پر نمایاں کررہے تھے تقریب میں موجود ہر شخص اس کی اک نظر کرم کا متمنی تھا لیکن وہ صرف فاضل کریم کی توجہ چاہتی تھی جس میں مکمل طور پر کامیاب رہی اور تقریب کے اختتام تک وہ اسے کل رات شہر کے مہنگے ترین ہوٹل میں ڈنر پر انوائیٹ کرچکا تھا اور دریاب کے نزدیک یہ شہرت کی سیڑھی پر رکھا جانے والا پہلا قدم تھا جو جلد ہی اسے آسمان کی بلندیوں تک لے جانے والا تھا۔

☆ ☆ ☆

گھر میں داخل ہوتے ہی برآمدے میں بچھی دری پر اسے ارم نظر آئیں غم کی شدت سے نڈھال' دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی ارم کو دیکھتے ہی جانے دریاب کو کیا ہوا ارم کی اس قدر ناگفتہ باحالت کو دیکھتے ہی اس کا دل دکھ اور غصے کی شدت سے بھر گیا۔

"اونہہ۔۔۔۔ ایک پاگل بیٹی کا اتنا دکھ اور کہاں میری زندگی بھر کبھی کوئی خبر ہی نہ لی۔" وہ خاموشی سے ارم کے قریب جاکر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہیں ارم چچی آپ۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ارم کے ہاتھ تھام لیے اور اس کا دل یک دم ماں کی محبت سے بھر گیا۔

"میری نایاب چلی گئی مجھے چھوڑ کر۔" ارم ذرا سا دل جوئی کا احساس پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں دریہ جس کا دل کچھ دیر قبل ماں کی محبت سے لبریز ہونے چلا تھا نایاب کی خاطر ماں کو روتا دیکھ کر یک دم بکدر سا ہوگیا۔

"آج نایاب گئی تو اتنا دکھ' کل مجھ ایک دن کی بچی کو دوسروں کی گود میں ڈالا تھا تب دل نہ کانپا تھا۔" چاہا کہہ دے لیکن حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے خاموش رہی اور جلد ہی ارم کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر کچھ دور ہو کر بیٹھ گئی۔

"ارے دریاب آئی ہوئی ہے۔" اچانک ہی سمرن کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اس نے پل بھر کو نظر اٹھا کر سمرن کی جانب دیکھا سانولی سلونی سمرن پہچانی ہی نہ جارہی تھی بلیک اور ریڈ سوٹ میں وہ دریاب کو پہلے سے کہیں زیادہ مختلف اور خوبصورت نظر آئی شاید اس کے حسن کو یہ جلا شاہ ویز کی محبت نے بخشی تھی۔

"کیسی ہو تم اور مما کہاں ہیں نظر نہیں آرہیں۔" بیک وقت کئی سوالات اس نے سمرن سے کر ڈالے۔

"میں ٹھیک ہوں البتہ مما کی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے خراب ہے بخار نہیں اتر رہا۔"

"وہ چلو پھر میں اوپر ہی چلی جاتی ہوں۔" وہ فوراً" سے بیشتر اٹھ کھڑی ہوئی اور سیڑھیاں چڑھ کر شہر پارا کے فلور پر آگئی شہر پارا اسے دیکھتے ہی کھل اٹھی۔

"ارے تم' تم کب آئیں۔" اس کے تن مردہ میں جان سی پڑ گئی۔

"ابھی آئی تھی کیا ہوا آپ کو۔" وہ کرسی کھینچ کر شہر پارا کے بیڈ کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں بس معمولی سا بخار ہے تم بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ لے کر آتی ہوں۔"

"نہیں نہیں مما پلیز آپ بیٹھیں میں بس آپ سے مل کر جاؤں گی مجھے دیر ہو رہی ہے دانش میرا انتظار کررہے ہوں گے کئی مس کال آچکی ہیں۔"

"ارے بیٹھو ابھی تم کہاں جارہی ہو کھانا کھا کر جانا۔" سمرن اس کے لیے اورنج جوس لے کر آئی تھی۔

"تم نے خوامخواہ زحمت کی۔" ٹرے سے گلاس اٹھاتے اس نے سمرن کو مخاطب کیا۔

"زحمت کیسی تم اتنے دنوں بعد آئی ہو کم از کم اتنی خدمت تو تمہارا حق بنتا ہے۔" سمرن نے مسکرا کر جواب دیا اور وہیں بیڈ پر شہر پارا کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"تمہاری شادی کب ہو رہی ہے۔" گھونٹ گھونٹ جوس حلق میں اتارتے ہوئے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوال کر بیٹھی۔

"اصل میں تایا جی اور تائی سادیہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے گئے ہوئے ہیں جیسے ہی واپس آئیں گے تاریخ رکھ دی جائے گی بس ان کے ساتھ ساتھ سمن اور شاہ زیب بھائی کا انتظار ہے۔"

"شاہ ویز آج کل کہاں جاب کر رہا ہے۔؟"

"بینک میں... ویسے تو اسے شارجہ میں ایک بہت اچھی جاب آفر ہوئی تھی لیکن چونکہ اس وقت گھر کی تمام ذمہ داری اسی پر ہے اس لیے اس نے اس آفر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

"حیرت ہے تم نے سمجھانا تھا دوسروں کے لیے کیوں اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا رہا ہے۔"

"میں نے ہی سمجھایا کیونکہ میں بغیر رشتوں کے زندگی نہیں گزار سکتی اور ویسے بھی دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے نمود و نمائش ہی کام نہیں آتی اپنوں کا ساتھ بھی بہت تقویت دیتا ہے۔"

اچانک ہی جوس کا گھونٹ اس کے حلق میں پھنس گیا اس نے آدھا گلاس واپس رکھ دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چلوں دیر ہو رہی ہے۔"

شہر یار اسے گلے مل کر وہ واپس پلٹی تو جانے یک دم سمن کو کیا ہوا۔

"ارے یاد آیا میں نے تمہارے فیشن شو کی تصویریں دیکھی تھیں۔" اپنی عادت کے برخلاف جانے کیوں وہ دریہ کو جتائے بنا نہ رہ سکی۔

دریہ نے یک دم پلٹ کر سمن پر ایک نظر ڈالی۔

"میری تصویریں تم نے کہاں دیکھ لیں۔" ایسے جیسے اسے سمن کی بات پر یقین ہی نہ آیا ہو۔

"نیٹ پر۔" سمن کا اطمینان قابل دید تھا۔ جیسے اسے دریہ کے اس اقدام سے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

"اچھا میں چلوں دانش کئی فون کر چکے ہیں۔" سمن کی بات کو یکسر نظر انداز کرتی وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی۔

"کوئی دیکھتا ہے تو بے شک دیکھے آخر کل جب میں نے فلم سائن کرنی ہے تب بھی تو ان لوگوں کو پتا چلنا ہی ہے نا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے اپنے دل کو تسلی دی ویسے بھی اس نے کبھی کسی کی پروا کرنے کی عادت ڈالی بھی نہ تھی تو خوامخواہ میں دوسروں کا سوچ کر اپنے شاندار مستقبل کو وہ داؤ پر نہیں لگا سکتی تھی اور یہ یقیناً" اس کا آخری فیصلہ تھا۔

☆ ☆ ☆

اکیس دسمبر کو سمن کی شادی تھی سمن کو آئے ہوئے ہفتہ ہو چکا تھا اور سمن کی شادی کی تیاریاں اس نے اور فاریہ بھابھی نے مل کر کی تھیں رات ہی کارڈ چھپ کر آئے تھے۔ جن پر نام لکھا جا رہا تھا۔

"دریہ کو کارڈ دینے جاؤ تو مجھے بھی ساتھ لے جانا۔" یہ بات وہ جانے کتنی بار شاہ ویز کو بتا چکی تھی کہ اسے دریہ سے ملنے اس کے گھر جانا ہے اس لیے کارڈ دینے جاتے ہوئے اسے بھی ساتھ لے جایا جائے کیونکہ وہ پچھلے پانچ سالوں سے دریاب سے نہیں ملی تھی۔

"چلو آجاؤ میں جا رہا ہوں۔" شاہ ویز کارڈ پر نام لکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور وہ اس کے ساتھ دریہ کے گھر آگئی گاڑی جیسے ہی اس کے عظیم الشان بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی سمن ہکا بکا رہ گئی۔

"واؤ بھئی زبردست بڑا خوبصورت گھر ہے۔" سنگ مرمر سے بنے سفید بنگلے پر نظر ڈالتے ہی ستائشی جملہ خود بخود اس کے منہ سے نکل گیا۔

"یہ تم ظاہری نمود و نمائش پر کب سے جان دینے لگیں۔"

شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے گیٹ کا انٹر کام بجایا۔

دریاب دو دن قبل ہی اپنی فلم کی شوٹنگ سے واپس لوٹی تھی اور اس کی اس نئی سرگرمی کے متعلق فی الحال کسی کو علم نہ تھا فلم پچھتر فیصد مکمل ہو چکی تھی ڈبنگ اور آؤٹنگ کا کام جاری تھا وہ بڑی بے چینی سے اپنی اس فلم کے مکمل ہو کر سنیما میں لگنے کی منتظر تھی تاکہ اسے اپنی مارکیٹ ویلیو کا اندازہ ہو سکے اسی لیے اس نے پہلے کسی کو نہ بتایا تھا وہ اچانک میڈیا میں آکر سب کو حیران کر دینا چاہتی تھی خاص طور پر اپنے اسکول اور کالج کی فرینڈز کو جن کے لیے دریاب کو بحیثیت ایک اداکارہ دیکھنا یقیناً "حیرت انگیز ہوتا ابھی بھی وہ ان ہی خوش کن خیالات میں گھری ہوئی تھی جبکہ صغرا اس کا مساج کر رہی تھی اتنے میں انٹر کام پر اسے اپنے گھر سے آئے ہوئے مہمانوں کے متعلق اطلاع ملی۔

"اندر بھیجو۔" ملازم کو ہدایت دے کر وہ جلدی جلدی تیار ہونے لگی اپنے گھر سے کسی کی آمد کا سن کر اسے یقیناً "دلی خوشی ہوئی تھی لیکن ساتھ ہی شاہ ویز کا تصور اس کی طبیعت کو خاصا مکدر کر گیا کیونکہ وہ ابھی بھی فائیو اسٹار ہوٹل کی لابی میں شاہ ویز سے اچانک ہونے والے اس سامنے کو بھولی نہ تھی یہ ہی سب سوچتی ہوئی وہ ڈریسنگ روم میں داخل ہوئی۔

"اوہو سمن باجی آپ کب آئیں۔" اتنے سالوں بعد سمن کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ باقی سب کچھ یکسر فراموش کر بیٹھی اور بڑی محبت سے سمن کے گلے ملی۔

"مجھے تو ایک ہفتہ ہو گیا۔" سمن نے بڑی محبت سے اس کا ماتھا چوما۔

"شاہ ویز کے پاس ہی وقت نہ تھا ورنہ میں تو تم سے ملنے میں کبھی اتنے دن نہ لگاتی۔" سمن کی اس وضاحت پر اس نے ایک سرسری سی نظر شاہ ویز پر ڈالی جو چہرے پر یکسر اجنبیت طاری کیے بیٹھا تھا۔

"اور تم تو ماشاء اللہ بہت ہی خوبصورت ہو گئی ہو۔" سمن کے نا صرف الفاظ بلکہ نظروں میں بھی اس کے لیے ستائش تھی سمن کی اس تعریف پر وہ صرف ہلکا سا مسکرا اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی صغرا ٹرالی لے کر آگئی تھی۔

"ارے تم نے یہ سب اتنا تکلف کیوں کیا میں تو بس اب جا رہی ہوں۔" سمن شاہ ویز کو مسلسل پہلو بدلتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔

"جی نہیں آپ آج کھانا کھا کر جائیں گی۔" جانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سمن آج کچھ دیر اور اس کے پاس بیٹھے اسے یک دم ہی سمن کی وہ محبت یاد آئی جو ایک گھر میں رہتے ہوئے سمن اس سے اور سمرن سے کرتی تھی اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آگئی جانے کیوں وہ اس قدر جذباتی سی ہو رہی تھی۔

"میں پھر آؤں گی یہ سمرن کی شادی کا کارڈ ہے تم نے ہر رسم میں شرکت کرنی ہے میں خاص طور پر تمہارا انتظار کروں گی دانش بھائی کو بھی لے کر آنا۔" شاہ ویز کے اشارہ کرتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا اللہ حافظ۔" اب کے دریاب کے انداز میں وہ والہانہ پن نہ تھا اور یہ بات سمن بھی محسوس کر چکی تھی اس لیے جیسے ہی اس سے الوداعی ہاتھ ملایا اس کے دونوں ہاتھوں کو بڑی محبت سے تھام کر بولی۔

"تمہارا گھر بڑا خوبصورت ہے بالکل تمہاری طرح اور ہاں شادی پر ضرور آنا ہم سب تمہارا انتظار کریں گے۔" سمن کی والہانہ محبت اور ستائشی جملوں نے اس کے دل کے بوجھل پن کو کافی حد تک دور کر دیا۔ شاہ ویز شیشے کا دروازہ دھکیل کر باہر نکل چکا تھا۔ اس نے سمن سے وعدہ ضرور کیا کہ وہ شادی کی تمام رسومات میں شریک ہو گی لیکن بظاہر اس کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا اس نے کارڈ اپنے کمرے میں لے جا کر خاموشی سے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا۔

☆ ☆ ☆

اس کی فلم اگلے ہفتے تک سینما میں لگنے والی تھی فلم کے پوسٹرز مختلف سینما گھروں کے باہر لگ چکے تھے ہاتھ سے بنے ہوئے ان پوسٹرز میں وہ قدرے مختلف دکھائی دے رہی تھی اس کا فلمی نام "دل ربا" رکھا گیا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ ابھی تک اس کے قریبی جاننے والوں کو بھی اس کی اس نئی سرگرمی کا علم نہ ہو سکا تھا یا شاید کسی کو اس حد تک امید نہ تھی وہ ریڈ کارپٹ کے سلسلے میں ایک' دو ٹی وی چینل پر بھی آچکی تھی اور اب جانچنا چاہتی تھی کہ آیا لوگ اسے فلم اسٹار دل ربا کی حیثیت سے جان پائے ہیں یا نہیں یہ ہی سوچ کر وہ سمن کے ولیمے میں شریک ہونے پیراڈائز لان آگئی۔

ریڈ قیمتی ساڑھی میں خوبصورت اور جدید جیولری کے ساتھ وہ ایک منفرد سی شخصیت دکھائی دے رہی تھی باہر استقبالیہ پر ہی اسے شاہ ویز کے ہمراہ زوار بھی کھڑا نظر آگیا ان دونوں کو یکسر نظر انداز کرتی وہ تایا سرفراز کی جانب بڑھی جنہوں نے اس کے سلام کا جواب دے کر منہ دوسری جانب پھیر لیا۔

"مجھے انہیں بھی سلام نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ سخت پچھتائی اور اندر کی جانب بڑھ گئی شہر یار ابڑی محبت اور والہانہ پن سے ملی۔

"ایکسکیوزمی میڈم آپ دل ربا ہیں نا۔" وہ کوئی پندرہ' سولہ سالہ لڑکی تھی جو بڑے اشتیاق سے اس سے دریافت کر رہی تھی۔

"جی....." لڑکی کو مختصر سا جواب دے کر وہ پارو کی رہنمائی میں آگے بڑھ گئی۔

"اس کا مطلب ہے میں لوگوں میں اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔" ٹیبل کے گرد دھری کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس سوچ نے اطمینان کی ایک لہر اس کے اندر تک اتار دی اسے محسوس ہوا تقریب میں موجود اکثر افراد اسے پہچان چکے ہیں یا پہچاننے کی کوشش کر رہے ہیں اس خیال کے آتے ہی اس کی گردن فخر سے اکڑ گئی وہ ٹانگ پر ٹانگ دھرے بڑے تفاخر سے بیٹھی تھی کہ اچانک ہی اس کی منظر بے دھیانی میں اسٹیج پر جا پڑی جہاں رسٹ اور اورنج شرارہ سوٹ میں سمن بے حد خوبصورت دکھائی دے رہی تھی اور اس کے پہلو میں بیٹھا شاہ ویز خوشی سے کھلا جا رہا تھا اس کی خوشی کا اندازہ وہ اتنے فاصلے سے بھی لگا سکتی تھی وہ جانے سمن کے کان میں ہر سیکنڈ بعد کیا کہتا تھا کہ سمن کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ ایک مکمل منظر جو کبھی اس کا نصیب نہ بن سکا پتا نہیں اس منظر میں کب تک وہ کھوئی رہتی اگر اسے سمن کی آواز نہ سنائی دیتی۔

"ارے تم یہاں کیوں بیٹھی ہو وہاں آؤ اسٹیج پر سمن سے ملو۔" اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سمن کے ساتھ اسٹیج پر جانا پڑا جہاں تائی سادیہ' پھوپھو اور فاریہ بھابھی پہلے سے ہی موجود تھیں۔ ان تینوں خواتین کا رویہ اس سے بالکل روکھا سا تھا۔ اس نے بھی کوئی پروا نہ کی اور بڑی نزاکت سے سمن کے پاس جا بیٹھی اس کے فوٹو سیشن کے فوراً بعد آرزو اور زوار بھی ایک ساتھ ہی اوپر آگئے سبھی سنوری آرزو پہچانی ہی نہیں جا رہی تھی پھوپھو بڑی محبت سے اس سے ملیں اور اسے لا کر سمن کے پہلو میں بٹھا دیا۔

"اصل میں کل ہی زوار اور آرزو کا نکاح ہوا ہے کیونکہ زوار کو لندن میں جاب مل گئی ہے پھوپھو اسے اکیلا بھیجنا نہیں چاہتی تھیں اسی لیے ان دونوں کا اچانک ہی نکاح ہو گیا۔" سمن آرزو کی جانب محبت سے دیکھتے ہوئے جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی لیکن اسے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ زوار حسن آج بھی اس کی محبت کا جوگ لیے بیٹھا ہے سمن کی فراہم کردہ اس اطلاع نے اس کی اس غلط فہمی کو یکسر ختم کر دیا زوار حسن کے چہرے پر اپنی محبت کھوجتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہاں اب آرزو کا نام درج تھا وہ بے حد بد دل ہو گئی اور پھر کھانا کھائے بغیر گھر واپس آگئی۔ حالانکہ اسے شہر یار' سمن حتیٰ کہ ارم نے بھی روکا لیکن وہ نہ مانی یہ عادت اس کی بڑی پرانی تھی جب کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتی تو کبھی بھی اس سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹتی آج بھی اس نے

ایمانی کیا وہ جو یہ سمجھتی تھی کہ اس کا رعب حسن لوگوں کے دلوں کو اسیر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔
شاہ ویز کے بعد اب زوار کا نظر انداز کیا جانا بالکل بھی برداشت نہ کر سکی اور اس رات شاید پہلی بار وہ اپنے اکیلے کمرے میں پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

☆ ☆ ☆

آج اس کی فلم کا پریمیئر شو تھا جس میں شرکت کے لیے وہ فاضل کریم کے ساتھ آگئی تھی۔ دانش اپنے بزنس کے سلسلے میں دوبئی گیا ہوا تھا اور اگر ہوتا بھی تو کون سا اس کے ساتھ آجاتا اور اسی پریمیئر شو کے دوران اس کی ملاقات شعازل کے ہمراہ موجود مہر علی سے ہو گئی۔
"آپ نہیں جانتیں آپ سے ملاقات میرا ایک دیرینہ خواب تھا جو آج شعازل کے طفیل پورا ہوا۔" مہر علی کا بلور مذاق کیا جانے والا یہ جملہ جانے کیوں اس کے دل میں ترازو ہو گیا اسے بھی یہ سانولا سلونا بھرے بھرے جسم والا ہنڈسم سا نوجوان اچھا لگا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی محبت دریہ کے لیے ایک بالکل نیا تجربہ تھی۔
"شاید مجھے غلط فہمی ہو گئی ہو۔" یہ کہہ کر دریہ نے اپنے دل کے کہنے کو جھٹلانا چاہا لیکن پھر بھی وہ کئی دنوں تک مہر علی سے ہونے والی اپنی اس سرسری سی ملاقات کو بھلا نہ پائی۔ حالانکہ وہ لوگوں کو اتنا عرصہ یاد رکھنے کی عادی نہ تھی۔
اس کی فلم ریلیز ضرور ہوئی لیکن باکس آفس پر کوئی خاص بزنس نہ کر سکی اور اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی تھیں ایک تو یہ کہ پاکستان میں فلموں کی وہ مارکیٹ ویلیو نہ رہی تھی جو کچھ عرصہ قبل تک تھی دوسرا شاید ہماری عوام اتنی باشعور ہو گئی تھی کہ فلم میں اچھی اور معیاری کہانی چاہتی تھی اور آٹھ' دس گانوں اور ڈانس کے ذریعے کسی بھی فلم کو کامیاب نہیں بنایا جا سکتا جو بھی تھا اس فلم کی ریلیز سے دریہ کو فائدہ ضرور ہوا شوبز کے حلقہ میں وہ پہچانی جانے لگی تھی۔ وہ ٹی وی کے ایک دو مارننگ شوز میں بھی بطور مہمان بلوائی گئی اور پھر اسے کچھ اشتہارات بھی مل گئے پہلے تو دل ربا نے اشتہار کرنے سے انکار کر دیا اس کے خیال میں اس طرح اس کی مارکیٹ ویلیو ڈاؤن ہونے کا خطرہ تھا لیکن پھر دانش کے سمجھانے پر آمادہ ہو گئی اب اس نے پڑوسی ملک میں فلم حاصل کرنے کی اپنی کوشش کو مزید تیز تر کر دیا۔

☆ ☆ ☆

جے آنند کا تعلق پڑوسی ملک کی انڈسٹری سے تھا دانش کی ہر ممکن کوشش تھی کہ وہ اپنی فلم میں دل ربا کو بھی کاسٹ کرے اسی سلسلے میں اس نے آج جے آنند کے اعزاز میں ایک فنکشن کا اہتمام کر رکھا تھا جس کی روح رواں "دل ربا" تھی رات اس تقریب میں جب وہ شفون کی سفید ساڑھی میں نہایت مختصر بلاؤز کے ساتھ ہال میں داخل ہوئی تو ہر نگاہ میں اس کے لیے ستائش ہی ستائش تھی اور پھر بھیگی رات میں چند مخصوص مہمانوں کے لیے سجائی گئی اس محفل میں اس کے قیامت خیز رقص نے ایسا سماں باندھا کہ مہمان پروڈیوسر جے آنند اپنا دل اس کے قدموں پر رکھنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔
پھر اگلے چوبیس گھنٹے دل ربا کی زندگی میں ایسے آئے کہ اس کی پوری زندگی ہی بدل گئی دل ربا نے بطور ہیروئن جے آنند کی فلم سائن کر لی اب تو جیسے وہ ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ اگلے ہی ہفتے وہ جے آنند کے ساتھ دوبئی روانہ ہو چکی تھی جہاں اس فلم کی اوپننگ تھی یقیناً" اس کی زندگی کا وہ سنہرا دور شروع ہو چکا تھا جس کے لیے اس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

دانش اسے جے آنند کے ساتھ دوبئی چھوڑ کر آج صبح کی فلائٹ سے لندن چلا گیا تھا جہاں سے اس کی واپسی تقریباً پندرہ دن بعد تھی وہ فلم کے دیگر افراد کے ساتھ ہوٹل مون لائٹ میں مقیم تھی جے آنند کی منظور نظر ہونے کے سبب اسے یہاں بھی خاصا وی آئی پی پروٹوکول دیا جا رہا تھا وہ صبح سو کر اٹھی تو جے آنند جا چکا تھا پہلے اس نے سوچا کہ ناشتا کمرے میں ہی منگوا لے لیکن جانے کیا سوچ کر اپنے اس خیال کو اس نے خود ہی مسترد کر دیا اور شاور لے کر جینز پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ کے ساتھ وہ نیچے ہال میں آ گئی۔

"ہیلو۔" ناشتے کی ٹرے اپنے آگے سرکا کر ابھی اس نے پلیٹ ہی اٹھائی تھی کہ ایک جانی پہچان آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی بغیر دیکھے ہی وہ جان چکی تھی کہ یہ آواز یقیناً "نشاء" کی تھی جو کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ چکی تھی۔

"کیسی ہو تم؟"

"ٹھیک ہوں۔" مختصر سا جواب دے کر وہ ناشتا کرنے میں مشغول ہو گئی کہ نشاء نہایت فرصت سے اس کا جائزہ لینے کا مشغل سرانجام دینے لگی۔

"آج کل تو بھئی تمہارے بڑے ٹھاٹ ہیں سنا ہے جے آنند کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہو۔" سگریٹ سلگاتی ہوئی نشاء کی اس بات نے دل ربا کو اندر تک سلگا ڈالا۔

"تمہیں کس نے یہ غلط اطلاع فراہم کی ہے؟ تم شاید جانتی نہیں میں نے اس کی فلم سائن کی ہے جس کا معاوضہ اس نے مجھے ادا کیا ہے جو کہ میرا حق تھا۔" باوجود کوشش کے بھی وہ اپنا لہجہ دھیما نہ رکھ سکی۔

"اس معاوضے کے علاوہ میں نے ابھی تک جے آنند سے ایک روپے کا کوئی گفٹ بھی حاصل نہیں کیا۔" اپنی صفائی پیش کر کے اس نے نیپکن اٹھا لیا تاکہ ہاتھ صاف کر سکے کیونکہ نشاء کی آمد نے اس کی طبیعت خاصی مکدر کر دی تھی۔ اس کی بھوک بالکل ختم ہو چکی تھی۔

"بے بی یا تو تم بہت معصوم ہو یا بننے کی کوشش کر رہی ہو۔" وہ ٹیبل پر آگے کی جانب جھکی اور قدرے رازدارانہ انداز میں گویا ہوئی۔

"حیرت ہے تم نہیں جانتیں دانش سہگل تمہارے قیمتی وقت کی قیمت دونوں ہاتھوں سے وصول کر رہا ہے وہ قیمتی وقت جو تم جے آنند کو فلم کے علاوہ دے رہی ہو۔" اس کا انداز قدرے استہزائیہ تھا جبکہ یہ دل ربا کے لیے ایک بالکل نیا انکشاف تھا۔

"غلط کہہ رہی ہو تم ایسا نہیں ہو سکتا امپاسبل۔" بے یقینی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

"ہو سکتا ہے میں جھوٹ ہی کہہ رہی ہوں لیکن تمہارے پاس یقیناً چوہدری صاحب فاضل کریم اور اپنے دیگر چاہنے والوں کے نمبر تو ضرور ہوں گے تو ہو سکے تو ان سے رابطہ کر کے دریافت کرنا کہ دانش تمہاری اب تک کتنی قیمت وصول کر چکا ہے۔" بڑی بے دردی سے تمام حقیقت اس کے گوش گزار کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ دل ربا کے جسم میں تو گویا جان ہی نہ رہی اس کی ٹانگوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ بڑی مشکل سے خود کو گھسیٹ کر کمرے تک لے کر آئی۔

اسے اس احساس نے شدت سے گھیر لیا کہ آج تک وہ دانش کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کی مانند زندگی گزارتی رہی ایک ایسا کھلونا جس کی قیمت وہ دونوں ہاتھوں سے وصول کرتا رہا جبکہ وہ بے خبر ہی رہی اس احساس نے دل ربا کا دل دانش سے مکمل طور پر اچاٹ کر دیا۔

"اگر مجھے کامیابی حاصل کرنی ہے تو سب سے پہلے دانش سہگل سے چھٹکارہ پانا ہو گا۔" یہ فیصلہ کرتے ہی اس کا دل مطمئن ہو گیا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے پھر بھی اسے یقین تھا کہ وہ کامیاب ضرور ہو گی

کیونکہ اب وہ دریاب گل نہیں بلکہ ایک فلم اسٹار "دل ربا" تھی اسے تلاش تھی کسی ایسے ہاتھ کی جو اسے دانش کے چنگل سے با حفاظت نکال سکے۔ اور قدرت نے یہ موقع بھی اسے خود ہی فراہم کر دیا جلد ہی اس کی ملاقات ایک مشہور صنعت کار راجہ بشارت سے ہو گئی راجہ صاحب کی شخصیت اور طاقت دیکھتے ہوئے دل ربا کو یقین آ گیا کہ یہ ہی وہ ہاتھ ہے جو اسے دانش سہگل کے چنگل سے نکال سکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

فلم میں اس کا کام تقریباً" مکمل ہو چکا تھا اور وہ آج رات کی فلائٹ سے واپس جا رہی تھی اس دو ماہ کے عرصہ میں صرف ایک بار دانش اس سے ملنے آیا اسی وقت جب وہ بنکاک میں شوٹنگ کے سلسلے میں مصروف تھی وہ دانش سے اسی طرح ملی جیسے آج تک ملتی آ رہی تھی جے آنند دوبارہ ملنے کا وعدہ لے کر اسے ایئرپورٹ چھوڑ گیا تھا وہ نہایت ہی سست قدموں سے لاؤنج میں داخل ہوئی دو ماہ کی تھکن اس کے جسم پر قابض تھی فلائیٹ دو گھنٹے لیٹ تھی وہ وہیں لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھ گئی اس کا سامان لوڈ ہو چکا تھا جبکہ ہینڈ کیری کے طور پر ایک بیگ اس کے قریب دھرا تھا اسی طرح بیٹھے اسے جانے کتنی دیر ہو چکی تھی وہ اپنے آس پاس موجود چہروں کو خالی الذہنی سے تکتی ہوئی ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی جب اس کے قریب کوئی آ کر بیٹھا۔

"ایکسکیوزمی مس۔" اس نے پلٹ کر دیکھا چالیس سال سے اوپر کا ایک مرد، جس کی صحت قابل رشک تھی نہایت قیمتی ٹی شرٹ میں ملبوس اس سے کچھ دور بیٹھا تھا۔

"کافی۔" اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کپ دل ربا کی جانب بڑھایا۔

"تو تھینکس آپ پئیں۔"

"میں پی چکا ہوں یہ کپ آپ کے لیے ہے۔" دل ربا نے حیرت سے پلٹ کر اس کی جانب تکا۔

"دراصل میں کافی دیر سے آپ کو نوٹ کر رہا ہوں۔ آپ تنہا ہیں اور شاید کچھ ڈپریسڈ بھی اسی لیے سوچا آپ کو کچھ کمپنی دی جائے۔" دل ربا کی آنکھوں میں جھانکتا سوال شاید وہ پڑھ چکا تھا اسی لیے وضاحت کرتا ہوا بولا۔ اب انکار کی گنجائش نہ تھی دل ربا نے خاموشی سے کپ تھام لیا اور آہستہ آہستہ پینے لگی حالانکہ چائے اور کافی وہ بالکل نہ پیتی تھی۔

"مجھے راجہ بشارت کہتے ہیں اور آپ؟" اس کے قریب سے آتی مہنگے ترین کلون اور پرفیوم کی خوشبو اس کے اعلا ذوق کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"دل ربا۔" اتنا ہی تعارف کافی تھا راجہ بشارت درحقیقت ایک بہت بڑا صنعت کار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی عیاش شخص تھا اسے پہلی ہی نظر میں دل ربا کے معصوم حسن نے ہی جانب متوجہ کر لیا تھا کوئی اور وقت ہوتا تو دل ربا کبھی بھی اس کی حوصلہ افزائی نہ کرتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ دانش کی رضامندی کے بغیر وہ کسی شخص سے دوستی جیسا بے ضرر رشتہ بھی استوار نہیں کر سکتی تھی لیکن اب پہلے والی بات نہ تھی "نشاء" کی لگائی ہوئی آگ نے اس کے تمام جسم کو جلا کر خاکستر کر ڈالا تھا اور وہ بغاوت کی آگ میں گیلی لکڑی کی مانند سلگ رہی تھی اسی جذبے نے اسے راجہ بشارت کے قریب کر دیا اور راجہ بشارت کو زیادہ مشقت نہ کرنی پڑی چونکہ عورت تو ہوتی ہی شخصیت پرست ہے خصوصاً" وہ شخصیت جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر آئے وہ اسے کہیں کا نہیں چھوڑتی اور ایسا ہی دل ربا کے ساتھ ہوا وہ بھی راجہ بشارت کی ظاہری شخصیت سے دھوکا کھا گئی یا شاید دھوکا تو اس فیلڈ میں آتے ہی اس کا مقدر ہو چکا تھا اس کا سفر راجہ بشارت کی ہمراہی میں نہایت ہی سہل اور آرام دہ ہو گیا راجہ نے اسے اپنا رابطہ نمبر دے دیا اور اس کا نمبر خود حاصل کر لیا تاکہ آگے ملاقاتوں کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔

☆ ☆ ☆

"تم راجہ بشارت سے کب سے مل رہی ہو۔" وہ ابھی سو کر اٹھی تھی جب دانش زوردار آواز سے دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"پلیز آہستہ بولو میرے سر میں درد ہے۔" دانش کی بات کو مکمل طور پر نظرانداز کرتی وہ بیڈ سے نیچے اتر آئی پاؤں میں سلیپر ڈالے اور اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔

"میری بات کا جواب دو پھر تم کہیں جا سکتی ہو۔" اس سے قبل کہ وہ باتھ روم کے دروازے کی ناب گھماتی طیش میں بل کھاتا ہوا دانش اس کے اور دروازے کے درمیان میں حائل ہو گیا دانش کا یہ روپ اس کے لیے بالکل انوکھا تھا۔

"تمہیں میری ذاتیات جاننے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔" دل ربا کا جواب دانش کے غیض و غضب میں اضافے کا سبب بن گیا لیکن وہ نہایت گھاگ شخص تھا وقت کے بدلتے چہرے کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کا فن جانتا تھا۔ دریاب کا موڈ اسے بہت کچھ سمجھا گیا۔

"اختیار ہے کیونکہ میں تمہارا قانونی اور شرعی شوہر ہوں۔" اس کا لہجہ پہلے سے کافی تبدیل ہو گیا اور وہ اپنی آواز کو قدرے دھیما کرتا ہوا بولا۔

"شوہر۔" دل ربا پر ہنسی کا شدید دورہ پڑا ہنستے ہنستے اسے کھانسی ہونے لگی اور آنکھوں سے پانی بہہ نکلا وہ وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی دانش کھسیانا سا ہو گیا۔

"شوہر دانش صاحب آپ نے آج کیسے خود کو میرا شوہر تسلیم کر لیا۔ حیرت ہے؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ روی سے چلتی دانش کے عین مقابل آ کھڑی ہوئی۔

"آپ شوہر کا مطلب جانتے ہیں؟" وہ عین اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی دانش کے پاس اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

"شوہر وہ ہوتا ہے جو اپنی بیوی کو عزت، محبت اور تحفظ فراہم کرے، خود اپنے ہاتھوں اپنی بیوی کا سودا کرنے والا آج شوہر کہلانے کا حق دار کیسے ہو گیا بولو جواب دو۔؟ تم شوہر نہیں ایک عزت دار دلال ہو نہایت ماڈرن سوسائٹی میں عزت کے ساتھ لڑکیاں سپلائی کرنے والے۔" اس نے لفظ عزت پر زور دیا۔

"بہرحال تم جو بھی ہو مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ میں اب تم جیسے نامکمل مرد کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی مجھے تم سے طلاق چاہیے۔" طلاق کا لفظ نہایت روانی سے اس کی زبان سے ادا ہو گیا اور وہ خود بھی حیران رہ گئی جبکہ دانش ابھی تک ناقابل فہم حالت میں کھڑا تھا اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ دل ربا میں اتنی بڑی تبدیلی آئی کیسے؟ وہ سخت پچھتا رہا تھا کوس رہا تھا اس وقت کو جب اس نے راجہ بشارت کے سلسلے میں دل ربا سے باز پرس کی۔

"اور ہاں۔" باتھ روم کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ پھر رکی۔

"میرے ساتھ کوئی ہوشیاری کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ راجہ بشارت تمہیں زمین میں زندہ ہی گاڑ دے گا۔"

وہ تیزی سے دروازہ بند کر کے باتھ روم میں گھس گئی۔

"اوکی..... میں نہ ہوتا تو دیکھتا آج کون تمہیں اپنی فلم میں سائن کرتا۔" بند دروازے کو دیکھتے ہوئے دانش نے زیر لب نہایت بے ہودہ گالیاں دیں اور باتھ روم کے دروازے کو ٹھوکر مارتا تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

دل ربا آج کل راجہ بشارت کے دیئے ہوئے فلیٹ میں رہائش پذیر تھی جبکہ کورٹ میں اس نے خلع کا مقدمہ

بھی دائر کردیا تھا۔ دل ربا کی انڈین فلم ریلیز ہو چکی تھی جس میں اس کے کردار کو نا صرف مختصر بلکہ نہایت مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا جس نے دیکھنے والوں پر کوئی خاص تاثر نہ چھوڑا اب اس کے پاس کرنے کو کچھ بھی نہ تھا سوائے راجہ بشارت کے 'شوز' کے حلقوں میں اس کی پی آر اتنی نہ تھی جتنا وہ سمجھ بیٹھی تھی اب اسے احساس ہوا کہ جو بھی تھا دانش غیر محسوس انداز سے اس کے سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ آج تک اس نے اپنی ظاہری خوبصورتی کو ہی استعمال کیا تھا دماغی استعمال کا تو کبھی اسے موقع ہی نہ ملا یقیناً" کوئی ایسا پر خلوص دوست چاہیے تھا جو اس میں اس کی رہنمائی کر سکتا۔ آخر کار بہت کوشش کے بعد اسے ایک ٹیلی فلم میں کام تو ملا لیکن اسے جلد ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ ٹی وی اس کی منزل نہیں ہے کیونکہ وہ تو ڈانس کی شیدائی تھی جبکہ ٹی وی میں اداکاری دیکھی جاتی ہے حوشاید اس کے بس کی بات نہ تھی لاکھ کوشش کے باوجود وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو سین کے مطابق ڈھالنے میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ ایک ڈرامے کے بعد اس کا دل ٹی وی سے مکمل طور پر اچاٹ ہو گیا اور ایسے ہی بے زار ترین دنوں میں اسے راجہ نے ایک انوکھا مشورہ دیا۔

"تم اپنے ڈانسز کی ایک پرائیویٹ سی ڈی کیوں نہیں تیار کر کے ریلیز کرواتیں؟"

شام سے ہی راجہ اس کے فلیٹ پر تھا ابھی ابھی کے ایف سی کا نمائندہ ان کی مطلوبہ ڈیل پہنچا کر گیا تھا وہ راجہ کے پہلو میں بیٹھی اپنا پسندیدہ مشروب پینے میں مشغول تھی راجہ کا دیا ہوا مشورہ اسے ایک پل کو حیران کر گیا۔

"جانتے ہو سی ڈی کی تیاری اور ریلیز کے لیے کتنا پیسہ چاہیے۔ اور سچ یہ ہے کہ میرے پاس اگر پیسہ ہوتا تو میں اپنی ایک ذاتی فلم نہ بنا لیتی۔"

"خیر فلم میں تو زیادہ سرمایہ درکار ہے اس کام میں اتنی رقم کی ضرورت نہیں پڑتی اگر تم تیار ہو تو اس سلسلے میں میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" راجہ نے اسے نیم رضامند دیکھ کر اپنی خدمات پیش کیں اس کا کوئی ایسا جاننے والا تو تھا نہیں جس سے مشورہ کرنے کی ضرورت پیش آتی لہٰذا تھوڑے سے پس و پیش کے بعد خود ہی آمادہ ہو گئی۔

اور پھر جلد ہی اس کے رقص کی پرائیویٹ سی ڈی تیار ہو کر مارکیٹ میں آ گئی اور اس سی ڈی کی تیاری اور پھر مارکیٹ میں اس کا تعارف' اس قدر مشکل اور تھکا دینے والا مرحلہ تھا کہ دل ربا نے دوبارہ ایسی غلطی نہ کرنے کا پکا فیصلہ کر لیا دوسری طرف دانش نے اپنے کیس کی بالکل بھی پیروی نہ کی اور جلد ہی اسے کورٹ سے خلع حاصل ہو گئی راجہ بشارت اپنے قیمتی وقت کی قیمت اس کی قربت سے حاصل کر کے کنارہ کش ہو چکا تھا لیکن اب دل ربا اس ماحول کی عادی ہو چکی تھی وہ جان چکی تھی کہ کچھ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کھونا پڑتا ہے پھر کامیابی حاصل ہوتی ہے لیکن اصل مشکل تو یہ تھی کہ جو کامیابی وہ چاہتی تھی اس تک پہنچنے کے لیے اسے کوئی راستہ نہ مل رہا تھا اور اس وقت جب وہ شہرت کی بلندیوں کی جستجو میں غلاظت کی دلدل میں دھنستی جا رہی تھی ایک بار پھر قسمت نے اس پر یاوری کی اور اس کی ملاقات مہر علی سے ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

"میڈم ایک کلاسیکل فلم ہے اگر آپ کام کرنا چاہیں تو میں کوشش کروں۔" سہیل باجوہ کو اس نے حال ہی میں اپنے سیکریٹری کے طور پر اپائنٹ کیا تھا اس سے قبل وہ ایک مشہور فلمی اداکارہ کے ساتھ ہوتا تھا جس کی شادی نے باجوہ کو مکمل طور پر فارغ کر دیا تھا۔

"کس کی فلم ہے؟" اس نے اپنے ناخن فائل کرتے ہوئے بڑی بے نیازی سے دریافت کیا۔

"مہر علی شاید کوئی نیا پروڈیوسر ہے آپ نہیں جانتیں۔"

مہر علی کا نام سنتے ہی دل ربا کے ذہن کے پردہ اسکرین پر مسکراتی آنکھوں والا ایک نوجوان آ گیا جس سے ہونے والی کئی ماہ قبل کی ملاقات وہ آج تک نہ بھولی تھی۔

"تم ایڈووکیٹ مہر علی کی بات تو نہیں کر رہے۔" بے یقینی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔
"وہ مہر علی جو شاید مشہور ڈیزائنر شعازل کا بھی دوست ہے۔"
"ہو سکتا ہے کہ وہ ہی ہو آپ جانتی ہیں اسے؟" باجوہ نے سوالیہ انداز سے اس کی جانب دیکھا۔
"ہوں۔ ہو سکے تو میری اس سے ایک ملاقات کروا دو مجھے یقین ہے۔ وہ بھی مجھے اچھی طرح جانتا ہو گا۔" اسے یقین تھا کہ مہر علی اسے نہ بھولا ہو گا اور اپنے اس ہی یقین کو جانچنے کے لیے وہ مہر علی سے ملنا چاہتی تھی اور پھر سہیل کی کوششوں کی بدولت اس کی یہ خواہش جلد ہی پوری ہو گئی مہر علی سے ہونے والی ملاقات نے اسے یقین دلا دیا کہ اس سے ملنا مہر علی کی بھی ایک ایسی خواہش تھی جو یقیناً" باوجوہ کے ذریعے پوری ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

کلاسیکل فلم بنانے کا آئیڈیا فیض محمد کا تھا جس کا سرمایہ مہر علی نے فراہم کیا لیکن ان ہی دنوں اچانک فیض محمد کو اپنے کسی کام سے ابروڈ جانا پڑ گیا جس کی بنا پر فلم میکنگ کا یہ منصوبہ التوا کا شکار ہو گیا لیکن اس فلم کے ذریعے مہر علی اور دل ربا ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ دل ربا کو آج کئی سالوں بعد ایک حقیقی دوست کا ساتھ میسر آیا مہر علی اس کا ایک ایسا دوست تھا جسے اس کے جسم سے کوئی غرض نہ تھی اس کے نزدیک دل ربا آج بھی ایک دیوی کی حیثیت رکھتی تھی جس کی صرف پوجا کی جا سکتی ہو' سچ تو یہ ہے کہ مہر علی عام مردوں سے ہٹ کر ایک قدرے پر خلوص مرد تھا دل ربا کے تمام حالات جان کر اسے اس لڑکی پر بہت افسوس ہوتا جس نے شوبز کی جھلملاتی روشنیوں کے تعاقب میں خود کو اندھیروں کی نذر کر دیا یہ جانے بغیر کہ یہ چکا چوند ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتی اور اب وہ اتنا سفر طے کر چکی تھی کہ واپسی کے راستے مسدود ہو گئے تھے جلد ہی باجوہ کے مشورے پر لاہور منتقل ہو گئی۔
دانش سے طلاق کے بعد وہ اپنے موبائل کے سم تبدیل کر چکی تھی اور اس تمام عرصے میں اس نے اپنے گھر والوں سے بالکل بھی رابطہ نہ کیا جانے کیوں اسے کبھی کبھی یہ احساس شدت سے ہوتا کہ اسے اس مقام تک پہنچانے میں زیادہ کردار اس کے ماں باپ کا ہے جن کی لاپرواہی کے سبب وہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان بھول کر ان راہوں کی مسافر ہو گئی جہاں کوئی کسی کا نہیں ہوتا سب اپنی غرض کے بندے ہوتے ہیں نہایت مایوسی کے عالم میں اسے شدت کے ساتھ یہ احساس گھیر لیتا کہ اگر آج اس سے بے جا لاڈ پیار نہ کیا گیا ہوتا تو شاید وہ بھی سمن' سمرن اور آرزو کی طرح گھریلو زندگی گزار رہی ہوتی لیکن اس پر مایوسی اور خود شکستگی کی یہ یلغار کچھ ہی دیر کے لیے ہوتی پھر وہ جلد ہی ان تمام خیالوں کو اپنے ذہن سے جھٹک کر خود کو اپنی موجودہ زندگی کی رنگینوں میں گم کر لیتی کیونکہ اب یہ ہی اس کا اصل تھا باقی سب تو بہت پیچھے رہ گیا تھا اور پیچھے پلٹ کر دیکھنا اسے پسند نہ تھا۔
اس دن وہ اپنا پرانا ہینڈ بیگ چیک کر رہی تھی کہ اچانک اسے اپنی پرانی سم مل گئی جانے کیا سوچ کر اس نے وہ سم موبائل میں لگا لی وہاں سمرن کا ایک میسج موجود تھا جو جانے کب کا تھا۔
"ممما بہت بیمار ہیں اگر ہو سکے تو ایک بار آ کر مل جاؤ۔" میسج بے شک پرانا تھا لیکن پھر بھی پڑھ کر وہ رہ نہ سکی اور پہلی ہی فلائیٹ سے کراچی آ گئی ایئرپورٹ سے اسے مہر علی نے ریسیو کیا اور اپنے فلیٹ پر لے آیا۔ تقریباً" ایک گھنٹے بعد فریش ہو کر وہ مہر علی کی گاڑی اور ڈرائیور کے ہمراہ آشیانہ گل' پہنچی جہاں گیٹ پر ہی اس کے مڈبھیڑ ارم سے ہو گئی جن کے ساتھ غالباً" ولید تھا آٹھ' نو سالہ ولید ایک خوبصورت نوجوان میں تبدیل ہو چکا تھا جانے کیوں اس کا دل چاہا وہ ولید کو گلے لگا کر پیار کرے لیکن وہ جانتی تھی کہ یہ تقریباً" ناممکن ہے کیونکہ ارم کے ساتھ' ساتھ ولید کی آنکھوں میں بھی وہ اپنے لیے اجنبیت اور سرد مہری دیکھ چکی تھی ارم اس کے پاس سے ایسے گزریں جیسے دیکھا ہی نہ ہو وہ بھی نہایت خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر شہپارا کے فلور میں آ گئی۔
سامنے ہی سمرن بیٹھی جانے شہپارا سے کیا باتیں کر رہی تھی کہ یک دم ہی اس کی نگاہ دروازے پر کھڑی دل ربا

پر پڑی جو آج بھی اتنی ہی خوبصورت تھی جتنی اس گھر سے جاتے ہوئے' ہوتے ہیں کچھ ایسے لوگ جن پر زمانے کے سرد و گرم اپنے اثرات مرتب نہیں کرتے۔ سمرن نے دل ہی دل میں اس کی خوبصورتی کو سراہتے ہوئے اپنی کرسی خالی کر دی لیکن وہ بیڈ پر شہر پارا کے قریب ہی بیٹھ گئی شہر پارا کو جانے کیا ہوا اسے دیکھ کر خود پر ضبط نہ کر سکی اور دریہ کو گلے لگاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی دریہ نے بڑی مشکل سے اسے خود سے دور کیا اور قریب رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر اس کے منہ سے لگایا پانی پلا کر ٹشو سے اس کا منہ صاف کیا اور تکیے سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اتنی دیر میں سمرن اس کے لیے جوس کا گلاس لے آئی اور بنا کچھ کہے خاموشی سے اس کے سامنے رکھی ٹیبل پر دھر دیا۔

"امی اب جاتی ہوں شانزل جاگ گیا تو بہت روئے گا۔" اس نے دریہ کی طرف ایک نظر ڈالنا بھی گوارہ نہ کیا بات کرنا تو دور کی بات تھی۔ دریہ بھی مکمل طور پر اسے نظر انداز کر کے شہر پارا کی طرف ہی متوجہ تھی کہ یک دم ہی دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے نیچے آؤ تو امے۔۔۔۔"

باقی الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے ایک دم ہی اس کی نگاہ دریہ پر پڑی دریہ نے پلٹ کر دیکھا شاہ ویز کی نگاہوں میں اپنے لیے موجود واضح نفرت اسے قدرے فاصلے سے بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"چلو اوپر تم۔۔۔۔" دریہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اس نے اپنی گود میں موجود بے حد خوبصورت بچہ جو تقریباً" ایک سال کا تھا سمرن کی گود میں ڈالا اور واپس پلٹ گیا سمرن بھی اس کے پیچھے ہی نکل گئی اب کمرے میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا سوائے سانسوں کی آواز کے جو شہر پارا اور دریہ کی تھیں اور جانے کیوں پندرہ منٹ شہر پارا کے ساتھ گزار کر جب وہ واپس آئی تو سارے راستے اس کی نگاہوں میں رہ رہ کر گل گوتھنے سے شانزل کا چہرہ ہی آتا رہا اور شاید وہ پہلی رات تھی جس دن وہ کئی سالوں بعد اپنے گھر والوں کی یاد میں ٹوٹ کر روئی آج اسے سب کچھ بہت یاد آیا یہاں تک کہ آج پہلی بار اس نے اپنی کھوئی ہوئی عصمت اور عزت کو بھی یاد کر کے آنسو بہائے تھے۔

☆ ☆ ☆

اسٹوڈیو میں جو ایک دو فلمیں زیر تکمیل تھیں مکمل ہو گئیں اب اسٹوڈیو پر مکمل طور سے سناٹا طاری ہو گیا۔ باجوہ اپنے بھائی کے پاس دوبئی چلا گیا تھا دل ربا مختلف پروڈیوسرز کے پاس چکر لگانے لگی ایسا ہی ایک دن تھا جب وہ اسٹوڈیو کی لابی میں بیٹھی ملک حیات سے ملاقات کا انتظار کر رہی تھی کہ اچانک ہی وہاں میڈم روبی آ گئی میڈیم روبی ان چند لوگوں میں سے تھی جو خود کو دنیا کے ساتھ نبھانے کا فن جانتے ہیں وہ اپنے وقت کی ایک کامیاب اداکارہ تھی اور اب نا صرف اسٹیج کی کامیاب اداکارہ بلکہ پروڈیوسر بھی تھی فلموں کی گرتی ہوئی ساکھ نے روبی جیسے لوگوں پر کوئی اثر نہ ڈالا تھا اس کے ٹھاٹ باٹ ابھی بھی اتنے ہی شاہانہ تھے ایک نئی فلمی اداکارہ کے طور پر وہ دل ربا کو پہچانتی تھی۔

"کیا بات ہے دل ربا یہاں کیوں بیٹھی ہو۔" چلتے چلتے اچانک ہی اس کی نگاہ دل ربا پر پڑی اور اس نے اپنے بڑے سے کالے چشمہ کی اوٹ سے اسے جھانکا۔

"کچھ نہیں ملک صاحب سے ملنے آئی تھی۔" اس نے اندر موجود پروڈیوسر کا نام لیا۔

"یہ تم کیا ملک صاحب کے چکروں میں پڑ گئی ہو جانتی تو ہو کہ آج کل فلموں کا دور ختم ہو گیا ہے اب کوئی بھی عقل مند سرمایہ دار فلموں پر اپنی رقم نہیں ڈبوتا چھوڑو فلم کا چکر میرے ساتھ آجاؤ میں تمہیں اسٹیج کی ملکہ بناؤں گی دیکھنا دولت اور شہرت دونوں تمہارے قدم چومیں گی اب تو اسٹیج کا دور ہے چھوڑو ان فلموں کے چکر کو۔

یہ میرا کارڈ رکھ لو اگر آنا چاہو تو مجھ سے رابطہ کر لینا اس نے اپنی ساڑی کے پلو کو بڑی نزاکت سے جھٹکا دیا اور

تیزی سے آگے بڑھ گئی وہ تو اپنی آفر دے کر جا چکی تھی اب فیصلہ دل ربا کو کرنا تھا۔ اور اب اس کے فیصلے عام طور پر مہر علی سے مشورے کے بعد ہوتے تھے آج بھی ایسا ہی ہوا گھر آ کر اس نے مہر علی کو فون کیا تو اس کا موبائل آف تھا گھر کے نمبر سے پتا چلا کہ وہ گاؤں گیا ہوا ہے۔ ایک ہفتے تک مہر علی سے رابطہ نہ ہو سکا اب وہ مایوس ہو گئی مایوس کن حالت میں گھر کر اس نے میڈم روبی سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہیں سے اس پر کامیابیوں کا ایک نیا در وا ہوا اپنے ہیجان خیز رقص کی بدولت وہ تماشائیوں کے دلوں پر راج کرنے لگی اس کا رقص لوگوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا اسے بھی اس کام میں لطف آنے لگا اس کے دن سوتے اور راتیں جاگتی تھیں میڈم اسے ایک معقول معاوضہ دیتی اپنے وقت کو رنگین بنانے کے لیے اس کے آس پاس کئی پروانے منڈلانے لگے تھے ان دنوں وہ مہر علی کو مکمل طور پر فراموش کر چکی تھی۔ وہ حالت مایوسی سے نکل گئی تھی اب ایک اور منزل اسے اپنے سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اور اس منزل تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا 'باقر درانی' جو نا صرف ایک بہت بڑا زمین دار بلکہ اعلا حکومتی عہدیدار بھی تھا۔

باقر درانی سے دل ربا نے خوب فائدہ اٹھایا باقر نے بھی دل کھول کر اس پر رقم خرچ کی۔

ان دنوں بھی وہ باقر کے ساتھ مری آئی ہوئی تھی جہاں سخت سردی میں اسے مال روڈ پر واک کرنا اچھا لگتا دو دن بھوربن پی سی میں گزارنے کے بعد وہ مری میں باقر کے کاٹیج میں قیام پذیر تھی اس شام برف باری کے بعد ایک دم ہی سردی بڑھ گئی تھی وہ فر کا کوٹ پہنے سر پر مفلر لیے باقر کے ساتھ مال روڈ پر گھوم رہی تھی جب اپنے عقب میں سنائی دینے والی آواز نے لحہ بھر کو اسے ساکت کر دیا۔

"منع کیا تھا تمہیں کہ باہر بہت سردی ہے بیمار پڑ جاؤ گی لیکن تمہاری سمجھ میں کوئی بات آئے تب نا چلو اب جلدی واپس چلو۔" یقیناً" یہ آواز زوار کی تھی وہ مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہ کر سکی اسے یقین تھا کہ آج اگر اس نے مڑ کر دیکھ لیا تو ساری زندگی پتھر کی بن کر گزار دے گی اس کے دل میں ایک تیز درد کی لہر اٹھی جس نے اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا پیچھے آنے والے اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئے تھے اس نے نہایت حسرت سے دیکھا زوار کے ساتھ آرزو تھی جس کی گود میں ایک بچہ بھی تھا وہ دونوں نہایت خوش و خرم تھے ایک دوسرے کو پانے کا احساس نا صرف ان کی آواز بلکہ چال سے بھی جھلک رہا تھا سب ہی ایک مکمل زندگی گزار رہے تھے ہنستی کھیلتی زندگی اور وہ۔ خود کہاں کھڑی تھی۔ انجانے میں ہی اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

"یہ شال دیکھو کیسی ہے؟" باقر درانی نے بے حد خوبصورت پنک شال اس کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے نہایت پیار سے پوچھا۔

"اچھی ہے۔" اس کی دھیمی آواز آنسوؤں سے رندھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا تمہیں۔" باقر علی سخت حیران تھا۔

"میری ایک بات مانو گے۔" اسے جانے کیا ہوا ایک دم ہی باقر علی کے دونوں ہاتھ تھام کر بولی۔

"مجھ سے شادی کر لو بے شک مجھے اپنے گھر نہ لے کر جاؤ یقین جانو میں کبھی تم سے کچھ نہ مانگوں گی پلیز تم صرف مجھ سے شادی کر لو۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"ٹھیک ہے آؤ پہلے کاٹیج چلیں پھر وہاں بات کریں گے۔" باقر علی اس کی بکھری ہوئی حالت دیکھ کر پریشان ہوا تھا اور بڑی مشکل سے اسے بہلا پھسلا کر گھر تک لایا وہ ساری رات اس نے تڑپ تڑپ کر رو کر گزار دی درانی نے اسے بہلانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر لاحاصل دوپہر دو بجے جب وہ جاگی تو رات والے کمزور لحہ کی گرفت سے نکل چکی تھی شاور لینے کے بعد خاموشی سے اس نے اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا درانی بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے سگریٹ کے کش لگاتا بڑی خاموشی سے اس کی ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

"کہاں جارہی ہو؟" بالآخر اس سے رہا نہ گیا سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑتے ہوئے اس نے سوال کیا۔
"لاہور۔"
"ابھی تم لاہور کیسے جاسکتی ہو جانتی ہو تمہاری مجھ سے ایک ہفتے کی کمٹ منٹ ہے جبکہ ابھی صرف تین دن ......"
"اپنے سارے پیسے مجھ سے واپس لے لینا لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جب میں کوئی فیصلہ کرلوں تو واپس نہیں ہٹتی مجھے آج اگر لاہور جانا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آج ہی' آج سے کل ہونا میرے لیے ناممکن ہے۔" وہ تیزی سے بیگ زپ بند کرتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے چلی جانا میں تمہیں نہیں روک رہا لیکن پہلے کچھ کھا تو لو۔" درانی نے بڑے پیار سے اسے کندھے سے تھامتے ہوئے کہا اور دل ربا کو ہمیشہ سے درانی کی یہ ہی عادت پسند تھی وہ زبردستی کرنے کا قائل نہ تھا اور پھر رات ہونے سے قبل وہ لاہور واپس آگئی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مری میں اس کا دوبارہ سامنا آرزو یا زوار سے ہو وہ خود میں ان سے سامنا کرنے کی ہمت نہ پاتی تھی۔

✲ ✲ ✲

الحمرا میں لگا اس کا ڈرامہ "گجر بادشاہ" بہت ہی کامیاب جارہا تھا اس کے ہوشربا رقص نے تماشائیوں کے دل لوٹ لیے تھے میڈم روبی اس سے بہت خوش تھیں تقریباً دس دن کی مصروفیات کے بعد آج اس ڈرامہ کا وقفہ تھا دل ربا بہت تھک چکی تھی سارا دن ہی بے خبر سو کر گزار دیا جانے کب شام ہوئی کچھ پتا ہی نہ چلا آنکھ کھلی تو کمرے میں مکمل طور سے اندھیرا طاری تھا اور اس اندھیرے میں سیل فون کی آواز ایک عجیب ہی سماں پیش کررہی تھی جو جانے کب سے بج رہا تھا۔
اس نے جب سے اسٹیج ڈراموں میں کام شروع کیا تھا مہر علی نے اس سے رابطہ ہی نہ رکھا تھا شروع میں تو ایک دوبارہ فون کرکے اس نے دل ربا کو منع بھی کرنے کی کوشش کی لیکن جب وہ باز نہ آئی تو وہ خاموشی سے کنارہ کش ہو گیا بغیر دیکھے ہی اس نے فون اٹھا کر کان سے لگالیا۔
"ہیلو۔"
"کہاں غائب ہو کب سے فون کررہا ہوں۔" دوسری جانب درانی تھا۔
مری سے واپسی کے بعد آج کئی دن کے بعد اس کا فون آیا تھا۔
"بس سو رہی تھی۔" اس نے مختصر سا جواب دیا ابھی تک وہ اس رات کے اپنے جذباتی پن پر شرمندگی محسوس کررہی تھی جانے درانی میرے بارے میں کیا سوچتا ہوگا یہ خیال اکثر ہی اسے جی بھر کر شرمندہ کرتا۔
"مجھ سے شادی کروگی۔" درانی کا سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ ایک سیکنڈ کے لیے شاکڈ ہی رہ گئی۔
"یہ یقیناً مجھ سے مذاق کررہا ہے۔" اس سوچ نے اسے مزید شرمندہ کیا۔
"دیکھو درانی اس رات میں......"
"کوئی وضاحت نہیں صرف ہاں یا نہ جلدی بولو میں ایک گھنٹے تک تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں لیکن صرف اس صورت میں جب تمہارا جواب ہاں میں ہو۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔
"ٹھیک ہے آجاؤ۔" اسے صرف ایک پل لگا اور فیصلہ ہوگیا اور اسی رات اپنے وعدے کے مطابق درانی نے اس سے نکاح کرلیا بے شک یہ ایک مکمل طور پر خفیہ شادی تھی لیکن اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا باقر درانی نے اس رات کی اس کی جذباتی کیفیت کو نظرانداز نہیں کیا بلکہ اس کی بات کو اہمیت دے کر اسے "مسز باقر درانی" کا اعزاز بخشا۔

باقر چاہتا تھا کہ وہ اب ڈراموں میں کام نہ کرے لیکن چونکہ اس نے کچھ ڈراموں کا ایڈوانس لے کر ایگریمنٹ سائن کر رکھے تھے اس لیے ان میں کام کرنا ضروری تھا اور ویسے بھی میڈم روبی نے جس طرح اس کا ساتھ دیا تھا اس کے لیے لازم تھا کہ وہ بھی ایک حد تک اس کا ساتھ دے اور آہستہ آہستہ ڈرامے چھوڑے باقر اسے اپنے ساتھ لے کر ہنی مون منانے بنکاک لے گیا جہاں سے واپس آتے ہی باقر نے اسے ایک پوش ایریے میں فرنشڈ فلیٹ خرید کر دیا اس فلیٹ کے تمام ضروری کاغذات اس کے حوالے کرتے ہوئے باقر کی صرف ایک ہی شرط تھی کہ اس فلیٹ میں باقر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص دل ربا سے ملنے نہ آئے اور اس وقت جو دل ربا کی کیفیت تھی اس کے سبب اس کے پاس کسی بھی بات سے انکار کی گنجائش ہی نہ تھی یہ ہی وجہ تھی کہ اس نے باقر کی اس شرط کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا ویسے بھی باقر کے ساتھ نے اسے بہت خوشی بخشی تھی۔

☼ ☼ ☼

کچھ عرصہ بعد ہی زندگی پرانے ڈگر پر واپس آگئی پرانے ڈرامے ختم ہونے سے قبل ہی اس نے مزید نئے ڈرامے سائن کر لیے وہ جو کہتے ہیں کہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی تو دل ربا اس کی عملی تفسیر تھی ہر بار وہ دل میں تہیہ کرتی کہ یہ اس کا آخری ڈرامہ ہے بس ایک آخری بار لیکن جلد ہی اپنا عہد توڑ کر نیا ڈرامہ سائن کر لیتی۔

شروع شروع کے جوش کے بعد درانی کا جذبہ محبت بھی کافی حد تک ماند پڑ چکا تھا اس کی بیٹی کی منگنی ہو چکی تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی کے سسرال تک کوئی ایسی خبر پہنچے جس کا اثر اس کی بیٹی کی آئندہ زندگی پر پڑے یہ ہی وجہ تھی کہ دل ربا سے ملنے میں وہ مزید محتاط ہو چکا تھا پھر آہستہ آہستہ اس نے دل ربا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اس کے شروع دنوں والا والہانہ پن تقریباً ختم ہو چکا تھا شاید اس طرح کی غلطیاں درانی جیسے مردوں کی زندگی کا حصہ تھیں جنہیں کر کے بھول جانا ان کی فطرت میں شامل تھا اب دل ربا صرف اس کی ضرورت بن کر رہ گئی تھی اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے باقر نے ایک فلیٹ کے عوض اس کی زندگی کو گروی رکھ لیا ہر اور اسی سوچ نے ایک دفعہ پھر اس کے دل میں بغاوت کے جذبے کو ابھار دیا یہ ہی وجہ تھی کہ جب کئی دنوں بعد باقر کو اس کی یاد آئی تو وہ سلگ ہی اٹھی وہ چاہتی تھی کہ جس طرح وہ اس کی دوری میں تڑپتی ہے باقر بھی تڑپے اور اس کی اسی سوچ کی بنا پر وہ سب کچھ ہو گیا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

رات ہی باقر کا فون آیا تھا وہ تقریباً دو دن بعد لاہور اس سے ملنے آنے والا تھا اس کے فون نے دل ربا کو کوئی دلی مسرت نہ دی اور پھر اپنے ڈرامے کی مصروفیات میں وہ باقر کی آمد یکسر فراموش کر بیٹھی۔

☼ ☼ ☼

"اب آپ ملاقات کا شرف کب بخشیں گی۔" گاڑی سے باہر نکلتے نکلتے وہ حیدر کا سوال سن کر رک گئی اور ایک ادا سے اس کی جانب پلٹ کر دیکھا۔

"جب آپ چاہیں۔"

ہم تو چاہیں گے کہ آج کی ملاقات ہی کبھی ختم نہ ہو۔" وہ ہنس کر بولا۔ وہ جاتے جاتے رک گئی۔

"سوچ لیں حیدر صاحب اگر آپ کی بیوی کو پتا چل گیا تو جانتے ہیں نا کیا ہو گا۔" کھنکتے لہجے میں اس کو وارن کرتی وہ داخلی گیٹ کی جانب بڑھ گئی جبکہ حیدر اس وقت تک کھڑا اسے دیکھتا رہا جب تک داخلی گیٹ سے اندر داخل ہو کر اس نے الوداعی ہاتھ نہ ہلایا پارکنگ عبور کر کے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھی تو اسے یک دم ہی باقر یاد آگیا۔

"آج جب نور محمد نے واپس جا کر میرے نہ آنے کی اطلاع دی ہو گی تو کس قدر تڑپا ہو گا۔" یہ تصور ہی دل ربا

کے لیے بڑا خوش کن تھا باقر کی بے چینی کے تصور ہی نے اسے سرشار کر دیا۔

بڑی ترنگ سے اس نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا اور پرس جھلاتی اندر داخل ہوئی تو سامنے صوفے پر بیٹھے باقر کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ باقر تمام احتیاط بالائے طاق رکھ کر اس کے فلیٹ تک آجائے گا اس نے ایک نظر باقر کی جانب دیکھا جو بلوریں گلاس ہاتھ میں لیے گھونٹ گھونٹ تلخ مشروب اپنے حلق سے نیچے اتار رہا تھا سامنے رکھی بوتل تقریباً" خالی ہو چکی تھی۔

"اس کا مطلب ہے یہ کافی دیر سے آیا بیٹھا ہے۔" وہ دل ہی دل میں سوچتی اسے یکسر نظرانداز کرتی اندر کمرے کی جانب بڑھی۔

"کہاں سے آرہی ہو؟" باقر کی سخت آواز نے اس کے بڑھتے قدم روک دیے۔

"تم سے مطلب۔" وہ سخت چڑی ہوئی تھی' یہ ہی وجہ تھی کہ باقر کا استحقاق جتانا اسے ذرا اچھا نہ لگا۔

"مجھ سے مطلب نہیں' تو پھر کس سے مطلب ہوگا؟" صوفے پر ہی بیٹھے بیٹھے وہ اس کا بھرپور جائزہ لیتا ہوا بولا۔

"اور یہ کون تھا جس کے ساتھ تم اتنی رات کو آئی ہو۔" اس کا اشارہ یقیناً" حیدر کی جانب تھا۔

"میرا دوست۔" جواب دے کر اس نے اندر کی جانب بڑھنا چاہا' لیکن ایک دم ہی باقر اس کے سامنے آگیا۔

"تمہیں پتا تھا آج میں نے آنا ہے' پھر کیوں گئیں کسی اور کے ساتھ ہاں بولو' جواب دو کیوں گئیں؟" وہ اس کے بازو کو سختی سے تھام کر بولا۔

"میں تمہاری غلام نہیں ہوں' باقر کہ جب تمہارا دل چاہے تم میرے پاس آؤ' یہ جانے بغیر کہ میرا دل کیا چاہتا ہے میں جو دن رات تنہائی کی آگ میں سلگتی رہتی ہوں تمہیں احساس ہے اس بات کا تم سے نکاح کر کے تو میں اور اکیلی ہو گئی ہوں۔" وہ غصے کی شدت سے پھٹ ہی پڑی اور چلا کر بولی۔

"یہ تم اکیلی ہو ابھی تو اپنے کسی یار کے ساتھ عیاشی کر کے آئی ہو۔" اپنی عادت کے برخلاف وہ تیز آواز میں چیخا اس کی بڑھتی ہوئی طلب غصے کی شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔

"بکواس مت کرو تم اچھی طرح جانتے ہو میں اس طرح کے انداز گفتگو کی عادی نہیں ہوں۔" جواباً" وہ بھی دھاڑی۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں بکواس کرتا۔ چلو شاباش اندر آؤ تم جانتی ہو میں تمہارے پاس اپنے سارے غم بھولنے آتا ہوں اسی لیے چاہتا ہوں کہ جب میں آؤں تو تم صرف میرے لیے ہو صرف میرے لیے۔" وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتا قدرے نرم لہجے میں بولا لیکن جانے کیوں دل ربا کا دل اس کی قربت کے تصور سے ہی متلانے لگا یا شاید وہ تھکن سے نڈھال ہونے کے سبب باقر کی ضرورت پوری کرنے کی ہمت خود میں نہ پا رہی تھی۔ اسے باقر کی ایک ماہ کی غیر حاضری پر بھی غصہ تھا اس نے دل ہی دل میں یہ عہد کر رکھا تھا کہ باقر کو ایک دفعہ کم از کم انکار ضرور کرے گی تاکہ اسے احساس ہو کہ ضرورت پوری نہ ہونا کس قدر تکلیف دہ امر ہوتا ہے۔

"تمہیں اپنی ضرورت کا تو بہت احساس ہے کبھی میری ضرورت کا سوچا ہے تم نے اپنا پابند کر کے میری تمام ضروریات سے پردہ پوشی اختیار کر رکھی ہے۔"

"ہر مرد ایسا ہی ہوتا ہے' عورت کو اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے کب مرد اسے بلائے اور دیکھ لو آج میں صرف تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں اب یہ دو... میں صرف اور صرف تمہارا ہوں۔" وہ اسے کمرے کی جانب لے جاتا ہوا بولا۔

"وکی۔وکی۔" اس نے پوری شدت سے زور لگا کر خود کو باقر کی گرفت سے چھڑانے کی ایک اور کوشش کی۔ اس نے خود کو چھڑانے کے لیے باقر کو پیچھے کی جانب دھکا دیا نشے میں ہونے کے باعث باقر لڑکھڑا کر صوفے پر جا گرا اس کی شدت پسندی غصے اور ضد نے باقر جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کے آدمی کو یک دم ہی غصہ دلا دیا وہ اپنا صبر و ضبط کھو بیٹھا اور غصے کی شدت سے اس پر پل پڑا دل ربا نے بھی اپنے بچاؤ کے لیے اس کی کمر اور منہ پر ناخن مارے لیکن جو بھی تھا ایک عورت کسی بھی طرح مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی تو وہ ایک نرم و نازک عورت اور باقر ایک طاقتور مرد جو نشے میں ہونے کے باوجود اس پر حاوی ہو گیا اور اس وقت جب وہ نڈھال دل ربا کو سر کے بالوں سے گھسیٹتا ہوا کمرے کی جانب لے جا رہا تھا جانے کیسے دل ربا کے ہاتھ میں کارپٹ پر لڑھکی ہوئی شیشے کی بوتل آ گئی جو اس نے کھینچ کر باقر کو مارنی چاہی باقر تو بچ گیا لیکن ٹوٹی ہوئی بوتل کا شیشہ پورے کارپٹ پر پھیل گیا اور ایک نوکیلا ٹکڑا اچانک ہی دل ربا کے پیٹ میں گھس گیا خون کا فوارہ ابل پڑا خون دیکھتے ہی باقر کے حواس ساتھ چھوڑ گئے وہ بوکھلاہٹ میں سب کچھ ویسے ہی چھوڑ کر باہر کی جانب بھاگا۔ اور اگر کچھ دیر تک وکی واپس نہ آتا تو شاید خون کی زیادہ مقدار بہہ جانے کے سبب وہ مر ہی چکی ہوتی لیکن وکی کی بروقت آمد اس کی زندگی بچانے میں کافی مددگار ثابت ہوئی وکی گیارہ سالہ لڑکا تھا جو اس کے پاس بطور ملازم کام کرتا تھا۔ دل ربا کو خون میں نہایا دیکھ کر فوری طور پر وہ اپنے حواس کھو بیٹھا وہ جان چکا تھا کہ یہ سب کارروائی باقر صاحب کی ہے اس کے لیے اس وقت بڑا مسئلہ دل ربا کو اسپتال پہنچانے کا تھا۔

اس نے صرف ایک سیکنڈ لگایا اور سب سے پہلے میڈم روبی کو اس حادثہ کی اطلاع دی میڈم روبی کے ساتھ ہی ایمبولینس بھی پہنچ گئی اسے فوری طبی امداد کے لیے ایمرجنسی پہنچایا گیا بے شک یہ پولیس کیس تھا لیکن میڈم کے تعلقات نے دل ربا اور وکی دونوں کی مشکلوں کو قدرے آسان کر دیا۔

☼ ☼ ☼

سمرن ابھی ابھی حوریہ اور علی کو ہوم ورک کروا کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ اچانک بدحواس سی شہر یار گھبرائی ہوئی اوپر آ گئی اس کے ہاتھ میں ایک فلمی اخبار تھا سمرن جانتی تھی کہ اس کی ماں شام کے علاوہ صبح شائع ہونے والے اخبارات کے بھی فلمی صفحات بڑے شوق سے پڑھتی تھی غیر شعوری طور پر وہ دل ربا سے متعلق کسی بھی خبر کی منتظر رہتی اور ایسے تمام اخبارات کو الماری میں چھپا کر رکھتی جن میں دل ربا کا نام بھی شائع ہوا ہو۔

"یہ دیکھو سمرن یہ اخبار میں کیا آیا ہے۔" گھبراہٹ کے سبب وہ بول ہی نہ پا رہی تھی سمرن کو اس کی آواز رندھی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کیا ہو گیا ہے امی آرام سے بیٹھیں۔" سمرن نے اخبار ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ ان کی حالت اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ معاملہ خاصا سیریس ہے ان کی آواز سن کر فاریہ بھابھی اور تائی سادیہ بھی باہر نکل آئیں۔

"مشہور اسٹیج ڈانسر دل ربا اپنے فلیٹ پر شدید زخمی حالت میں پائی گئیں عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ ان کا اپنے کسی چاہنے والے سے جھگڑا ہوا ہے جس کی طرف سے کیے گئے تشدد نے انہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔"

بے شک پچھلے کئی سالوں سے ان کا دل ربا سے کوئی تعلق نہ تھا پھر بھی انسانیت کے ناتے اس خبر نے سمرن اور فاریہ بھابھی دونوں کو ہی لمحہ بھر کے لیے دکھی کر دیا۔

"ظاہر ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی' برے کا انجام برا۔" یہ تائی سادیہ تھیں جو ہمیشہ سے ہی دربیہ کی آزاد خیالی کی سب سے زیادہ مخالف رہیں سمرن نے پلٹ کر خاموشی سے انہیں اندر جاتے دیکھا اور خود شہر یار کے قریب بیٹھ گئی جو گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی۔

"خاموش ہو جائیں امی اللہ بہتر کرے گا۔" ظاہر ہے وہ صرف تسلی ہی دے سکتی تھی اس کے تسلی آمیز الفاظ

سنتے ہی شہر یار اپھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"میری بچی جانے کس حال میں ہوگی تنہا' بالکل اکیلی۔" روتے روتے اچانک ہی اس نے سمرن کے ہاتھ تھام لیے۔

"خدا کے لیے سمرن مجھے اس کے پاس لے چلو میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"میں ....." سمرن گھبرا اٹھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ گھر کا کوئی بھی فرد اسے اکیلے شہر یار اکے ساتھ لاہور نہ جانے دے گا ویسے بھی اس نے خود بھی کبھی اتنا سفر اکیلے طے نہ کیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں مجھے شاہ ویز کبھی نہیں جانے دیں گے۔"

"شاہ ویز سے میں خود بات کرلوں گی بس تم ہاں کرو۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے آپ بات کر کے دیکھ لیں۔" اور پھر اس کا خدشہ درست ثابت ہوا شاہ ویز ساری بات سنتے ہی بھڑک اٹھا۔

"سمرن تو کیا گھر کا کوئی فرد بھی اسے دیکھنے لاہور نہیں جائے گا۔" اس نے حتمی انداز میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"بیمار کی عیادت عین ثواب ہے وہ جیسی بھی بری سہی' تھی تو ہمارا خون سمرن تم تیاری کرو شہر یار اکے ساتھ جانے کی میں ابھی تم دونوں کے ٹکٹ منگوا دیتا ہوں بلکہ میرا خیال ہے کہ شاہ ویز تم بھی ان کے ساتھ چلے جاؤ۔" تایا جی کے فیصلے نے پل بھر کو سب ہی کو حیران کر دیا اور شاہ ویز جس نے اپنے گھر کے کسی بھی فرد کو کبھی دریہ سے ہمدردی کرتے نہ دیکھا تھا اپنے باپ کی بات سن کر ساکت ہی رہ گیا۔

"دیکھو بیٹا ہم کون ہوتے ہیں کسی کے گناہ پر اسے سزا دینے والے' سزا اور جزا کا اختیار تو صرف اس کو ہے جو سب کا خالق و مالک ہے۔" وہ اٹھ کر شاہ ویز کے قریب آگئے اور بڑی شفقت سے اس کے دائیں کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تمہاری نفرت بجا سہی لیکن یہ یاد رکھو جب اللہ اپنے بندوں کے بڑے سے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے تو پھر ہمیں بھی دلوں میں بغض اور کینہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے وہ اچھی ہے یا بری اس بات کا فیصلہ کرنا ہمارا تمہارا کام نہیں ہے۔"

اور اب شاہ ویز کے پاس انکار کی گنجائش بالکل نہ تھی رات ہی ان کے ٹکٹ آگئے اگلے دن صبح آٹھ بجے کی ان کی فلائیٹ تھی اسپتال کا نام اخبار میں درج تھا جسے سمرن نے نوٹ کر لیا اور اگلے ہی دن وہ تینوں اس اسپتال پہنچ گئے جہاں دریہ ایڈمٹ تھی۔

☆ ☆ ☆

باقر درانی شدید پچھتاوے کا شکار تھا۔ وہ اپنے حلقہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہا تھا جبکہ اس کی بیٹی کی شادی بھی طے ہو چکی تھی ایسی حالت میں اس طرح کا سنگین اسکینڈل نا صرف اس کے سیاسی بلکہ خاندانی کیریئر کی دھجیاں بکھیر دیتا۔ اس اسکینڈل کو بننے سے پہلے ختم کرنا ضروری تھا اور یہ صرف اس وقت ہی ممکن ہو سکتا تھا جب دل ربا اسے معاف کر دیتی۔ وہ جانتا تھا کہ دل ربا کا پولیس بیان اس کی ساری زندگی کی محنت پر پانی پھیر سکتا تھا اس کا نام اخبار کی زینت بن جاتا تو دنیا کی کوئی طاقت اس کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال نہیں کر سکتی تھی وہ میڈیا کی طاقت سے خوف زدہ تھا اس نے پہلی ہی فرصت میں میڈم روبی کے ذریعے دل ربا کو بھاری معاوضے کے عوض اپنی زبان بندی کا پیغام بھیجا جبکہ دل ربا کا پہلے ہی کوئی ایسا ارادہ نہ تھا اس کے پیچھے کوئی ایسی طاقت نہ تھی جس کی بنا پر وہ درانی سے الجھنے کی کوشش کرتی ایسے میں درانی کی آفر قبول کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارا نہ تھا لہٰذا دل ربا کی زبان بندی کا بھاری معاوضہ اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیا گیا۔

پولیس کو دیئے جانے والے بیان کے مطابق یہ ڈکیتی کا واقعہ تھا جس کے دوران مزاحمت پر ڈاکوؤں نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا' باقر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے دل ربا کے ساتھ' ساتھ پولیس کی زبان بھی بند کر چکا تھا اب اسے کوئی خطرہ نہ تھا صرف رسمی کارروائی تھی جو پوری کی جارہی تھی دل ربا کا پیٹ کا زخم کافی گہرا تھا جس کی بنا پر وہ ابھی تک ہسپتال میں ایڈمٹ تھی نور محمد نہایت رازداری سے طلاق کے پیپرز اور حق مہر کی رقم اسے دے گیا تھا جس کے ساتھ ہی اس کے اور درانی کی درمیان موجود رشتہ دھاگے کی مانند ٹوٹ گیا۔

ابھی ابھی نرس اس کے پیٹ کی ڈریسنگ کر کے گئی تھی جس کی بنا پر وہ شدید تکلیف میں مبتلا تھی وکی گھر گیا ہوا تھا میڈم روبی بھی آج صبح ہی اس سے مل کر گئی تھی اور ظاہر ہے اب اسے ملنے کس نے آنا تھا نرس کا لایا ہوا سوپ قریبی میز پر دھرا تھا لیکن اس کا سوپ پینے کو بالکل بھی دل نہ چاہ رہا تھا اسپتال کے سناٹے نے اس کے دل کو بوجھل سا کر دیا تھا وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی تھی جب اچانک ہی دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔

"وکی یہ سوپ پی لو میرا دل نہیں چاہ رہا۔" "یقیناً" یہ وقت وکی کے ہی آنے کا تھا اس لیے وہ بنا دیکھے چادر منہ تک لیتے ہوئے بولی۔

"ہائے میری بچی یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔" یہ آواز تو شہر پارا مما کی تھی اس نے ایک دم ہی چادر کو ہٹایا کچھ پل تو وہ بالکل ہی ساکت رہ گئی۔ اپنے سامنے موجود شہر پارا' سمرن اور شاہ ویز کو دیکھ کر' کئی پل تو اسے یقین ہی نہ آیا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے حقیقت ہے اور پھر جو وہ شہر پارا کے گلے لگ کر بلک بلک کر روئی تو سنبھالی ہی نہ گئی ایک رات اسپتال میں گزار کر سمرن اور شاہ ویز اسلام آباد پھوپھو فاریہ کے گھر چلے گئے جبکہ شہر پارا' دل ربا کے پاس ہی رہ گئی اس نے سمرن کو اپنا حتمی فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"جب تک یہ مکمل صحت یاب نہ ہوگی مجھے کراچی نہیں آنا۔" دل ربا بھی اپنی تنہائی سے خوف زدہ تھی اس لیے اس نے بھی شہر پارا کو نہ جانے دیا دل ربا کا زخم آہستہ آہستہ بھر رہا تھا لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس زخم میں اتنی ٹیسیں اٹھتیں کہ وہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو جاتی فی الحال وہ رقص کے قابل نہ رہی تھی اسپتال سے ڈسچارج ہوتے ہی اس نے پراپرٹی ڈیلر سے رابطہ کر لیا وہ چاہتی تھی کہ باقر کا دیا ہوا فلیٹ جلد از جلد بیچ کر اپنی رہائش کہیں اور اختیار کرلے فی الحال وہ لاہور چھوڑ کر نہ جاسکتی تھی کیونکہ اس کا کیس مقامی عدالت میں زیر تفتیش تھا۔

☼ ☼ ☼

ابھی ابھی وہ ہسپتال سے آئی تھی آج اس کا چیک اپ تھا وکی کچھ سودا سلف لانے قریبی مارکیٹ تک گیا ہوا تھا وہ لاؤنج میں رکھے ہوئے صوفے پر ہی نیم دراز ہوگئی شہر پارا کچن میں اس کے لیے سوپ تیار کر رہی تھی حالانکہ ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کے باعث وہ کافی عرصے سے کچن کا کام مکمل طور پر چھوڑ چکی تھی پھر بھی دل ربا کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے کچھ تیار کرنا اسے آج بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگتا تھا سوپ تقریباً" تیار ہو چکا تھا اس سے قبل کہ وہ اسے باؤل میں نکالتی یک دم داخلی دروازے کی گھنٹی کی تیز آواز سنائی دی یہ یقیناً" وکی نہ تھا کیونکہ اس کے پاس گھر کی چابی موجود تھی شاید دلربا کا کوئی جاننے والا اس کی عیادت کو آیا ہو کیونکہ اکثر و بیشتر ہی اس کے اسٹیج کا کوئی نہ کوئی ساتھی اسے دیکھنے آجاتا تھا اس نے باؤل سلیب پر رکھا اور ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھی پیچھے سے دربیہ کی آواز سنائی دی۔

"دروازے کی زنجیر ہٹائے بغیر دیکھئے گا باہر کون ہے؟" اس نے دربیہ کی' ہدایت کی عین مطابق دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

"جی فرمایئے۔" باہر تقریباً" پینتیس سالہ ایک اجنبی کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں موجود بکے اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ دل ربا سے ملنے آیا ہے اس کا قیمتی لباس اور پرفیوم کی مہک شہر پارا کو متاثر کرنے میں کامیاب

ہو چکے تھے۔

"دل ربا ہیں گھر پر۔" آنے والے نے نہایت ہی نرم لہجے میں شہہ پارا سے دریافت کیا یہ آواز اور یہ لہجہ تو دریاب آج بھی لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔

"مہر علی۔" اس کے لبوں سے بے آواز ادا ہوا اور وہ تیزی سے اٹھ کر دروازے کی جانب لپکی دروازہ کھولتے ہی وہ مہر علی کے گلے لگ کر رونے لگی مہر علی یقیناً" اس کا ایک ایسا دوست تھا جس سے وہ کچھ بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔ وہ ساری دنیا' میڈیا' پولیس سب سے جھوٹ بول سکتی تھی لیکن مہر علی کے سامنے اس نے سب کچھ اگل دیا خود پر ہونے والی زیادتی من و عن سنا ڈالی اس کی تکلیف کے احساس سے ہی مہر علی کا حساس دل دکھ اور غصّے کی زیادتی سے بھر گیا لیکن وہ بھی با قدر دانی کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔

وہ دل ربا کی دل سے عزت کرتا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایک ایسی عورت ہے جس کو معاشرہ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا اس نے کبھی تنہائی میں بھی کوئی ایسی غیر اخلاقی حرکت نہ کی تھی جس سے دل ربا کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ مہر علی کے نزدیک وہ ایک باعزت عورت نہیں ہے دل ربا مہر علی کے گھریلو حالات سے بھی مکمل طور پر واقف تھی وہ جانتی تھی۔ اس کے خاندان میں کبھی بھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش نہ کی کہ وہ اکیلا کہاں رہتا ہے' اور سارا دن کیا کرتا پھرتا ہے؟ غرض ایسا لگتا تھا کہ اس کے گھر میں کسی کو بھی اس سے دلچسپی نہ تھی یہ تو مہر علی ہی کی شرافت تھی کہ وہ آج تک کسی غلط سرگرمی میں ملوث نہ ہوا بلکہ وہ تمام برائیاں جو اس کے خاندان کے مردوں میں بدرجہ اتم موجود تھیں مہر علی ان سے بھی ہمیشہ دور رہا اسے شراب اور شباب سے بھی کبھی دلچسپی نہ رہی لیکن جانے کیوں دل ربا کو دیکھتے ہی اس کا دل ہمیشہ اس کے ساتھ کا خواہاں رہا اس کے باوجود ان دونوں کے تعلقات ایک صاف ستھری دوستی سے آگے نہ بڑھ سکے۔

دل ربا اپنا فلیٹ بیچ چکی تھی مہر علی کی کوششوں سے اسے قریبی علاقے میں ہی ایک اچھا فلیٹ کرائے پر مل گیا جہاں وہ شہہ پارا کے ساتھ شفٹ ہو گئی جب کہ مہر علی پچھلے ایک ہفتے سے کراچی گیا ہوا تھا آج دل ربا کی عدالت میں پیشی تھی رسمی سی کارروائی نبٹا کر وہ اپنے وکیل کے ہمراہ باہر نکل رہی تھی۔ جب اس کی نگاہ مہر علی پر پڑی جو احاطے کے باہر گاڑی کا شیشہ نیچے کیے غالباً" اسی کا منتظر تھا اسے خوشگوار سی حیرت نے گھیر لیا۔

"اچھا وکیل صاحب اب اجازت دیں۔" تیزی سے کہتی ہوئی وہ گیٹ کے سامنے کھڑی گاڑی کے پاس آ گئی۔

"تم کب آئے؟" ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک ہفتہ نہیں بلکہ ایک سال بعد آیا ہو۔

"آج ہی' آؤ بیٹھو۔" وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا دل ربا خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"کیا کھاؤ گی؟" اس نے ایک نگاہ دل ربا کے تھکے تھکے سے چہرے پر ڈالی جو مہر علی کو دیکھتے ہی کھل اٹھا تھا اس کی خوشی کا اندازہ مہر علی بھی لگا چکا تھا۔

"کڑاہی۔" مختصر سا جواب دے کر اس نے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا لی مہر علی نے اپنی گاڑی کا رخ ایک قریبی ریسٹورینٹ کی جانب موڑ لیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے یہ کیس کتنے عرصے میں ختم ہو جائے گا۔"

"میرا خیال ہے ایک' دو پیشیاں اور ہوں گی۔" وہ سامنے رکھی ہوئی سی ڈیز نکال کر دیکھتے ہوئے بولی مہر علی نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ اور پھر دل ربا نے اس کے ساتھ ایک اچھا سا لنچ کیا۔

"مما کے لیے کیا پیک کرواؤں۔" مہر علی کے منہ سے شہہ پارا کے لیے کہا گیا لفظ مما دل ربا کو اندر تک نہال کر گیا اسے بہت اچھا لگا مہر علی کی اپنائیت نے اس کا دل خوش کر دیا۔

"جو تمہارا دل چاہے لے لو وہ سب کچھ خوش ہو کر کھا لیتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم گاڑی میں چل کر بیٹھو میں کھانا لے کر آتا ہوں۔" وہ گاڑی کی چابی دل ربا کو دیتا ہوا بولا اور پھر جلد ہی شہر پارا کے لیے لنچ پیک کروا کر لے آیا جانے کیا بات تھی واپسی کا سارا سفر اس نے خاموشی سے طے کیا دل ربا کو لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن کہہ نہیں پا رہا وہ کچھ الجھا ہوا سا تھا جلد ہی دل ربا کا اپارٹمنٹ آگیا۔

"مما کو میرا اسلام دینا۔" شاپر دل ربا کے ہاتھ میں دیتے ہوئے وہ بولا۔

"کیوں تم اندر نہیں آؤ گے۔" وہ حیران رہ گئی۔

"میں کسی کام سے جا رہا ہوں شام کو آؤں گا۔"

دل ربا مزید کچھ کہنے بنا خاموشی سے نیچے اتر آئی۔

"اللہ حافظ۔" کہتی ہوئی وہ آگے بڑھی۔

"دریہ۔" اچانک ہی اسے اپنے عقب سے مہر علی کی آواز سنائی دی آج پہلی بار اس نے دل ربا کو اس نام سے پکارا تھا وہ شاکڈ رہ گئی اس کے قدم زمین میں گڑ گئے وہ ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی مہر علی گاڑی سے اتر آیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔

"دریہ مجھ سے شادی کرلو۔" وہ بول ہی پڑا مہر علی کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ نے دریہ کو گنگ کر دیا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے تیز تپتی ہوئی دھوپ میں بارش ہو گئی ہو اس کا سارا جسم محبت کی پھوار میں بھیگ گیا۔

"خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔" آج اسے اللہ کی رحمت پر یقین آ ہی گیا اس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"دریہ مجھ سے شادی کرلو یقین جانو میں بہت تنہا ہوں بالکل تمہاری طرح آؤ ہم دونوں مل کر ایک دوسرے کی تنہائیاں بانٹ لیں۔" وہ اسے کندھوں سے تھام کر بولا اور آج پہلا موقع تھا جب مہر علی نے اسے چھوا تھا وہ اس کے ہاتھوں کی حرارت سے پگھل گئی۔

"اور تمہاری بیوی۔" وہ اس قدر ہی بول پائی تھی کہ مہر علی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"وہ گاؤں میں رہتی ہے تم میرے شہر والے گھر میں رہو گی میرے ساتھ یقین جانو میں تمہیں پورا پورا وقت دوں گا تمہاری ہر ضرورت پوری کروں گا تمہیں مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہ ہو گی لیکن میری صرف ایک شرط ہے تمہیں یہ سب کچھ چھوڑنا ہو گا۔" انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ایسا جواز تھا کہ جس کی بنا پر وہ مہر علی جیسے بندے کا دل توڑتی۔

"میں تمہاری خاطر سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں لیکن مجھے کبھی دھوکہ مت دینا ورنہ یقین جانو میرا اعتبار دنیا کے ہر رشتے سے اٹھ جائے گا میں تم پر بہت مان کرتی ہوں میرا مان نہ توڑنا مہر علی ورنہ میں مر جاؤں گی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"موت کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے تم سے جدا نہیں کر سکتی یہ ایک مرد کا قول ہے۔" وہ نہایت پیار سے اس کے ہاتھ تھپتھپا کر بولا اور دل ربا کا سیروں خون بڑھ گیا۔

"میں شام میں آؤں گا باقاعدہ طور پر مما سے تمہارا ہاتھ مانگنے۔" وہ واپس پلٹتا ہوا بولا اور گیٹ سے اپارٹمنٹ تک کا فاصلہ دریہ نے ایسے طے کیا جیسے وہ ہوا پر چل رہی ہو اسی روز رات آٹھ بجے مہر علی شعازل اور فیض محمد کے ساتھ آگیا اپنے ساتھ وہ لوگ مٹھائی اور پھول بھی لے کر آئے تھے۔

"ہم دریہ کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔ مہر علی کے لیے۔" یہ فیض محمد تھا اور شہر پارا کو ایسا محسوس ہوا جیسے دریہ کے لیے کی جانے والی اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت نصیب ہو گئی ہو جانے کیوں دریہ کے سلسلے میں ہمیشہ شہر پارا کو اپنا وجود گناہ گار لگتا کبھی کبھی اسے ایسا محسوس ہوتا کہ دریہ سے اس کی اتنی محبت محض دنیا دکھاوے سے زیادہ نہ تھی در

پردہ اس کا اصل مقصد تو شاید انتقام لینا تھا جو وہ آغا صاحب کے خاندان سے لینا چاہتی تھی لاشعوری طور پر وہ آج تک وہ الفاظ نہ بھولی تھی جو پہلی بار اس کی گل ہاؤس آمد پر آغا جی نے کہے تھے وہ سروں کی نفرت اور اپنے بارے میں کہے جانے والے الفاظ تو شاید وہ فراموش کر ہی دیتی لیکن سرفراز صاحب کی بے اعتنائی اس کے دل کا ایسا ناسور تھی جس کی تسکین ہمیشہ دریہ کے حوالے سے ان سب کو پریشان دیکھ کر اسے حاصل ہوتی تھی لیکن اب وہ تھک چکی تھی اور چاہتی تھی کہ دریہ کو کوئی مضبوط سائبان مل جائے اور یقیناً" اس کی یہ خواہش مہرعلی کی صورت میں پوری ہو سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

نماز جمعہ کے بعد مقامی مسجد میں ان دونوں کے نکاح کی سادہ سی رسم ادا کی گئی جس میں فیض محمد' شعاذل' شہہ پارا' وکی کے علاوہ مسجد میں آنے والے چند نمازی شامل تھے جنہیں قاری صاحب نے نماز جمعہ کے بعد روک لیا تھا نکاح کے بعد مہرعلی کی جانب سے مٹھائی اور چھوہارے تقسیم کیے گئے اور شاید یہ زندگی کا پہلا موقع تھا جب دریہ کے ساتھ شہہ پارا نے بھی اللہ کے حضور دو نفل شکرانے کے ادا کیے بے حد سادگی کے ساتھ کیا جانے والا یہ نکاح اس نکاح سے کہیں افضل ترین تھا جو آج سے کچھ سال قبل دریہ اور دانش کا ہوا تھا کیونکہ اس نکاح میں فریقین کا خلوص شامل تھا اور یہ بغیر کسی ذاتی مفاد کے ظہور پذیر ہوا تھا اور شادی کیا ہوتی ہے؟ اس کی دلی خوشی دریہ نے آج حقیقی معنوں میں محسوس کی تھی اور اسے یقین آگیا تھا کہ اللہ کبھی بھی اپنے بندوں کو فراموش نہیں کر سکتا بے شک وہ کتنے ہی نافرمان کیوں نہ ہوں۔

اس نے اپنا فلیٹ خالی کر دیا تھا وکی جا چکا تھا آج شام کی فلائیٹ سے وہ اور شہہ پارا' مہرعلی کے ساتھ کراچی آگئی تھیں جہاں ائیرپورٹ پر مہرعلی کا ڈرائیور اور گاڑی موجود تھی' بے بی پنک شلوار قمیص پر کالی چادر اوڑھے دریہ اس دل ربا سے قدرے مختلف لگ رہی تھی جسے ایک زمانہ جانتا تھا مہرعلی نے کراچی کے ایک پوش علاقے میں اس کے لیے فلیٹ خرید رکھا تھا جس کی تزئین و آرائش ایک نامور ڈیکوریٹر نے کی تھی اس فلیٹ میں پہنچ کر دریہ کو گونا گوں سکون حاصل ہوا مہرعلی کے ساتھ نے اس چند ہی دنوں میں وہ اعزاز اور عزت بخش دی جو اتنے سال کی انتھک محنت اور اپنے وجود کی قربانی دے کر بھی وہ حاصل نہ کر سکی تھی سچی خوشی کیا ہوتی ہے؟ اسے اب پتا چلا' وہ خوشیوں کے ان لمحات کا پل پل کشید کرنا چاہتی تھی شاید اس لیے کہ اسے ملنے والی خوشیوں کی مدت ہمیشہ سے ہی کم ہوتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا لے آئے آپ۔" جان محمد ڈائننگ ٹیبل پر کچھ شاپرز رکھ کر جا چکا تھا جب کہ مہرعلی قریبی صوفے پر بیٹھا اپنے جوتے اتار رہا تھا دریہ ان شاپرز کو کھول کر دیکھ رہی تھی کہ وہ اس کی پشت پر آکھڑا ہوا۔

"ابھی برتھ ڈے ٹو یو۔ میری جان' میری زندگی۔"

مہرعلی نے پیچھے سے اسے تھام کر اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"تھینک یو مہرعلی تھینک یو سو مچ۔" اس کے پاس الفاظ نہ تھے جن سے وہ مہرعلی کا شکریہ ادا کر سکتی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ آج میری سالگرہ ہے۔"

"جن سے محبت کی جائے ان کے ہر پل کی خبر رکھنی پڑتی ہے چلو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ کیک کاٹ کر ہم ڈنر کرنے باہر جا رہے ہیں۔" وہ اس کے گال تھپتھپا کر اندر کمرے کی جانب جاتا ہوا بولا اور وہ دل سے مہرعلی کی عظمت کی قائل ہو گئی۔

آج اس کی تیاری ہمیشہ سے مختلف تھی وہ بہت دل سے تیار ہوئی اس کی یہ تیاری صرف اور صرف اپنے شوہر کے لیے تھی اسے دنیا سے ستائش نہیں چاہیے تھی ریڈ اور اورنج سوٹ میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی پی سی میں داخل ہوتے ہی اسے بہت کچھ یاد آگیا یہ وہ ہوٹل تھا جہاں کسی زمانے میں اس کی ہر شام گزرتی تھی اسے دانش سہگل بھی یاد آیا اور دانش کے ساتھ گزرے ہوئے کل کی کئی تلخ یادیں اس کی آنکھیں بھگو گئیں جانے کیا بات تھی آج کل اس کا دل ذرا ذرا اسی بات پر بھر آتا تھا اسے اپنے گھر والے بھی بہت یاد آتے تھے پہلے ان کا غم بھلانے کے لیے وہ تلخ مشروب کا سہارا لیتی تھی لیکن اب مہر علی کی قربت اسے تمام برائیوں سے دور لے جا چکی تھی اسے لگتا کہ اتنے سالوں کی لاحاصل کوششوں کے بعد آج اسے وہ عزت حاصل ہوئی ہے جو اس کی ماں اور بہن کا مقدر تھی آج وہ بھی ان سب کے مقابل کھڑی ہونے کی صلاحیت حاصل کر چکی تھی اور یقیناً "یہ سب کچھ مہر علی کی بدولت ہی ممکن ہوا تھا۔

مہر علی کے ساتھ نے اسے احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا مقام اتنا بلند کیوں رکھا ہے؟ یقیناً "آج اگر اللہ کے بعد کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو وہ ضرور کرتی۔ اتنا سب کچھ حاصل کر کے بھی وہ اپنے گھر والوں سے تعلق استوار نہ کر سکی بہت پہلے شہہ پارا نے اسے بتایا تھا کہ ولید گھر میں اس کا ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتا وہ نہیں چاہتا کہ کسی کو علم ہو دل ربا کبھی اس کی بہن تھی۔ وہ اس رشتے کو مکمل طور پر فراموش کر دینا چاہتا تھا اور اکلوتے بیٹے کی محبت نے ارم اور شہباز کو بھی مجبور کر رکھا تھا کہ وہ دریہ کو بھول جائیں اور اب دریہ کے لیے ناممکن تھا کہ وہ خود سے قدم آگے بڑھاتی اپنا سب کچھ گنوا کر وہ صرف ایک چیز بچا پائی تھی اور وہ تھی اس کی "انا" یہ انا ہی تھی جس کے سبب کراچی میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنے گھر والوں سے اتنی ہی دور تھی جتنی لاہور میں جہاں وہ دل ربا تھی۔ دل ربا سے دریاب تک کی واپسی کا سفر بے شک وہ طے کر چکی تھی لیکن رشتوں کے معاملے میں آج بھی تنگ دست تھی اپنا وہ ماضی جو وہ دور کہیں دفنا آئی تھی شاید اس کے خاندان کی یادداشت میں زندہ تھا۔

پی سی میں مہر علی کے ساتھ کیا جانے والا کینڈل لائٹ ڈنر اس کی زندگی کے یادگار لمحوں میں سے ایک تھا جب وہ باہر نکلی تو ہوٹل کی لابی سے گزرتے ہوئے کئی سال پرانا منظر اس کی نگاہوں میں لہرا گیا جب وہ شاہ ویز کی نظروں میں ذلیل ہوئی تھی آج فرق صرف اتنا تھا کہ کل اس کے ساتھ فاضل کریم تھا اور آج اس کا شوہر مہر علی' آج وہ دنیا کی نگاہوں میں معتبر تھی۔ آج کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکتا تھا اس کے اور مہر علی کے درمیان وہ ہی رشتہ تھا جو سمرن اور شاہ ویز کا تھا بغیر کسی ڈر' خوف' شرمندگی کے وہ نہایت فخر سے مہر علی کی ہمراہی میں چلتی ہوٹل سے باہر آئی۔ گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس نے ایک بھرپور نظر مہر علی پر ڈالی اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں اندر بیٹھ گئی یہ جانے بغیر کہ اس کی خوش قسمتی کسی کی نظر بد کا شکار ہو گئی ہے۔

آج سے کئی سال قبل اسی ہوٹل میں جس طرح وہ شاہ ویز کی نظروں میں آئی تھی بالکل اسی طرح آج بھی وہ کسی کی نظروں میں آچکی تھی اور وہ تھا "حبیب اللہ" مہر علی کا سالا اور بہنوئی' صدوری کا بھائی "حبیب اللہ۔"

☆ ☆ ☆

حبیب اللہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ڈنر کے لیے آیا تھا کہ اچانک ہی اس کی نگاہ ریڈ اور اورنج سوٹ میں ملبوس اس خوبصورت سی لڑکی پر پڑی ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہی اسے احساس ہوا کہ اس نے پہلے بھی اسے کہیں دیکھا ہے اور اگلے ہی پل اسے یاد آچکا تھا یقیناً "یہ دل ربا تھی۔ مشہور اسٹیج ڈانسر دل ربا' جس سے اس کی ملاقات اپنے دوست عباسی کی ایک نجی محفل میں ہوئی تھی جہاں وہ بطور ڈانسر مدعو کی جانے اس میں ایسی کیا بات تھی کہ چند سال قبل ہونے والی ایک ملاقات آج بھی حبیب اللہ کو یاد تھی ورنہ تو اس کی زندگی اتنی رنگینیوں کا مرقع تھی کہ اسے ہر گزرتی رات پچھلی رنگینی بھلا کر نئے دور' اور نئی رنگینی میں گم کر دیتی تھی۔ دل ربا کو دیکھ کر وہ حقیقی

معنوں میں حیران رہ گیا یہ دل ربا' اس دل ربا سے بالکل مختلف نظر آرہی تھی جس سے کبھی حبیب اللہ ملا تھا اور اگلے ہی پل حبیب اللہ کی حیرت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا جب اس نے دل ربا کے پیچھے آتے مہر علی کو دیکھا جانے مہر علی نے دل ربا سے کیا کہا اس کے چہرے پر پھیلی ایک آسودہ سی مسکراہٹ حبیب اللہ کو اتنے فاصلے سے بھی دکھائی دے رہی تھی اس کی حیرانی' بے چینی میں تبدیل ہو گئی مہر علی اور دل ربا' حبیب کے لیے ایک ایسا سوال تھا جسے حل کرنا اس کے لیے لازمی ہو چکا تھا اگر مہر علی' ان کی طرح کوئی عیاش مرد ہوتا تو یقیناً "حبیب اللہ نظر انداز کر دیتا لیکن مہر علی جیسے شریف النفس بندے کے ساتھ' دل ربا۔ یہ بات یقیناً" اسے ہضم نہ ہو رہی تھی اور پھر دل ربا کی بدلی ہوئی شخصیت اسے کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی جس کا سراغ لگانا ضروری ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا کہہ رہے ہو ادا تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ گھر جانے کے بجائے سیدھا اپنے چچا کے گھر آگیا اور فوراً" صدوری سے ملنے اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

"یہ مہر علی آخری بار گاؤں کب آیا تھا؟" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"یہ ہی کوئی ایک ماہ قبل جب حارث علی اور شیر علی اپنی چھٹیوں میں گاؤں آئے تھے۔ کیوں کیا مہر علی نے کچھ کہہ دیا تھا۔" وہ اپنے بھائی کے چہرے پر نظر ڈال کر قیاس آرائی کرتے ہوئے بولی۔

"کہنا کیا ہے بابا اس نے تو کر لیا ہے۔"

"کیا کر لیا ہے۔؟" وہ حبیب اللہ کی بات سمجھ نہ سکی۔

"شادی۔ اور کیا کرنا ہے اور وہ بھی ایک ناچنے گانے والی عورت سے۔"

وہ برا سا منہ بنا کر نفرت سے بولا۔

کچھ دیر تو صدوری منہ کھولے حیرت سے اپنے بھائی کی بات ایسے سنتی رہی ہے جیسے کچھ سمجھ ہی نہ آرہا ہو اور پھر ایک دم ہی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میں تو سمجھی جانے مہر علی نے کیا کر دیا ہے ادا یہ کون سی نئی بات ہے یہ تو ہماری خاندانی روایات میں' ہمارے مردوں کی شان ہے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"اور پھر کب تک رہے گی وہ ناچنے والی اس کے ساتھ ایسی عورتیں کسی ایک کھونٹے سے بندھی نہیں رہ سکتیں جلد ہی منہ کالا کر کے چلی جائے گی اور پھر مہر علی نے کہاں جانا ہے یہ سب چھوڑ کر۔" یقیناً" اس کا اشارہ جائیداد کی طرف تھا۔

"ویسے بھی ادا میں نا صرف اس کی خاندانی بیوی ہوں بلکہ اس کے دو بیٹوں کی ماں بھی ہوں اور مہر علی تو جیتا ہی اپنے بچوں کے لیے ہے۔"

اپنے بیٹوں کا ذکر کرتے ہی اک احساس تفاخر اس کے لہجے میں در آیا لیکن حبیب اللہ کو چین نہ آیا اور ویسے بھی صدوری نہیں جانتی تھی کہ دل ربا کے سلسلے میں لگایا جانے والا اس کا اندازہ سو فیصد غلط ہے جبکہ حبیب اللہ جان چکا تھا کہ مہر علی نے دل ربا سے یہ رشتہ وقتی جذبہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر نہیں جوڑا وہ اس سلسلے میں مہر علی کا والہانہ لگاؤ جانچ چکا تھا اور شاید محبت کرنا مہر علی کا وہ جرم تھا جس کی سزا دل ربا نے بھگتنی تھی کیونکہ یہ اس کے نصیب میں لکھا جا چکا تھا اور نصیب کا لکھا اٹل ہے جسے گزرتا وقت بھی نہیں بدل سکتا۔

مہر علی کی دوسری شادی کی خبر اس کی دونوں بہنوں کے حواس پر بجلی بن کر گری اور انہیں سب سے پہلی فکر اپنی اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق لاحق ہو گئی وہ دونوں حبیب اللہ اور حسیب اللہ کی فطرت سے واقف تھیں جانتی تھیں کہ وہ مہر علی کی ضد میں نا صرف دوسری شادی کر سکتے تھے بلکہ ان سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ یہ شادیاں ڈنکے کی

چوٹ پر کرتے اور ان کی متوقع سوکن کو حویلی میں ہی لا بساتے اس سوچ نے فاطمہ اور ماروی کی راتوں کی نیند اڑا دی بلکہ فاطمہ نے تو فوراً ہی مہر علی کو فون کر کے اس سلسلے میں باز پرس کرنے کی بھی کوشش کی۔

"مہر علی ایسا کرتے ہوئے تم ہمیں کیوں بھول گئے کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری اس غلطی کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑے گا۔" وہ حبیب اللہ سے چھوٹے حسیب اللہ کی بیوی تھی جو نا صرف غصے کا بہت تیز بلکہ اپنی اکلوتی بہن سے بے حد محبت بھی کرتا تھا۔

"بھابی تم غلط کہہ رہی ہو جو میں نے کیا وہ کوئی غلطی نہیں ہے بلکہ میرا شرعی حق ہے تمہارا میاں جو کچھ کرتا ہے میں سب جانتا ہوں لیکن تم خود بتاؤ کیا میں نے کبھی اس سے باز پرس کی؟ نہیں نا تو پھر وہ کون ہوتا ہے مجھ سے سوال کرنے والا۔"

مہر علی کو بہت کم ہی غصہ آتا تھا وہ عام طور پر دھیمے مزاج کا حامل شخص تھا۔

"تم جانتی ہو ادی اگر وہ صدوری کا بھائی ہے تو میں بھی تمہارا اور ماروی کا بھائی ہونے کے علاوہ ان کا بہنوئی بھی ہوں اور جائیداد کا بھی اتنا ہی وارث ہوں جتنے وہ' لیکن تم خود ایمانداری سے بتاؤ کہ میں نے آج تک کبھی کسی کو اس بات کا احساس دلایا؟ کبھی کسی کے ذاتی معاملے میں دخل اندازی کی نہیں نا تو پھر ان کو بھی سمجھا دینا میرے معاملے میں مت بولیں۔" یہ تو کوئی اور ہی مہر علی تھا جو مروت و لحاظ بھول چکا تھا شاید دریاب کی محبت اور ساتھ نے مہر علی کو دوسروں کے سامنے کھڑا ہونا سکھا دیا تھا وہ جان چکا تھا کہ اگر آج وہ اپنے سالوں سے ڈر گیا تو اس کا نتیجہ دریہ سے دوری کے علاوہ کچھ نہ نکلنا تھا اور یہ ہی وہ نہیں چاہتا تھا اور اسی چیز نے اسے بے خوفی بخشی تھی دریہ جو مہر علی کے قریب ہی بیٹھی تھی یہ سب سن کر دنگ رہ گئی اسے یہ امید نہ تھی کہ مہر علی اپنے خاندان والوں کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر اپنی شادی کا اقرار کرے گا وہ تو آج تک اس شادی کو خفیہ ہی سمجھ رہی تھی مہر علی کے اس اقرار نے دریہ کو اس کا بے مول غلام بنا دیا فاطمہ کے بعد نیاز علی کا فون آگیا وہ مہر علی سے سخت ناراض تھے۔

"بابا اس ناچنے والی کو فوراً طلاق دے کر گاؤں واپس آؤ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" ان کے لہجے کی گرج مہر علی کو بہت کچھ سمجھا گئی لیکن وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا ایک عورت کو محبت کے نام پر دھوکہ دیں کر بیچ منجدھار میں چھوڑنا اس کے مردانہ وقار کے خلاف تھا وہ دریہ سے محبت کرتا تھا سچی اور حقیقی محبت۔

"بابا جان پلیز وہ کوئی ناچنے والی نہیں ہے بلکہ میری بیوی اور آپ کی بہو ہے اگر آپ نے اس کے لیے دوبارہ کوئی ایسا لفظ استعمال کیا تو شاید آپ اپنے بیٹے کو ہمیشہ کے لیے کھو دیں۔" بے شک لفظ ناچنے والی نے اس کے خون کو گرما دیا تھا پھر بھی وہ باپ کا احترام ملحوظ رکھ کر بولا۔

"اگر آئندہ آپ مجھ سے بات کریں تو پلیز دریہ کے متعلق کوئی بات نہ ہو تو بہتر ہے۔" اس نے حتمی انداز سے کہتے ہوئے بات ختم کی اور نیاز علی کو اندازہ ہو گیا کہ مہر علی کی زندگی سے اس عورت کو نکالنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے اور اس ناممکن کو ممکن کس طرح بننا تھا اس کا فیصلہ نیاز علی نے کرنا تھا جس کے لیے مناسب وقت کا انتظار اس کی مجبوری بن گیا۔

"فی الحال اس عورت کو مہر علی کی ضد نہ بنایا جائے۔" یہ نیاز علی کا حکم تھا جبکہ صدوری اور اس کے تمام بھائی بھی اس فیصلے سے متفق تھے وہ جان چکے تھے کہ مہر علی ضد میں آکر کچھ بھی کر سکتا تھا انہیں خدشہ تھا کہیں مہر علی جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ نہ کر دے۔

"ایسی عورتیں صرف دولت کی عاشق ہوتی ہیں۔" یہ نیاز علی کی رائے تھی۔

"کسی ایک مرد کے ساتھ ساری زندگی گزار دینا ان کے بس کی بات نہیں ہوتی مہر علی نہ سہی وہ مہر علی کو جلد ہی چھوڑ جائے گی اور ہمیں اسی وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔" وہ وقت آنے سے پہلے ہی قدرت نے دل ربا کو وہ پیش بہا

خزانہ عطا کر دیا جس کے لیے وہ کئی سالوں سے ترس رہی تھی اس کی سونی دھرتی پر رحمت کی وہ بارش برس گئی جس میں وہ سرتاپا بھیگ گئی اللہ نے اسے وہ معتبری بخشی جو اس سے قبل زندگی بھر اسے نصیب نہ ہوئی تھی اللہ نے اسے "ماں" کے رتبہ پر فائز کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس کی طبیعت کچھ دنوں سے خراب ہو رہی تھی کچھ کھانے کو دل نہ چاہتا۔ اگر جو کچھ کھا لیتی تو ہضم ہی نہ ہو پاتا یہ ہی وجہ تھی کہ آج وہ مہر کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے آئی ہوئی تھی ڈاکٹر نے معائنہ کے علاوہ اس کے کچھ ٹیسٹ بھی کیے اور پھر جو خبر اسے سنائی سن کر وہ دنگ رہ گئی اسے یقین ہی نہ آیا کہ جو کچھ ڈاکٹر نے بتایا ہے وہ درست ہے۔

"آپ پریگننٹ ہیں۔" یہ وہ خبر تھی جس نے دریہ کو چند لمحوں کے لیے ساکت کر دیا اور جب اسے ہوش آیا تو وہ خوشی سے رو ہی پڑی۔

"واقعی اللہ بہت مہربان ہے جو مجھ جیسے گناہ گار بندوں کو بھی نواز دیتا ہے۔" یہ وہ سوچ تھی جس کے زیر اثر اس دن شاید کئی سالوں بعد دریاب نے نا صرف نماز پڑھی بلکہ اللہ کے حضور دو نفل شکرانے کے بھی ادا کیے۔

اس دن وہ حقیقی معنوں میں بہت خوش تھی اور چاہتی تھی کہ اپنی یہ خوشی کسی سے شیئر کرے اور یقیناً "وہ شہرہ پارا کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو سکتا تھا شہرہ پارہ اس خبر کو سنتے ہی خوشی سے نہال ہو گئی۔

"میں جلد ہی تم سے ملنے آؤں گی اپنا خیال رکھنا۔" فون رکھنے سے قبل وہ اسے ہدایت کرنا نہ بھولی مہر علی اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتا اس سے شادی کے بعد وہ دوبارہ گاؤں جا چکا تھا جہاں اب کوئی بھی اس سے دریہ کی بابت کوئی ذکر نہ کرتا تھا پھر بھی جانے کیوں وہ یہ چاہتا تھا کہ یہ خبر اس کے خاندان تک نہ پہنچے لیکن اپنی اس کوشش میں وہ زیادہ عرصہ تک کامیاب نہ ہو سکا اور جلد ہی یہ خبر اس کے باپ اور گھر کے دیگر افراد تک پہنچ گئی جسے سنتے ہی ہر فرد ششدر رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے وہ دو ٹکے کی ناچنے والی ہماری بہن کے مقابل آ گئی اب حیا باختہ عورتیں شرفاء کا مقابلہ کریں گی۔" حبیب اللہ غصے کی شدت سے تلملا رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دل ربا کو گولی مار کر اس سارے قصے کو ہی ختم کر دیتا۔

"اگر اس عورت کا بیٹا ہو گیا تو۔" صدوری کا خدشہ اس کی زبان تک آ ہی گیا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا اب ہمیں ضرور ایسا کچھ کرنا ہو گا جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" یہ اس کا اپنا باپ تھا سگا باپ نیاز علی جس کے نزدیک بیٹے سے زیادہ زمین اہم تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ دل ربا کے ماں بننے کی صورت میں اس کی جائیداد دو حصوں میں تقسیم ہو اور یہ ہی بات صدوری کے بھائیوں کو پسند نہ تھی۔

☆ ☆ ☆

دروازے پر بیل ہو رہی تھی۔ اس کی طبیعت صبح سے بھی بہت خراب تھی سارا دن ہو گیا اسے الٹیاں کرتے ہوئے ابھی بھی وہ باتھ روم میں ہی تھی پتا نہیں باہر کون ہے؟ یہ وقت مہر علی کے گھر آنے کا نہ تھا ویسے بھی اس کے پاس داخلی گیٹ کی چابی موجود تھی جانے کون ہے؟ یہ سوچتی ہوئی وہ نڈھال سی واش روم سے نکلی اور بے دم سی بستر پر گر گئی۔

"بی بی جی بڑی مالکن اور فاطمہ بی بی آئی ہیں آپ سے ملنے۔" ایک دم دروازہ کھول کر گھبرائی ہوئی رضیہ اندر

داخل ہوئی اور آہستہ آواز میں بولی رضیہ کچھ عرصہ قبل مہر علی کے ساتھ گاؤں سے آئی تھی جسے وہ دریاب کی دیکھ بھال کے لیے لے کر آیا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ وہ ان دونوں عورتوں سے واقف تھی۔

"کون بڑی مالکن۔" اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں۔

"وہ جی صدوری بی بی مہر سائیں کی پہلی گھر والی۔" رضیہ کا تعلق مہر علی کے گاؤں سے ہی تھا۔ اس لیے پہچان کے سلسلے میں کوئی غلطی اس سے متوقع نہ تھی۔

"صدوری۔ وہ یہاں کیوں آئی ہے؟" دریہ نے سوچا ضرور مگر بولی نہیں۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" باہر جانے سے پہلے اس نے مہر علی کو فون کر کے اس کے گھر والوں کی آمد کی اطلاع دینا ضروری سمجھی اس کے نزدیک مہر علی کا باخبر ہونا ضروری تھا ویسے بھی اس وقت مہر علی کی گھر موجودگی بہت ضروری تھی وہ اکیلی ان عورتوں کا سامنا کرنے کی ہمت خود میں نہ پا رہی تھی۔

"جانے یہ عورتیں کس ارادے سے آئی ہیں۔" یہ ہی سوچتی ہوئی وہ خاموشی سے اٹھی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا تنقیدی جائزہ لیا وہ پہلی بار اپنے سسرال سے آئے کسی فرد کے سامنے جا رہی تھی بے شک آنے والی ہستی اس کی سوکن ہی تھی پھر بھی وہ ہر حال میں خود کو بہتر دیکھنا چاہتی تھی اس وقت وہ اسکن کلر کے شوکنگ پنک کڑھائی والے ملگجے سے سوٹ میں بھی خاص خوبصورت لگ رہی تھی ممتا کا نور اس کے چہرے پر حسن بن کر جھلک رہا تھا اچھی طرح مطمئن ہو کر اس نے پنک لپ اسٹک لگائی بال بنائے ڈریسنگ سے نکال کر اپنی چوڑیاں پہنیں وہ ہر حال میں مہر علی کی خاندانی بیوی سے بڑھ کر نظر آنا چاہتی تھی ہر طرح سے مطمئن ہو کر نہایت پر اعتماد چال چلتی وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

"السلام علیکم۔" سامنے بیٹھی عورت یقیناً" صدوری تھی جبکہ دوسری عورت یقیناً" مہر علی کی بڑی بہن تھی اس کی شکل کافی حد تک اپنے بھائی سے ملتی تھی۔

"ہائے میں صدقے جاؤں تم تو بہت خوبصورت ہو میرے اندازے سے کہیں بڑھ کر خوبصورت۔" صدوری نے اسے گلے لگا کر ماتھا چومتے ہوئے کہا اور یہ صورت حال اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھی کیا کوئی عورت اپنی سوکن سے اس طرح بھی مل سکتی ہے؟ وہ تو خود کو ایک مختلف صورت حال کے لیے تیار کر کے یہاں تک آئی تھی اسے یقین تھا مہر علی کی بیوی ضرور اس سے لڑنے جھگڑنے آئی ہوگی اس نے حیرت سے پہلے خود کو گلے لگا کر چومتی صدوری کو دیکھا اور پھر ذرا فاصلے پر بیٹھی اس عورت کو دیکھا جو ٹانگ پر ٹانگ دھرے بڑی نخوت سے اسے ہی تک رہی تھی اس کی آنکھوں میں لہراتی واضح نفرت و حقارت اسے دور سے بھی نظر آ رہی تھی۔

"میں نے تو جب سے سنا تم امید سے ہو' رہ نہ سکی' تم سے ملنے کو میرا دل تڑپ اٹھا تمہارا تو پہلا بچہ ہے پھر کوئی رشتے دار بھی قریب نہیں' جانے اس حال میں تم کس طرح رہتی ہوگی یہ ہی سوچ کر تم سے ملنے آ گئی آخر تم میرے سر کے سائیں مہر علی کے بچے کی ماں بننے والی ہو وہ بے شک مجھ سے محبت نہ کرے میں تو اس سے وابستہ ہر شے سے محبت کرتی ہوں مانو جس کو اس نے پیار سے دیکھا وہ شے میرے لیے معتبر ہو گئی۔" اپنے آنسو پونچھتی یہ عورت اسے مہر علی کی بتائے گئے تجزیہ سے قدرے مختلف لگی شاید مہر علی کو ہی کبھی اس کے پیار کا احساس ہی نہ ہوا ہو وہ یہ سوچ کر رہ گئی۔

"آپ بیٹھیں میں رضیہ کو دیکھوں کیا کر رہی ہے۔"

وہ مہر علی کی بہن کی نظروں سے قدرے خائف ہو کر بولی۔

"تم مجھے ادی یا آپا کہہ کر بلا سکتی ہو کیونکہ تم میری چھوٹی بہن جیسی ہی ہو اور رہنے دو رضیہ کو تم یہاں بیٹھو میرے پاس' اسے سب پتا ہے مہمانوں کی خاطر داری کس طرح کرتے ہیں وہ خود سب کچھ کر لے گی۔" "صدوری

نے اسے کندھوں سے تھام کر صوفے پر لا بٹھایا۔

"تم تو خود اتنی بیمار اور کمزور دکھ رہی ہو کہ لگتا ہے رضیہ تمہاری کوئی دیکھ بھال نہیں کرتی۔" دریہ نے بے اختیار اس عورت کی جانب دیکھا جس نے کالی کڑھائی والی بے حد خوبصورت چادر اوڑھ رکھی تھی ناک میں پڑی بڑی سی لونگ اس کے چہرے پہ اچھی لگ رہی تھی کچھ تو ویسے ہی وہ مہر سے عمر میں زیادہ تھی کچھ اس کے فربہی مائل جسم نے اس کی عمر میں کئی گنا اضافہ کر دیا تھا اور وہ کہیں سے بھی مہر علی جیسے بندے کی بیوی دکھائی نہ دے رہی تھی اس سب کے باوجود اس کی شخصیت بڑی بارعب نظر آ رہی تھی دریہ اطمینان سے بیٹھی اس کا بھرپور جائزہ لے رہی تھی جبکہ وہ اپنے ساتھ لایا ہوا مختلف سامان رضیہ اور سکینہ کی مدد سے اٹھوا کر کچن میں رکھوا رہی تھی کہ یک دم باہر کا دروازہ کھول کر مہر علی اندر داخل ہوا' اور اندر داخل ہوتے ہی سامنے دکھائی دینے والے منظر نے اسے حیران سا کر دیا وہ جانے کیا کیا قیاس آرائیاں کرتا ہوا بڑی گھبراہٹ کے عالم میں گھر تک پہنچا تھا یہاں تک کہ باہر گاڑی میں موجود ڈرائیور سے بھی اس نے سلام دعا تک نہ کی تھی وہ تو اپنے گھر میں ایک معرکہ کا تصور کرتا ہوا داخل ہوا تھا لیکن سامنے دکھائی دینے والے منظر نے اس کی پریشانی کو یک لخت ختم کر دیا اور وہ کافی حد تک پرسکون دکھائی دینے لگا۔

"سلام ادی۔" صدوری پر ایک نظر ڈال کر وہ فاطمہ کے سامنے جا کھڑا ہوا بھائی کو سامنے دیکھتے ہی فاطمہ تمام گلے شکوے بھلا کر کھڑی ہو گئی اور نہایت محبت سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"کیسے ہو میرے بھائی تمہیں تو دیکھنے کو ہماری آنکھیں ہی ترس گئیں۔ گاؤں آتے ہو تو کبھی بہنوں کی خیریت پوچھنے ان سے ملنے بھی آ جایا کرو۔" اور وہ جواب میں ان کے رویہ اور ناراضی پر کوئی جوابی شکوہ نہ کر سکا اس کی بہن سب کچھ بھلا کر اس کے گھر آئی تھی۔ اس خوشی سے بڑھ کر مہر علی کے لیے کوئی دوسری بات نہ تھی۔

"کچھ کھانے کا انتظام کیا ہے۔" بہن کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اس نے دریہ سے دریافت کیا۔

"ہاں رضیہ کو میں نے سب سمجھا دیا ہے وہ بنا رہی ہے اسے پریشان نہ کرو۔" صدوری کا جواب اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھا آج تک جس صدوری سے وہ واقف تھا یہ صدوری اس سے سو فیصد مختلف تھی۔

"کھانا لگواؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" وہ دریہ کی جانب دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی اچھا۔" اور پھر جلد ہی رضیہ نے کھانا تیار کر لیا مچھلی اور ساگ صدوری گاؤں سے لائی تھی اس کے علاوہ بریانی اور چکن کا سالن اس نے فٹافٹ تیار کر لیا جبکہ کباب پہلے سے فریزر میں موجود تھے نہایت ہی خوشگوار ماحول میں رات کا کھانا کھایا گیا صدوری گاؤں سے بہت ساری سوغات دریہ کے لیے لائی تھی جس میں بہت خوبصورت کڑھائی والے سوٹ' گرم شال اور کھانے پینے کا بے شمار سامان شامل تھا۔ اس کے پیار بھرے رویے نے دریہ کو بہت متاثر کیا اور اسے خود سے بے حد شرمندگی محسوس ہونے لگی اسے اپنا وجود مہر علی اور صدوری کے درمیان حائل ایک دیوار کی مانند لگنے لگا۔

"میرے آنے سے قبل ان دونوں کے تعلقات کون سے بہتر تھے۔" اس احساس نے اس کی شرمندگی کے اثر کو زائل کر دینے کی کوشش کی ابھی وہ کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ حسیب اللہ آ گیا۔

دریہ نے کھانا نہیں کھایا تھا کیونکہ اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیے وہ قریب ہی صوفے پر نیم دراز تھی جیسے ہی حسیب اللہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا وہ یک دم اٹھ بیٹھی اور اپنا ڈوپٹا درست کر کے اوڑھ لیا۔

"سلام ولی ربا جی کیسی ہو آپ۔" وہ بڑے انداز سے کہتا ہوا اس کے پاس ایسے آیا جیسے اسے صدیوں سے جانتا ہو اس کی اس حرکت نے دریہ کو جی بھر کر شرمندہ کیا اسے ایک دم ہی اپنا گزرا ماضی یاد آ گیا۔ یقیناً "یہ مجھ سے واقف ہے ورنہ مجھ سے اتنی بے تکلفی نہ برتتا۔ شہرت کا جنون' ایک دقیق دیوانگی اس کا ایسا گزرا ہوا کل تھا جو کہیں

نہ کہیں اس سے آکر ٹکرا ہی جاتا تھا اس سے نگاہیں ہی نہ اٹھائی گئیں۔

"اس کا نام دل ربا نہیں دریاب ہے دریاب مہر علی۔" اس کے منہ سے لفظ دل ربا مہر علی کو کس قدر ناگوار گزرا تھا اس کا احساس دریہ کو مہر علی کے لہجے سے ہی ہو گیا تھا وہ ایک دم ہی جی اٹھی اس کی آنکھیں احساس تشکر سے بھر گئیں اس نے نظر اٹھا کر مہر علی کی جانب دیکھا جو لب بھینچے حسیب اللہ کو تک رہا تھا۔

"اوہ دریاب علی لیکن ہم نے تو دل ربا سنا تھا چلیں ہو سکتا ہے ہمیں ہی سننے میں غلط فہمی ہو گئی ہو۔" اپنے مذاق پر خود بھی لطف اندوز ہو کر وہ کھلکھلا کر ہنس دیا اور مہر علی محض خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا سچ ہے اس معاشرے میں مرد کچھ بھی کرے کوئی سوال نہیں کرتا لیکن عورت کا ماضی ساری عمر اس کے لیے کس طرح ایک طعنہ بن جاتا ہے یہ ہر گز رتا دن دریہ کو احساس دلاتا تھا پچھتاوے ناگ بن کر اسے ڈستے تھے کاش.....

"دریہ تم اندر جاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" مہر علی غالباً اس کی اندرونی کیفیت بھانپ چکا تھا حسیب اللہ کی موجودگی میں وہ خود کو خاصا بے چین محسوس کر رہی تھی اسی لیے بنا کوئی جواب دیئے خاموشی سے اٹھ کر اندر چلی گئی صدوری اور فاطمہ اس سے مل کر جلد ہی گاؤں واپس چلی گئیں اور جاتے جاتے صدوری نے پھر آنے کا وعدہ بھی کر لیا۔

☆ ☆ ☆

پھر وقتاً فوقتاً صدوری نے کئی چکر دریاب کے گھر کے لگائے یہاں تک کہ ایک دفعہ تو وہ اسے بے حد اصرار سے اپنے ساتھ گاؤں بھی لے گئی جہاں جاتے ہوئے دریہ بے حد گھبرا رہی تھی لیکن مہر علی کے ساتھ نے اسے تقویت بخشی وہ جو بے انتہا خدشوں میں گھری مہر علی کی آبائی حویلی آئی تھی یہاں کے لوگوں کا خلوص دیکھ کر جلد ہی ان اندیشوں سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی جو اس کے دل میں سر ابھار رہے تھے اس دن جب انہوں نے شہر واپس آنا تھا اچانک ہی حسیب اللہ مہر علی سے ملنے حویلی آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی دریہ گھبرا سی گئی اسے لگا وہ یقیناً اس شخص سے پہلے بھی مل چکی ہے لیکن کہاں؟ یہ ایک ایسا سوال تھا جس پر زیادہ غور و خوض کر کے وہ مزید شرمندگی کی دلدل میں نہیں دھنسنا چاہتی تھی لیکن جلد ہی اس کے خیال کی تردید ہو گئی حسیب اللہ کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہ تھی اور یہ بات یقیناً اس کے لیے باعث اطمینان تھی۔

صدوری چاہتی تھی کہ اپنی ڈلیوری کے ایام دریہ حویلی میں رہ کر گزارے لیکن جانے کیوں مہر علی اس بات پر آمادہ نہ تھا شاید وہ اپنے گھر والوں پر ابھی تک اعتبار نہ کر سکا تھا اسے سب سے زیادہ حیرت اپنے باپ کے رویے پر تھی جو دریہ سے اس طرح ملا جس طرح پیار و محبت سے وہ صدوری سے ملتا تھا دریہ کے بارے میں کہے گئے الفاظ لگتا تھا جیسے کسی اور شخص کی زبان سے ادا ہوئے ہوں کم از کم مہر علی اپنے باپ کو ضرور جانتا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ کم تر لوگوں کو کبھی منہ لگانے کے قابل نہیں سمجھتا چاہے وہ دولت میں کم تر ہوں یا عزت میں اور ایسے میں دریہ سے اس کا رویہ مہر علی کو خاصا الجھا گیا یہ ہی وجہ تھی کہ سب کے بے حد اصرار پر بھی وہ دریہ کو دو دن رہ کر اپنے ساتھ ہی کراچی واپس لایا ویسے بھی یہ ہدایت اسے شہر پارا نے گاؤں جانے سے قبل کی تھی کہ وہ دریہ کو اکیلا چھوڑ کر نہ آئے وہ کچھ خوف زدہ تھی اور اپنا یہ ہی خوف اس نے مہر علی کے اندر بھی منتقل کر دیا منع تو اس نے دریہ کو بھی کیا تھا کہ وہ صدوری سے زیادہ تعلقات استوار نہ کرے بقول اس کے سوکن کی مثال اس ناگن کی سی ہے جس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا لیکن جانے کیوں دریہ نے ہر طرف سے اپنے کان بند کر رکھے تھے اس پر صدوری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ جب سے گھر آیا تھا کچھ پریشان سا لگ رہا تھا الجھا الجھا کچھ سوچتا ہوا بڑی بے دلی سے تھوڑا سا کھانا کھایا اور اب بھی سامنے چائے کا کپ رکھے جانے کیا سوچ رہا تھا بظاہر تو اس کی نگاہیں ٹی وی اسکرین پر مرکوز تھیں لیکن دریہ جانتی تھی کہ اس کا دھیان کہیں اور ہے۔

"کیا بات ہے مہر آپ کچھ پریشان سے لگ رہے ہیں۔"

بالآخر اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ پوچھ ہی بیٹھی حالانکہ کسی بھی بات کی تفتیش اور کرید کرنا اب اس کی عادت نہ رہی تھی۔

"آں.....ہاں کچھ نہیں۔" وہ یکدم چونک اٹھا اور خالی خالی نظروں سے دریہ کی جانب تکنے لگا۔

"آپ نہ بتانا چاہیں تو آپ کی مرضی۔" وہ کندھے اچکاتی آگے بڑھی اور مہر علی کے سامنے دھرا ٹھنڈی چائے کا کپ اٹھا لیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب مہر علی نے یہ چائے نہیں پینی مہر علی خاموشی سے اس کی جانب تکتا رہا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اس کے واپس پلٹتے ہی مہر علی سے نہ رہا گیا اور ایک دم ہی اس کا آنچل تھام کر روک لیا۔

"دوسری چائے بنا لاؤں۔"

"ناراض ہو گئی ہو۔" وہ اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

"نہ مہر بھلا میں آپ سے ناراض ہو کر زندہ رہ سکتی ہوں۔"

جانے کیا ہوا دریہ کی آنکھیں ایک دم ہی آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"آپ تو میرے سر کے سائیں ہیں آپ ہی سے تو میری پوری دنیا آباد ہے نہ مہر میں آپ سے ناراض نہیں ہو سکتی میں تو دوسری چائے بنانے جا رہی ہوں آج رضیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ جلدی سو گئی تھی۔" اس نے گیلی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رہنے دو چائے یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" مہر علی نے چائے کا کپ دریہ کے ہاتھ سے لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور اسے تھام کر صوفے پر لا بٹھایا اور خود بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"بات یہ ہے دریہ۔" وہ پل بھر کو رکا اور اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی جو نہایت معصومیت سے اس کی جانب تک رہی تھی۔

"کون کہہ سکتا ہے یہ لڑکی ماضی کی اسٹیج ڈانسر رہ چکی ہے ایک غلاظت بھری دلدل میں ڈوب کر ابھرنے والی' یہ تو آج بھی ویسی ہی پاکیزہ اور معصوم ہے عام لڑکیوں جیسی ایک لڑکی۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر دریہ کی جانب دیکھا جو منتظر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"دراصل بابا جان کا چیک اپ ہے جس کے لیے انہوں نے ابروڈ جانا ہے۔" بات کرتے کرتے اس نے دریہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"پہلے بھائی منصور ان کے ساتھ جاتے تھے لیکن اب انہوں نے اپنی ذاتی مصروفیات کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا ہے وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ وہ تم اچھی طرح جانتی ہو اسی طرح حبیب اور حسیب اللہ نے بھی منع کر دیا ہے اب ظاہر ہے ان کے ساتھ چیک اپ کے لیے کسی کو تو جانا ہی ہے اور میرے سوا کون ایسا ہے جو بابا جان کے ساتھ جائے اسی سلسلے میں شام ان کا فون آیا تھا۔" اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگاتا ہوا مہر علی آہستہ آہستہ تمام تفصیل بتا گیا۔

"تو اس میں اتنی پریشانی والی کیا بات ہے۔" دریہ ابھی بھی اس کی پریشانی کا سبب جان نہ پائی۔

"اس حال میں تمہیں اکیلا چھوڑنے پر میرا دل آمادہ نہیں ہو رہا تمہارے پاس کم از کم کسی ایک مرد کا ہونا ضروری ہے اگر خدانخواستہ تمہیں آدھی رات کو کوئی پرابلم پیش آ جائے تو تم دونوں عورتیں کیا کرو گی بس یہ ہی

سوچ کر میں پریشان ہوں گاڑی اور ڈرائیور کا ہر وقت تمہارے پاس رہنا ضروری ہے۔" وہ دریہ کے ماتھے سے بال ہٹاتا ہوا بولا۔

"بات یہ ہے کہ دریہ میں اپنے گاؤں کے کسی بھی بندے پر بھروسہ نہیں کر سکتا' یہ ہی وجہ ہے کہ میں حویلی کے کسی بھی بندے کو یہاں تمہارے پاس اکیلا نہیں چھوڑ سکتا' بظاہر میری ہمدردی کا دم بھرنے والے لوگ بھی اصل میں میرے باپ اور سالوں کے غلام ہیں' ان کے اشاروں پر ناچنے والے' دم ہلاتے کتے۔" وہ کسی قدر نفرت اور حقارت سے بولا۔

"میرا خیال ہے تم مما سے بات کرو' اگر وہ کچھ دن آ کر رہ لیں تو میری تسلی ہو جائے گی۔"

"چلیں ٹھیک ہے میں بات تو کر لوں گی' لیکن مجھے امید نہیں ہے کہ وہ آسکیں" اور پھر دریہ کا اندیشہ درست ثابت ہوا' شہریار نے اپنی بیماری کے سبب آنے سے انکار کر دیا' کیونکہ وہ سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی تھی۔

"ایسا کرو تم میرے پاس آجاؤ۔" پارو کو اس سے بہتر کوئی حل نہ سوجھا۔

"نہیں مما جب اس گھر کے لوگ مجھے زندہ دفنا چکے تو میں کیوں سامنے آکر ان کی رسوائی کا سبب بنوں۔" اسے اچانک ہی ولید کی کہی بات یاد آگئی۔

"چلیں اللہ مالک ہے' خود ہی کوئی بندوبست ہو جائے گا۔" کچھ دیر ادھر ادھر کی بات کر کے اس نے فون بند کر دیا۔

"ایسا کرو تم میرے ساتھ گاؤں آجاؤ' پندرہ دن کا تو مسئلہ ہے پھر تو مہر علی نے آ ہی جانا ہے۔" صدوری اکثر و بیشتر ہی دریہ کو فون کرتی اور گھنٹوں لمبی لمبی گفتگو کیا کرتی' جس میں زیادہ تر وہ اپنی نندوں کے شکوے بیان کرتی جن کی عیاریوں سے وہ ہمیشہ ہی خائف رہتی' جبکہ دریہ صرف ہوں ہاں ہی کرتی' کیونکہ اس کا واسطہ ابھی تک نند نامی اس رشتے سے کھل کر نہ پڑا تھا' اسے کبھی کبھی صدوری کی باتیں سن کر احساس ہوتا کہ نندوں کی بے اعتنائی اور بہن کی غیر موجودگی نے اسے دریہ کے قریب کر دیا تھا۔ وہ شاید اپنا اور دریہ کا رشتہ بھی فراموش کر بیٹھی تھی یہ ہی وجہ تھی کہ جیسے ہی اسے دریہ کا مسئلہ پتا چلا فوراً فون کر کے اسے گاؤں آنے کی آفر دے ڈالی۔

"تم بہت سیدھی ہو دریہ تم صدوری کو کبھی نہیں جان سکتیں۔"

"جانے کیوں آپ ادی سے اتنی نفرت کرتے ہیں' وہ تو بہت اچھی ہیں' نرم خو اور مجھ سے محبت کرنے والی۔" دریہ بات کرتے کرتے رکی اور مہر علی کی جانب دیکھا۔

"چلیں میں ادی کو منع کر دیتی ہوں' پھر آپ بتائیں میں کہاں جاؤں' میرا کون سا میکا ہے جو مجھے اپنی آغوش میں چھپا لے گا' مہر علی خود سوچیں میں اکیلی کیسے رہوں گی۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے۔" مہر علی نے اس کے تھکے تھکے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔

"چلو تم تیار ہو جاؤ میں تمہیں اور رضیہ کو آج ہی گاؤں لے جاؤں گا' وہاں اپنا بہت خیال رکھنا' رات کو اچھی طرح دروازہ بند کر کے سونا' یاد رکھنا اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھو گی تو ہی فائدے میں رہو گی' ورنہ تم ہماری حویلی کی روایات کو نہیں جانتیں میری جان کسی دھوکے میں نہ آنا' اپنا بہت خیال رکھنا۔" جانے کون سی بات مہر علی کو دہلا رہی تھی اور مہر علی کی باتیں اسے الجھا رہی تھیں۔

"بھلا مجھے کوئی کیا دھوکہ دے گا۔" اس نے سوچا ضرور' لیکن مہر علی سے پوچھا نہیں اور پھر اسی رات اسے گاؤں چھوڑ کر بہت سی ہدایات دیتا ہوا مہر علی ابروڈ کے لیے روانہ ہو گیا' جہاں سے واپس تو اسے پندرہ دن بعد آجانا تھا' لیکن بابا جان کے کچھ کام کی وجہ سے اس کا قیام ایک ہفتہ مزید بڑھ گیا' دریہ کے بغیر ایک ایک پل اسے صدیوں کا زمانہ محسوس ہو رہا تھا' آنے سے تین دن قبل اس نے دریہ کو فون کیا تو وہ بے حد خوش تھی۔ صدوری نے اس کا

بہت خیال رکھا تھا' بالکل اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح۔

"مہر جب واپس آؤ تو جو کچھ میرے لیے لاؤ' ادی کے لیے بھی ضرور لے کر آنا۔" فون رکھتے رکھتے وہ اسے تاکید کرنا نہ بھولی۔

"شاید میں ہی صدوری کو نہ سمجھ سکا۔" پل بھر کو اسے افسوس ہوا' صدوری کے سلسلے میں لگائے گئے اس کے تمام اندیشے غلط ثابت ہوئے' دریہ کی خوشی نے اسے بھی اندر تک مطمئن کر دیا۔

☆ ☆ ☆

دو دن بعد مہر علی نے آنا تھا وہ بہت خوش تھی ایک' ایک پل اسے گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ دل چاہتا وقت پر لگا کر اڑ جائے اور مہر علی اس کے سامنے آ کھڑا ہو' ابھی بھی مہر علی سے ملنے کے لیے درمیان میں اڑتالیس گھنٹوں کا وقت حائل تھا۔ صدوری اس کی یہ بے قراری کب سے نوٹ کر رہی تھی۔ لیکن کچھ بول نہ پائی' کیونکہ اس وقت اس کا ذہن بہت الجھا ہوا تھا۔ حسیب اللہ نے آج ہی رضیہ کو اس کے گھر واپس بھیج دیا تھا' جس کا علم دریہ کو نہ تھا' وہ تو اپنی خوشی میں مگن حویلی والوں کے بدلے رویے بھی نہ جانچ سکی' اسے پتا ہی نہ چلا کہ پندرہ دن میں ایک بار بھی حویلی نہ آنے والی اس کی نندیں آج صبح سے وہاں کیوں موجود ہیں؟ وہ تو مہر علی کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے میں ہی موجود تھی' اسے کیا خبر تھی کہ اس کا کمرا ہی اس کی قتل گاہ بننے والا ہے۔

مہر علی کے بدترین اندیشے درست ثابت ہونے والے تھے' اس کے گرد ملک الموت کا پھیلایا جانے والا جال کس دیا گیا تھا۔ کاش وہ مہر علی کی بات مان لیتی' لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے تو بالکل درست کہتے ہیں۔ دریہ نے اپنا وہ بیگ کھولا ہوا تھا جس میں صدوری نے ڈھیروں ڈھیر چھوٹے چھوٹے کپڑے ڈال کر بھر دیا تھا' وہ سارے کپڑے بیڈ پر پھیلا کر بیٹھی تھی' صرف دو ماہ بعد اس کا سب سے بڑا خواب پورا ہونے والا تھا۔ وہ ماں بننے والی تھی' دنیا کی سب سے بڑی اور سچی خوشی اس سے محض چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ماں بنتے ہی سب سے پہلے مہر علی کے ساتھ جا کر ارم سے ملے گی اور اپنی تمام غلطیوں' نافرمانی اور کوتاہیوں کی معافی مانگے گی' جیسے جیسے ولادت کا وقت قریب آ رہا تھا اس کا دل عجیب سی کیفیات میں گھرتا جا رہا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے ماں' باپ کا دل دکھا کر گناہ کبیرہ کیا ہے۔

"بس میرے اللہ مجھے خیریت سے فارغ کرنا' میں ضرور اپنے ماں' باپ سے معافی مانگوں گی۔" دل ہی دل میں پختہ ارادہ کرتی وہ بستر پر نیم دراز ہو گئی کہ ایک دم ہی اس کے نتھنوں میں پیٹرول کی تیز بو آئی' جس کی شدت سے اس کا دل متلا گیا' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے؟ شاید جنریٹر میں پیٹرول ڈالا گیا ہے۔" اس کے کمرے کی کھڑکی باہر گیلری میں کھلتی تھی جہاں ایک عدد جنریٹر رکھا ہوا تھا' اس خیال کے آتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اسے متلی سی محسوس ہو رہی تھی۔ باتھ روم جانے کے لیے وہ کھڑکی کے پاس سے گزری تو اچانک ہی کھڑکی کی گرل سے کسی نے اس پر سیال پھینکا بدبو مزید تیز ہو گئی' وہ سر سے پاؤں تک بھیگ گئی۔

"پیٹرول....." اسے یہ بدبو اپنے کپڑوں سے آئی۔

"یہ مجھ پر پیٹرول کس نے ڈالا ہے۔" وہ یک دم گھبرا گئی' ایک لمحے کے ہزارویں پل میں ہی اس کی چھٹی حس نے اسے کسی خطرے کا احساس دلا دیا' وہ متلی کرنا بھول گئی اور پلٹ کر دروازے کی طرف بھاگی' دروازہ کھلا ہوا تھا' وہ باہر نکل آئی' دالان میں کوئی نہ تھا' جانے کیوں وہ مزید خوف زدہ ہو گئی' اپنے وجود کو گھسیٹتی ہوئی وہ بمشکل باہر کی طرف بھاگی' جہاں صحن میں سب ہی جمع تھے' وہ بھاگتے بھاگتے صدوری کے سامنے جا کھڑی ہوئی جو بڑی خاموشی سے اس کی جانب تک رہی تھی۔

"ادی۔۔۔ ادی۔" اس کی سانس پھول گئی' اس سے بات کرنا دشوار ہو گیا' اسے لگا وہ ابھی گر جائے گی اس کے قدموں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔

"یہ مجھ پر کسی نے پیٹرول پھینکا ہے۔" وہ اٹک اٹک کر اپنی بات مکمل کر گئی۔

"کسی نے نہیں میں نے پھینکا ہے؟" ایک سفاک آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی' اس نے پلٹ کر دیکھا یقیناً" وہ حسیب اللہ تھا ہاتھ میں تیل کا ڈبا اٹھائے ہوئے اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی کوئی وضاحت طلب کرتی' اس نے ڈبے کا سارا تیل اس کے قریب فرش پر گرا دیا' وہ جیسے ہی آگے بڑھی سلپ ہو گئی اور گرتے گرتے اس نے صدوری کے ہاتھوں میں ماچس کی ڈبیا دیکھ لی' وہ ہراساں ہو گئی' اسے صدوری کی آنکھوں میں اپنے لیے واضح نفرت اور درندگی جھلکتی نظر آ رہی تھی' اور یہ ہی نفرت اور سفاکی اس سے کچھ دور کھڑے تمام افراد کے چہروں پر درج تھی' اس کی ٹانگوں میں جان ہی نہ رہی' وہ اٹھ کر کھڑی بھی نہ ہو سکی' جب اس نے ماچس کی تیلی کو اپنے جانب بڑھتے دیکھا' اس کے حلق سے نکلنے والی دلدوز چیخ نہایت ہی بھیانک اور دردناک تھی جو اس حویلی کی اونچی اونچی دیواروں میں گھٹ کر دم توڑ گئی۔

☆ ☆ ☆

اس سے پہلے کہ بچھڑ جائیں گے
دو قدم اور مرے ساتھ چلو
ابھی دیکھا نہیں جی بھر کے تمہیں
ابھی کچھ دیر مرے پاس رہو
مجھ سا پھر کوئی نہ آئے گا یہاں
روک لو مجھ کو اگر روک سکو

جانے کب کا آیا ہوا دریہ کا میسج مہر علی کئی بار پڑھ چکا تھا لیکن ہر بار پڑھنے پر وہ اسے نیا ہی محسوس ہوتا اور اس کا دل دریہ کی محبت سے سرشار ہو جاتا کراچی ایئر پورٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے ایک بار پھر دریہ کو فون کیا جانے کیوں پچھلے دو دن سے اس کا موبائل آف تھا جبکہ وہ جانتی تھی کہ آج مہر علی نے آنا ہے پھر فون کیوں آف ہے۔؟ اسی سوچ نے اسے پریشان کر رکھا تھا جبکہ بابا جان کی موجودگی میں اپنی پریشانی وہ ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔

"ہو سکتا ہے بیٹری ختم ہو گئی ہو یا شاید فون ہی خراب ہو گیا ہو۔" اس خیال سے اس نے اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی لیکن جانے کیوں پچھلے دو' تین دنوں سے اس کا دل گھبرا رہا تھا پورے پندرہ دن اس نے روزانہ دریہ سے بات کی تھی اگر بابا جان کی مصروفیت کے سبب وجہ فون نہ کرپاتا تو دریہ خود کر لیتی لیکن ان پچھلے دو دنوں سے دریہ نے اس سے رابطہ ہی نہ کیا تھا اور یہ ہی بات اس کی پریشانی بڑھانے کا سبب بن رہی تھی باہر غلام رسول گاڑی لے کر ان کا منتظر تھا وہ چاہتا تھا کہ بابا جان کے ساتھ اسی وقت گاؤں روانہ ہو جائے لیکن بابا جان بے حد تھکے ہوئے تھے لندن سے کراچی تک کے سفر نے انہیں تھکا دیا تھا یہ ہی وجہ تھی کہ وہ رات مہر علی کے فلیٹ پر گزار کر صبح روانہ ہونا چاہتے تھے اور مہر علی ان کی حکم عدولی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا ورنہ اس کے لیے تو اب ایک پل بھی دریہ کے بغیر گزارنا دشوار تھا گھر جاتے ہی نہا دھو کر فریش ہونے کے بعد اس نے ایک بار پھر دریہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ جو ممکن نہ ہو سکا بے شک وہ بہت تھکا ہوا تھا لیکن دریہ کی یاد نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

صبح سویرے ہی بائی روڈ وہ اپنے گاؤں کی جانب روانہ ہو گیا پانچ گھنٹوں کا یہ سفر اسے پانچ صدیاں محسوس ہو رہا تھا لیکن جانے کیا بات تھی جیسے جیسے گاؤں قریب آ رہا تھا مہر علی کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ شاید وہ اب کبھی دریہ کو نہ دیکھ سکے گا۔ اس عرصہ میں اس نے کئی بار دریہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن لا حاصل اس کا رابطہ حسیب اللہ سے ضرور ہوا لیکن وہ دریہ کے متعلق کوئی سوال نہ کر سکا۔ جیپ حویلی کی چار

دیواری میں اندر داخل ہوئی تو حویلی کی چہل پہل معمول سے کچھ زیادہ تھی وہ اندر کی جانب بڑھا دالان میں بچھی دریوں پر بیٹھی عورتوں میں دریہ نہ تھی۔

"دریہ کہاں ہے؟" بالآخر اس سے صبر نہ ہو سکا اس نے صدوری سے سوال کیا جو ابھی ابھی بابا جان کو کمرے میں پہنچا کر واپس آئی تھی اور صدوری کے جواب نے مہر علی کے حواس پر بجلیاں گرا دیں اسے حویلی کے در و دیوار خود پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے صدوری کی دی ہوئی خبر نے مہر علی کو ہوش و حواس سے مکمل طور پر بے گانہ کر دیا۔

"دریہ کا سوئم....." یہ خبر تھی یا کوئی بم دھماکہ جس نے مہر علی کے پرخچے اڑا دیئے اور پھر جو وہ بے ہوش ہو کر گرا تو پورا ایک ہفتہ لگا اسے مکمل طور پر ہوش میں آنے کے لیے۔

☆ ☆ ☆

جانے کیوں آج صبح سے ہی شہر پارا کا دل بہت بے چین تھا کبھی وہ اوپر جاتی کبھی نیچے ارم کے پاس آجاتی لیکن اسے کہیں بھی سکون نہ مل رہا تھا سمرن شاہ ویز اور بچوں کے ساتھ اسلام آباد گئی ہوئی تھی جبکہ ولید بھی ان کے ساتھ ہی تھا فاریہ اور سادیہ سے اس کی ویسے بھی کبھی نہ بنی تھی لے دے کر ارم ہی تھی جس کے پاس وہ کچھ دیر جا کر بیٹھ جاتی تھی۔

"سمرن نے کب آنا ہے؟" کبھی سمرن کے لیے اتنی بے قراری اس کے لہجے میں نہ آئی تھی جانے کیا بات تھی جو آج اسے سمرن کا بے چینی سے انتظار تھا یہ بات ارم نے محسوس تو کی لیکن کچھ بولی نہیں۔

"میرا خیال ہے کل تک آجائیں گے آپ کو کوئی کام ہے اس سے۔" ارم غور سے شہر پارا کو دیکھتے ہوئے بولی جس کے چہرے پر چھائی بے چینی کسی انہونی کا پتا دے رہی تھی۔

"آں..... ہاں کچھ نہیں وہ اصل میں دریاب کا فون پچھلے کچھ دنوں سے مسلسل بند ہے بس اسی لیے میرا دل ہول رہا ہے۔" دل کا خدشہ زبان تک آ ہی گیا۔

"ہو سکتا ہے اس نے نمبر تبدیل کر لیا ہو۔" ارم اطمینان سے کہتی کپڑے تہہ کرتی رہیں۔

"اس کے میاں سے پوچھ لیں اس کا نمبر بھی تو ہو گا آپ کے پاس۔"

"نمبر تو ہے لیکن وہ یہاں نہیں ہے لندن گیا ہوا ہے۔ دریہ بھی گاؤں اپنی سسرال میں ہے میں نے تو منع بھی کیا تھا نہ سوکن پر اعتبار کرنہ جا گاؤں میرا دل نہیں مان رہا لیکن اس نے کبھی کسی کی سنی ہو جو اب سنتی اسے تو ہمیشہ سے عادت رہی ہے اپنی من مانی کرنے کی جو دل میں آیا صرف وہ ہی کیا۔" ساری تفصیل بتاتے بتاتے شہر پارا کی آواز بھرا سی گئی اور وہ خاموشی سے اٹھ کر اوپر چلی گئی جبکہ ارم حیران سی اسے پیچھے تک دیکھتی رہیں اور پھر جلد ہی شہر پارا کی بے چینی کا راز سب پر کھل گیا۔

☆ ☆ ☆

سمرن آگئی تھی ابھی ابھی وہ اپنے کپڑے وغیرہ الماری میں رکھ کر فارغ ہوئی تھی شہر پارا دو تین چکر لگا کر جا چکی تھی وہ جب بھی آتی سمرن کو مصروف دیکھ کر بنا کچھ کہے خاموشی سے پلٹ جاتی لیکن سمرن اس کی بے چینی بھانپ چکی تھی تیسری بار جب وہ اوپر آئی تو سمرن پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"کیا بات ہے امی کوئی کام ہے آپ کو مجھ سے۔"

"ہاں ذرا دریاب کا تو پتا کر دو گاؤں سے آئی ہے کہ نہیں اس کا موبائل بند ہے گھر کا فون بھی کوئی نہیں اٹھا رہا۔" شہر پارا کے لہجے کا خوف سمرن کو بھی محسوس ہو چکا تھا۔

"جب اس کا فون ہی بند ہے تو کیسے پتا کروں۔" سمرن کی بات سنتے ہی شہر پارا نے ایک چھوٹی سی ڈائری اس کی سمت بڑھائی۔

"اس میں مہر کا نمبر ہے ملا کر دیکھو شاید وہ باہر سے آگیا ہو۔"
مہر علی نے دوسری ہی بیل پر فون ریسیو کر لیا اس نے جیسے ہی شہر پارا کی آواز سنی بلک بلک کر رو دیا اس کا رونا شہر پارا کو کسی انہونی کا احساس دلا رہا تھا وہ مزید خوف زدہ ہو گئی۔
"مما دریہ اب ہم میں نہیں رہی چلی گئی ہے مجھے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ کر دریہ مر گئی مما۔" الفاظ تھے یا کوئی بم جو شہر پارا کو اپنے گرد بلاسٹ ہوتا محسوس ہوا اس کے ہاتھ سے فون ہی گر گیا جبکہ اسے آگے بڑھ کر سمرن نے سنبھال لیا۔
"کیا ہوا امی خیریت تو ہے؟" وہ گھبرا اٹھی۔ اس سے پہلے کہ شہر پارا کوئی جواب دیتی اس کا فون پھر بج اٹھا دوسری طرف یقیناً مہر علی تھا۔ سمرن نے فوراً فون ریسیو کیا اس سے قبل کہ وہ "ہیلو" کہتی مہر علی کی کرلاتی آواز ائیر پیس سے ابھری۔
"میں لندن سے آیا تو مجھے پتا چلا دریاب جل گئی ہے مما میرے گھر والوں کا کہنا ہے کہ رضیہ کی غیر موجودگی کی بنا پر وہ بغیر کسی سے کہے چائے بنانے کچن میں گئی تھی جہاں شاید چولہا کھلا رہنے کے سبب گیس بھر چکی تھی ماچس جلاتے ہی اسے آگ نے پکڑ لیا رات زیادہ تھی اس لیے اس کی چیخ و پکار پر جب تک سب پہنچے وہ نوے فیصد جل چکی تھی وہ جل گئی مما اس کا جسم جل کر کوئلہ ہو گیا اور میں کچھ نہ کر سکا۔" وہ بلک بلک کر رو رہا تھا سمرن حیرت سے گنگ رہ گئی اس کے منہ سے کوئی لفظ ہی نہ نکلا وہ دکھ اور غم کی شدت سے مہر علی سے یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ دریاب تو چائے ہی نہ پیتی تھی پھر وہ کیوں کچن میں گئی۔؟
اس سے ملنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ چائے پینا تو درکنار اس نے تو کبھی خود سے اٹھ کر چولہا جلانے کی بھی زحمت نہ کی تھی کیونکہ وہ حد درجہ کام چور اور کاہل تھی اور پھر اس حالت میں' اتنی خرابی طبیعت کے باوجود کیا مجبوری تھی جو دریاب کو آدھی رات کو کچن میں لے گئی۔ اتنے ملازمین کے ہوتے ہوئے وہ کیوں کچن میں گئی لیکن مہر علی کی مخدوش حالت کے پیش نظر وہ کچھ نہ بول سکی اس سے قبل کہ وہ خاموشی سے فون رکھ دیتی مہر علی کی آواز پھر سنائی دی اس کی آواز کا کرب سمرن کا دل ہولا رہا تھا۔
"میں نے سمجھایا تھا کہ میرے گھر والے قابل اعتبار نہیں مگر وہ نہ مانی کیونکہ وہ کبھی کسی کی نہ مانتی تھی اس نے صدوری پر بھروسہ کیا' صدوری سے محبت کر کے بہت غلط کیا مما آپ تو جانتی ہیں نا کہ دریاب کبھی چائے نہیں پیتی تھی ان سب نے مل کر اسے مار دیا اور میں کچھ بھی نہ کر سکا۔" مہر علی کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔
"تو یہ خود بھی سب کچھ جانتا ہے' آگہی رکھتا ہے پھر تو میرا کچھ بھی کہنا بے کار ہی ہو گا۔" یہ سوچتے ہی سمرن نے خاموشی سے فون بند کر دیا اور وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی اس کا دل غم کی شدت سے پھٹ رہا تھا اس کی نگاہوں کے سامنے ہنستی مسکراتی خوبصورت ترین دریاب آگئی جو اپنی خوبصورتی کا بہتر استعمال جانتی تھی جو خوبصورتی سے محبت کرتی تھی اس دریاب کا خوبصورت جسم جل کر کوئلہ بن گیا اس کے تصور میں دریاب کا جھلسا ہوا جسم اور چہرہ آگیا اسے جھرجھری سی آگئی۔
"اف میرے خدایا دنیا میں ہی سزا اور جزا کا حساب کر دیا۔"
اس سوچ کے آتے ہی وہ شہر پارا کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اسے آج احساس ہوا کہ دریاب جیسی بھی تھی ان کی اپنی تھی اور اپنوں کا دکھ انسان کو کس طرح اندر تک چیر کر رکھ دیتا ہے اس کا ادراک سمرن کو ابھی ابھی ہوا تھا دریاب کی بے بسی اور موت کی اذیت کے احساس نے سمرن کے کلیجے کو کچلنی کر کے رکھ دیا اور وہ بے ساختہ ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

❀❀❀❀❀

شہرِ دل کے باسی

حویلی کی گہما گہمی اپنے عروج پر تھی۔ دالان میں بچھی دریوں پر لڑکیاں، بالیاں جمع ہو کر زور و شور سے ڈھولک بجا رہی تھیں۔ وقفہ وقفہ سے ان کی ہنسی کی آواز گونجتی تالیوں کے ساتھ مل کر ایک عجیب سا سماں باندھ دیتی۔

بڑی اماں اپنے جھولے میں بیٹھی یہ سب بڑی دلچسپی اور اشتیاق سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی بڑی نند ثریا بیگم سے بھی محو گفتگو تھیں، جبکہ پھوپھو الماس اپنی ہم عمر خواتین کے ساتھ دالان کے درمیان میں بچھی دری پر بیٹھی بری کے جوڑے ٹانکنے اور سنبھالنے میں دل و جان سے مگن تھیں، آمنہ اور چچی زہرہ کچن میں پکتے مختلف پکوانوں کی نگرانی کرنے میں مصروف تھیں۔ میٹھے چاول اور پلا مچھلی کی سوندھی خوشبو پورے دالان میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے میں کبھی کبھی مردانے سے آنے والے تیز گانوں اور سیٹیوں کی آواز سب کی توجہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی اپنی طرف مبذول ضرور کروالیتی، لیکن جلد ہی خواتین ان کی آوازوں کو نظرانداز کر کے اپنی اپنی خوش گپیوں میں مشغول ہو جاتیں۔

حویلی کی یہ رونق ابراہیم مگسی کے بڑے بیٹے اور جانشین علی شیر کی بدولت تھی جس کی آج رسم مہندی تھی۔ علی شیر نہ صرف ابراہیم مگسی کا بے حد لاڈلا بیٹا تھا، بلکہ اس حویلی میں منعقد ہونے والی یہ پہلی شادی کی تقریب تھی۔ اس لیے خاندان کا ہر فرد بے حد خوش تھا اور سب ہی اپنی اس خوشی کا اظہار بڑھ چڑھ کر رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تقریباً ”ہفتہ بھر سے ہی دور پار کے تمام رشتہ دار حویلی میں جمع تھے اور خوب رونق لگی ہوئی تھی، لیکن جانے کیوں خوش نما کا دھیان مردانے سے آنے والی ناچ گانے کی آوازوں میں ہی لگا ہوا تھا، اس سے رہا نہ گیا اور اس نے سورٹھ کا بازو کھینچ کر اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی۔

”سورٹھ.....!“ خوشی نے دھیمے سے پکارا، گانا گاتی سورٹھ نے رک کر اس کی جانب دیکھا۔

”کیا بات ہے؟“ بات کرتے ہوئے بھی سورٹھ نے تیزی سے تالیاں بجانے کا عمل بھی جاری رکھا۔

"آؤ، تھوڑی دیر کے لیے اوپر چھت پر چلیں۔"

"کیوں؟" سورٹھ کے تالیاں بجاتے ہاتھ پل بھر کو تھمے اور اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

"دیکھ کر آتے ہیں، مردانے میں کیا ہو رہا ہے۔"

"لو اس میں دیکھنے کے لیے چھت پر جانے کی کیا ضرورت ہے، سب کو پتا ہے کہ وہاں ناچنے والیاں آئی ہوئی ہیں اور ویسے بھی چھت سے دوسری طرف نہیں دیکھا جا سکتا۔" سورٹھ نے بے پروائی سے جواب دے کر گانے میں شامل ہونے کی کوشش کی۔

"تمہیں نہیں آنا تو بے شک مت آؤ، لیکن میں تو چھت پر جا رہی ہوں۔" خوشی کہہ کر باہر کی جانب چل دی۔ اسے یقین تھا کہ سورٹھ اس کے پیچھے ضرور آئے گی اور ایسا ہی ہوا، ابھی وہ والان کے دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ سورٹھ آ گئی۔

"رک جاؤ خوشی! میں بھی چل رہی ہوں۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے چل دی۔

"لیکن ایک بات بتا دوں، تمہارا چھت پر جانا بالکل بے کار ہے، کیونکہ چھت کی اونچی اونچی دیواروں سے حویلی کے اس پار دیکھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔" خوشی نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف کندھے اچکاتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ گئی، سیڑھیوں پر مکمل تاریکی کا راج تھا۔ دونوں نہایت خاموشی سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر کھلی چھت پر آ گئیں، جہاں موجود بڑی بڑی دیوہیکل دیواروں نے خوشی کو یک دم ہی مایوسی سے دوچار کر دیا۔ اس سے قبل اتنے سالوں میں اس نے کبھی ان دیواروں کی بلندی کو جانچا ہی نہ تھا۔ آج غور کیا تو اندازہ ہوا کہ حقیقت میں اس بلندی سے اس پار دیکھنا تقریباً ناممکن ہے۔

"خوامخواہ اتنی خواری کی، بھلا ان دیواروں سے اس پار بھی کچھ دیکھا جا سکتا ہے۔ چلو آؤ واپس چلیں۔"

سورٹھ سیڑھیوں کی جانب واپس چل دی، کھلی چھت پر ناچ گانے کی آواز کے ساتھ ساتھ گھنگھروؤں کی جھنکار اور تالیوں کا شور بھی کافی تیز سنائی دے رہے تھے، ایسے میں جب کوئی من چلا فائرنگ شروع کرتا تو شور کی آواز مزید بڑھ جاتی، خوشی کچھ دیر تو کھڑی دیکھتی رہی، لیکن جب دیکھا کہ کامیابی مشکل ہے تو نیچے جاتی سورٹھ کے پیچھے بھاگی اور آواز دی۔

"رک جاؤ، میں بھی آ رہی ہوں۔" ابھی وہ دو ہی سیڑھیاں اتری ہوں گی کہ اچانک تیز گانوں کی آواز بند ہو گئی اور ساتھ ہی فائرنگ کی تیز آواز سے پوری چھت دہل گئی۔

"یہ کیا ہوا؟" یک دم ہی خوشی نے گھبرا کر سورٹھ کا ہاتھ تھام لیا۔

"کچھ نہیں ہوا، کسی ناچنے والی کے پیچھے کوئی جھگڑا ہو گیا ہو گا۔ یہ تو حویلی والوں کا عام معمول ہے، تم چھوڑو، آؤ نیچے چلیں۔" سورٹھ اس کا ہاتھ تھام کر تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی، لیکن جیسے ہی وہ دونوں بڑا سا صحن عبور کر کے والان کے قریب پہنچیں اندر سے آنے والی تیز آوازیں سن کر وہیں تھم گئیں۔

☆ ☆ ☆

"بند کرو، سب شور شرابا۔" اچانک ہی ابراہیم مگسی ان کے بھائی یاور مگسی اور علی شیر کے ساتھ چند اور مرد جن میں خوشی کا ماموں اور بڑے تایا کا بیٹا علی مگسی بھی شامل تھے۔ اندر داخل ہوئے، ان کی غصیلی آواز سنتے ہی لڑکیوں نے گھبرا کر ڈھولک کی تھاپ روک دی اور یک دم اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اندر جاؤ تم سب۔" خوشی کے ماموں اللہ بخش نے لڑکیوں کی جانب دیکھ کر حکم دیا اور صرف ایک لمحہ لگا، سارا والان لڑکیوں سے خالی ہو گیا، اب وہاں صرف چند خواتین کے سوا کوئی نہ تھا۔ لگتا ہی نہ تھا کہ چند لمحے قبل یہاں زندگی جاگ رہی تھی۔ پورے والان پر موت کا سا سناٹا طاری تھا۔

"ابراہیم پتر! کیا بات ہے' خیریت تو ہے؟" اماں بی نے انجانے اندیشوں میں گھرتے ہوئے سوال کیا' کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ایسے وقت میں جب تمام عورتیں حویلی میں اکٹھی ہوں' مرد کبھی بھی بنا اطلاع کیے اس طرف نہ آتے تھے اور آج ایک ساتھ اتنے مردوں کا زنان خانہ میں داخلہ کسی انہونی کی نشان دہی کر رہا تھا۔

"خوشی کہاں ہے؟" ابراہیم مگسی نے ایک نظر اپنی ماں پر ڈالی اور پھر دالان کے داخلی دروازے کے قریب کھڑی آمنہ سے سوال کیا۔ قبرستان کے اس سناٹے میں ابھرنے والی ابراہیم کی آواز نے آمنہ کے دل کو اندر تک چیر کر رکھ دیا۔

"الٰہی خیر کرنا۔ میری معصوم بچی کی حفاظت کرنا۔" آمنہ نے لرزتے دل سے بے ساختہ دعا کی' کیونکہ وہ جان چکی تھی کہ خوشی سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے اور اپنا نام سنتے ہی دروازے کے باہر کھڑی خوشی اور سورٹھ وہیں منجمد ہو گئیں۔

"کیوں خیر تو ہے ابراہیم؟ کیا' کیا ہے خوشی نے' تم لوگ بتاتے کیوں نہیں ہو؟"

اماں بی نے ایک نظر گم صم کھڑی آمنہ پر ڈالی اور اپنے بھاری بھرکم وجود کو سنبھال کر بمشکل جھولے سے اٹھ کھڑی ہونے کی کوشش کی' قریب کھڑی وسائی نے تیزی سے آگے بڑھ کر انہیں اٹھنے میں مدد دینا چاہی کہ اچانک ہی علی شیر کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ غصہ سے دھاڑا۔

"تو یہاں کیوں کھڑی ہے؟ سنا نہیں تھا کہ سب لڑکیاں اندر جائیں۔"

وسائی جو شاید بڑی اماں کو پانی دینے کے لیے آئی تھی' علی شیر کی گرج دار آواز سنتے ہی کانپ اٹھی اور اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس گر گیا۔ پیتل کے گلاس کے فرش سے ٹکرانے کی آواز آمنہ کے خوابیدہ اعصاب پر ہتھوڑا بن کر برسی۔ وسائی خوف زدہ ہو کر اندر کی جانب بھاگی' بڑی اماں کانپتے جسم کے ساتھ اپنے بیٹے ابراہیم مگسی کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"بتا نا کیوں نہیں ابراہیم! کیا' کیا ہے خوشی نے؟"

"اماں سائیں! خوشی کہاں ہے؟ اسے یہاں بلاؤ۔" ابراہیم کے چہرے پر پتھروں جیسی سختی تھی۔

"پتا نہیں ابھی تو یہیں تھی۔ اندر ہی ہو گی۔" کسی انجانے اندیشے سے کانپتے دل کے ساتھ بمشکل آمنہ کے منہ سے نکلا اور اس نے دیوار کا سہارا لے لیا۔

اور باہر کھڑی خوشی کو یقین ہو گیا کہ روز حشر آ چکا ہے اور اب بنا حساب کتاب دیے اس کی گلوخلاصی ناممکن ہے' اس نے ایک نظر سورٹھ پر ڈالی جو دیوار سے ہی لگی تھر تھر کانپ رہی تھی اور آہستہ آہستہ چلتی دالان کے دروازے سے اندر داخل ہوئی' لیکن اپنے سامنے کھڑے افراد کے تیور دیکھ کر اس کے قدموں نے مزید آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔

"وہ رہی خوشی؟" اس پر نظر پڑتے ہی پھوپھی الماس تیزی سے آگے بڑھیں اور اسے بازو سے تھام کر اپنے بھائی کے سامنے لا کھڑا کیا' ابراہیم مگسی کا کانپتا وجود ان کے غیض و غضب کو ظاہر کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے لب بھینچے اسے تکتے رہے۔

"جنید عباسی کو جانتی ہو؟"

علی شیر نے خوشی کے جھکے ہوئے سر پر ایک قہر آلود نظر ڈالتے ہوئے سوال کیا' جبکہ اس سوال نے کمرے میں موجود تمام خواتین کے جسموں سے گویا جان ہی نکال دی' خوشی کے لیے اب کسی بھی بات سے انکار کرنا ناممکن تھا۔

"ہاں!" اس کے کپکپاتے لبوں سے ہاں کا لفظ سنتے ہی علی شیر نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا'

خوشی منہ کے بل فرش پر جا گری۔ اس کے ہونٹ کے کنارے سے خون کی باریک لکیر نکلی' خون کا ذائقہ اس کا حلق کو تر کر گیا۔

"دیکھا بابا سائیں! اس بے غیرت کو' یہ صلہ دیا ہے اس نے ہمارے لاڈ پیار کا' آج پوری برادری کے سامنے ہمیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔"

علی شیر نے اسے بالوں سے پکڑ کر زمین سے اٹھایا اور سیدھا کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

اب کسی عورت میں اتنی جرات نہ تھی کہ آگے بڑھ کر خوشی کو اس ظالم کے قہر سے بچانے کی کوشش کرتیں۔ سب کی سب اپنی جگہ پتھر کے مجسمے بن کر رہ گئیں۔

"بس بابا سائیں! اب کسی سوال و جواب کی ضرورت نہیں ہے' اسے مار کر اسی حویلی میں گاڑ دو تاکہ سب کو عبرت حاصل ہو کہ بے غیرتی اور بے شرمی کا انجام کیا ہوتا ہے۔" کافی دیر سے خاموش تماشائی کی مانند کھڑا فلک شیر آگے بڑھا اور اپنے باپ سے مخاطب ہوتے ہوئے نفرت بھری نگاہ بہن پر ڈالی' جبکہ علی شیر کے ہاتھوں کی گرفت اس کے بالوں پر مزید سخت ہو گئی۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے' اس کا دوپٹہ زمین پر گر گیا۔ وہ آج زندگی میں پہلی بار اپنے خاندان کے اتنے مردوں کے سامنے ننگے سر کھڑی تھی' جس کا احساس وہاں کسی کو نہ تھا۔

"خدا کے لیے کچھ ہمیں بھی تو پتا لگے کہ ہوا کیا ہے؟"

بالآخر بڑی اماں اپنی برداشت کھو بیٹھیں اور آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو جھنجوڑ ڈالا۔

"یہ دیکھیں یہ کیا ہے؟" ابراہیم نے جواب دینے کے بجائے اپنے ہاتھ میں پکڑا کاغذ بڑی اماں کے سامنے کر دیا۔

"یہ نکاح نامہ ہے آپ کی اس لاڈلی پوتی کا۔"

یا ور مگسی کے الفاظ تھے یا کوئی بم' آمنہ کو ایسا محسوس ہوا' جیسے زلزلہ آگیا ہو' پورے حویلی کے در و دیوار لفظ نکاح نامہ سے لرز اٹھے۔

"ہائے میرے اللہ سائیں!" بڑی اماں دہل اٹھیں "یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔" وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے زمین پر بیٹھ گئیں۔ ان کی ٹانگوں سے جان نکل گئی' ان کا پورا جسم کپکپا اٹھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں' ابھی باہر جنید عباسی اپنے باپ' بھائیوں کے ساتھ آیا تھا' ان کا مطالبہ تھا کہ خوشی کو ان کے حوالے کیا جائے' پولیس اور مجسٹریٹ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ علی شیر کے ساتھ ساتھ خوشی کی بھی رخصتی چاہتے تھے۔"

ابراہیم نے پھنکارتی ہوئی آواز میں ساری بات کی وضاحت کی۔

"وہ تو ایس پی ساتھ تھا' ورنہ ایک کو بھی زندہ واپس نہ جانے دیتا۔"

علی شیر نے غصہ سے دھاڑتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی خوشی کے بالوں کو جھٹکا دے کر اس کی گردن' کمر تک لگا دی' تکلیف کی شدت سے اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔

"سجاول..... سجاول!" ابراہیم نے دھاڑتے ہوئے پکارا اور اگلے ہی پل باہر کھڑا سجاول بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"حاضر سائیں۔" وہ نظریں جھکائے ابراہیم مگسی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یہ بی بی کو لے جا کر پچھلی کوٹھڑی میں ڈالو' پہلے ذرا ہم اس جنید کو دیکھ لیں۔ پولیس لے کر ہمارے احاطے میں آنے کی جرات کی ہے آج اس نے۔ پھر اس کو دیکھیں گے۔" یہ کہہ کر ابراہیم باہر نکل گئے۔

"بھاگی..... بھاگی!" علی شیر دھاڑا اور کانپتی ہوئی بھاگی اندر داخل ہوئی۔

"سجاول کے ساتھ جاؤ اور اسے لے کر جا کر کوٹھڑی میں چھوڑ آؤ۔" اس نے خوشی کو دھکا دیتے ہوئے بھاگی کو حکم دیا۔ بھاگی نے تیزی سے آگے بڑھ کر خوشی کو تھام لیا اور وہ تقریباً گھسیٹتی ہوئی اس کے ساتھ چل دی۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل مفلوج ہو چکی تھی' جبکہ اس کے پیچھے رہ جانے والوں کو پکا یقین ہو چلا تھا کہ آج کے بعد وہ اسے دوبارہ نہ دیکھ سکیں گے' کیونکہ یہی اس حویلی کی روایت رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس کال کوٹھڑی میں جانے اسے کتنے دن بیت چکے تھے۔ اب تو وہ دنوں کا حساب کتاب بھی بھول گئی تھی۔ بھاگی تینوں ٹائم کھانے کی ٹرے اندر سرکا جاتی تھی جو شروع شروع میں تو یوں ہی رکھی رہتی' کیونکہ اس کا دل ہی نہ چاہتا تھا کچھ کھانے کو' لیکن آہستہ آہستہ اس نے حالات سے سمجھوتا کر لیا اور تھوڑا بہت کھانے لگی۔ اسے حیرت تھی کہ وہ اب تک زندہ کیسے ہے؟ کیونکہ اپنے خاندان کی روایتوں سے وہ بخوبی واقف تھی' بہرحال اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ اس کی موجودہ زندگی جنید عباسی کی مرہون منت ہے' ضرور اس کی پولیس رپورٹ کی بنا پر حویلی والے اسے زندہ رکھنے پر مجبور تھے' کیونکہ وہ خوشی پر یہ واضح کر چکا تھا کہ وہ اس کی رخصتی کے لیے پہلے کورٹ میں کیس کرے گا' پھر حویلی آئے گا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اسے مناسب حالات کے انتظار میں زندہ رکھا گیا تھا۔ ورنہ اب تک تو اسے مار کر حویلی کے کسی اندھے کنویں میں ڈال دیا جاتا اور باہر کسی کو پتا بھی نہ چلتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اب اسے انتظار تھا آنے والے وقت کا' کیونکہ وہ جان نہ پا رہی تھی کہ وقت کا فیصلہ کیا ہوگا' لیکن اتنا ضرور تھا کہ ہر آنے والا دن اس کی مایوسی میں اضافہ کا سبب بن رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"جلدی جلدی ناشتا کر لو' بالاج آ رہا ہے' تمہیں کالج چھوڑ دے گا۔"

امی نے کچن کی جانب جاتے ہوئے پلوشہ کو ہدایت کی' جبکہ بالاج کے ساتھ کالج جانے کا سنتے ہی پلوشہ کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا۔

"اُفوہ امی! آپ سے کس نے کہا تھا کہ اس سے کہیں کہ مجھے کالج چھوڑ آئے۔ میں خود ہی پبلک ٹرانسپورٹ سے چلی جاتی۔ آخر دنیا کی لڑکیاں جاتی ہیں۔ اب آدھا گھنٹہ اس کا سڑا ہوا منہ دیکھوں۔" اس نے کوفت زدہ ہو کر جواب دیا' لیکن اپنی ماں کے خوف سے آخری جملہ منہ ہی منہ میں بدبدایا تھا۔

"بری بات ہے پلوشہ! وہ تم سے بڑا ہے۔"

امی نے کچن کے دروازے پر رک کر تنبیہی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"اب بڑے ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ بندہ ہر وقت انگارے ہی چبا تا رہے۔"

"چلو جلدی باہر آؤ' میں گاڑی نکال رہا ہوں۔"

اس سے قبل کہ وہ مزید تبصرہ کرتی گراؤنج کے دروازے پر بالاج کا سنجیدہ چہرہ نظر آیا' جسے دیکھتے ہی پلوشہ کا سانس حلق میں اٹک گیا۔ اس نے جلدی جلدی سلائس حلق سے اتارا اور پانی کا ایک بڑا سا گھونٹ بھر کر اپنا بیگ اٹھا کر باہر کی جانب دوڑ لگا دی' بالاج گاڑی باہر نکال چکا تھا۔ ٹراؤزر کے ساتھ موجود جوگرز اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ کچھ دیر قبل ہی واک سے واپس آیا ہے اور یقیناً" لبنیٰ جو پلوشہ کی وین کے نہ آنے کے سبب پریشان تھیں۔ انہیں بالاج کی شکل میں اپنی پریشانی کا حل نظر آ گیا۔ سارے راستے وہ خاموشی سے باہر دیکھتی رہی اور بالاج بھی بنا کچھ کہے ڈرائیو کرتا رہا' یہاں تک کہ گاڑی اس کے کالج کی بلند و بالا عمارت کے سامنے جا رک گئی۔

"واپس وین میں آؤ گی کہ میں لینے آؤں؟" اس کے دروازہ کھول کر باہر نکلنے سے قبل ہی بالاج نے پوچھ لیا' اس

نے ایک نظر بالاج کی جانب دیکھا جو اسی کو دیکھ رہا تھا "میں کیا پوچھ رہا ہوں' واپس کیسے آؤ گی؟"

"وین میں۔" اس نے باہر نکل کر جواب دیا۔

"ایک منٹ' بات سنو میری۔" اسے پیچھے سے بالاج کی آواز سنائی دی۔

"اللہ خیر کرے۔ اب جانے کیا ہو گیا؟" وہ دل ہی دل میں گھبراتی ہوئی واپس پلٹی۔

"یہ تم کالج چادر اوڑھ کر کیوں نہیں آتیں؟" جس بات کا خدشہ تھا وہ سامنے آ ہی گئی۔ اب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دے۔

"میں نے چچی جان سے بھی کہا تھا اور تم سے بھی کئی بار کہا ہے' لیکن جانے کیوں تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ بہرحال اگر اب میں نے تمہیں بنا چادر کالج آتے دیکھا تو یاد رکھنا' وہ دن تمہارا کالج کا آخری دن ہو گا۔"

اس نے غصہ سے کہتے ہوئے پلوشہ کے خفت زدہ سرخ ہوتے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور تیزی سے گاڑی نکالتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پلوشہ کی جان میں جان آئی اور وہ جلدی جلدی سے کالج کا گیٹ عبور کر کے اندر داخل ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ آج تک بالاج کے رویے کو نہ سمجھ پائی تھی' وہ اپنے ہم عمر لڑکوں سے قدرے مختلف طبیعت کا حامل تھا۔ اس کا کوئی دوست نہ تھا اور اگر تھا بھی تو وہ اسے گھر تک نہ لایا تھا۔ پلوشہ نے جب سے ہوش سنبھالا تھا' کبھی اسے رات گئے تک گھر سے باہر نہ دیکھا تھا۔ گھر میں بھی اس کا رویہ سب کے ساتھ بہت ہی نپا تلا ہوتا۔ وہ پلوشہ کا تایا زاد تھا۔ پلوشہ کے ابو رحمان احمد تین بھائی تھے۔ سب سے چھوٹے وسیم احمد جو ڈاکٹر تھے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سعودی عرب کے شہر دمام میں تھے' جبکہ رحمان صاحب سے بڑے بھائی اوپر والے فلور میں ہی رہتے تھے' ان کے دو ہی بچے تھے' بڑا بالاج اور پھر نمرہ جس کی شادی میٹرک کے فوراً بعد ہی ہو گئی تھی اور اب وہ دو سالہ بیٹے ارحم کی ماں تھی۔ بالاج کا رویہ اپنی بہن سے بھی بہت سخت ہوتا اور اسی بات پر پلوشہ ہمیشہ حیران ہوتی' کیونکہ اس کے دونوں چھوٹے بھائی اس سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ایسے میں نمرہ اسے بے چاری سی لگتی جس کی پیدائش کے فوراً بعد تائی جی کا انتقال ہو گیا۔ اس کی پرورش بھی پلوشہ کی امی نے ہی کی' ذرا سا ہوش سنبھالتے ہی بالاج نے اس پر کڑی نگرانی شروع کر دی تھی۔ اسے کبھی کوئی دوست بنانے کی اجازت نہ تھی' وہ شروع سے ہی عبایا پہنتی تھی' حالانکہ وہ پڑھائی کی شوقین تھی' پھر بھی اسے مزید تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ مل سکی اور اس مسئلہ پر ہمیشہ بالاج نے تایا جی کا ہی ساتھ دیا' یہاں تک کہ کبھی رحمان صاحب نے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش نہ کی۔

کبھی کبھی تو پلوشہ کو ایسا محسوس ہوتا کہ تایا جی اور بالاج کسی خوف کا شکار ہیں اور یہ خوف ہی ہے جو نمرہ کی سخت نگرانی کا سبب ہے اور وہ خوف کیا تھا جس نے تایا جی اور بالاج کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ آج تک پلوشہ نہ جان پائی تھی' لیکن اسے اتنا احساس ضرور تھا کہ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہے جس کا علم صرف اسے اور نمرہ کو نہیں ہے باقی سب جانتے نہیں یا ہو سکتا ہے' نمرہ بھی جانتی ہو' بہرحال نمرہ کی موجودگی میں بالاج کا دھیان اس کی طرف تھا تو ضرور' لیکن اتنا نہ تھا جتنا نمرہ کی شادی کے بعد ہو گیا تھا۔ یقیناً" اگر اس کا بس چلتا تو وہ پلوشہ کو کبھی بھی کالج پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔ وہ تو رحمان صاحب کی وجہ سے خاموش رہا جو چاہتے تھے کہ پلوشہ اعلا تعلیم حاصل کرے۔

وہ ہمیشہ کالج وین سے آتی جاتی' اسے کبھی بھی پبلک ٹرانسپورٹ میں اکیلے سفر کی اجازت نہ تھی' یہاں تک کہ وہ اکیلی کبھی اپنی خالہ یا ماموں کے گھر بھی ایک رات نہ رہی تھی۔ وہ جب بھی ان کے گھر جاتی ہمیشہ اپنی امی کے ساتھ ہی جاتی اور پھر ان ہی کے ساتھ واپس آ جاتی' یہاں تک کہ وہ اپنی کسی دوست کے گھر بھی نہ جاتی تھی' کیونکہ اس بات کی اسے اجازت نہ تھی۔ چونکہ وہ خود کسی کے گھر نہ جاتی تھی۔ اس لیے کبھی کوئی لڑکی بھی اس کے گھر نہ آتی

تھی' یہی وجہ تھی کہ وہ شروع سے ہی نمرہ کے زیادہ قریب رہی۔
نمرہ اس سے تقریباً" ڈیڑھ سال بڑی ہونے کے باعث اس سے اسکول میں بھی ایک سال سینئر تھی۔ اس سب کے باوجود ان دونوں کی دوستی مثالی تھی۔ نمرہ کا شوہر حماد بھی ایک اچھا انسان تھا۔ وہ اپنی امی کے ساتھ اکثر اوقات ہی نمرہ سے ملنے جاتی تھی اور وہاں بھی اسے رات رکنے کی اجازت نہ تھی۔ اپنے گھر میں ہر سہولت میسر ہونے کے باوجود گھر والوں کی یہ احتیاط اور رویہ ہمیشہ اس کی سمجھ سے بالاتر رہا۔ کبھی کبھی تو اسے یہ سب کچھ بہت پراسرار سا لگتا تھا۔ خاص طور پر اس وقت جب بالاج کی نگرانی اس پر کڑی ہوتی۔ ایسے میں اسے خوامخواہ ہی الجھن ہونے لگتی اور اس کا دل اسے بغاوت پر اکساتا' یہی وجہ تھی کہ آج وہ جان بوجھ کر چادر کے بغیر کالج آئی تھی۔ اور اس کا مقصد محض بالاج کو تنگ کرنا تھا' جس میں وہ خاصی حد تک کامیاب بھی ہوگئی تھی' لیکن اب پچھتا رہی تھی کیونکہ اسے اندازہ ہوچکا تھا کہ بالاج بہت غصہ میں واپس گیا ہے اور یقیناً" واپسی میں اسے ایک تفتیشی عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا' جس میں بالاج کے ساتھ اس کی امی بھی شامل ہوں گی۔ بہرحال اب تو جو ہونا تھا ہوچکا' کیونکہ گیا وقت واپس نہیں آتا۔
"اے اللہ مجھ پر رحم کرنا' میں اس کھڑوس شخص کے ساتھ کیسے زندگی گزاروں گی؟"
ان ہی پریشان کن سوچوں میں گھری وہ اپنی کلاس کی جانب چل دی۔

☆ ☆ ☆

اسے دو دن سے بخار تھا' یہی وجہ تھی کہ اس نے کھانا بالکل بھی نہ کھایا تھا' کھانے کی ٹرے جوں کی توں واپس جارہی تھی۔ مایوسی نے اسے ۔ بُری طرح جکڑ رکھا تھا۔ کبھی کبھی اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے یہ کال کوٹھڑی اس کی قبر میں تبدیل ہونے والی ہے اس جیسی نفیس طبیعت کی حامل لڑکی کو آج کئی دن ہوگئے تھے لباس تبدیل کیے ہوئے' یہاں تک کہ اس نے منہ بھی نہ دھویا تھا۔ سر میں کنگھا کرنا تو دور کی بات اس وقت اگر کوئی اسے اس حال میں دیکھ لیتا تو یقین ہی نہ کرتا کہ یہ خوشنما ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس کی ہمت جواب دیتی جارہی تھی۔ ہر نیا دن اسے خاموش موت کی جانب دھکیل رہا تھا اور آج تو ویسے بھی صبح سے ہی اس کی طبیعت خراب تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑی بھی نہ ہوپا رہی تھی اور ایسے میں جب وہ مایوسی کے گھپ اندھیرے میں ڈوبی بستر پر لیٹی سسکیاں لے رہی تھی کہ بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ یقیناً" بھاگی آئی ہوگی۔ کھانا رکھنے' مجھے اس سے کہنا چاہیے کہ میرے لیے کوئی میڈیسن ہی لے آئے' شاید کسی کے دل میں رحم آجائے اور مجھے بخار کی کوئی دوا ہی نصیب ہوجائے۔ یہ ہی سوچ کر اس نے اپنے ٹوٹے بدن کے ساتھ بمشکل کروٹ لی اور باہر دروازے کی جانب دیکھا اور ملگجی روشنی میں اندر داخل ہونے والی شخصیت پر جیسے ہی اس کی نظر پڑی۔
"بڑی اماں! آپ۔۔۔" خوشی کے مارے وہ بلک بلک کر رو پڑی۔
"ہاں میری بچی! یہ تو نے کیسا ظلم کیا اپنی ذات کے ساتھ۔ ہم تو تجھے بہت سمجھ دار سمجھے تھے' ہمیں کیا پتا تھا کہ تو یہ بدنامی اور رسوائی کا طوق اپنے ساتھ ساتھ ہمارے گلوں میں بھی ڈال دے گی۔"
بڑی اماں نے اس کی چارپائی پر بیٹھ کر بڑے ہی تاسف سے کہا۔ بڑی اماں کے سرد رویے نے اس کی خوشی کو پل بھر میں کافور کردیا اور اس کا سر شرمندگی سے جھک گیا۔
"دیکھ خوشی! تو اچھی طرح جانتی تھی' زریاب منگسی تیرا منگیتر تھا' تو اس کی ٹھیکرے کی منگ تھی' پھر تو نے ایسا بے حیائی والا کام کیوں کیا؟ کیوں اپنے دشمنوں کے ساتھ مل کر ہماری عزت کو سربازار رسوا کیا۔ ہمارے سروں میں خاک ڈالی' بول خوشی! تو نے کیوں ایسا کیا' کیا تیری جوانی اتنی منہ زور ہوگئی تھی کہ تجھے اپنے پرائے کا احساس بھی بھول گیا۔ کیا تو اس حویلی کی روایات سے واقف نہ تھی' جو تیرے قدم بہک گئے۔"

بڑی اماں مسلسل اسے لتاڑ رہی تھیں اور اور جواب میں وہ کچھ بھی بول نہ پا رہی تھی' آنسو مسلسل اس کی آنکھوں سے رواں تھے۔

"تو نے ہمیں خوب سزا دی اس لاڈ پیار کی جو ہم نے تجھ سے کیا۔ تیرے اس ایک غلط قدم نے حویلی کی ساری لڑکیوں پر کھلنے والے تعلیم کے دروازے بند کر دیے' پر تجھے کیا! تو نے تو اپنی مرضی پوری کر لی نا۔" بڑی اماں کے لہجہ میں قہر و غضب بول رہا تھا۔

"بڑی اماں! مجھے معاف کر دیں' پلیز بابا سائیں سے کہیں' صرف ایک دفعہ آ کر میری بات سن لیں' خدا کے لیے بڑی اماں!"

اس کے اعصاب جواب دے گئے اور وہ بلک بلک کر رو پڑی۔ اس کا ذہن جس جذباتی توڑ پھوڑ کا شکار تھا' اس کی بنا پر اسے ایسا محسوس ہوا کہ اگر آج بڑی اماں یہاں سے واپس چلی گئیں تو دوبارہ شاید کسی اپنے کا چہرہ اسے دیکھنا نصیب نہ ہو۔

"میں نے تجھے کیا معاف کرنا ہے' تو تو جانتی ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں' ہاں اگر تو اپنے باپ اور بھائیوں کی بات مان لے تو شاید تیری جان بخشی ہو جائے' دیکھ خوشی! اگر تو اس زندان سے زندہ سلامت نکلنا چاہتی ہے تو وہ ہی کر جو تیرے وارث تجھ سے چاہتے ہیں۔"

"وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں بڑی اماں؟"

"اگر جنید عباسی سے طلاق حاصل کرنے کی صورت میں مجھے میری پچھلی زندگی واپس مل جائے تو بھی مجھے منظور ہے' یقیناً" اس سے زیادہ میرے باپ' بھائیوں کا مطالبہ اور کیا ہو گا۔" وہ دل ہی دل میں جنید عباسی سے طلاق کے لیے خود کو راضی کر چکی تھی۔

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ بہرحال ابراہیم کا کہنا ہے کہ اگر تو ان کی بات مان لے تو بہت جلد رہائی تیرا مقدر بن سکتی ہے۔"

"میں ان کی ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں بڑی اماں! بس مجھے یہاں سے باہر نکالیں۔" اس نے بے اختیار بڑی اماں کے ہاتھ تھام لیے۔ انہوں نے خوشی کو گلے لگا لیا۔

"نہ رو خوشی!" بڑی اماں نے اپنا لرزتا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

"دیکھ خوشی! میری بات دھیان سے سن۔" انہوں نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

"تجھے آج رات کسی بھی وقت شہر جانا ہو گا۔ میری بچی تو نہیں جانتی جنید عباسی نے ہمیں کتنا ستایا ہوا ہے' وہ رات کو بھی مجسٹریٹ اور پولیس کے ساتھ حویلی آیا تھا۔ تجھے بازیاب کروانے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے تجھے قتل کر دیا ہے۔ اس نے تیرے قتل کا مقدمہ تیرے باپ کے خلاف درج کروا دیا ہے۔ وہ تو حویلی کی تلاشی کے وارنٹ بھی لایا تھا' لیکن ایسے برے وقت میں تیرے باپ کے تعلقات کام آ گئے اور اوپر سے آنے والے فون نے پولیس کو واپس جانے پر مجبور کر دیا' لیکن ہمیں یقین ہے' وہ بدبخت پھر آئے گا۔ پہلے ہی اس لڑکے نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا' سارے مرد تھانے' کچہریوں کے چکر لگا رہے ہیں' کل بھی تیرے بھائی علی شیر کی پیشی ہے۔ اسی لیے وہ شہر گیا ہوا ہے' اس کے دائر کیے ہوئے مقدموں نے ہماری پگڑیوں کی عزت کو مٹی میں رول دیا ہے۔ آج اگر وہ حکومت کے اعلا عہدے پر پہنچ گیا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہ ہوا کہ شریفوں کی پگڑیاں اچھالتا پھرے اور ان کے گریبان پر ہاتھ ڈالے' لیکن کیا کریں ہم تو مجبور ہیں' خود اپنی اولاد کے ہاتھوں جن کی ناعاقبت اندیشی نے یہ خاک ہمارے سروں پر ڈالی۔"

بڑی اماں اتنے سارے انکشافات کرتے ہوئے ایک آہ سرد بھر کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے انکشافات نے

خوشی کو حیرت سے دوچار کردیا' اس میں زندگی کی لہر سی دوڑ گئی۔
"جنید عباسی میری تلاش میں سرگرداں ہے' وہ مجھے بھولا نہیں۔"
یہ خیال ہی اس کے لیے روح آفریں تھا' اس خیال کے ساتھ ہی جنید کا دلکش سراپا اس کی نگاہوں کے سامنے لہرا کر اسے تقویت بھرا احساس بخش گیا' وہ تنہا نہ تھی' بلکہ اس اندھیری شاہراہ پر جنید اس کا منتظر کھڑا تھا۔
"بس اب تو شہر جا اور جس طرح تیرے باپ' بھائی کہیں ویسا ہی کر۔ کورٹ جا کر وہ ہی بیان دینا جو تجھ سے کہا جائے' کیونکہ اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے' ورنہ تو جانتی ہے کہ اتنا خون خرابہ ہوگا کہ دھرتی لہو سے لالو لال ہو جائے گی' اچھا اب میں چلتی ہوں۔ تھوڑا بہت کھا کر تیاری پکڑ' بھاگی تیرے ساتھ ہی جائے گی۔"
بڑی اماں نے سرد مہری سے کہتے ہوئے اسے رنگین خیالات سے کھینچ کر حقیقت کے تپتے صحرا میں لا پھینکا اور فوراً" ہی خاموشی سے باہر نکل گئیں' یہ جانے بغیر کہ وہ کس حال میں بیٹھی ہے۔ اس کا جسم بخار میں پھنک رہا تھا۔ وہ دو دن سے بھوکی تھی' لیکن بڑی اماں نے ایک بار بھی اس سے اس کا حال نہ پوچھا تھا اور صرف اپنا فیصلہ سنا کر اسے عمل درآمد کا حکم دے کر چلتی بنی تھیں' اپنے گھر والوں کی اس قدر سنگ دلی اور بے حسی نے اس کے نازک دل کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیا۔ وہ ٹوٹ کر بکھر گئی۔
"اے میرے اللہ پاک میری مدد فرما!"
وہ اللہ سے یہ دعا کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ اس کا دل اپنے گھر والوں سے یک دم ہی اچاٹ ہو گیا اور دل میں بھری ان کی محبت کی جگہ نفرت نے لے لی' کیا انسان اتنے بھی ظالم ہو سکتے ہیں کہ اپنی انا' خودداری اور ظاہری جاہ و جلال کے لیے اپنے پیاروں کو قربان کردیں۔
اس سوچ کے دل میں آتے ہی اس کا اعتماد دنیا کے تمام رشتوں سے اٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

"ہیلو۔۔۔"
پلوشہ نے سر اٹھا کر دیکھا' سامنے نہایت ہی خوب صورت اور طرح دار لڑکی کھڑی تھی۔
"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں تمہارے پاس؟"
"وائے ناٹ۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا' لڑکی دھپ سے اس کے سامنے ہی گھاس پر بیٹھ گئی۔
"مجھے سبین کہتے ہیں اور تم؟" لڑکی نے اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرا کر تعارف کروایا۔
"پلوشہ احمد۔۔۔" پلوشہ کو جانے کیوں پہلی ہی نظر میں وہ لڑکی اچھی لگی تھی' ورنہ عام طور پر وہ کسی سے زیادہ گھلنے ملنے کی عادی نہ تھی۔
"او تمہارا نام بھی تمہاری ہی طرح خوب صورت ہے۔"
سبین نے مسلسل چیونگم چباتے ہوئے تبصرہ کیا' جبکہ پلوشہ صرف مسکرا دی۔
"یہ تمہارے لیے۔" اس نے اپنے یونیفارم کی جیب سے چیونگم نکال کر اس کی جانب بڑھائی۔
"تھینک یو۔۔۔"
"کیا مصیبت ہے یار! کینٹین میں اتنا رش ہے کہ۔۔۔"
تیزی سے بولتی ہوئی وریشہ کی زبان کو بریک لگ گیا' جیسے ہی اس کی نگاہ پلوشہ کے قریب بیٹھی سبین پر پڑی۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ پوچھتی سبین خود ہی بول پڑی۔
"ہیلو آئی ایم سبین۔" اور اپنا ہاتھ وریشہ کی جانب بڑھا دیا۔ "ابھی کچھ دن قبل ہی میرے والد کا ٹرانسفر یہاں ہوا ہے' اس لیے آپ کے کالج میں نئی ہوں اور چاہوں گی کہ آپ دونوں مجھ سے دوستی کرلیں' اگر کوئی اعتراض نہ

ہو تو۔" اس نے مکمل وضاحت پیش کی۔

"نہیں یار! اس میں اعتراض والی کیا بات ہے؟" پلوشہ کے جواب نے وریشہ کو حیرت زدہ کر دیا' کیونکہ وہ جانتی تھی کہ پلوشہ دوستی کے معاملے میں خاصی محتاط طبیعت کی مالک تھی اور کسی بھی لڑکی سے کم ہی دوستی کرتی تھی' اس کی اور وریشہ کی دوستی تو اسکول کے زمانے سے تھی۔ دونوں کے گھر بھی ایک ہی محلے میں تھے' جس کی بنا پر ان کی گھریلو واقفیت بھی تھی' وریشہ' بالاج احمد اور پلوشہ کے درمیان موجود رشتہ سے بھی واقف تھی اور اسے ہمیشہ یہ بات اچھی لگتی تھی کہ گھر میں اتنی پابندیوں کے باوجود بالاج نے کبھی ان دونوں کی دوستی پر اعتراض نہ کیا تھا' یہاں تک کہ اگر کبھی پلوشہ کو اس سے کوئی کام ہوتا تو بالاج بخوشی اس کے ساتھ وریشہ کے گھر بھی آجاتا' حالانکہ باہر ہی کھڑا رہتا اور پلوشہ جلدی جلدی کام لے کر چلی جاتی' ویسے بھی ان دونوں کے گھر کا ماحول بھی تقریباً" ایک ہی جیسا تھا جس کی بنا پر انہیں کبھی کوئی مسئلہ پیش نہ آیا تھا' لیکن ان کے درمیان بیٹھی الٹرا ماڈرن سی سبرینہ ان دونوں سے بالکل بھی میچ نہیں ہو رہی تھی۔

"یہ کولڈ ڈرنک تم لے لو' میں اور لے آتی ہوں۔"

وریشہ نے ایک کولڈ ڈرنک پلوشہ کو پکڑا کر دوسری سبرینہ کی جانب بڑھائی۔

"نہیں سوری یار! میں کولڈ ڈرنک نہیں پیوں گی' میرا گلا خراب ہے' بس تمہارے ساتھ سموسے شیئر کرلوں گی! تم بیٹھ جاؤ۔"

وہ بڑے مزے سے سامنے رکھی پلیٹ سے سموسہ اٹھا کر کھانے لگی۔ اسے دیکھ کر محسوس ہی نہ ہو رہا تھا کہ ان کی اس لڑکی سے پہلی ملاقات ہے' یقیناً" وہ ایک پراعتماد اور خاصی فرینک سی لڑکی تھی۔ اس کی ہر حرکت کا بغور جائزہ لیتے ہوئے وریشہ نے دل ہی دل میں یہ اعتراف کیا۔

☆ ☆ ☆

نمرہ کی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے خراب تھی۔ لہٰذا حماد بھائی کی درخواست پر امی تقریباً" روزانہ ہی دوپہر کے بعد اس کے گھر چلی جاتی تھیں اور رات واپسی میں حماد بھائی گھر چھوڑ جاتے۔ نمرہ کی ساس تو تھیں نہیں' دونوں نندیں بھی دوسرے شہر میں رہتی تھیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ گھر میں کام والی کے ہونے کے باوجود اسے اور ارحم کو دیکھنے کے لیے امی کو روز ہی جانا پڑتا' لیکن آج چونکہ اتوار تھا اور صبح سے ہی شبو کے ساتھ مل کر امی نے کپڑے دھونے کی مشین لگائی ہوئی تھی' اور ابھی کچن کا کام بھی باقی تھا' ایسے میں حماد بھائی کے فون نے امی کو یہ کھلا دیا' نمرہ کی طبیعت زیادہ خراب تھی آخر بہت سوچ کر وہ پلوشہ کی جانب آئیں' جو مشین سے کپڑے نکال نکال کر شبو کو دے رہی تھی۔

"تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں بالاج کا پتا کرتی ہوں۔ تمہیں نمرہ کے گھر چھوڑ آئے۔ اس کی اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے اور ارحم بھی بہت تنگ کر رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئیں' تاکہ بالاج کو دیکھیں کہ وہ گھر پہ ہے یا نہیں' جبکہ پلوشہ کا دل نمرہ اور ارحم سے ملنے کے تصور سے ہی کھل اٹھا۔

"یہ باقی کپڑے مشین سے تم خود نکال لو۔"

شبو کو کہہ کر اس نے قریب ہی رکھے تولیہ سے ہاتھ صاف کیے اور اندر کمرے کی جانب چل دی اور تقریباً" پندرہ منٹ میں ہی تیار ہو کر وہ باہر آچکی تھی۔ اس نے جلدی سے کچن کی کیبنٹ کھول کر بسکٹ کے کچھ ڈبے اور چپس کے پیکٹ شاپر میں ڈالے' پھر فریج میں رکھا ہوا ابتاج کا چاکلیٹ کا پیکٹ بھی نکال لیا۔

"خیر ہے۔ ابتاج اور لے آئے گا۔" ویسے بھی وہ تینوں بہن' بھائی ارحم سے بے حد محبت کرتے تھے۔ سارا

سامان شاپر میں ڈال کر وہ جیسے ہی باہر نکلی نظر اوپر سے آتے بالاج پر پڑ گئی۔ بلیک کرتے شلوار میں وہ کہنیوں تک آستینیں فولڈ کیے بے حد سنجیدہ چہرے کے ساتھ بھی نظر لگ جانے کی حد تک اچھا لگ رہا تھا۔

"تیار ہو گئی ہو تو آجاؤ۔" پلوشہ سے کہتے ہوئے وہ لاؤنج کے دروازے کی سمت بڑھ گیا۔

"ایک منٹ ٹھہرو بیٹا!" امی' بالاج کو روک کر تیزی سے کچن کی جانب بڑھ گئیں' اس نے سامنے صوفے پر رکھی کالی چادر اٹھا کر اوڑھ لی۔

"یہ لے جاؤ' اس میں نمرہ کے لیے سوپ ہے اور میں نے کھانا بھی پیک کر دیا ہے۔"

لبنیٰ نے اسے ہدایت کی' لیکن اس کے آگے بڑھنے سے قبل ہی بالاج نے ان کے ہاتھ سے شاپر تھام لیا اور باہر کی جانب چل دیا۔ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی ہوئی باہر کھڑی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟" بالاج نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی سوال کیا۔

"جی اچھی جا رہی ہے۔" وہ آہستہ سے جواب دے کر باہر دیکھنے لگی۔

"اگر کبھی پڑھائی کے سلسلے میں کوئی مدد چاہیے ہو تو مجھے بتا دینا۔ میں یونیورسٹی سے آکر گھر ہی ہوتا ہوں۔"

"جی اچھا۔" اور پھر سارے راستے ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ تقریباً" بیس منٹ بعد ہی نمرہ کا گھر آگیا۔ بالاج نے گاڑی سے باہر نکل کر گیٹ کی بیل بجائی۔ وہ خاموشی سے گیٹ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ دروازہ نمرہ کی کل وقتی ملازمہ ناہید نے کھولا۔ وہ پلوشہ کو دیکھتے ہی کھل اٹھی۔

"شکر ہے باجی آپ آگئیں۔ ارحم نے تو رو رو کر پورا گھر سر پر اٹھا رکھا ہے۔" پلوشہ بنا جواب دیے اندر داخل ہو گئی۔ بالاج سارا سامان ناہید کو تھما کر باہر سے ہی چلا گیا۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ نمرہ اور اس کے گھر کی حالت دیکھ کر حیران و پریشان ہی رہ گئی۔ لگتا ہی نہ تھا کہ یہ گھر نمرہ جیسی نفاست پسند لڑکی کا ہے۔ ارحم الگ گندہ میلا پھر رہا تھا۔ اسے یہاں آکر پتا چلا کہ نمرہ پریگننٹ تھی اور اس کی بے حد کمزوری کے باعث ڈاکٹرز نے اسے مکمل بیڈ ریسٹ بتایا تھا ایک تو کم عمری کی شادی اور پھر جلدی جلدی ہونے والی پریگننسی نے اس کی حالت ابتر کر رکھی تھی' اسے اپنی اس چھوٹی سی کزن پر یک دم ہی ڈھیروں ڈھیر پیار آگیا' جہاں نمرہ اور ارحم اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے وہاں حماد بھائی بھی مطمئن ہو گئے' پھر جلد ہی اس نے ناہید کے ساتھ مل کر سارا گھر سمیٹ دیا' ارحم کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا دیے اور فارغ ہو کر اس کے ساتھ کمپیوٹر گیم کھیلنے لگ گئی' سارا دن کیسے گزرا' اسے پتا ہی نہ چلا' وہ تو جب مغرب کے وقت بالاج اسے لینے آیا تو اندازہ ہوا کہ رات ہو چلی ہے۔ نمرہ اور حماد نے بہت کوشش کی کہ وہ رات ان کے گھر رہ جائے' کیونکہ کل کالج کی چھٹی تھی' لیکن بالاج نے سنتے ہی فی الفور انکار کر دیا' جبکہ ارحم اس کے جانے کا سن کر پھر سے رونے لگا تھا۔

"کل میں صبح ہی چچی جان کو تمہارے پاس چھوڑ جاؤں گا۔" بالاج نے نمرہ کے بار بار ضد کرنے پر اسے حتمی انداز اختیار کرتے ہوئے سمجھایا۔

"چلو اب جلدی کرو' دیر ہو رہی ہے۔" نمرہ کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ وہ پلوشہ سے مخاطب ہوا جو نمرہ کے قریب ہی کھڑی دعا کر رہی تھی کہ بالاج مان جائے اور وہ ایک رات ارحم کے ساتھ گزار لے' کیونکہ اسے نمرہ اور ارحم کو دیکھ کر ترس آرہا تھا' لیکن بالاج کے باہر نکلتے ہی وہ بھی سب سے مل کر مرے مرے قدموں سے باہر جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی' اسے حیرت تھی کہ سگی بہن کو اس حال میں دیکھ کر بھی یہ شخص کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھا اور پھر واپسی کا سارا راستہ اسی سوچ میں کٹ گیا کہ وہ بالاج جیسے سخت مزاج اور انتہا پسند شخص کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزارے گی۔

"میں تو شاید مر ہی جاؤں گی' یہ تو مجھے کہیں جانے ہی نہ دیا کرے گا۔" اس سوچ کے آتے ہی پلوشہ کو خود پر ترس

آنے لگا۔

☆ ☆ ☆

چھ' سات گھنٹوں کے مسلسل سفر کے بعد جیپ رک چکی تھی اور رات کے سناٹے میں جیپ کے تیز ہارن کی آواز سن کر اندازہ ہو رہا تھا کہ منزل آچکی ہے' سارے راستہ بخار کی شدت کے سبب وہ حالت غنودگی میں رہی تھی اس کا سر بھاگی کی گود میں تھا جو نہایت ہی عزت و احترام اور پیار و محبت سے اپنی مالکن کے سر کو دباتی آئی تھی۔ جیپ رکے ہوئے دو منٹ سے زیادہ وقت ہو چکا تھا' جب گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی سجاول کی آواز بھی سنائی دی۔

"چلو' بی بی جی کو لے کر باہر آجاؤ۔" وہ یقیناً" بھاگی سے مخاطب تھا' بھاگی نے بنا کوئی جواب دیے اسے اٹھا کر بٹھایا' پھر اس کی چادر کو درست کرتے ہوئے پاؤں میں چپل پہنائی اور پھر اسے تھامتے ہوئے نیچے اتر گئی' اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا اور پاؤں زمین پر ٹک نہ رہے تھے۔ بھاگی کے سہارے تقریباً" گھسیٹتی ہوئی وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی پہلی نگاہ سامنے کروفر کے ساتھ کھڑے بھائیوں پر پڑی۔ اس کے سگے بھائی علی شیر اور فلک شیر اس کے وجود سے قطعاً" بے نیاز کھڑے تھے۔ بالکل ایسے جیسے اپنے سامنے کھڑی اس بدحال لڑکی سے ان کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

"راستہ میں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟" فلک شیر نے یہ سوال یقیناً" سجاول سے کیا تھا۔

"نہیں چھوٹے سائیں! ہم بڑی احتیاط سے یہاں تک آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ اور بھاگی! اسے اندر لے جا کر نہلا دھلا کر کپڑے تبدیل کرواؤ اور پھر کچھ کھانے کو دو۔"

"چھوٹے سائیں! بی بی سائیں کو بہت بخار ہے جی۔ یہ تو کئی دنوں سے کچھ بھی نہیں کھا رہیں۔" بالآخر بھاگی سے رہا نہ گیا اور وہ بول ہی پڑی۔

"ٹھیک ہے! ابھی صندل آتی ہے۔ وہ اسے کوئی دوا دے دے گی۔ تم اسے لے جاؤ اندر۔"

وہی حقارت بھرا لہجہ اور وہ جو اپنے بھائیوں سے ہمدردی کی امید کر رہی تھی' اس بے نیازی پر اندر تک ٹوٹ گئی' اس بے نیازی نے اس کی روح کو چھلنی کر دیا وہ مردہ روح کے ساتھ ان کی جانب دیکھتی رہ گئی' علی شیر نے تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اک نگاہ اس پر ڈالی بھی تھی جو بے شک قہر آلود تھی' لیکن فلک شیر نے تو یہ بھی نہ کیا وہ جو اس کا سب سے پیارا بھائی تھا۔ اتنی اجنبیت سے اس کے پاس سے گزرتا ہوا چلا گیا کہ خوشی کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"اتنے شدید ردعمل سے تو بہتر تھا کہ یہ مجھے مار ہی دیتے۔ میں کم از کم ان سب کی اتنی نفرت کا شکار تو نہ بنتی۔ کاش میرے باپ' بھائی ایک دفعہ مجھ سے کہتے کہ میں جنید عباسی سے طلاق لے لوں۔ میں تو وہ بھی کر گزرتی' لیکن یہ کیا انہوں نے تو مجھ زندہ درگور ہی کر ڈالا۔"

اس سوچ کے آتے ہی اس کے دل میں نفرت اور غصہ کی ایک نئی لہر ابھری تھی۔

"اے میرے پروردگار مجھے اپنے رحم و کرم کے صدقے ان ظالموں سے نجات دلا' بے شک میں نے جو کیا وہ غلط تھا' لیکن تو جانتا ہے میں گناہ گار نہیں ہوں' میرے مالک اگر میرے نصیب میں عبرت ناک موت لکھ دی گئی ہے تو بھی وہ موت مجھے ان ظالموں کے ہاتھوں سے نہ عطا کرنا۔"

دل ہی دل میں یہ دعا کرتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور اسے سنبھالتے سنبھالتے بھاگی بھی اس کے ساتھ رو پڑی۔

✡ ✡ ✡

ثناء اللہ مگسی کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑا احمد مگسی' پھر ابراہیم مگسی اور سب سے چھوٹا یاور مگسی' احمد مگسی اپنے دو بیٹے چھوڑ کر جوانی میں ہی دشمنی کی نذر ہو گیا تھا' جبکہ ابراہیم مگسی کی دو بیویوں سے ایک ہی بیٹی تھی خوشنما' جبکہ بیٹے پانچ تھے' جن میں سے تین بیٹے بالترتیب علی شیر فلک شیر اور علی مہران شیر آمنہ کے بطن سے تھے اور دس سالہ امیر حمزہ اور آٹھ سالہ اسامہ دوسری بیوی ماہ زیب کے بطن سے تھے۔ یاور مگسی کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں۔ بارہ سالہ سکھاں اور دس سالہ ماروی جنہیں خوشنما کے اٹھائے گئے قدم کے بعد سزا کے طور پر اسکول سے اٹھا لیا گیا تھا اور ان پر تعلیم کے دروازے مکمل طور پر بند ہو گئے تھے۔ اس کے چچا یاور مگسی نے اپنے وارث کے لیے کچھ دن قبل ہی شادی کی تھی' وہ سب ایک حویلی میں رہتے تھے جس میں سب کے علیحدہ علیحدہ پورشنز بنے ہوئے تھے' لیکن داخلی گیٹ اور کچن ایک ہی تھا' سب کا کھانا ایک ہی کچن میں تیار ہوتا اور بڑی اماں کے ساتھ مل کر کھایا جاتا' کھانے کے وقت سارا خاندان بڑی اماں کے ساتھ اکٹھا ہو کر کھانا کھاتا۔

خوشی کی بڑی پھوپھو کا نکاح اس وقت قرآن پاک سے کر دیا گیا تھا' جب مہو پانچ سال کی تھی اس کے بعد اس نے اپنی پھوپھو کو کبھی بھی حویلی میں نہ دیکھا تھا' وہ حویلی کے پچھواڑے بنی کال کوٹھڑی میں تنہا قید تھیں' جہاں انہوں نے اپنی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر تنہائی کا عذاب سہتے ہوئے اپنی جان' جاں آفرین کے سپرد کر دی تھی جس کا احساس حویلی کے سخت گیر مردوں میں سے کسی کو بھی نہ ہوا تھا' یہاں تک کہ اس نے کبھی اپنی دادی' بڑی اماں کو بھی اپنی بیٹی کی یاد میں دکھی نہ دیکھا تھا' سوائے آمنہ کے کبھی اس نے اپنی پھوپھو کا ذکر کسی سے نہ سنا تھا' وہ حیران ہوتی تھی کہ یہ سب لوگ اتنے بے حس کیوں ہیں' جو اپنے سگوں کا دکھ بھی محسوس نہیں کرتے۔

چھوٹی پھوپھو الماس اپنے چچا کے گھر بیاہی ہوئی تھیں۔ ان کے بیٹے زریاب کا رشتہ بچپن سے ہی خوشنما سے طے تھا' جبکہ بدلے میں سورٹھ اس کی ہونے والی بھابھی اور فلک شیر کی منگ تھی۔ حویلی کے رواج کے مطابق لڑکیوں کو پڑھنے کی اجازت نہ تھی' جبکہ خوشی تعلیم حاصل کرنے کی بے حد شوقین تھی۔ اس سلسلے میں زریاب اس کا مددگار ثابت ہوا' کیونکہ وہ حویلی کے دوسرے لوگوں سے مختلف تھا اور خود چاہتا تھا کہ اس کی بیوی تعلیم یافتہ ہو۔ اسی کے ایما پر گاؤں سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد خوشی نے قریبی قصبہ کے کالج سے انٹر کی تعلیم حاصل کی اور پھر زریاب کی خواہش پر قریبی شہر میں موجود یونیورسٹی میں ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں داخلہ لے لیا۔ زریاب اعلا تعلیم کے حصول کے لیے ابرو ڈ گیا ہوا تھا۔ لہٰذا خوشی کی شادی اس کی واپسی کے بعد متوقع تھی۔ زریاب کی چچازاد صندل علی شیر کی بیوی تھی' جس کی شادی کے موقع پر حویلی میں وہ ناخوش گوار واقعہ پیش آیا' جس نے خوشی کو حویلی والوں سے دور کر دیا اور وہ اپنوں کی محبت کو ترستی رہ گئی۔ جنید عباسی خوشی کو یونیورسٹی میں ہی ملا تھا۔ پہلی بار ہی اسے دیکھ کر خوشی کے دل میں محبت کا دیا جل اٹھا تھا' لیکن چونکہ وہ اپنی خاندانی روایات سے واقف تھی' اس لیے اپنے دل پر جبر کرتے ہوئے اس سے بچنے کی کوشش کرتی رہی' لیکن کب تک رفتہ رفتہ اس کا دل بھی جنید کی محبت سے بھرتا چلا گیا۔ اور ان ہی محبت بھرے دنوں میں جب اس کا انگ انگ جنید کی محبت کی پھوار سے بھیگ چلا تھا اس پر انکشاف ہوا کہ جنید کا تعلق ان کے مخالف اور دشمن قبیلے سے تھا۔ یہ جان کر خوشی نے چاہا کہ وہ پیچھے ہٹ جائے' لیکن جنید نے ایسا نہ ہونے دیا' وہ سی ایس ایس کا امتحان پاس کر کے حکومت کے اعلا عہدے پر فائز ہو چکا تھا' وہ خوشی سے کسی طور بھی دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا اور پھر محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بنا نتیجہ کی پروا کیے خوشی نے جنید سے نکاح کر لیا' کیونکہ جنید کا کہنا تھا کہ اس عمل کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے جو ان دونوں کو ایک کر سکے۔

حویلی والے کبھی کسی طور پر جنید کو قبول نہیں کر سکتے تھے' اسی لیے وہ کہتا تھا کہ مناسب وقت کو دیکھتے ہوئے وہ

عدالت کے حکم کے مطابق خود حویلی آئے گا اپنے باپ اور بھائیوں کے ساتھ اور اسے عزت سے رخصت کروا کر لے جائے گا۔ اور بس یہاں ہی وہ جذبات کے ہاتھوں مار کھا گیا' اسے حویلی والوں کی طاقت اور ظلم کی شدت کا اندازہ نہ تھا' اس کے تمام بہن' بھائیوں کی پرورش شہر میں ہی ہوئی تھی' کیونکہ اس کی والدہ کا تعلق شہر سے تھا۔ اس کا باپ صمد عباسی خود بھی ایک پڑھا لکھا انسان تھا' یہ ہی وجہ تھی اس نے ہمیشہ اپنی اولاد کو اپنے خاندانی مسائل سے دور رکھا اور نہ صرف خاندانی مسائل بلکہ وہ اپنے گاؤں سے بھی دور رہے۔

اپنے گھر کے پرسکون ماحول کو دیکھتے ہوئے جنید نہیں جانتا تھا کہ بظاہر پڑھے لکھے یہ لوگ اپنی خاندانی روایات کے لیے سگے رشتوں کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور جیسے ہی اس کا اور اک جنید کو ہوا' بہت دیر ہو چکی تھی' خوشی کو حویلی سے غائب کر دیا گیا تھا۔ جنید کا اثر و رسوخ بالکل کام نہ آ رہا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ خوشی کو مار کر حویلی میں ہی دفنا دیا گیا ہے' اسی خیال کے تحت اس نے کورٹ میں کیس دائر کر رکھا تھا۔ جہاں اس نے اپنا نکاح نامہ جمع کروا کر اپنی بیوی کی بازیابی کا مطالبہ کیا تھا' اس کی دائر کردہ درخواست کے مطابق عدالت نے علی شیر کو پابند کر دیا تھا کہ وہ جلد از جلد خوشی کو کورٹ میں پیش کرے کے اس کا بیان قلمبند کروائے تاکہ عدالت کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو' اسی سبب اسے شہر لایا گیا تھا' اگر جنید یہ سب کچھ نہ کرتا تو یقیناً "خوشی کو پہلے ہی دن مار دیا جاتا' لیکن اس کا بھائی الیکشن لڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس لیے وہ لوگ اتنا بڑا اسکینڈل افورڈ نہ کر سکتے تھے۔ جس کی بنا پر خوشی کو چند دن کی زندگی دان دے دی گئی تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ اس کی زندگی کی مہلت عدالت میں دیے جانے والے بیان تک محدود ہے جب وہ وہاں جا کر اپنے باپ بھائیوں کے حق میں بیان دے دے گی۔ اسی وقت اسے دی گئی مہلت زندگی اس کے پیاروں کے ہاتھوں کی ختم کر دی جائے گی اور اب اپنی زندگی بچانے کے لیے جو کچھ کرنا تھا اسے اکیلی ہی کو کرنا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تمہارے پاس موبائل نہیں ہے؟" سبرینہ نے اچانک ہی موبائل پر اپنی رنگ ٹون چیک کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"نہیں کیونکہ مجھے کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔" پلوشہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ویل ڈن یار! آج کے اس جدید دور میں تم جیسی لڑکی کا پایا جانا ایک حیرت انگیز بات ہے۔"

وہ سمجھی نہیں کہ یہ تعریف تھی یا اس پر طنز کیا گیا ہے۔

"اور یہ تم کالج کس کے ساتھ آئی تھیں۔ تمہارا بھائی تھا کیا؟"

اپنے کام میں مصروف سبرینہ کا انداز قطعی سرسری سا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ سوال یقیناً "بالاج کے سلسلے میں کیا گیا ہے کیونکہ وہ آج اسے اور وریشہ کو کالج ڈراپ کر کے گیا تھا۔

"ہاں!" اس نے تھوڑا سا سوچا اور چاٹ کھاتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا کیونکہ سبرینہ کے مزید کسی سوال سے بچنے کا واحد حل ایک ہاں تھی۔

"یار! بڑا ڈیشنگ بندہ تھا۔ میری اس سے بات ہی کروا دو۔ ذرا ہم بھی ایک دو ڈیٹ مار لیں تمہارے بھائی کے ساتھ۔" سبرینہ نے بے باک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جبکہ اس کی بات سن کر وریشہ کے کانوں کی لویں تک سرخ پڑ گئیں۔

"ڈونٹ وری یار میں مذاق کر رہی ہوں سیریس مت ہو جانا۔"

پلوشہ کے کچھ بولنے سے قبل ہی اس نے خود ہی وضاحت بھی کر دی۔ "چلو جلدی آؤ اکنامکس کا پیریڈ شروع ہو گیا ہے' جانتی ہو اگر لیٹ ہو گئے تو مسز رضوی نے کلاس روم میں داخل نہیں ہونے دینا۔"

وریشہ جو کچھ دیر قبل ہی آئی تھی جانے کیا سوچ کر اس نے پلوشہ کو بازو سے تھام کر کھڑا کر دیا جبکہ وہ جانتی تھی کہ ان کا یہ پیریڈ فری ہے کیونکہ آج مسز رضوی کالج ہی نہیں آئی تھیں پھر بھی بنا کچھ پوچھے خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔

''میرا تو یہ پیریڈ فری ہے۔ میں جمنازیم جا رہی ہوں۔ تم لوگوں کا اگر موڈ ہو تو فارغ ہو کر وہیں آجانا۔'' گراؤنڈ کی سوکھی گھاس سے کھڑے ہوئے سبرینہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور بڑی لاپروائی سے کہتی ہوئی اپنا بیگ تھام کر جمنازیم کی سمت چل دی۔

''مجھے تو یہ لڑکی بالکل پسند نہیں ہے۔'' وریشہ نے بے لاگ تبصرہ کیا۔

''کیوں اچھی بھلی تو ہے۔ اتنی لونگ اور کیئرنگ۔ جانے کیوں تم اس سے اتنا چڑتی ہو۔'' پلوشہ کو اس کا تبصرہ پسند نہ آیا وریشہ نے ذرا کی ذرا رک کر پلوشہ کے چہرے پر ایک نظر ڈالی جہاں چھائی ناگواری واضح طور پر محسوس کی جاسکتی تھی' ویسے بھی پچھلے کچھ دنوں سے وہ نوٹ کر رہی تھی کہ پلوشہ کا رویہ اس سے خاصا فارمل ہوتا جا رہا ہے پہلے والی گرم جوشی اس کے درمیان سے تقریباً مفقود ہو چکی تھی۔ اب وہ عام طور پر وریشہ کے بجائے سبرینہ کے ساتھ کو زیادہ اہمیت دینے لگی تھی بلکہ اکثر ہی وہ اور سبرینہ وریشہ کو چھوڑ کر غائب ہو جاتیں یہاں تک کہ کینٹین جاتے ہوئے بھی اس سے پوچھنا گوارا نہ کرتیں۔

''سوچ لو جس دن بالاج بھائی نے اسے تمہارے ساتھ دیکھ لیا اس دن تمہاری خیر نہیں ہے۔'' وریشہ نے دل ہی دل میں سبرینہ کے بے باک حلیے کا تصور کرتے ہوئے کہا۔

''سارا دن کالج میں کلاسز بنک کرتی ہے۔ ٹخنوں سے اونچی شلوار ہوتی ہے گریبان کے سارے بٹن بند کرنے کا اکثر ہی محترمہ کو ہوش نہیں ہوتا۔ سارا دن موبائل کا ہینڈ فری اس کے کان میں ہوتا ہے جانے ایسی چیپ لڑکی تمہاری چوائس کب سے ہوگئی' مجھے تو حیرت ہے۔ اور ہاں تم نے شاید نوٹ نہیں کیا' ہر روز ایک نئی گاڑی گیٹ پر اس کی منتظر ہوتی ہے ایسے جیسے باپ کسی ریاست کا شہنشاہ ہو۔''

وریشہ نے اپنی کئی دنوں کی بھڑاس نکالتے ہوئے کہا۔

''ایک تو تمہاری فطرت میں شک بہت ہے بالکل بالاج کی طرح۔ تم شاید نہیں جانتیں۔ اس کا بھائی رینٹ اے کار کا بزنس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا گاڑیوں کا شوروم بھی ہے تو ظاہر ہے رنگ برنگی گاڑیاں تو اسے لینے آئیں گی ہی جس دن جو گاڑی فارغ ہوتی ہے ڈرائیور یا بھائی اسے پک کرنے آجاتا ہے۔''

''ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو بہر حال مجھے اس سے کیا لینا دینا۔ میرا کام تو صرف تمہیں سمجھانا تھا سو میں نے سمجھا دیا۔ اب آگے تمہاری مرضی ہے جو دل چاہے کرو۔''

وریشہ کا موڈ واضح طور پر خراب ہو چکا تھا۔ اب وہ بنا رکے آگے بڑھ گئی پلوشہ نے اسے روکنے کی کوشش بھی نہ کی اور ایسا شاید اتنے سالوں میں ان کے درمیان پہلی بار ہوا تھا کہ وہ کسی دوسرے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہوئی تھیں۔

☼ ☼...☼

''تمہاری وین نہیں آئی۔ آجاؤ میں تمہیں چھوڑ دوں۔''

''نہیں یار! میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتی۔'' سبرینہ کی اس آفر پر وہ یک دم ہی گھبرا اٹھی۔

''کیوں میرے ساتھ جانے میں کیا حرج ہے۔ کم آن یار میں بھی تمہارے جیسی ایک لڑکی ہوں اور ویسے بھی وریشہ آج کالج نہیں آئی۔ تم اکیلی واپس کیسے جاؤ گی جبکہ تم تو شاید کبھی پبلک ٹرانسپورٹ سے گھر نہیں گئی ہو؟''

سبرینہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔۔۔" کچھ کہتے کہتے وہ رکی۔ "اچھا چلو۔ میں چلتی ہوں۔" پھر جانے کیا سوچ کر اس نے ہامی بھر لی۔

"تھینک گاڈ جلدی آجاؤ ورنہ میرے بھائی نے تو مجھے زندہ ہی گاڑ دینا ہے بے چارا اپنا کام کاج چھوڑ کر مجھے لینے آیا ہے کیونکہ آج ڈرائیور چھٹی پر ہے۔"

وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی جلدی جلدی وضاحت دے رہی تھی جبکہ پلوشہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ بالاج ابھی یونیورسٹی سے گھر نہ آیا ہو اور اسی دھیان میں وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"السلام علیکم!" یہ آواز یقیناً "سبرینہ کے بھائی کی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوئی کیونکہ اسے بیٹھنے سے قبل سلام کرنا چاہیے تھا۔

"سبرینہ! تمہاری دوست گونگی ہے کیا؟"

وہ دونوں بہن بھائی آگے بیٹھے جانے کیا باتیں کیے جا رہے تھے جبکہ اس کا دھیان مکمل طور پر اپنے گھر اور بالاج میں لگا ہوا تھا جب اچانک ہی سبرینہ کے بھائی کی تیز آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اور ایسا یقیناً "اسے سنانے کے لیے کیا گیا تھا۔

"نہیں یار! گونگی تو نہیں ہے لیکن بولتی ذرا کم ہے۔" سبرینہ نے گردن ترچھی کر کے اس کی جانب دیکھا "اور ویسے بھی میرا ہی قصور ہے۔ میں نے آپ دونوں کا تعارف تو کروایا ہی نہیں' یہ میری دوست ہے پلوشہ عباسی اور پلوشہ یہ میرے کزن ہیں شہروز' آج بھائی گھر نہیں تھے۔ اس لیے مجھے یہ لینے آئے ہیں۔"

"تمہاری دوست کو تو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" شہروز نے سامنے والا آئینہ اس پر فوکس کرتے ہوئے کہا تو وہ یک دم ہی گھبرا اٹھی۔

"آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟" سبرینہ حیران تھی۔

"یار! تم سارا دن اس کا اتنا ذکر کرتی ہو کہ اگر تم نہ بھی بتاتیں تو بھی میں جان چکا تھا کہ شی از پلوشہ لیکن اسے دیکھ کر میں حیران ضرور ہوا کہ یہ اتنے عرصہ سے تمہارے ساتھ ہے لیکن پھر بھی ابھی تک تم نے اسے اپنے جیسا نہ بنایا۔ حیرت ہے یار! یہ تو تم سے بالکل مختلف ہے۔"

"اس میں حیرت والی کیا بات ہے۔ یہ مجھے اسی طرح اچھی لگتی ہے۔ سادہ سادہ سی' سہمی ہوئی ہرنی جیسی۔" سبرینہ نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جبکہ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"یہ اس طرف دائیں ہاتھ پر لے لیں۔" اس کی نگاہ اچانک ہی اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے روڈ پر پڑی اور پھر اگلے چند ہی لمحوں بعد وہ اپنے گھر کے گیٹ پر کھڑی تھی۔

"آجاؤ سبرینہ! اندر آؤ۔ میری امی سے مل لو۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے آفر کرنی پڑی۔

"نہیں یار! آج نہیں' آج شہروز کو دیر ہو رہی ہے پھر کسی دن آؤں گی اوکے۔ ٹیک کیئر یار۔ اللہ حافظ۔"

اس نے کھڑکی سے ہی ہاتھ ملایا اور جلدی جلدی وضاحت کی اور اگلے ہی پل گاڑی زن سے اڑ گئی۔

وہ گیٹ سے اندر داخل ہو گئی اور سامنے خالی پڑے پورچ کو دیکھ کر اس نے سکھ کی سانس لی۔

اس کا مطلب ہے' بالاج ابھی تک یونیورسٹی سے گھر نہیں آیا۔

☆ ☆ ☆

نہانے کے بعد بھاگی نے اسے بلیک کلر کا قیمتی شیفون کا سوٹ پہننے کے لیے دیا جسے دیکھ کر وہ حیران ضرور ہوئی لیکن بولی کچھ نہیں۔ خاموشی سے کپڑے تبدیل کر لیے۔ بھاگی نے ہی اس کے بالوں میں اچھی طرح کنگھی کر کے انہیں سوکھنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور پھر حیرت انگیز طور پر اگلے تیس منٹ میں اس کا کمرا جو سز اور پھلوں سے بھر

گیا۔ لیڈی ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر کے کچھ دوائیں بھی لکھ کر دے گئی۔ وہ ڈاکٹر کی دی ہوئی دوا کھا کر سو گئی شام تک اس کی طبیعت بہتر ہو چکی تھی۔ بھاگی اس کے لیے چائے بنا کر لے آئی۔ آج کافی عرصہ بعد وہ ایک صاف ستھرے ہوا دار کمرے کے آرام دہ بستر پر تھی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔ ابھی اس نے چائے ختم ہی کی تھی کہ داخلی دروازہ کھول کر صندل اندر داخل ہوئی دلہناپے کے نئے روپ کے ساتھ وہ خاصی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی' جانے کیوں صندل کو اتنے عرصہ بعد اپنے سامنے دیکھ کر بھی خوشی کے دل میں محبت کا وہ احساس نہ جاگا جو گزرے دنوں کی یادگار ہوا کرتا تھا۔ ایک عجیب سی بے حسی نے اس کے پورے وجود کے گرد احاطہ کر رکھا تھا کبھی کبھی اسے محسوس ہوتا اس کے سینے میں دل کی جگہ پتھر نے لے لی ہے۔ ان ہی پتھریلے تاثرات کے ساتھ چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیسی ہو خوشی؟" صندل اس کے قریب آتے آتے جھجک کر رک گئی شاید وقت نے ان کے درمیان ایک نامعلوم سا فاصلہ کھینچ دیا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ دھیمے سے بولی' صندل اس کے قریب ہی بیڈ کی پائنتی پر بیٹھ گئی اور کئی خاموش لمحے بنا دستک دیے ان کے درمیان سے گزر گئے بالکل ایسے جیسے دو اجنبی شخص موضوع ڈھونڈ رہے ہوں۔ بات شروع کرنے کے لیے "صندل بھابھی! آپ نے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے؟" اس نے اپنے تئیں صندل کی مشکل کو آسان کر دیا۔

"آں۔ ہاں۔" صندل ایک دم چونک سی گئی اور خالی خالی نظروں سے خوشی کی جانب دیکھا جو سوالیہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"وہ ایسا ہے خوشی! اس ہفتے زریاب پاکستان آ رہا ہے۔"

یہ خبر یقیناً" اس کے لیے نئی تھی لیکن پھر بھی اس نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا بلکہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنے قریب بیٹھی صندل کی جانب تکتی رہی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ صندل آگے کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"دیکھو خوشی! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ جنید عباسی نے تمہاری بازیابی کے لیے تمہارے باپ بھائیوں پر مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ حویلی میں دو' تین دفعہ پولیس آ چکی ہے اور اگلے ماہ ہمیں ہر حال میں تمہیں عدالت میں پیش کرنا ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ اس کی منکوحہ کو حویلی والوں نے قتل کر دیا ہے۔" وہ ذرا کی ذرا سانس لینے کو رکی اور اک نگاہ خوشی کے سپاٹ چہرے پر ڈالی۔

"پھر۔۔۔؟" اس کی پل بھر کی خاموشی نے خوشی کو بے چین کر دیا وہ جلد از جلد جاننا چاہتی تھی کہ اس ساری تمہید کا اصل مقصد کیا ہے۔

"وہ ایسا ہے کہ خوشی اگر تم چاہو تو سب کچھ پہلے جیسا ہو سکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں' آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ صاف صاف بات کریں۔"

"تم کو زریاب مگسی سے نکاح کرنا ہو گا۔" صندل نے تیزی سے اپنی بات مکمل کی۔

"نکاح۔۔۔! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" صندل کی بات سنتے ہی اسے حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا۔ "آپ اچھی طرح جانتی ہیں میرا نکاح جنید عباسی کے ساتھ ہو چکا ہے اور قانوناً" اور شرعاً" میں اس کی بیوی ہوں اور جب تک یہ نکاح ختم نہ ہو گا۔ میں دوسری شادی نہیں کر سکتی۔"

دکھ اور صدمہ سے اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں پانی سا بھر آیا جسے دیکھ کر صندل کے دل کو کچھ ہوا ضرور لیکن وہ نظر انداز کر گئی کیونکہ یہ وقت جذباتی ہونے کا نہ تھا۔

"آہستہ بولو خوشی! باہر تمہارے دونوں بھائی موجود ہیں۔"

اس کی تیز آواز نے صندل کو خوف زدہ کر دیا اور وہ جلدی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے خاموش کرواتے ہوئے

بولی جبکہ اس کی نگاہیں مسلسل دروازے کی جانب لگی ہوئی تھیں۔
"میری بہن تم نہیں جانتیں، تم کس قدر مشکل میں گھر چکی ہو اور اس مشکل سے نکلنے کا واحد حل یہ ہی ہے کہ تم زریاب سے نکاح کر لو کیونکہ تمہارے باپ اور بھائیوں کی بات مان لینے میں ہی تمہارا بھلا ہے ورنہ تم نہیں جانتیں، یہ لوگ تمہارا کیا حشر کرنے والے ہیں۔" صندل کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے اور وہ خوف زدہ آواز میں خوشی کو سمجھانے لگی۔
"کچھ بھی ہو جائے بھابھی! میں نکاح پر نکاح نہیں کروں گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"
لیکن خوشی تمہارا بھائی کورٹ میں تحریری بیان جمع کروا چکا ہے جس کے مطابق تم شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ ملک سے باہر ہو انہوں نے تمہارے اور جنید کے نکاح کو کورٹ میں چیلنج کر رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جنید کی طرف سے جمع کروایا گیا نکاح نامہ جعلی ہے اور تمہارا نکاح اس نکاح سے قبل زریاب مگسی کے ساتھ ہو چکا تھا۔" اب صندل کے لیے تفصیل بتانا ناگزیر ہو چکا تھا۔ "اپنی عزت کو بچانے کے لیے اس سے بہتر راستہ ہمارے لیے کوئی نہ تھا۔"
"آپ کے نزدیک اہمیت صرف عزت کی ہے۔" دکھ سے اس کی آواز حلق میں ہی پھنس گئی اور اس نے اپنا ہاتھ صندل کی گرفت سے چھڑوا لیا۔
"شریعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے آپ لوگوں کے نزدیک۔ آپ نہیں جانتیں، نکاح پر نکاح کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ کیوں نہیں ڈرتے بھابھی! آپ لوگ اللہ کے عذاب سے۔ ایسا نہ کریں اس کی لاٹھی بے آواز ہے جب پڑتی ہے تو بڑے بڑے سورماؤں کو زمین نگل جاتی ہے بھابھی!"
وہ صندل کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے رو پڑی۔
"بس بابا بس۔ اب زیادہ ڈراما بازی نہ کرو۔ جو ہم نے کہا ہے۔ وہ تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا کیونکہ اسی میں تمہاری بہتری ہے ورنہ یاد رکھو۔ تمہیں مار کر تمہاری لاش کمرۂ عدالت میں لے جاؤں گا، کاری کروں گا تمہیں، تمہارے جیسی بدکردار بہن کے ہونے سے تو اچھا ہے کہ تمہیں مار کر زمین میں گاڑ دیا جائے اور میں تو یقیناً" ایسا ہی کرتا اگر اس حرامی نے ہمارے اوپر کیس نہ کیا ہوتا۔ میں تو اسے ہی کب کا مار چکا ہوتا اگر اس نے اپنی جان کی حفاظت کے لیے کورٹ میں اسائنمنٹ نہ جمع کروائی ہوتی۔ چھوڑوں گا تو خیر اسے میں اب بھی نہیں۔ مار کر ہی سکھ کا سانس لوں گا۔"
جانے کمرے میں کب فلک شیر داخل ہوا تھا اس کی پھنکارتی ہوئی نفرت بھری آواز ہتھوڑے کی طرح خوشی کی سماعتوں پر برس رہی تھی اور وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی جبکہ صندل گھبراہٹ میں بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔
وہ خوشی کے قریب آیا اور بالوں سے پکڑ کر اسے گھسیٹ کر بیڈ سے اتار دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھی۔
"دل تو چاہتا ہے، تجھے آج ہی آگ لگا کر جلا ماروں بلکہ اس کمرے کو ہی تیری قبر بنا دوں لیکن کیا کروں۔"
اس نے خوشی کے بالوں کو چھوڑ کر اسے ایک زوردار دھکا دیا وہ زمین پر گر گئی۔ اس کا سر بیڈ کے کنارے سے جا لگا، صندل اور بھاگی کے سامنے اپنی شدید توہین کا احساس اسے خون کے آنسو رلا گیا۔
"چلو بھابھی۔۔۔!" اپنی ماں جائی پر ایک نفرت انگیز نگاہ ڈال کر وہ صندل سے مخاطب ہوا جو سر جھکائے وہیں کھڑی تھی کیونکہ وہ بھی اسی حویلی کی بیٹی تھی اور جانتی تھی کہ اس کی حیثیت بھی خوشی جیسی ہی ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ اس نے آگے بڑھ کر فلک شیر کو روکنے کی کوشش نہ کی اور خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل

گئی۔
ان کے جاتے ہی بھاگی تیزی سے آگے بڑھی اور زمین پر پڑی خوشی کو اٹھایا۔ خوشی بھاگی کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی ایسے میں بھاگی بھی اپنی مالکن کے دکھ کو محسوس کر کے اس کے ساتھ رو دی۔

☆ ☆ ☆

زریاب پاکستان واپس آچکا تھا اور اسے حیرت تھی کہ کس طرح اس جیسا پڑھا لکھا اور فارن پلٹ شخص ایسا غیر شرعی کام کر سکتا تھا۔ کبھی کبھی تو خوشی کو ایسا محسوس ہوتا کہ صرف جنید عباسی کو نیچا دکھانے کے لیے کیے جانے والے ایک عمل نے اس کے سارے خاندان کو یکجا کر دیا تھا ورنہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ اس سارے قصہ کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا قصہ بھی ختم کر دیا جائے گا جب دل چاہے گا اسے مار کر کسی اندھے گڑھے میں گاڑ دیا جائے گا۔" اگر میری موت ان کی غیرت کی سربلندی کے لیے ضروری ہے تو پھر اپنی زندگی کی بقا کے لیے آخری وقت تک کوشش کرنا بھی میرا انسانی حق ہے۔ میں اس طرح نہیں مروں گی ایک کتے کی موت۔ مجھے کوشش کرنا ہوگی۔ آخری وقت تک جب تک میری زندگی کی ایک سانس بھی باقی ہو۔"
اور یہ ہی وہ فیصلہ تھا جس نے خوشی کے خوابیدہ ذہن کو ایک جھٹکے سے بے دار کر دیا اب اسے تلاش تھی ایک ایسی درز کی جہاں سے آنے والی روشنی کی ننھی سی کرن اس کی بقا کا پیغام لے کر آئے اور بالآخر اسے وہ درز مل ہی گئی۔

☆ ☆ ☆

جانے اس کا موبائل کب سے بج رہا تھا اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر یہاں وہاں ہاتھ مارتے ہوئے تکیے کے نیچے سے اپنا موبائل نکالا اور ایس کا بٹن پش کر کے کان سے لگا لیا۔
"ہیلو!" نیند میں ڈوبی اس کی آواز بڑی مشکل سے حلق سے نکلی۔ "عماد بات کر رہا ہوں۔"
"جانتی ہوں۔" عماد کی آواز سنتے ہی اس کی نیند اڑن چھو ہو گئی اس نے جلدی سے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا اور باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کو دیکھ شاکڈ رہ گئی۔
"او مائی گاڈ! باہر تو گہرا اندھیرا چھا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے رات کافی سے زیادہ ہو چکی ہے حیرت ہے آج مجھے ممانے جگایا بھی نہیں۔"
"میں بھی کافی دیر سے ٹرائی کر رہا ہوں اور حیران تھا کہ تم دس بجے تک سو رہی ہو ورنہ یہ وقت تو تمہاری انجوائے منٹ کا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ سب فالتو باتیں چھوڑو اور پہلے یہ بتاؤ میرے کام کا کیا ہوا؟"
"ظاہر ہے۔ آج کل صرف تمہارے "کام" پر ہی کام کر رہی ہوں۔" ریا نے لفظ "کام" پر زور دیتے ہوئے کہا۔
"بس اب تھوڑا ہی وقت ہے۔ جلد ہی تمہاری مرضی کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔"
"اپنی وے جو بھی ہے بس اب جلد از جلد میرا کام ہو جانا چاہیے تقریباً" چھ ماہ ہو گئے ہیں مجھے تمہیں ایڈوانس دیے ہوئے اور اب اس سے زیادہ انتظار کرنا میرے لیے تقریباً" ناممکن ہے۔"
"پلیز عماد! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے پیشے میں کس طرح کی دھوکا دہی شامل نہیں ہے آج اپنی فطرت کے برخلاف اگر میں کسی کو دھوکا دے رہی ہوں تو وجہ تمہیں سمجھ جانا چاہیے یقیناً" میں یہ سب پیسے کے لیے نہیں کر رہی بلکہ تمہاری محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کر رہی ہوں۔"
"یہ الو بنانے کے لیے تمہیں میں ہی ملا ہوں میں تم اور تمہاری محبت کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم جیسی

عورتیں سوائے پیسے کے کسی کی نہیں ہوتیں یہ فون میں نے تمہاری رام کہانی سننے کے لیے نہیں کیا بلکہ اپنے کام کے لیے کیا ہے جس کی منہ مانگی قیمت تم نے مجھ سے لی ہے لہٰذا اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ میرا کام جلد از جلد ہو۔"

اور یہ کہہ کر ہی دوسری طرف لائن بے جان ہو گئی یقیناً "عماد نے فون بند کر دیا تھا" "الو کا پٹھا" زیر لب اسے گالی دیتے ہوئے ریا نے فون بیڈ پر پھینکا اور غصہ کی حالت میں باتھ روم کی جانب چل دی۔

☆ ☆ ☆

"سائیں! آپ کو بڑے سائیں نے یاد فرمایا ہے۔"

وہ جیسے ہی جیپ سے نیچے اترا سامنے کھڑے اسمٰعیل نے اسے بابا جان کا پیغام پہنچا دیا' وہ پیغام سنتے ہی سمجھ گیا کہ اتنی رات کو باہر موجود اسمٰعیل شاید اسی کا منتظر تھا۔ سر سے اثبات کا اشارہ کر کے وہ دالان عبور کرتا ہوا اوطاق کے بند دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کا منتظر باپ یقیناً "اسی اوطاق میں موجود ہو گا اور دروازے کو خاموشی سے دھکیل کر اندر داخل ہوتے ہی اس کے اندازے کی تصدیق ہو گئی سامنے ہی لکڑی کی بڑی سی کرسی پر فلک شیر نیم دراز تھا۔

"آؤ بابا آؤ۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔"

دروازہ کھلنے کی مدھم سی آواز سنتے ہی وہ یک دم سیدھا ہو بیٹھا۔ عماد نہایت خاموشی سے چلتا ہوا اپنے باپ کی کرسی کے پاس رکھے موڑھے پر جا بیٹھا۔ وہ بنا پوچھے جانتا تھا کہ اس کے باپ نے اسے کیوں بلایا ہے' پھر بھی خاموش رہ کر اپنے باپ کے سوال کا منتظر تھا لیکن دوسری طرف جانے فلک شیر کن خیالوں میں گم ہو چکا تھا۔

"بابا جان! آپ نے مجھے بلایا تھا؟" کچھ دیر کے انتظار کے بعد عماد نے آہستہ سے اپنے باپ کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"ہاں بچہ! تم اچھی طرح جانتے ہو۔ تمہارا باپ کیوں بے سکون ہے۔ آج چھبیس سال ہو گئے ایک ایک لمحہ ایک ایک گھڑی میری اس بے سکونی کی گواہ ہے۔"

فلک شیر نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے عماد پر ایک نظر ڈالی جو نہایت توجہ سے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا۔

"میری اس بے سکونی کا صرف ایک ہی حل ہے جو تم جانتے ہو۔"

"جی بابا! میں آج بھی اسی سلسلے میں ہی کراچی گیا تھا۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

"یہ بات سنتے ہوئے آج مجھے پورا ایک سال ہو چکا ہے عماد! اب مجھے نتیجہ چاہیے جلد از جلد۔ اب مجھ سے مزید انتظار نہیں ہو رہا ہے۔"

علی شیر کی آواز غصہ کی شدت سے یک دم ہی بلند ہو گئی۔

"میں اپنی موت سے قبل اپنا بدلہ چاہتا ہوں بالکل ویسا ہی بدلہ جیسا آج سے چھبیس سال پہلے عباسی خاندان نے ہمیں بے عزت کر کے لیا تھا۔ میں جب تک ان کی بے عزتی اور جگ ہنسائی نہ دیکھوں گا' سکون سے نہ مر سکوں گا اور یہ بات تم بہت اچھی طرح جانتے ہو؟"

غصہ کے ساتھ ساتھ نفرت کی شدت نے فلک شیر کے سرخی مائل چہرے پر سیاہی پھیر دی تھی۔ اس کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار شامل ہو گئی۔

"مجھے جلد از جلد وہ لڑکی چاہیے یا کچھ ایسا جس سے عباسی خاندان ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائے۔" یہ کہتے ہوئے وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اس کے کھڑے ہوتے ہی عماد بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"بس بابا! اب آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اپنے باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ اسے تسلی دیتے ہوئے عماد نے دل ہی دل میں فیصلہ کرلیا کہ اب اسے اپنا اگلا قدم جلد ہی اٹھانا ہوگا اگر ریا نے اس کی مرضی کا رزلٹ اسے نہ دیا تو پھر اسے کوئی اور راستہ دیکھنا ہوگا لیکن جلد از جلد کیونکہ اب وہ مزید دیر کرکے اپنے باپ کی ناراضی مول نہیں لے سکتا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ اگلی دفعہ جب میں تمہیں بلاؤں تو یقیناً" تمہاری کامیابی کی مبارک باد دینے کے لیے۔" یہ کہہ کر فلک شیر اوطاق سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"تو یہ کنفرم ہے کہ تم میرے گھر میلاد پر نہیں آرہیں۔" مبرینہ نے مایوسی سے سوال کیا۔

"نہیں یار! مجھے پتا ہے کہ مجھے اجازت نہیں ملے گی اس لیے میں پوچھ کر اپنے آپ کو ڈی گریڈ نہیں کرنا چاہتی۔"

"پھر بھی ایک دفعہ اپنی امی سے پوچھ کر تو دیکھ لو۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے مبرینہ! میں اپنی امی کو اچھی طرح جانتی ہوں وہ کبھی اجازت نہیں دیں گی اور پھر خوامخواہ کا انکار سن کر میری امید ٹوٹنے میں ایسی کوئی امید باندھتی ہی نہیں ہوں۔" پلوشہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"حیرت ہے یار تم کس صدی میں زندہ ہو؟ اللہ جانے تمہارے گھر والے کسی قسم کے لوگ ہیں جو تم پر اتنا اعتماد بھی نہیں کرتے کہ تم اپنی دوست کے گھر میلاد پر جاسکو۔" مبرینہ کو بے حد دکھ ہوا۔

"وہ میرے بڑے ہیں اور ہر معاملے کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں ہوسکتا ہے ان کے خیال میں میری اسی میں بہتری ہو۔" وہ بظاہر اطمینان سے بولی۔

"پتا نہیں اس طرح وہ تمہاری کون سی بہتری کررہے ہیں۔ ہمارے گھر تو ہر سال یہ تقریب بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے بڑے بڑے نعت خواں آتے ہیں تم ایک دفعہ شریک ہو کر دیکھتیں تو کتنا مزہ آتا ہے لیکن چلو چھوڑو جانے دو جیسی تمہاری مرضی۔"

مبرینہ نے گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے پلوشہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آئی۔ سامنے ہی اس کی گاڑی کھڑی تھی۔

"او کے اللہ حافظ یار! میرا خیال ہے، تم کچھ دیر باہر کھڑی ہو کر انتظار کرلو تمہاری وین بھی بس آنے ہی والی ہوگی۔"

اس کے گاڑی کی جانب بڑھتے ہی پلوشہ کی وین بھی سامنے آگئی اور وہ مبرینہ کو ہاتھ ہلاتی ہوئی اپنی وین میں سوار ہوگئی اور پھر سارے راستے وہ یہ ہی سوچتی آئی کہ کیا تھا جو اگر میں مبرینہ کے گھر میلاد میں شریک ہو سکتی؟ اسے یقین تھا کہ کبھی بھی اس کی امی اسے بالاج سے مشورہ لیے بغیر میلاد میں جانے کی اجازت نہ دیں گی اور بالاج یقیناً" منع کردیتا یہ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

☆ ☆ ☆

آرزو ارمان چاہت مدعا کچھ نہیں
تھا بہت کچھ پاس لیکن اب رہا کچھ بھی نہیں
کیسی کیسی قیمتی چیزوں سے اٹھا ہے حجاب
دوستی دل جوئی ہمدری وفا کچھ بھی نہیں

وہ ابھی ابھی نہا کر کپڑے تبدیل کرکے آئی تھی۔ اس نے نماز پڑھنے کے لیے اپنے دوپٹے کو اچھی طرح سر پر لپیٹا

ہی تھا کہ باہر کا دروازہ کھول کر صندل اندر داخل ہوئی۔ اسے اندر آتا دیکھ کر خوشی کے ہاتھ وہیں رک گئے۔ اس کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑک اٹھا۔ وہ جانتی تھی کہ صندل کی آمد بے مقصد نہ تھی اور جلد ہی اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔

"دیکھو خوشی! کل رات تمہارا اور میر زریاب مگسی کا نکاح ہے جس میں دو چار لوگ بابا سائیں کے جاننے والے بھی ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ تم اپنے لیے اور ہمارے لیے کوئی مشکل کھڑی نہ کرو گی کیونکہ تمہاری وجہ سے ہم پہلے ہی بڑی پریشانی میں مبتلا ہیں۔" صندل صرف کھڑے کھڑے اسے سمجھانے آئی تھی۔

"لیکن بھابھی! اگر عدالت میں ثبوت ہی پیش کرنا ہے۔ تو پھر باقاعدہ نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ آپ پیپرز لے آئیں۔ میں سائن کر دوں گی۔" صندل کی بات سن کر وہ حیرت سے اپنی جگہ پر کھڑی رہ گئی۔

"نہیں۔ تمہارا میر زریاب کے ساتھ باقاعدہ نکاح ہو گا کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی تمہارے پہلے نکاح کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ جو کچھ تم نے کیا صرف خاندان والوں کی بدنامی اور رسوائی کے لیے کیا اور اب تمہاری زندگی کی بقا کے لیے یہ نکاح بہت ضروری ہے تم شکر ادا کرو کہ میر زریاب تمہیں رکھنے کو تیار ہے' وہ تمہارے پہلے نکاح کو جوانی کی ایک بھول سمجھ کر بھلانے پر بھی رضامند ہے۔ وہ تمہیں اپنا ساتھ لندن لے جائے گا کیونکہ اسی طرح تم اپنے بھائیوں کے قہر و غضب سے محفوظ رہ سکو گی۔"

صندل کے الفاظ تھے یا کوئی پگھلا ہوا سیسہ خوشی کو ـــــ محسوس ہوا کہ اگر وہ مزید سنتی رہی تو شاید اپنے حواس کھو بیٹھے گی۔ "پلیز بھابھی بس کر جائیں۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"ہاں خوشی! میں صرف وہ جانتی ہوں جو ہمارے خاندان کے مرد جانتے ہیں کیونکہ اس سے زیادہ جاننے کی نہ ہمیں اجازت ہے اور نہ ہی ضرورت۔"

"یا میرے اللہ! یہ سب لوگ کس قدر جاہل ہیں بغیر طلاق اور عدت کے میرا دوسرا نکاح کر رہے ہیں۔ اے میرے خدا تو گواہ رہنا اگر میں خود کو اس گناہ آلود زندگی سے محفوظ نہ رکھ سکی تو میری خودکشی کو حرام موت نہ سمجھنا میرے مالک اس مشکل گھڑی میں میری مدد فرما۔"

اس خیال کے دل میں آتے ہی خوشی کی اس نفرت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا جو اپنے خاندان اور رسم و رواج کے خلاف اس کے دل میں پنپ رہی تھی لیکن اس وقت زبان سے کچھ بھی کہنا بے کار تھا کیونکہ وہ اس کا انجام جانتی تھی ابھی۔ ایک دن قبل ہی اسے یہ سب فلک شیر سمجھا چکا تھا۔

وہ ان ہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھی کہ بھاگی اس کے لیے کھانا لے آئی اپنی پیاری مالکن کو اس اجڑی ہوئی حالت میں دیکھ کر اس کا دل بھر آیا اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

"خوشی بی بی! کپڑے نکال دوں بدل لیں۔"

"تم میرے کپڑوں کی فکر مت کرو بھاگی! اگر کر سکتی ہو تو میرا ایک کام کر دو۔"

آر یا پار یہ فیصلہ بہرحال اسے آج ہی کرنا تھا کیونکہ ہر گزرتا ہوا دن اسے موت کے قریب لے جا رہا تھا۔

"جی بی بی جی! بولیں۔" بھاگی باہر کے ادھ کھلے دروازے پر ایک نظر ڈال کر خوشی کے مزید قریب ہو گئی۔

"ایک کاغذ اور پین لا سکتی ہو؟" اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔ بھاگی نے یک دم گھبرا کر کمرے کے بیرونی دروازے پر ایک نظر ڈالی لیکن آج شاید نکاح کے متوقع انتظامات کے سبب ان سب کا دھیان اس کمرے اور خوشی سے ہٹ چکا تھا۔

"میں کوشش کرتی ہوں۔"

"کوشش نہیں وعدہ۔" اس نے اپنے ہاتھ کی دوسری انگلی میں موجود انگوٹھی اتار کر بھاگی کی ہتھیلی پر رکھ دی۔

بھاگی نے تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ انگوٹھی بیڈ پر گر گئی۔
"یہ کیا بی بی جی! آپ نے کیا مجھے اتنا ہی ذلیل سمجھ لیا ہے کہ میں آپ کے ایک ذرا سے کام کے لیے یہ انگوٹھی رکھ لوں گی۔" دکھ اس کے لہجہ میں بول رہا تھا۔
"آپ یقین جانیں میں اگر جان دے کر بھی آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میرے لیے ایک اعزاز کی بات ہوگی۔ آپ فکر نہ کریں چھوٹی بی بی! میں ابھی پین اور کاغذ لے کر آتی ہوں۔"
اور پھر جلد ہی اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور جانے کہاں سے اپنے گریبان میں چھپا کر ایک پین اور کاغذ کا ٹکڑا لے آئی۔ خوشی کو یہ سب تھماتے ہوئے اس کے ہاتھ مسلسل خوف سے کانپ رہے تھے جبکہ خوشی بھی بے حد خوف زدہ تھی اس نے جلدی جلدی بنا وقت ضائع کیے کاغذ کے پرزے پر جنید کا نمبر لکھا اور پرچہ بھاگی کی جانب بڑھایا۔
"یہ ایک نمبر ہے، تم اس پر فون کر کے صرف یہ بتادو کہ میں زندہ ہوں اور جب آٹھ تاریخ کو میں عدالت میں پیشی کے لیے آؤں تو تمام انتظام کر کے آنا مجھے لے جانے کے لیے۔"
"ٹھیک ہے بی بی۔۔۔!"
"بھاگی نے کوئی بھی دوسرا سوال کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس پر خوشی نے اعتبار کیا تھا اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا' اب چاہے وہ اپنی جان سے جاتی لیکن مالکن کے اعتماد کو توڑنا کبھی گوارا نہ کرتی۔

☆ ☆ ☆

"یہ آج تم کس کی گاڑی میں گھر آئی ہو؟"
وہ سبین کے ساتھ آتے ہوئے جس بات کا خدشہ کا شکار تھا وہ بالآخر سامنے آہی گیا نہ صرف بالاج گھر پر تھا بلکہ ستم بالائے ستم گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی سامنے برآمدے کی سیڑھی کے قریب ہی کھڑا تھا بلیک ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس اس کا سرخ و سفید رنگ غصہ سے دہک رہا تھا اس کی تیز آواز سنتے ہی پلوشہ کانپ اٹھی اور اس کی آواز حلق میں ہی کہیں پھنس گئی جسے بمشکل اس نے برآمد کیا۔
"وہ میری دوست تھی۔"
"یہ تم نے ایسی دوستیں کہاں سے بنالیں؟ جو ہر روز ایک نئی گاڑی میں تمہیں چھوڑنے آتی ہیں۔"
وہ سیڑھی سے اتر کر اس کے قریب آکھڑا ہوا "وہ میرے خدا یہ شخص کس قدر باخبر ہے اور میں آج تک یہ سمجھتی رہی کہ اسے میرے آنے جانے کا علم ہی نہیں ہے۔"
"اب کیا سوچ رہی ہو جو میں پوچھ رہا ہوں۔ اس کا جواب دو۔"
وہ غصہ سے دھاڑا اس کی دھاڑ نے پلوشہ کی رہی سہی ہمت بھی ختم کردی۔ اسے لگا کہ وہ ابھی گر جائے گی وہ تو بھلا ہو اکہ بالاج کی تیز آواز سنتے ہی امی اندر سے باہر آگئیں اور حیرت زدہ اپنی جگہ پر کھڑی ان دونوں کو تکنے لگیں۔
"تمہیں ہمیشہ منع کرتا ہوں۔ اجنبی لوگوں سے دوستیاں نہ کرو اور تم ہو کہ بغیر کسی سے پوچھے انجانے لوگوں کے ساتھ گاڑیوں میں گھوم رہی ہو۔" وہ اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتا اس کے مزید نزدیک آگیا جبکہ خوف سے اس کی ٹانگیں لرز اٹھیں۔
"کیا ہوا بالاج خیریت تو ہے؟" بالآخر لبنی سے نہ رہا گیا اور انہوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر بالاج کو بازو سے تھام لیا۔
"اسی سے پوچھ لیں یہ آپ کو زیادہ بہتر طور پر بتا سکے گی۔"
وہ اس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالتا ہوا باہر نکل گیا جبکہ وہ اپنی جگہ حیران و پریشان ہی کھڑی رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ

آیا کہ وین نہ آنے کی صورت میں اگر وہ سبوینہ کے ساتھ گاڑی میں گھر آ ہی گئی تو اس میں کیا قیامت تھی بالاج کے بلاسبب اتنا غصہ کرنے کی کوئی بھی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آئی اور ایسے میں جب لبنیٰ نے اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو وہ بلک بلک کر رو دی۔ اپنی ذات پر اس قدر بے اعتباری نے اس کے حساس دل کو دکھی کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور جانے کیسے بھاگی نے بارہ گھنٹے کے اندر اندر اس کا پیغام جنید تک پہنچا دیا۔

"اس سے کہنا کہ اپنا خیال رکھے۔" جنید کے اس جوابی پیغام نے اسے زندگی کی نوید سنا دی۔

"انہوں نے کہا ہے کہ میں چھ تاریخ کو انہیں پھر سے فون کروں' وہ آپ کے لیے کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں۔" بھاگی نے آہستہ آہستہ اسے بتایا اس تمام عرصہ میں وہ مسلسل ادھ کھلے دروازے سے باہر دیکھتی رہی۔

"ٹھیک ہے۔ تم فون کر لینا۔" خوشی نے سامنے لگے کیلنڈر پر ایک نظر ڈالی جہاں 29 کا ہندسہ چمک رہا تھا درمیان میں صرف نو دن تھے۔ نو دن بعد فیصلے کی گھڑی آنے والی تھی۔ زندگی یا موت کوئی ایک اس کے مقدر میں درج ہو جاتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ناکامی کی صورت میں صرف اور صرف موت ہی اس کا مقدر بننے والی تھی لیکن اب وہ ڈر خوف کی کیفیت سے نجات پا چکی تھی اور فیصلہ کر چکی تھی کہ عدالت میں صرف وہ بیان دے گی جس کا حکم اس کا دل دے گا اور جو سچ ہو گا۔ سچ کے علاوہ اسے کچھ نہ کہنا تھا اب اگر اسے انتظار تھا تو صرف جنید کے حکم کا کہ وہ اس سلسلے میں بھاگی کو کیا ہدایت دیتا ہے آج رات اس کا نکاح تھا ایک ایسا نکاح جس کی قانونی اور شرعی کوئی حیثیت نہ تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ نکاح پر نکاح کا عمل قطعاً غیر اسلامی اور جاہلانہ طرز عمل ہے لیکن اس کے باوجود وہ مجبور تھی۔ اس مسئلے پر جتنا وہ احتجاج کر سکتی تھی کر چکی تھی اور اب مزید کوئی فائدہ نہ تھا اسی لیے اس نے مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ اگر آج اس کے بھائی پر جنید عباسی نے جس بے جا اور اندیشہ قتل کا کیس دائر نہ کر رکھا ہوتا تو شاید آج وہ زندہ بھی نہ ہوتی۔ اس کی یہ زندگی محض کسی مصلحت کے تحت تھی پہلے پہل تو اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اگر زریاب اس سے شادی کے لیے تیار ہے تو کیوں یہ لوگ پہلے جنید عباسی سے طلاق اور پھر عدت کے بعد شادی کا سارا عمل قانونی اور شرعی طور پر انجام نہیں دیتے؟ لیکن آہستہ آہستہ وہ سمجھ گئی کہ اس کے بھائی نے جنید پر جعلی نکاح کا جوابی کیس دائر کر رکھا ہے اب اگر وہ طلاق کا مطالبہ کرتے ہیں تو عدالت انہیں جھوٹا قرار دے دے گی اور ان کا مقصد محض اپنی عزت بچانا تھا اور جنید عباسی کو جھوٹا قرار دینا تھا اور اپنی اس جھوٹی شان و شوکت اور عزت کے لیے اسے بھینٹ چڑھایا جا رہا تھا۔ نکاح نامہ پر تاریخ چھ ماہ قبل کی ڈالی گئی تھی۔ وکیل اور مولوی صاحب کی ملی بھگت اور پیسوں کے زور پر تمام عمل مکمل کر لیا گیا تھا۔ اب انتظار تھا صرف آٹھ تاریخ کا جس دن عدالت میں خوشی نے پیش ہو کر بیان دینا تھا کہ وہ جنید عباسی کو نہیں جانتی بلکہ زریاب اس کا شوہر ہے اور شاید جنید عباسی نے یہ جعلی نکاح نامہ اپنی کسی دشمنی کا انتقام لینے کے لیے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہ تھا کہ وہ فی الحال اپنے بھائیوں کی ہر بات خاموشی سے مانتی چلی جائے اور ایسا ہی وہ کر رہی تھی اور سب کچھ اس کے بھائیوں اور باپ کی مرضی کے مطابق ہوتا چلا گیا لیکن جب نکاح کے بعد اس نے رخصتی کا سنا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

یہ اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس قسم کی صورت حال سے بھی دوچار ہوا جا سکتا ہے اور اب اپنی عزت بچانے کے لیے کوئی بھی راستہ اختیار کرنا پڑتا' جائز تھا۔ بھاگی شام سے ہی اس کے ساتھ تھی جب وہ زریاب کے ساتھ رخصت کی گئی تو بھی بھاگی کو ہی اس کے ہمراہ کر دیا گیا جبکہ اس کے دونوں بھائی فلک شیر اور علی شیر نہایت ہی پتھریلے تاثرات کے ساتھ اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر موجود رہے لیکن بالکل ایسے جیسے ان کا کوئی بھی رشتہ

خوشی سے نہ ہو۔ انہوں نے زریاب سے گلے مل کر اپنی بہن پر ایک نظر بھی ڈالنا گوارا نہ کیا۔ وہ بھی نہایت خاموشی سے خود کو بمشکل سنبھالتی ہوئی بھاگی کا سہارا لیے باہر کاریڈور تک آگئی جہاں زریاب اپنی گاڑی کے ساتھ اسی کا منتظر تھا اور اس وقت جب وہ پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونا چاہتی تھی اچانک ہی اسے اپنے عقب میں اپنے باپ ابراہیم مگسی کی آواز سنائی دی۔

"ایک منٹ رکو زریاب! مجھے خوشنما سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے خوشی ٹھٹک کر رک گئی اور اس نے اپنے قدم واپس موڑ لیے۔ آج اتنے ماہ بعد اپنے باپ کی آواز سن کر اس کا دل بھر آیا اسے لگا شاید اس کے باپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو' شاید وہ اپنی بیٹی سے وقت رخصت ملنے آیا ہو۔ وہ منتظر تھی۔ کب اس کا باپ آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھے اور وہ اس کے سینے سے لگ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے زریاب آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا جبکہ بھاگی بھی اسے دروازے کے قریب تنہا چھوڑ کر جیپ کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں لان پر بنی روش پر وہ تنہا کھڑی تھی جب ابراہیم مگسی دھیرے دھیرے چلتا اس کے قریب آیا۔

"میں نے قسم کھائی تھی۔ اپنی زندگی میں کبھی تمہارا منہ دوبارہ نہ دیکھوں گا لیکن آج وقت کے ہاتھوں میں مجبور ہو گیا اور مجھے اپنی قسم توڑنی پڑی ورنہ تم جیسی حیا باختہ لڑکی کی شکل بھی شاید میں کبھی نہ دیکھتا۔ تم جیسی لڑکیاں جو چڑھتی جوانی کے جوش میں اپنے باپ بھائیوں کو دنیا کے سامنے ذلیل کرواتی ہیں' زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتیں۔"

وہ بغیر کسی تمہید کے بول رہا تھا۔ ان کے لہجہ کی سفاکی نے خوشی کے رگ وپے میں جھرجھری سی بھر دی اور ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں اتر گئی۔

لیکن جانے کیوں میر زریاب تمہارے قتل کے فیصلے کے خلاف ہمارے سامنے آکھڑا ہوا اور ہمیں اس کی بات ماننی پڑی۔ وہ جیسا چاہے تمہارے ساتھ سلوک کرے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا اور تم بھی یہ بھول جانا کہ تمہارے ماں باپ زندہ ہیں کیونکہ تمہارے جیسی لڑکی کو بیٹی کہتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے اب جاؤ لیکن یاد رکھنا جب تک زندہ ہو' کبھی ہمیں اپنا منحوس چہرہ نہ دکھانا اور ہاں بابا زریاب۔"

اس سے بات کرتے کرتے ابراہیم مگسی نے اچانک ہی زریاب کو پکارا۔

"جی بابا سائیں!" وہ فوراً" جیپ سے نیچے اتر کر اس کے باپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس کا انداز نہایت ہی مودبانہ تھا۔

"بابا! جب تک یہ کیس چلے ٹھیک ہے۔ جب ختم ہو جائے تو جو تمہارا دل چاہے وہ سلوک اس لڑکی سے کرنا۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ چاہو تو مار کر کہیں گاڑ دینا یا پھر گھر کے کسی کونے میں ڈال کر بھول جانا۔"

زریاب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولتا ہوا ابراہیم مگسی کا لہجہ اس نفرت کا غماز تھا جو اس کے دل میں خوشی کے لیے موجود تھی وہ بڑی مشکل سے اپنی لاش کو گھسیٹتی ہوئی زریاب کی ہمراہ اس گھر تک پہنچی جو شاید زریاب نے حال ہی میں خریدا تھا وہاں اس کے استقبال کے لیے صرف پھوپھی الماس موجود تھیں لیکن بالکل ایسے جیسے اسے جانتی ہی نہ ہوں۔ ان کا رویہ اتنا حقارت آمیز تھا جیسے وہ کوئی ناپاک اور نجس چیز ہو جسے چھونے سے ان کے وجود کے گندے ہونے کا خدشہ ہو زریاب کے پیچھے پیچھے چلتی بھاگی کی ہمراہی میں اپنے کمرے تک آگئی جو بالکل سادہ سا تھا اور اتنے قیمتی گھر کا حصہ ہی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس کمرے کو دیکھتے ہی اسے اپنی اوقات سمجھ میں آگئی اور وہ جان گئی کہ زریاب کے نزدیک اس کی کیا حیثیت ہے۔

☆ ☆ ☆

آٹھ تاریخ آپہنچی۔ آج اسے عدالت میں پیش ہو کر اپنے باپ بھائیوں کے حق میں بیان دینا تھا۔ اس کا نکاح نامہ پچھلی پیشی میں ہی عدالت میں جمع کروا دیا گیا تھا۔ شادی میں شریک مختلف لوگ بھی بطور گواہ اپنا بیان ریکارڈ کروا چکے تھے۔ ہر شخص نے حلفیہ بیان دیا تھا کہ وہ خوشنما اور زریاب کی شادی میں شریک تھا۔ اس کی تصاویر ثبوت کے طور پر پیش کر دی گئی تھیں۔ جنید عباسی کا کیس پچاسی فیصد کمزور ہو چکا تھا اور اب مگسی خاندان کو یقین تھا کہ خوشی کا بیان اس کیس کے تابوت کی آخری کیل ثابت ہو گا۔ خوشی نے پچھلے نو دن ایک امید و بیم کی کیفیت میں گزارے تھے اس نے شکر ادا کیا تھا کہ زریاب خود ہی اس کے کمرے میں نہ آیا تھا سوائے ایک دن کے جب وہ صرف اسے یہ یقین دلانے آیا تھا کہ اگر وہ عدالت میں جنید عباسی کے خلاف بیان دے دے اور بتا دے کہ وہ اسے قطعاً" نہیں جانتی اور اس نکاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ اسے دل سے اپنی بیوی تسلیم کر لے گا۔

اور اس لمحہ خوشی نے اسے یقین دلایا کہ جنید اس کے ماضی کی ایک غلطی تھا جسے وہ وقت گزرنے کے ساتھ بھول چکی ہے اور اب جو کچھ ہے اس کے لیے میر زریاب ہی ہے۔

خوشی کی اس یقین دہانی کے بعد اتنا ضرور ہوا کہ اسے اس گھر میں آزادانہ گھومنے پھرنے کی اجازت مل گئی باوجود اس کے کہ وہ ان نو دنوں میں سوائے چند لمحوں کے اس کمرے سے باہر ہی نہ نکلی جہاں وہ اس شادی کے بعد مقیم تھی اور وہ چند لمحے جن میں اس نے کمرے سے باہر نکلنے کی غلطی کی تھی اسے اچھی طرح اس کی اوقات یاد دلا گئے تھے۔ اس کی سگی اور لاڈلی پھوپھی نے اسے دیکھ کر بڑے کروفر سے کہا تھا۔

"آج ابراہیم کی اپنی لڑکی نے اتنا گند ڈالا تو کسی کو نظر نہ آیا اگر خاندان کی کوئی اور لڑکی ہوتی تو کاری کر دی جاتی یہاں تو باپ بھائیوں نے اپنے گھر کا گند اٹھا کر میرے معصوم بچے کی جھولی میں ڈال دیا' خیر کوئی بات نہیں ہم نے کون سا اسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنا ہے کسی کا جھوٹا تو ویسے بھی میرے بیٹے نے کبھی زندگی میں نہیں کھایا۔ وہ تو ہمیشہ ستھری چیز کھانے کا عادی ہے۔ یہ منحوس کیس ختم ہو تو ہم بھی اسے جھاڑو پھیر کر باہر نکالیں اور میں اپنے بیٹے کی شادی کر کے اس کی زندگی خوشیوں سے بھر دوں۔"

بھاگی کمرے میں ہی اس کے لیے چائے' کھانا اور ضرورت کی ہر چیز لے آتی تھی جبکہ وہ ایک ایک دن گن کر آٹھ تاریخ کا انتظار کر رہی تھی۔ بھاگی کے ذریعے اسے جنید کا ایک اور پیغام مل چکا تھا اس نے کہا تھا کہ "پیشی سے تقریباً" پندرہ یا بیس منٹ قبل کسی بہانے سے عدالت کے احاطے میں بنے واش روم تک آجانا اس کے بعد جو ہو گا۔ وہ ہمارا کام ہے تمہارا کام صرف باہر احاطے تک آنا ہے۔"

اس نے مزید کہا تھا کہ "عدالت میں دیئے جانے والے کسی بھی بیان سے ان دونوں کو کوئی فائدہ ہونے والا نہ تھا کیونکہ اگر خوشی کمرا عدالت میں اپنے باپ بھائیوں کے خلاف کوئی بیان دے بھی دے اور عدالت اس بیان کی روشنی میں اسے جنید کے ساتھ جانے کی اجازت بھی بے شک دے دے تو بھی اس کے بھائی کبھی اسے زندہ سلامت باہر نکلنے نہ دیں گے۔" جنید کو سو فیصد یقین تھا کہ اسے پولیس کے پہرے میں بھی مار دیا جائے گا اور یقیناً" اس کا انتظام اس کے بھائی کر کے گئے تھے اور اپنے پچھلے دنوں کے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ بڑی آسانی سے جنید کی بات پر یقین کر سکتی تھی کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سو فیصد درست ہے اور اب اسے وہی کرنا تھا جو جنید نے سمجھایا تھا۔ تقریباً" بارہ بج کر پانچ منٹ پر وہ کمرا عدالت میں داخل ہوئی کیونکہ ایک بجے کے قریب اس کی پیشی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے دونوں بھائیوں کے علاوہ زریاب مسجاول اور علی شیر کے باڈی گارڈ بھی تھے۔ اندر صرف وہ بھاگی زریاب' علی شیر اور فلک شیر گئے تھے جبکہ باقی لوگ باہر ہی رک گئے تھے۔

ان سب کے پاس بھاری تعداد میں اسلحہ موجود تھا لیکن وہاں کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس سلسلے میں ان

سے بازپرس کی جاسکتی۔ وہ آگے کی نشستوں پر بھاگی کے ساتھ بیٹھی تھی جب اچانک ہی اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا اتنا کہ وہ درد سے بے حال سی ہوگئی ویسے ہی اسے پچھلے دو دن سے ڈائریا ہو گیا تھا۔

"مجھے باتھ روم جانا ہے۔" بالآخر تکلیف نہ برداشت کرتے ہوئے اس نے اپنے قریب بیٹھے میر زریاب سے کہا جس نے ایک نظر سامنے گھڑی پر ڈالی ایک بجنے میں دس منٹ باقی تھے جبکہ ابھی کمرے میں عدالت کا کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا۔

"ٹھیک ہے آؤ۔" زریاب اٹھ کھڑا ہوا۔

زریاب ساتھ چل پڑے گا اسے یہ امید ہرگز نہ تھی' وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بھاگی باہر دیکھو سجاول ہوگا۔ اسے کہو تم دونوں کے ساتھ واش روم تک جائے۔"

جانے کیا سوچ کر زریاب نے بھاگی کو آواز دی۔ اس کی بات سنتے ہی خوشی نے اطمینان کا سانس لیا بھاگی جو کہ متوحش نگاہوں سے اس کی جانب تک رہی تھی۔ زریاب کا حکم سنتے ہی تیزی سے باہر کی جانب لپکی۔

"زریاب! تم بھی ان کے ساتھ ہی جاؤ گے اور ذرا جلدی فارغ ہو کر واپس آؤ جج صاحب آگئے ہیں۔"

باہر نکلتے نکلتے اس نے علی شیر کی آواز سنی اور پھر زریاب بھی اس کے ساتھ ہی باہر برآمدے میں آگیا جہاں سجاول اپنے گارڈز کے ہمراہ کھڑا تھا ان دونوں کو آتا دیکھ کر وہ سب احتراماً ایک جانب ہو گئے جیسے ہی وہ بھاگی اور زریاب کی ہمراہی میں احاطے کی جانب بڑھی۔ سجاول اپنے گارڈز کے ہمراہ خاموشی سے ان کے پیچھے چل دیا' وہ بے حد خوف زدہ اور گھبرائی ہوئی تھی دل ہی دل میں مختلف قرآنی آیات کا ورد کرتی۔ وہ اس مقام تک آگئی جہاں سامنے ہی بنے ہوئے احاطے میں واش روم تھے۔ دائیں ہاتھ پر مردانہ جبکہ بائیں طرف زنانہ کا بورڈ آویزاں تھا اور ظاہر ہے کہ زنانہ واش روم میں چاہتے ہوئے بھی کوئی مرد اندر داخل نہ ہو سکتا تھا لہٰذا وہ صرف بھاگی کے ہمراہ دھڑکتے ہوئے دل سے اندر داخل ہوئی۔ سجاول اور زریاب باتھ روم سے چند قدم کے فاصلے پر ہی رک گئے تھے۔ اس تمام عرصہ میں ان دونوں نے بھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کی تھی' اندر داخل ہو کر اس نے جیسے ہی بھاگی کی زرد رنگت دیکھی اسے احساس ہوا کہ وہ خوشی سے بھی زیادہ گھبرائی ہوئی ہے۔ آگے کیا ہونے والا تھا؟

یہ ان دونوں میں سے کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ تو صرف جنید کی ہدایت کے مطابق یہاں تک آگئی تھیں اور اب کسی انہونی کی منتظر تھیں جو انہیں اس ایک لمحہ کی قید سے آزادی دلاتی اور بالآخر اگلے ایک سیکنڈ میں ہی وہ انہونی وقوع پذیر ہوگئی جس کے انتظار نے انہیں صلیب پر لٹکا رکھا تھا اچانک ہی داخل ہونے والے مردوں میں سب سے آگے جنید تھا جسے شاید اس نے آج کئی ماہ بعد دیکھا تھا۔ وہ سب بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے جنید کے ساتھ موجود دیگر تمام مرد اسلحہ سے لیس تھے۔

"جلدی نکلو باہر جلدی۔" جنید نے اندر داخل ہوتے ہی اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا۔ اس کی کالی چادر سر سے ڈھلک کر کندھوں پر آگئی وہ یک دم گھبرا اٹھی۔

"میرے ساتھ بھاگی بھی جائے گی۔" جنید کے ساتھ زندگی کا نیا سفر شروع کرنے سے قبل اسے بھاگی کی زندگی محفوظ کرنے کا کوئی دوسرا بہتر حل نظر نہ آیا تھا۔

جنید نے ایک نظر اجرک میں ملبوس سانولی سلونی سی بھاگی پر ڈالی جو سر جھکائے کھڑی تھی لیکن اس کے جسم کی کپکپاہٹ اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ موت کا خوف اسے اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔

"ٹھیک ہے۔ آجاؤ تم بھی۔" جنید کو ایک لمحہ لگا اور فیصلہ ہو گیا۔

وہ اور بھاگی جیسے ہی جنید کی ہمراہی میں باہر نکلیں' سامنے ہی میر زریاب اور سجاول جنید کے آدمیوں کے نرغے میں گھرے نظر آئے۔ ان سب کا اسلحہ چھین لیا گیا تھا اور اب وہ سب نہتے تھے۔

"میں ان دونوں کو لے کر نکل رہا ہوں تم دوسری جیپ میں انہیں بھی اپنے ہمراہ لے آؤ۔ جلدی کرو ایسا نہ ہو اندر خبر پہنچ جائے اور وہ لوگ باہر نکل آئیں جلدی کرو جلدی۔" جنید جلدی جلدی ہدایت دیتا ہوا تیزی سے باہر کی جانب لپکا۔ وہ جنید کے ساتھ تقریباً بھاگ رہی تھی اتنے اسلحہ کے نرغہ میں دو لڑکیوں کو لے جاتے آدمیوں کے لیے خود بخود ہی راستہ بنتا چلا گیا۔

چند قدموں کے فاصلے پر ہی جیپ موجود تھی' وہ سب تیزی سے اندر داخل ہوئے اور جیپ ہوا سے باتیں کرتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل گئی اور اس عدالت کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی وہ اپنے پیچھے سب کچھ چھوڑ آئی۔ اپنا خاندان اپنے سارے رشتے ناتے' عدالت میں کھڑے بظاہر غیرت مند اپنے بھائی جنہوں نے بغیر نکاح کے اپنی سگی بہن ایک نامحرم کے حوالے کر دی تھی اور میر زریاب جو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بظاہر دنیا کے سامنے اس کا شوہر تھا یہ سب کچھ ایک خوف ناک بھولی بسری یاد کے طور پر دور کہیں رہ گیا۔

اگر کچھ اس کے ساتھ تھا تو وہ جنید عباسی اور برے وقت میں اس کا ساتھ دینے والی ایک معمولی ملازمہ بھاگی جو اسے آج اپنے ہر رشتہ سے زیادہ عزیز تھی۔ اسے افسوس تھا کاش اس کے گھر والے قانونی طور پر جنید سے طلاق کے بعد اس کی دوسری شادی زریاب سے کرتے تو وہ کبھی یہ انتہائی قدم نہ اٹھاتی بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا اور اب گزرے وقت کو یاد کرنا بے کار تھا' وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے اس عمل کے بعد پیچھے کیا ہوا؟ لیکن جلد ہی اخبارات کے ذریعے اسے کافی کچھ پتا چل گیا۔ زریاب اور سجاول جنہیں حفظ ماتقدم کے طور پر جنید کے آدمی ساتھ ہی لے آئے تھے۔ اسی رات رہا کر دیے گئے کیونکہ ان کا اغوا اس منصوبے میں شامل نہ تھا۔ اس کے جنید کے ساتھ فرار کی خبر نے اس کے بھائیوں کے ہوش اڑا دیے انہوں نے نا صرف باہر نکل کر اندھا دھند فائرنگ کی بلکہ جنید کے وکیل کو بھی احاطہ عدالت میں بری طرح پیٹا جس کی بنا پر انہیں گرفتار کر لیا گیا اور دو دن بعد ابراہیم مگسی کی کوششوں کے نتیجہ میں ان کی ضمانت ہوئی۔

خوشی نے ہر روز کے اخبار میں اپنا اور اپنے سے وابستہ رشتوں کا نام کئی بار پڑھا۔

عدالت سے اس کے فرار کی خبر خوب مرچ مسالہ لگا کر اخبارات میں پیش کی گئی یہاں تک کہ چند اخبارات نے تو حد ہی کر دی کہا گیا کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر تنسیخ نکاح کے بغیر فرار ہوئی ہے جس کی بنا پر اس پر شرعی دفعہ نافذ کی جائے وہ جب بھی کوئی نئی خبر پڑھتی اس کی نگاہوں میں اپنے باپ اور بھائیوں کے شرمسار چہرے آ جاتے اور جانے کیوں نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ایک نامعلوم سا احساس جرم گھیر لیتا کاش وہ محبت میں اتنی اندھی نہ ہوتی کہ آج اپنے ہی ہاتھوں اپنے باپ کی عزت کو روندنا نہ پڑتا لیکن شاید یہ تمام ذلت اس کے خاندان کا مقدر بن چکی تھی۔

جو بھی حقیقت یہ تھی کہ اب وہ حد سے زیادہ خوف زدہ رہنے لگی تھی حالانکہ اس کے حالات میں جنید کے گھر والوں نے بھرپور انداز سے اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اس کے دن بدن بڑھتے ہوئے خوف نے جنید کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے لے کر پاکستان سے باہر چلا جائے۔

اپنے گاؤں سے انہوں نے بالکل واسطہ ختم کر رکھا تھا کیونکہ اسی میں ان سب کی بہتری تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے بھائی اسے جان سے مارنے کا عہد کر چکے ہوں گے جس کے مطابق وہ اپنا یہ عہد ہر حال میں پورا کریں گے چاہے انہیں اس کے لیے کتنا ہی انتظار کیوں نہ کرنا پڑے۔

بھاگی کی شادی کر دی گئی تھی۔ وہ ملتان اپنے شوہر کے ساتھ مقیم تھی جو جنید کی زمینوں پر ہی کام کرتا تھا۔ شروع شروع کا کچھ عرصہ وہ خوف زدہ رہی لیکن جلد ہی جنید کی محبت اور بچوں کی پیدائش نے اسے سب کچھ بھلا دیا لیکن شاید جنید کبھی بھی کچھ نہ بھول سکا۔ اس نے ہمیشہ خوشی اور اپنے بچوں کو بہت زیادہ احتیاط سے رکھا۔ اسے ہمیشہ یہ خدشہ رہا کہ کہیں خوشی کے بھائی زندگی کے کسی موڑ پر اس سے ٹکرا نہ جائیں اور اس ٹکراؤ کا نقصان اس کی اولاد

کو نہ ہو اور اس کی طبیعت کی یہ انتہا پسندی اور دل کا خوف خود بخود اس کی اولاد میں بھی منتقل ہو گیا گزرتے وقت کے ساتھ جنید نے اپنی اولاد خاص طور پر اپنے بیٹے کو بھی سب کچھ بتا دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بے خبری کے سبب انہیں کوئی نقصان پہنچے۔

بہر حال وقت کبھی نہ رکنے والی چیز ہے اور ہمیشہ ہر حال میں گزر ہی جاتا ہے۔ خوشی کی موت کے ساتھ ہی محبت کا وہ سفر جو مگسی حویلی سے شروع ہوا تھا اپنے اختتام کو پہنچا۔

☆ ☆ ☆

"دیکھو پلوشہ! اب میں تمہارا انکار نہیں سنوں گی۔ تمہیں ہر حال میں میری سالگرہ کا فنکشن اٹینڈ کرنا ہی ہو گا۔" مبرینہ نے حتمی طور پر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"لیکن بینی....."

"نو لیکن ویکن بس آج اور ابھی فیصلہ کرو ہاں یا ناں اگر ہاں تو ٹھیک ہے اور اگر تمہارا فیصلہ ناں ہے تو پھر سوری۔ میری اور تمہاری دوستی کا یہ سفر بھی یہیں ختم ہو جائے گا کیونکہ اب میں مزید کسی ایسی لڑکی سے دوستی کی متحمل نہیں ہو سکتی جو خود اور اس کے گھر والے مجھے قابل بھروسہ نہ سمجھتے ہوں۔"

وہ ذرا کی ذرا سانس لینے کو رکی۔

"ٹو بی ویری فرینک یار! اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں کوئی خراب لڑکی ہوں جس کی بنا پر تم مجھے اپنے گھر والوں سے متعارف کرواتے ہوئے گھبرا رہی ہو یا شاید تمہارے گھر والے تمہاری اور میری دوستی کو پسند نہیں کرتے تو ایز یو وش اپنی اور میری دوستی کے چیپٹر کو یہیں کلوز کر دو۔"

جانے کیوں آج اسے خواہ مخواہ ہی پلوشہ سے انکار سن کر غصہ سا آگیا ورنہ وہ ہمیشہ اس کی مجبوری کو با آسانی سمجھ جایا کرتی تھی اور اب پلوشہ کے لیے بھی انکار کی مزید گنجائش باقی نہ بچی تھی' اسی بنا پر کچھ سوچتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے یار! کیوں ناراض ہوتی ہو' یہ بتاؤ پارٹی کا ٹائم کیا ہے؟"

بالآخر وہ ہار مان ہی گئی کیونکہ اپنے گھر والوں کی فضول سی ضد کے سبب وہ اپنی اتنی اچھی دوست کو ناراض نہ کر سکتی تھی۔

"پارٹی تو لیٹ نائٹ تک چلے گی لیکن میں تمہیں زیادہ دیر تک نہیں روکوں گی۔" پلوشہ اس کی رضامندی سے خوش ہو گئی۔ اور وہ جلدی جلدی اپنا پروگرام ترتیب دیتے ہوئے بولی۔

"میں سمجھی نہیں....."

"بھئی دیکھو ہم ایسا کرتے ہیں۔ کل کالج میں فن فیئر ہے۔ تم گھر والوں کو بتا کر آنا کہ لیٹ آؤ گی کل ہم صبح کالج سے بھائی کے ساتھ گھر چلے جائیں گے۔ میں شام میں برتھ ڈے کا کیک کاٹنے کے بعد جلد ہی میں تمہاری وین کے آنے تک تمہیں واپس کالج چھوڑ دوں گی۔ اس طرح تمہارے گھر والوں کو بھی علم نہ ہو گا اور میری برتھ ڈے پر ہونے والی تمہاری کمی بھی پوری ہو جائے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ زیادہ صحیح رہے گا۔" وہ با آسانی مان گئی کیونکہ اسے اس تمام عمل میں کوئی قباحت نظر نہ آ رہی تھی۔

"گڈ یار! تم نے تو آج میرا دل خوش کر دیا۔" مبرینہ خوشی سے چلا اٹھی "تم جان نہیں سکتیں تمہارے اس اقرار نے مجھے کتنا مان دیا ہے۔ شکریہ میری اچھی دوست اس بھروسہ کا جو تم نے مجھ پر کیا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سبین! لیکن خیال رہے یہ بات کالج میں کسی کو پتا نہ چلے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وریشہ کے ذریعے یہ خبر میرے گھر تک پہنچ جائے۔" وہ خدشہ ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا ہوا' تم نے خود ہی کہہ دیا ورنہ میں تو تمہیں خود منع کرنے والی تھی کہ اس بات کا ذکر کالج میں کسی سے نہ کرنا ویسے بھی کل کالج میں فن فیئر ہے۔ آل ریڈی تم نے گھر کے کپڑوں میں ہی آنا ہے لہٰذا تمہارے میرے ساتھ جانے کا علم کسی کو بھی نہ ہوگا ٹھیک ہے نا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ مزید مطمئن ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

سارا رات اس کے ذہن پر سبوینہ ہی سوار رہی' اس کے گھر جانے کی خوشی کے ساتھ ساتھ ایک انجانے سے خوف نے بھی اسے گھیرے رکھا۔

اگر جو بالاج یا امی کو پتا چل گیا کہ میں کالج سے کہیں گئی تھی تو کیا ہوگا؟ وہ سبوینہ کی چار دن کی دوستی کی خاطر اپنے گھر والوں کی محبت' پیار اور اعتماد کو دھوکا دینے چلی تھی جس کا احساس اسے ابھی نہ تھا اس نے رات ہی چپکے چپکے اپنا سوٹ استری کر کے ہینگ کر دیا تھا۔ میچنگ کی جیولری اپنے ہینڈ بیگ میں چھپا کر رکھ لی تھی تاکہ کالج جا کر پہن سکے' صبح جلدی جلدی اٹھ کر وہ خوب اچھی طرح تیار ہوئی لیکن جیسے ہی وہ ناشتے کے لیے کچن میں داخل ہوئی امی کی تنقیدی نگاہوں سے نہ بچ سکی۔

"اپنی لپ اسٹک کا کلر ہلکا کرو اور یہ تم فن فیئر میں جا رہی ہو یا کسی فیشن شو میں شرکت کے لیے۔ کیا ضرورت تھی اتنا بھاری سوٹ پہننے کی' جاؤ جا کر کوئی کاٹن کا سوٹ پہنو۔"

حالانکہ وہ وین آنے سے تقریباً" پندرہ منٹ قبل ہی باہر آئی تھی تاکہ جلدی جلدی میں امی کی نگاہوں کی زد سے بچ سکے لیکن ایسا ناممکن تھا۔ پلوشہ نے بے بسی سے اپنی ماں کو دیکھا اور دوسری نظر اپنے بلیک جارجٹ کے کڑھائی والے سوٹ پر ڈالی جو اتنا بھی قیمتی اور بھاری نہ تھا جتنا لبنیٰ نے جتا دیا تھا لیکن اس کا ارادہ اس لباس کو تبدیل کرنے کا نہ تھا۔ اسی لیے خاموشی سے ناشتا کرنے کے لیے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت لبنیٰ کو کوئی جواب بھی نہ دینا چاہتی تھی' کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ اگر اس کی امی غصہ میں آگئیں تو شاید آج وہ فن فیئر کے لیے گھر سے ہی نہ نکل سکے۔

"ارے تم نے ابھی تک کپڑے تبدیل نہیں کیے؟"

چائے لے کر کچن سے واپس آتی لبنیٰ کی نظر جیسے ہی پلوشہ پر پڑی غصہ سے ان کی بھنویں تن گئیں اور انہوں نے سخت لہجہ میں اسے مخاطب کیا۔

"جی امی! جا رہی ہوں کپڑے تبدیل کرنے۔"

اس کی مری مری آواز حلق سے برآمد ہوئی' کیونکہ اب ناگزیر تھا۔ اسی لیے وہ خاموشی سے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی کہ اچانک ہی قدرت کو اس پر رحم آگیا اور باہر تیز ہارن کی آواز سنائی دی' جسے سنتے ہی اس نے ایک بے بس سی نگاہ لبنیٰ کے سخت چہرے پر ڈالی۔ بات لبنیٰ کی سمجھ میں بھی آ ہی گئی۔ بالاج پچھلے دو دن سے اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ اب جو اگر وین چلی جاتی تو لازماً" پلوشہ کو کالج سے چھٹی کرنا پڑتی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فن فیئر میں شریک نہ ہو سکتی تھی اور فن فیئر میں شرکت کی جو خوشی اس لمحہ انہیں پلوشہ کے چہرے پر نظر آ رہی تھی' وہ اسے خراب نہ کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے ہی مجبور ہو گئیں۔

"چلو ٹھیک ہے' آج تو چلی جاؤ' لیکن آئندہ احتیاط کرنا اور دوپٹا اپنے سر پر اوڑھو۔"

اس کے گیٹ سے باہر نکلنے تک پیچھے سے لبنیٰ کی نصیحت آمیز آواز اسے سنائی دیتی رہی' جسے سن کر نظرانداز

کر کے وہ وین میں سوار ہو گئی اور سارا راستہ اپنی دوست کے گھر گزارنے جانے والے ایک بہترین دن کا تصور لے کر وہ کالج گیٹ کے سامنے اتر گئی جیسے ہی وہ گیٹ پار کر کے اندر داخل ہوئی' پہلی ہی نگاہ سامنے کھڑی سبرینہ پر پڑی جو غالباً گھر کے عام سے کپڑوں میں ہی ملبوس تھی۔ ٹراؤزر کے ساتھ ٹی شرٹ اور دوپٹا ندارد دیکھتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھی۔

"شکر ہے خدا کا' تم آ گئیں' چلو آجاؤ جلدی کرو' چلیں۔"

اس کے لہجہ میں چھلکتی بے تحاشا خوشی پلوشہ کو حیران سا کر گئی۔

"ارے اتنی صبح صبح' کچھ دیر صبر تو کرو ہم پہلے تھوڑا سا فن فیئر تو انجوائے کر لیں' پھر چلتے ہیں۔"

جانے کیوں سبرینہ کے لہجے نے پلوشہ کو خائف سا کر دیا اور وہ یک دم ہی پریشان سی ہو اٹھی۔ اسے احساس ہوا کہ شاید وہ کچھ غلط کرنے جا رہی ہے۔

"نہیں یار! میں تو سچ میں ناشتا بھی نہیں کر کے آئی۔ پلیز چلو' بہت بھوک لگی ہے۔"

سبرینہ نے لجاجت سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا اور چند لمحے پہلے دل میں پیدا ہونے والا احساس بھی خود بخود معدوم ہو گیا۔ وہ دونوں کالج گیٹ سے باہر آ گئیں' جہاں سبرینہ کی گاڑی ڈرائیور سمیت موجود تھی۔

گاڑی میں بیٹھنے سے قبل ایک بار تو پلوشہ کا دل چاہا کہ وہ سبرینہ کے ساتھ اس کے گھر نہ جائے۔ جانے کیوں اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ سبرینہ گاڑی میں بیٹھتے ہی اپنے سیل کے ہیڈ فون کانوں میں لگا کر آس پاس سے بے خبر ہو چکی تھی اور پھر اسی خاموشی میں سبرینہ کے گھر کا فاصلہ طے ہو گیا اور اگلے دس' پندرہ منٹ تک وہ اس کے گھر پہنچ چکی تھی' داخلی دروازے سے اندر لاؤنج میں داخل ہوئی اور سامنے نظر آنے والے قیمتی فرنیچر اور آرائشی سامان نے اسے گنگ سا کر دیا۔

"مما آئی ہیں؟" سبرینہ نے کچن میں داخل ہو کر غالباً "اندر موجود کسی ملازمہ سے سوال کیا' جبکہ وہ وہیں لاؤنج میں ہی کھڑی تھی۔

جی بی بی جی! ابھی ابھی آئی ہیں اور اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی ہیں۔ ملازمہ کی جوابی وضاحت اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"جسٹ آمنٹ پلوشہ! تم یہاں بیٹھو میں مام سے مل کر آؤں' دراصل آج ہی دبئی سے واپس آئی ہیں۔"

کچن سے عجلت میں نکل کر اسے صوفہ پر بیٹھا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی' وہ سارے ٹی وی لاؤنج کا تفصیلی جائزہ ہی لے رہی تھی کہ سبرینہ واپس آ گئی۔

اس کے ساتھ اس کی مام بھی تھیں' بے حد اسٹائلش کندھوں پر آتے گولڈن بال' سلیولیس ٹاپ اور کیپری کے ساتھ وہ کہیں سے بھی ایک جواں سال بیٹی کی ماں نظر نہ آ رہی تھیں' انہیں اس قدر ویل ڈریسڈ دیکھ کر یکدم پلوشہ کے ذہن میں اپنی سادہ سی گھریلو حلیے والی ماں کا تصور آ گیا' اف خدایا کس قدر فرق ہے میری امی اور سبرینہ کی مام میں۔

"مام! میٹ ہر بیسٹ فرینڈ پلوشہ۔"

"السلام علیکم....!" جائزہ لیتی لیتی وہ یک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے بیٹھو بیٹی۔ میں تو صرف تمہیں دیکھنے آئی تھی۔ دراصل میری بیٹی تمہارے حسن کی بہت شیدائی ہے۔"

تعریف کا عجیب سا انداز سب کچھ نارمل ہوتے ہوئے بھی پلوشہ کے ذہن کو الجھا سا گیا۔ جانے کیوں ان کے بولنے سے زیادہ دیکھنے کا انداز پلوشہ کو ڈسٹرب کر رہا تھا۔

"سبرینہ! تمہاری دوست تو واقعی بہت ہی پیاری ہے' بس ذرا سی سیدھی ہے' ورنہ آج اپنے حسن کے زور پر دنیا کو اپنی انگلیوں پر نچا رہی ہوتی۔"

وہ اس کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ذرا سا ہنس کر بولیں' جبکہ پلوشہ کا چہرہ ان کی تعریف سے سرخ سا پڑ گیا۔

"اوکے ریا بیٹا! انجوائے یور سیلف' میں اب آرام کروں گی۔" اوپر جاتے جاتے ہاتھ میں پکڑا سگار اپنے لائٹر سے جلا کر انہوں نے ہونٹوں سے لگا لیا۔

اور ہاں ریا! ملازمہ کو لنچ کے لیے بتا دینا۔"

"اوکے مام۔"

"تمہاری امی سگریٹ پیتی ہیں؟" وہ قدرے حیران تھی' کیونکہ ان کی فیملی میں مردوں کی بھی سگریٹ نوشی پسند نہ کی جاتی تھی۔

"ہاں کیوں؟" اس کے سوال نے سبرینہ کو حیران سا کر دیا اور اس نے کندھے اچکاتے ہوئے دریافت کیا۔

"بس۔ ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

"چلو آؤ میرے کمرے میں چلیں' شہناز میرے کمرے میں جوس کے دو گلاس لے آؤ' پھر اچھا سا ناشتا بنا دینا۔" پلوشہ سے کہتے ہوئے ساتھ ہی اس نے ملازمہ کو بھی ہدایت دی اور آگے کی جانب چل دی' پلوشہ بھی اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر خاموشی سے اس کے ساتھ ہولی' سبرینہ کا کمرا بھی باقی گھر کی طرح بے حد خوب صورت تھا' ابھی وہ کمرے کا جائزہ ہی لے رہی تھی کہ ملازمہ جوس لے کر آ گئی' جوس اس نے کمرے میں موجود ٹیبل پر رکھ دیے اور خاموشی سے واپس پلٹ گئی' وہ سکڑی سمٹی سی بیڈ کے کونے پر ٹک گئی' جبکہ سبرینہ نے اپنا ہوم تھیٹر آن کر دیا۔ اتنی بڑی اسکرین شاید نہیں بلکہ یقیناً" اس نے آج زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ سبرینہ نے جوس کا گلاس اسے تھما دیا۔ بے حد خوب صورت کرسٹل کے بلوریں گلاس سے گھونٹ گھونٹ جوس اس کے حلق میں اترنے لگا۔ سبرینہ جانے الماری کھولے کیا نکال رہی تھی۔

"تم ذرا بیٹھو میں ملازمہ کو ناشتا اور لنچ کا کہہ آؤں۔ ریلیکس ہو کر بیٹھو یار۔ اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟"

وہ تیزی سے باہر جاتے جاتے واپس پلٹی۔

"ذرا اپنا دوپٹا دے دینا' یہ وقت میرے دادا کے واک سے واپس آنے کا ہے' اگر انہوں نے مجھے اس حلیے میں دیکھ لیا نا تو نہ پوچھو میرا کیا حشر ہو گا۔"

اس نے خاموشی سے اپنا دوپٹا اتار کر اسے تھما دیا اور خود ریلیکس سی ہو کر بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا کر قریب رکھا ریموٹ اٹھا لیا اور مختلف چینل سرچ کرنے لگی' جانے سبرینہ کو گئے کتنا وقت ہو گیا تھا' اسے ٹی وی دیکھتے ہوئے احساس ہی نہ ہوا' لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کمرے کے پرسکون ماحول میں اسے نیند سی آنے لگی' جانے کیوں اس کی آنکھیں بند سی ہو رہی تھیں جنہیں وہ بمشکل کھول رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی' غالباً" سبرینہ واپس آئی تھی' وہ اسی بے فکری سے ٹی وی اسکرین کی جانب دیکھتے ہوئے بے فکری سے لیٹی رہی۔

"سبرینہ کہاں ہے؟" اچانک ہی کانوں سے ٹکرانے والی مردانہ آواز سن کر وہ کرنٹ کھا کر پلٹی' ادھر ادھر ہاتھ مارا' یاد آیا دوپٹا تو سبرینہ لے گئی' وہ یک دم شرمندہ ہو گئی' کیونکہ سامنے دکھائی دینے والا مرد صرف ایک ٹراؤزر میں ملبوس تھا اور واش روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

"دراصل میرے واش روم میں گرم پانی نہیں آ رہا تھا' اسی لیے ریا کا واش روم استعمال کرنا پڑا۔" وہ قدرے وضاحت سے بولا۔

اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتی' اسے غنودگی کا زوردار جھٹکا سا لگا اور اس کے گرنے سے قبل ہی سامنے

کھڑے اجنبی مرد نے اسے تھام لیا۔

"آریو اوکے۔" وہ اس پر جھکا ہوا دریافت کر رہا تھا' پلوشہ نے چاہا کہ خود کو چھڑوائے لیکن اس کا جسم بے جان ہو چکا تھا۔

"لگتا ہے تمہاری طبیعت خراب ہے۔"

اسے خود سے قریب کرتے ہوئے وہ کان میں بولا۔ پلوشہ کے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ اس نے چاہا کہ وہ دھکا دے کر اس اجنبی کو خود سے دور کر دے' لیکن جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس انجان مرد کے جسم سے آتی بھینی بھینی کلون کی خوشبو نے اسے مدہوش کر دیا ہے۔

"پلیز مجھے چھوڑ دو۔" خود کو چھڑانے کے لیے ناکام سی مزاحمت کرتے ہوئے وہ مدھم سی آواز میں بولی۔

"چھوڑ دیتا ہوں یار! لیکن ایک بات ہے تم جو کوئی بھی ہو' چیز قیامت کی ہو۔"

وہ اسے خود سے قریب کرتا ہوا بولا۔

"میرا خیال ہے تمہاری طبیعت خراب ہو رہی ہے تم یہاں لیٹو میں ریا کو بلا کر لاتا ہوں۔" اسے ساتھ ساتھ لگائے وہ بیڈ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ چکراتے سر کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کا سر جانے کیوں بھاری بھاری ہو رہا نیند بری طرح اس پر غلبہ پا چکی تھی' شاید میرا بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے یا پھر رات کی بے آرامی۔۔۔ اس سے زیادہ وہ نہ سوچ سکی' کیونکہ اس کا ذہن سن ہو چکا تھا۔

"پلوشہ۔۔۔ پلوشہ۔" وہ بارش میں بھیگ رہی تھی اور ٹھنڈک بری طرح اس کے رگ و پے میں سرائیت کر چکی' جب اسے محسوس ہوا کوئی اسے پکار رہا ہے' ایسے میں اچانک ہی بجلی کی تیز چمک سے وہ گھبرا اٹھی اور ایک تیز چیخ کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی' پہلے تو اس کی سمجھ ہی میں نہ آیا کہ وہ کہاں ہے پھر جیسے ہی اس کا ذہن بیدار ہوا آہستہ آہستہ اسے سب کچھ یاد آگیا' وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے پاس ہی سبین بیٹھی تھی پانی کا پیالہ لے کر جو شاید اسے ہوش میں لانے کے لیے استعمال کیا گیا تھا اسے کپکپاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"شکر ہے' تمہیں ہوش آگیا' ورنہ میں تو ڈر ہی گئی تھی۔"

سبین کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس کا سر ابھی بھی بھاری تھا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے؟" بمشکل اس کے منہ سے نکلا۔

"تین بجے ہیں۔" "شکر خدا کا' میں سمجھی شام ہو چکی ہے" خود کو سنبھال کر وہ جلدی سے بستر پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنا بے ترتیب لباس درست کیا' جانے کیوں اس کا دل بھاری ہو رہا تھا' اسے خود بخود رونا آرہا تھا۔

"سبین پلیز۔ مجھے جلدی گھر جانا ہے' کیونکہ میں اپنے گھر کالج کے مینا بازار کا کہہ کر آئی ہوں' اگر مجھے مزید دیر ہو گئی اور میری تلاش میں کوئی کالج تک آگیا تو بہت مشکل ہو گی۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سبین کو مخاطب کیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے یار' لیکن میرا خیال ہے' تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' میں تمہیں خود ڈرائیور کے ساتھ جا کر چھوڑ آتی ہوں' اپنی امی سے کہہ دینا کہ کالج میں تمہاری طبیعت خراب ہو گئی تھی' پہلے ذرا منہ دھو کر فریش ہو جاؤ' اور کھانا کھالو۔"

"سبین۔!" باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے وہ یک دم پلٹ آئی۔

"بولو۔"

"کچھ نہیں۔" جانے کیا سوچ کر اس اجنبی مرد سے متعلق کوئی بھی سوال پلوشہ کی نوک زبان پر آکر واپس پلٹ گیا۔ یہ بھی نہ پوچھ سکی کہ جوس پیتے ہی اس کا ذہن اتنا بوجھل کیوں ہو گیا تھا؟

"میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔" اپنی جانب منتظر نگاہوں سے تکتی سبرینہ سے کہتے ہوئے وہ تیزی سے واش روم میں گھس گئی اور پھر واپس آتے ہوئے تمام راستہ اس کا دماغ الجھا رہا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس بات کو کس طرح سبرینہ سے ڈسکس کرے' آج اسے احساس ہوا کہ اپنے گھر والوں کے علم میں لائے بغیر اٹھایا جانے والا چھوٹا سا قدم بھی کتنا خطرناک ہو سکتا ہے' وہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی کہ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو اسے بدنامی کے عمیق گڑھے میں گرا دیتا' وہ اپنی عزت و ناموس کے محفوظ رہ جانے پر اللہ کی شکر گزار تھی۔ لیکن نہیں جانتی تھی کہ گھر والوں کو دیا جانے والا یہ چھوٹا سا دھوکہ جو بظاہر بے ضرر بھی تھا' آگے جا کر اس کے لیے کتنے بڑے بڑے مسائل کو جنم دینے والا ہے۔

☆ ☆ ☆

جانے کیا بات تھی' پلوشہ کا وہم تھا یا واقعی میں حقیقت تھی' اسے سبرینہ کا رویہ پہلے سے خاصا تبدیل لگ رہا تھا' پہلے والی گرم جوشی اور محبت تقریباً مفقود ہو چکی تھی۔ اس دن کے بعد سے وہ پلوشہ کو جب کالج میں ملی تو خاصی نارمل سی تھی' پلوشہ کو لگتا کہ وہ جان بوجھ کر اسے اگنور کر رہی ہے' لیکن یوں؟ وہ ایسا ری ایکٹ کیوں کر رہی ہے؟ بغیر کسی وجہ کے اور یہ ہی بات پلوشہ کے ذہن کو الجھا رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سبرینہ سے پوچھے' لیکن اسے موقع ہی نہ مل رہا تھا یا شاید سبرینہ جان بوجھ کر اسے موقع فراہم نہ کر رہی تھی۔

اس دن بھی وہ فری پریڈ میں سیڑھیوں پر بیٹھی ان ہی سوچوں میں گم تھی' جب سبرینہ بڑی خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی' کانوں میں ہیڈ فون ڈالے بڑی بے فکری سے چیونگم چباتی ہوئی۔ آج کئی دنوں بعد سبرینہ کو یوں اپنے پاس بیٹھا دیکھ کر پلوشہ کو حیرت تو ضرور ہوئی' مگر کچھ بولی نہیں بلکہ خاموشی سے اپنی کتابوں میں الجھی رہی۔

"عماد تم سے ملنا چاہتا ہے۔" بغیر کسی تمہید کے وہ اچانک پلوشہ سے مخاطب ہوئی۔

"کون عماد؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"اب اتنی بھی بھولی نہ بنو تم' اچھی طرح جانتی ہو کہ عماد کون ہے۔"

الفاظ تھے یا زہریلے ناگ' جو پلوشہ کو خود کو ڈستے ہوئے محسوس ہوئے' سبرینہ کا انداز تخاطب اس کی سمجھ سے بالکل بالاتر تھا۔ اس کا ذلت آمیز خشک رویہ پلوشہ کو حیران کر رہا تھا۔

"یقین جانو' میں بالکل بھی کسی عماد کو نہیں جانتی۔" اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بمشکل بولی' اس کی آواز حلق میں ہی کہیں پھنس سی رہی تھی۔

"تو پھر یہ کیا ہے؟" اگلے ہی پل سبرینہ نے اپنا آئی فون اس کے سامنے کر دیا۔ سامنے ہی اسکرین پر نظر آنے والی تصویر نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے اور اسے بے ساختہ سبرینہ کے گھر جانے والا اپنا پہلا اور آخری دن یاد آ گیا' ساتھ وہ اجنبی بھی جسے سبرینہ عماد کے نام سے پکار رہی تھی' وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ اس ایک پل کو جب وہ پلوشہ کے قریب تھا۔ اس طرح موبائل کی اسکرین پر منتقل کیا جائے گا اور پھر یاد آیا اسکول میں لکھا جانے والا موبائل فون کے نقصانات پر مضمون لیکن یہ تو...

آگے اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ کیا وضاحت دے۔

"دیکھو یار! مجھے نہیں پتا کہ تمہارا اور عماد کا کیا سین ہے؟ اب بات صرف اتنی ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔" سبرینہ کا ٹھنڈا ٹھار لہجہ پلوشہ کو زمین میں گاڑ رہا تھا' جانے وہ کیا سمجھ رہی تھی۔

"سبرینہ! میرا یقین کرو۔ جو تم سمجھ رہی ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"چلو' میں کچھ بھی نہیں سمجھ رہی' سمجھانا تو تمہیں ہے' اگر تم عماد سے نہ ملیں تو ایس ایم ایس کے ذریعے وہ یہ تصویر نہ صرف بالاج بلکہ تمہارے دیگر رشتہ داروں کو بھی بھیج دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے سارے خاندان کو جانتا ہے' وہ تمہاری تصویریں بنا کر بھی سب کو پوسٹ کر سکتا ہے' تم نہیں جانتیں۔ وہ بہت کچھ کر سکتا

ہے' بہتر یہ ہے کہ تم ایک دفعہ اس سے مل لو' دیکھو وہ تم سے کیا کہنا چاہتا ہے؟ تم سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟ ایک دوست ہونے کے ناتے یہ میرا تمہیں مشورہ ہے' باقی آگے جو تم بہتر سمجھو۔" بات کرتے کرتے سبرینہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اور ہاں اپنے فیصلہ سے تم مجھے ایک ہفتہ تک آگاہ کر دینا' ورنہ دوسری صورت میں ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

کندھے پر بیگ ڈالے وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی' یہ جانے بغیر کہ پیچھے رہ جانے والی ہستی کس حال میں ہے' یقیناً" سبرینہ جیسے لوگوں کو سوائے اپنی ذات کے دنیا میں کسی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ پلوشہ کو آج احساس ہوا کہ ماں کے علم میں لائے بغیر اٹھایا جانے والا ایک چھوٹا سا قدم' کبھی کبھی کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ تو اس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ سبرینہ اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کر سکتی ہے' اب آگے کیا ہو گا؟ اس سوچ نے ہی اس کے دماغ کو ماؤف کر دیا' وہ اپنی تمام ہمت کو مجتمع کر کے بمشکل وہاں سے اٹھی اور پھر کس طرح گھر تک پہنچی اسے کچھ ہوش نہ رہا۔ گھر کے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اسے تحفظ کے احساس نے اپنے حصار میں لے لیا' تھکی تھکی سی چال چلتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر گر سی گئی۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" فریج سے کچھ نکالتی ہوئی لبنیٰ کی نگاہ جیسے ہی پلوشہ پر پڑی انہوں نے حیرت سے سوچا' جبکہ پلوشہ ان کے پاس سے ایسے گزری جیسے نیند کے عالم میں ہو۔ انہوں نے فریج کا دروازہ جلدی سے بند کیا اور پلوشہ کے پیچھے ہی کمرے میں آ گئیں۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" نڈھال سی پڑی پلوشہ کو دیکھتے ہی وہ وحشت زدہ ہو گئیں' جوان بیٹی کی ماں تھیں' ایک دم ہی دل میں بے بنیاد اندیشے سر ابھارنے لگے' ایسے اندیشے جن سے وہ خود بھی گھبرا اٹھیں۔

"پلوشہ! کیا بات ہے؟" وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے بستر پر آ گئیں اور جیسے ہی اسے کندھے سے تھام کر سیدھا کرنا چاہا' وہ تڑپ کر ماں کے گلے لگ گئی اور لگی بلک بلک کر رونے' اسے روتا دیکھ کر لبنیٰ بیگم بدحواس سی ہو گئیں۔

"مجھے بتاؤ' پلوشہ! کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں امی!" بمشکل آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔ "راستے میں بہت برا ایکسیڈنٹ دیکھا تھا' اسی لیے دل بھر آیا۔" بروقت پلوشہ کے ذہن میں آنے والے بہانے نے لبنیٰ کو دیکھا تھا۔

"میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ جانے کیا بات ہے۔" اسے خود سے دور کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں "تم ہاتھ منہ دھو کر باہر آؤ۔ کھانا کھاؤ۔"

اسے ہدایت دے کر وہ باہر نکل گئیں اور پھر اگلا پورا ہفتہ وہ کالج ہی نہ گئی' کالج جانے کا خیال آتے ہی اس کا دل کانپ اٹھتا' لبنیٰ بیگم اس کے کالج نہ جانے کو ایکسیڈنٹ کا خوف سمجھتے ہوئے خاموش تھیں' جبکہ پلوشہ کو کبھی کبھی بالاج کا رویہ سہما دیتا اسے ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کھوجتی ہوئی نگاہوں سے پلوشہ کو تکتا ہے' حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ نہ صرف آج کل نیچے زیادہ آنے لگا تھا' بلکہ پلوشہ کی پڑھائی اور روزمرہ کے امور سے متعلق گفتگو بھی کرنے لگا تھا۔

اب وہ مزید چھٹیاں بھی نہیں کر سکتی تھی' کیونکہ امتحان سر پر تھے۔

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر کمرے میں آئی جب امی نے آواز دے کر پکارا کہ اس کی کسی دوست کا فون آیا ہے اور بغیر نام کے ہی وہ سمجھ گئی کہ فون کس کا ہو گا اور پھر ہیلو کہتے ہی اس کے بدترین اندیشے کی تصدیق ہو گئی' دوسری طرف سبرینہ تھی۔

"کہاں غائب ہو تم؟" بغیر کسی سلام دعا کے ایک سپاٹ اور خشک لہجہ پلوشہ کے کانوں سے ٹکرایا۔ کافی دیر تو وہ بول ہی نہ سکی۔

"طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" مری مری آواز بمشکل اس کے حلق سے نکلی۔
"اوہو! اچھا۔ اب کیسی ہو؟ بہرحال یہ بتاؤ کالج کب آرہی ہو؟"
پہلے سوال کا جواب جانے بغیر ہی وہ اپنے مطلب کی بات پر آگئی' وہ خاموش رہ گئی۔
"دیکھو میری بات سنو' وہ تم سے صرف ملنا چاہتا' ہے اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' وہ تمہاری ساری تصویریں ڈیلیٹ کردے گا بشرطیکہ تم ایک بار اس سے مل کر درخواست کرو۔"
"میں شاید کل آجاؤں۔" وہ مرے مرے لہجے میں بولی' مبرینہ نے فون بند کردیا۔ جبکہ کتنی دیر تک ریسیور اپنے ہاتھ میں تھامے پلوشہ ساکت سی کھڑی رہی۔
"فون کس کا تھا؟" وہ بالکل اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔
"دوست کا۔" مزید کوئی سوال سنے بغیر وہ تیزی سے اس کے قریب سے گزر کر کمرے میں آگئی اور وہ ساری رات اس نے ایک عجیب سی کیفیت میں گزاری۔ جانے کیوں ایک انجانے خوف نے اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ اسے پتا تھا' کچھ ہونے والا ہے' ایسا کچھ جو اسے تباہ و برباد کردے گا۔ وہ اپنی اس کیفیت کو کسی سے شیئر نہیں کرسکتی تھی' وہ بے وقوف لڑکی اپنوں کے شدید ردعمل سے سہمی ہوئی تھی' لیکن یہ نہ جانتی تھی کہ ماں سے زیادہ اولاد اور وہ بھی بیٹی کا کوئی غم گسار نہیں ہوسکتا۔ وہ ساری رات اس نے سوتے جاگتے گزار دی۔ صبح تیار ہو کر جیسے ہی ناشتا کرنے ڈائننگ ٹیبل پر پہنچی سامنے ہی اخبار پڑھتے بالاج کو دیکھتے ہی خون مزید خشک ہوگیا۔ یہ اتنی صبح صبح نیچے کیا کررہا ہے۔ سوچا ضرور لیکن زبان سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے کرسی کھینچ کر ناشتے کے لیے بیٹھ گئی' لیکن اس تمام عرصہ جانے کیوں اسے محسوس ہوا کہ بظاہر اخبار پڑھتا بالاج مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہے' پہلے ہی اس کا ناشتا کرنے کا دل نہ چاہ رہا تھا' اب اس نئے احساس نے اس کی بھوک کو بالکل ہی ختم کردیا' دو تین نقمے لینے کے بعد اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔
"کیا بات ہے بیٹا! ناشتا کیوں کررہیں؟" چائے کا گھونٹ لیتے رحمان صاحب نے بڑے ہی پیار سے اسے مخاطب کیا۔
"ویسے ہی ابو! دل نہیں چاہ رہا' کینٹین سے کچھ کھالوں گی۔" آہستہ سے کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا سی گئی' جس پر صبح کی افراتفری میں کسی نے دھیان ہی نہ دیا۔ اسی دم باہر سے آتی وین کے ہارن کی آواز سنتے ہی اس نے بیگ اٹھایا اور خاموشی سے باہر کی جانب چل دی۔
"ٹھہرو۔" لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہی پیچھے سے آتی بالاج کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے "یا اللہ خیر۔" دروازہ کے ہینڈل پر رکھا اس کا ہاتھ کانپ سا گیا اور وہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھ سکی۔
"چلو! میں تمہیں چھوڑ آؤں؟" اس کے پاس سے کہتا ہوا وہ تیزی سے باہر نکل گیا اور وہ مرے مرے قدموں سے اس کے پیچھے چل دی اور پھر سارے راستہ وہ یہ ہی دعا کرتی آئی کہ مبرینہ اسے کالج سے باہر نہ مل جائے' ورنہ یقیناً" آج اس کی خیر نہ تھی۔
ان ہی سوچوں میں گھری جانے کب کالج آیا اسے پتا ہی نہ چلا۔
"واپسی میں لینے آجاؤں؟" بالاج کی آواز نے اسے سوچوں کی دنیا سے باہر کھینچ نکالا۔
"نہیں۔ میں وین میں ہی آجاؤں گی۔" آہستہ سے جواب دے کر وہ گاڑی کا دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی اور کالج گیٹ سے اندر داخل ہونے تک اسے اپنی پشت پر بالاج کی نگاہیں محسوس ہوتی رہیں۔

☆ ☆ ☆

"بابا! میں شام تک حویلی پہنچ جاؤں گا اور وہ میرے ساتھ ہی ہوگی۔"

فون پر رابطہ ہوتے ہی عماد نے فلک شیر کو اطلاع دی۔
"نہیں۔ تمہیں اس کو یہاں نہیں لے کر آنا۔"
علی شیر کے جواب نے عماد کو حیران کر دیا' کیونکہ سب کچھ پہلے سے پروگرام کے مطابق طے تھا' پھر اچانک اس تبدیلی کی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آئی' لیکن پھر بھی وہ کوئی سوال کر کے اپنے بابا کے غیض و غضب کا محمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے بہتری اسی میں تھی کہ خاموشی سے ان کی اگلی ہدایت سنی جائے۔
"جی بابا!" وہ جانتا تھا کہ یہ دو الفاظ ہی اس کے انا پرست باپ کو پسند ہیں۔
"تم نکاح کر کے اس لڑکی کو گھر بھیج دینا' باقی حساب کتاب اس کے گھر آ کر میں خود جنید رضا عباسی سے لوں گا۔ اپنا چھبیس سالہ پرانا حساب بالکل اسی طرح بابا! جس طرح اس نے ہم سے لیا تھا' میں بھی اسے اس کے شہر میں ہی ذلیل کروں گا' ساری دنیا کے سامنے پولیس لے کر جاؤں گا میں بھی اس کے گھر' عماد جس طرح وہ تیری پھوپھی کو لینے پولیس لے کر آیا تھا۔"
اور عماد اپنے باپ سے۔ یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ پھوپھی نے تو جو کچھ کیا اپنی رضا سے کیا تھا' لیکن جو ہم آج اس لڑکی کے ساتھ کرنے جا رہے ہیں' وہ بے خبر تو اس سے انجان ہے' لیکن اپنی روایتوں اور بدلہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک پڑھے لکھے شخص کی زبان بھی گنگ تھی اور اس وقت اس کا مقصد صرف اور صرف آج سے سالوں پہلے جنید رضا عباسی کے عمل کا بدلہ تھا جو ہر حال میں اس کے خاندان کو بھگتنا تھا' بدلہ جو لیتے تو بظاہر مرد ہیں' لیکن اس کی زد میں ہمیشہ عورت آتی ہے۔ مردوں کے اس معاشرے میں ایک عورت کو پھر سے رسوا ہونا تھا۔
اس کی اگر غلطی تھی تو صرف اتنی کہ اس نے دوستی پر اندھا اعتبار کر کے اپنے گھر والوں کو بے اعتبار کیا۔
"یہ تمہارا گھر تو نہیں ہے؟" سامنے نظر آنے والے مشہور فائیو اسٹار ہوٹل کے پاس ہی گاڑی رکتے دیکھ کر بے ساختہ پلوشہ کے منہ سے نکلا۔
"ہاں۔۔۔ تمہیں عماد نے ملنے کے لیے یہاں ہی بلایا ہے؟"
"لیکن تم نے تو کہا تھا۔۔۔" وہ ہراساں ہو گئی۔
"ہاں ڈیر! میں نے کہا تھا کہ وہ تم سے میرے گھر ملے گا' لیکن جانے کیوں رات اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔" دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔
"گاڑی پارکنگ میں مت لگانا' میں ابھی واپس آ رہی ہوں۔" "ڈرائیور کو ہدایت دے کر وہ آگے کی جانب چل دی اور مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق وہ بھی قدم گنتی اس کے ساتھ ہو لی۔
"اگر آج میرے گھر کے کسی فرد نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو یقیناً" مجھے زندہ دفن کر دیا جائے گا۔" یہ سوچتے ہوئے بھی وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی۔
"کاش مجھے یہاں بالاج مل جائے' بے شک وہ مجھے جان سے مار دے' لیکن میں اس اذیت سے تو بچ جاؤں گی' اے میرے خدا میری عزت کو محفوظ رکھنا۔" بے خیالی میں سبینہ کے ساتھ چلتی ہوئی وہ ایک روم کے سامنے رک گئی' جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
"تم جاؤ اندر' واپسی میں تمہیں عماد چھوڑ دے گا۔"
"پلیز سبینہ!" آخری بار التجا۔
"دیکھو پلوشہ! ایک بار اس کی بات سن لو' اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ صرف ایک بار تم سے مل کر وہ تمہاری ساری تصویریں موبائل سے ڈیلیٹ کر دے گا اور پھر تمہیں کبھی تنگ نہیں کرے گا۔" وہ پلوشہ کا ہاتھ تھامے اسے یقین دہانی کروا رہی تھی' لیکن جانے کیوں اسے یقین نہ آ رہا تھا یہ کمرا اسے ایک پنجرہ لگ رہا تھا' جہاں قید ہونے کے بعد وہ کبھی باہر نہ نکل پاتی اور پھر شاید یہ قید تنہائی اس کا مقدر بننے والی تھی۔

"او کم آن یار! جو بات کرنی ہے اندر آکر کرو۔"
دروازہ میں یقیناً" عماد تھا جو اس کا منتظر تھا۔
"بس عماد! میں چلتی ہوں' تمہارا کام ہو گیا۔ میری رقم میرے اکاؤنٹ میں آج ہی آجانی چاہیے۔" سبرینہ تیزی سے آگے بڑھ گئی' پلوشہ کو ایک نئی حقیقت سے روشناس کروا کر۔ تو یہ سب کچھ پیسے کے لیے کیا گیا تھا۔
سبرینہ سے نفرت کے شدید احساس نے اسے گھیر لیا۔
"آجاؤ پلوشہ! یہاں بیٹھو' مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"
وہ جو جانے کیا کیا سوچ رہی تھی۔ عماد کے الفاظ سنتے ہی چونک اٹھی اور خاموشی سے اس کی جانب ٹکر ٹکر دیکھے گئی جو نہایت سنجیدگی سے ہاتھ باندھے اس کی جانب متوجہ تھا۔
"میں نہیں بیٹھ رہی' تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ سب کیوں کیا؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟ کیوں بلوایا مجھے اس طرح یہاں اس ہوٹل میں؟"
عماد کے رویہ نے اسے حوصلہ بخشا' یقیناً" بات کچھ اور تھی جو وہ سمجھ رہی تھی' وہ نہ تھا اس خیال کے آتے ہی وہ لگاتار سوال کر بیٹھی۔
"تم نے کچھ نہیں بگاڑا' تم تو صرف سزا بھگتنے والی ہو' اس عمل کی جو تمہارے خاندان والوں نے چھبیس سال پہلے کیا تھا' ہمیں رسوا کر کے۔"
"میرے خاندان نے؟" وہ حیرت زدہ سی تھی۔
"ہاں پلوشہ! تمہارے تایا جنید عباسی نے ہمیں چھبیس سال پہلے جو ذلتیں بخشی تھیں' آج اس کا حساب برابر ہو گا۔ میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہوں گا' صرف تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہو گا' پھر میں تمہیں واپس گھر چھوڑ آؤں گا۔" اطمینان سے یہ سب کہتا وہ پلوشہ کو پاگل لگا۔
"واٹ ڈو یو مین! تم پاگل ہو گیا؟" وہ چلا اٹھی۔ "نکاح کا مطلب سمجھتے ہو؟ اور میں تم سے نکاح کیوں کروں' کمال ہے' تم نے نکاح کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے؟"
"چلاؤ مت' مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' میں آل ریڈی شادی شدہ ہوں۔" ایک اور انکشاف۔
"یہ سب تو میں اپنے بابا جان کے کہنے پر کر رہا ہوں۔ میرا یقین کرو' نکاح کے بعد میں تمہیں ہاتھ لگائے گھر چھوڑ آؤں گا' بالکل ویسے جیسے تمہارے تایا نے میری پھوپھی کے ساتھ کیا تھا۔" استہزائیہ لہجہ۔
"اور پھر حویلی والوں کے ساتھ تمہیں رخصت کروانے آؤں گا۔" وہ آہستہ آہستہ چلتا اس کے قریب آگیا
"مجھے صرف اپنی پھوپھو خوشنما کا بدلہ لینا ہے۔"
"خدا کے لیے ایسا نہ کرو۔" بالآخر کے تصور نے اسے رلا دیا اور وہ ہاتھ باندھ کر عماد کے سامنے کھڑی ہو گئی' آنسو اس کے چہرے کو بھگو گئے۔ اسے آج پتا چلا کہ اس کے گھر والے اتنے محتاط کیوں تھے' کاش یہ سب داستان اسے پہلے پتا ہوتی تو وہ بھی اتنی ہی محتاط ہوتی' لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ وقت تو گزر گیا اور گزرا وقت شاید کبھی واپس نہیں آتا۔
"پلیز عماد! مجھے جانے دو۔ میرا تو اس قصہ میں کوئی قصور نہیں ہے۔"
"قصور ہے پلوشہ! تمہارا قصور ہے تم اس خاندان کی عزت ہو جس کو ہم نے مٹی میں ملانا ہے۔"
بے بسی عماد کے لہجہ میں در آئی' اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی اچانک دروازے پر ہونے والی دستک سے دونوں ہی چونک اٹھے۔
"یقیناً" سجاول قاضی صاحب کو لے کر آیا ہو گا' تم واش روم میں جا کر منہ ہاتھ دھو لو۔" اسے ہدایت دیتا وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا اور بے فکری سے لاک کھول دیا' دروازہ کھلتے ہی کسی نے عماد کو دھکا دیا اور کچھ افراد

تیزی سے کمرے میں داخل ہوگئے جن میں سے ایک یقیناً "بالاج تھا' جسے دیکھتے ہی پلوشہ کے جسم میں بجلی سے بھر گئی۔

"اللہ تیرا شکر ہے؟"

آخری احساس اس کے ذہن میں جاگا اور پھر شاید وہ بے ہوش ہوگئی' اس کا شدید نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور پورے ایک ہفتہ بعد جب وہ ہوش میں آئی تو شرمندگی کے شدید احساس میں گھری ہوئی تھی' وہ خود کو کسی سے بات کرنے کے قابل نہ پاتی تھی۔

ہوش میں آتے ہی اس کے ذہن میں بہت سے سوالات نے سر ابھارا' جن میں سب سے قابل ذکر سوال تو یہ تھا کہ بالاج اس تک کس طرح پہنچا؟ پھر وہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کی تائی خوشنما کے بارے میں جو کچھ عماد نے بتایا کیا وہ درست تھا؟ لیکن وہ خود کو اس کے قابل نہ پاتی تھی کہ کسی سے کچھ پوچھتی' وہ تو صرف یہ ہی سوچ سوچ کر شرمندہ تھی کہ عماد کے ساتھ ہوٹل کے کمرے میں اپنے موجود ہونے کا کیا جواز اپنے گھر والوں کو پیش کرے گی؟ وہ اس وقت سے ڈر رہی تھی جب یہ سوال اس سے کیا جائے گا؟ اسے سب سے زیادہ فکر بالاج کی تھی' جس دن سے وہ ہوش میں آئی تھی بالاج اس سے ملا ہی نہ تھا' وہ نیچے آتا ضرور تھا' اس کی آواز کسی نہ کسی وقت اس کے کان میں پڑ جاتی تھی' لیکن کبھی وہ پلوشہ کے سامنے نہیں آیا۔

☆ ☆ ☆

اس دن غالباً" اتوار کا دن تھا' صبح سے ہی نمرہ آئی ہوئی تھی' دو دفعہ وہ اس کے کمرے سے چکر لگا کر گئی تھی' لیکن وہ جان بوجھ کر سوتی بن گئی' لیکن جب وہ تیسری دفعہ اس کے لیے ناشتا لے کر آئی تو پلوشہ خود پر سے اختیار کھو بیٹھی اور بے ساختہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' نمرہ نہایت پیار سے اس کی پشت سہلاتی رہی۔

"میں بہت بری ہوں نمرہ! میں نے تم سب کو دھوکا دیا۔ کاش میں مر جاتی۔"

"پاگل ہوگئی ہو کیا جو فضول بول رہی ہو' شکر کرو' تمہیں اللہ تعالیٰ نے کسی بڑے نقصان اور ہمیں بدنامی سے بچا لیا' یہ سوچو اگر اس دن وہاں بالاج بھائی نہ جاتے تو کیا ہوتا۔"

نمرہ اسے خاموش کرواتے ہوئے دھیرے دھیرے سمجھا رہی تھی۔

"لیکن بالاج وہاں کیسے پہنچا؟" یہ سوال خود بخود اس کی زبان پر آ ہی گیا' "سبینہ کی مدد سے وہ عماد سے محبت کرنے لگی تھی' اس نے عماد سے اپنی چاہت کا اظہار کیا تو عماد نے اس کو اس کی اوقات یاد دلائی اور کہا ایسی لڑکی جو پیسے سے خریدی جا سکتی ہے' جس کا دین ایمان پیسہ ہے۔ اس کی محبت مذاق کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ اس کے کہنے میں اتنی حقارت تھی کہ سبینہ نفرت اور انتقام میں پاگل ہوگئی۔ اس نے عماد سے بدلہ لینے کے لیے عین وقت پر بالاج سے رابطہ کر کے اسے سب کچھ بتا دیا۔ بہرحال جو ہوا سو ہوا' اللہ کا شکر کرو کہ تم بحفاظت گھر آ گئیں۔ اور تم اب یہ تو جان ہی چکی ہوگی کہ عماد کون ہے؟ تو سمجھ لو یہ سب کچھ میرے ننھیال والوں کا کارنامہ ہے۔ وہ نفرت' بدلہ کی آگ جس میں وہ پچھلے چھبیس سالوں سے جل رہے ہیں۔ لیکن شکر کرو وہ اپنے اس گھناؤنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بہرحال اس سب کے باوجود بالاج نے بدنامی سے بچنے کے لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اور پھر عماد نے تو بالاج سے معافی بھی مانگ لی ہے اور تمہیں پتا ہے' آج میں یہاں کیوں آئی ہوں۔"

بات کرتے کرتے رک کر اس نے ایک نظر پلوشہ کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی جس پر کھنڈی زردی نے نمرہ کے حساس دل کو دکھا دیا اور پلوشہ کو اپنی جانب سوالیہ نگاہوں سے تکتا پا کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"رات بابا کا فون آیا تھا' وہ چاہتے ہیں کہ اب جلد از جلد تمہاری اور بالاج کی شادی ہو جائے۔"

"پلیز نمرہ! تم تایا جی کو منع کرو، مجھے بالاج سے شادی نہیں کرنی۔"
نمرہ کی بات ختم ہوتے ہی وہ ایک دم تیز آواز میں چلا اٹھی۔ اس کی بات سنتے ہی نمرہ گھبرا سی گئی۔
"کیا کہہ رہی ہو تم پلو، تم ہوش میں تو ہو۔" اسے یقین ہی نہ آیا کہ یہ الفاظ پلوشہ کی زبان سے ادا ہوئے ہیں۔
"ہاں نمرہ! میں سچ کہہ رہی ہوں، میں بالاج سے شادی کر کے ساری زندگی اس کی نفرت کا نشانہ نہیں بن سکتی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک اٹھی۔
"میں جانتی ہوں، بالاج مجھے کبھی بھی پسند نہ کرتا تھا اور اب، اب تو شاید کبھی بھی نہیں، اب تو میں اس کے قابل رہی بھی نہیں ہوں۔"
"تم سے کس نے کہا کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتا؟" یہ آواز یقیناً بالاج کی تھی جسے سنتے ہی پلوشہ کو کرنٹ سا لگا، اس نے بے اختیار سر اٹھا کر دیکھا، نمرہ جانے کب کی جا چکی تھی، اب عین اس کے سامنے بالاج کھڑا تھا، سینے پر دونوں ہاتھ باندھے نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب سوالیہ انداز سے تکتا ہوا۔
"میں.... وہ...." اس کی آواز حلق میں پھنس سی گئی۔
"دیکھو پلوشہ! ڈرو مت، جو تمہارے دل میں ہے کہہ ڈالو، میں بالکل برا نہ مانوں گا۔" وہ اپنی بات کہتے ہوئے کرسی کھینچ کر اس کے بیڈ کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
"تمہیں اپنی پسند اور ناپسند کا اختیار ہے، اگر تم مجھے پسند نہیں کرتیں تو صاف صاف کہہ دو، یقین جانو، میں بالکل برا نہ مانوں گا اور جہاں تم کہو گی وہیں تمہاری شادی کرانے میں تمہاری مدد کروں گا۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے؟" وہ اس الزام پر تڑپ اٹھی۔ "میں تو صرف آپ کی وجہ سے...."
"کیا میری وجہ سے؟ کھل کر کہو، تم سے کس نے کہا میں تمہیں پسند نہیں کرتا۔"
"کسی نے نہیں۔" وہ کمزور لہجہ میں بولی۔ "لیکن اس سب کے بعد بھی آپ کیسے مجھ سے شادی کر سکتے ہیں؟" دل کی بات لبوں پر آ ہی گئی۔
"میری بات غور سے سنو پلوشہ! میں کوئی فلمی ہیرو نہیں ہوں جو تمام برائیوں سمیت ہیروئن کو گلے لگا لوں گا۔ میں بھی ایک عام سا روایتی مرد ہوں اور ہمیشہ یہ ہی چاہتا ہوں کہ وہ شخصیت جو مجھ سے منسوب ہو باکردار اور خالص ہو، معذرت کے ساتھ اگر مجھے تمہاری بے گناہی کا یقین نہ ہوتا تو میں شاید کبھی بھی تم سے شادی نہ کرتا، وہ تو میں شروع سے ہی تم پر نظر رکھے ہوئے تھا اور پھر سبرینہ نے بھی مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک جال میں پھنس گئی ہو اور اس جال سے تمہیں نکالنا میری ذمہ داری تھا، جسے میں نے نہایت احتیاط سے پورا کیا، اگر چاہتا تو عماد کو اغوا کے جرم میں جیل بھی کروا سکتا تھا، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ میرا کزن تھا، وجہ تھی کہ تم میرا سب کچھ ہو اور اگر میں اس دن ایسا کرتا تو یقیناً تمہارا نام بھی اخباروں میں اچھالا جاتا اور یہ سب کچھ ہی میرا ماموں چاہتا تھا، میں نے تمہاری عزت کی خاطر سب کو معاف کر دیا اور عماد کو بھی خاموشی سے وہاں سے جانے دیا۔"
بالاج نے دھیرے دھیرے اسے سب بتا دیا۔ "اب تم بتاؤ، کیا میں واقعی تمہیں برا لگتا ہوں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔
"نہیں نہیں۔" پلوشہ بے ساختہ بولی "یہ میں نے کب کہا ہے؟" بالاج بے اختیار ہنس پڑا تو اس نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔

✠ ✠ ✠ ✠ ✠

Pakistanipoint
Waqar Azeem